

بکھنچے نہیں رطل

از فقیر گیسو دانی

PDFBOOKSFREE.PK

وہ سانپ کی اولاد ہیں سیوک رام جی..... ڈسنا اس کی عادت ہے..... چٹامیں پھنکا
دیتے اس کو..... میں اس اچھوت کو اپنی حویلی میں ایک پل رکھنے کو تیار نہیں ہوں.....
قہر و جلال کی تصویر لکشی دیوی پاپتی ہوئی لال حویلی کے وسیع و عریض کشادہ ڈرائینگ
روم میں داخل ہوئیں۔ یوں جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔

دیوی جی..... آپ کو معلوم ہے..... یہ کون ہے..... یہ بلند خان کا بیٹا ہے جو ہمارا
جگری یار تھا..... دوست تھا ہمارا.....

سیوک رام خامے مضطرب نظر آ رہے تھے۔ چہرے پر جذباتیت عیاں تھی۔ نہیں
..... کشمیری کسی کے دوست نہیں ہوتے..... پھر مسلمان..... یہ آستین کا سانپ لکشی
دیوی نے نفرت و رقابت سے آنکھیں پھاڑیں اور لالونا تھ کو گھورا..... یہ آپ کس طرح
کہہ سکتی ہیں..... بلند خان نے ہر اچھے بُرے دن میں میرا ساتھ دیا ہے۔ آخر وہ مسلمان ہی
تو تھا۔

سیوک رام نے اپنی جیتی جتی کو مطمئن کرنا چاہا..... لیکن مسلمانوں کی نفرت لکشی
دیوی کے دل میں گھر کر چکی تھی۔

سب لوگ اکٹھے رہتے تھے..... پاکستان کیا بنا کہ تمام مسلمانوں نے آنکھیں پھیر لیں۔
کتنے دکھ جانے ہم نے مسلمانوں کے ساتھ..... تقسیم ہند..... وقت سب ہی بگے نے ہو
گئے..... ہند..... اور آپ ایک بلند خان کے بیٹے کی خاطر..... ہند.....

لکشی دیوی ریک انداز میں کہہ کر خاموش ہو گئی اور لالونا کی طرف دیکھا۔ لالونا تھ
ابھی تک سفید کپڑے میں لپٹا پڑے کھڑا تھا۔

لکشی دیوی سے ٹکا پس پڑے ہی اس نے نظریں جھکا لیں۔

دیوی جی..... میں تو صرف بلند خان کی بات کر رہا ہوں..... وہ ہمارا ہمدرد تھا۔ اس

ہستی کو محبت میں فنا کون کرے گا
یہ قرض ادا میرے سوا کون کرے گا

ایک شاعر

کے بڑے احسانات ہیں ہم پر..... آج جو کچھ مجھ میں ہوں.....

بس بس..... اس کے احسانات کا بوجھ مجھ پر سرت ڈالے..... میرے تاج کی کوئی معمولی آوی نہ تھے..... دہلی کے ٹھاکر تھے..... وہ خود ایسے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ بلند خان کس کیفیت کی مولیٰ ہے.....

لکشی دیوی کے انداز میں رعونیت اور تقاریر جھٹک رہا تھا..... شاہنہ حراج تو تھائی۔ او ہو..... میں سب جانتا ہوں..... بات صرف یہ ہے کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں..... بلند خان کی وجہ سے ہوں.....

سیوک رام کو ماضی کے آئینے میں بلند خان کی محبت اور ہمدردی نظر آنے لگی کس طرح ہر نمبرے وقت میں بلند خان کاروبار میں سیوک رام کی مدد کرتا تھا۔ سیوک رام احسان فراموش لوگوں میں سے ہرگز نہ تھے۔ بلند خان جانتا تھا کہ مٹری اُس کو جینے نہیں دے گی..... اس لئے وہ زندگی میں ہی ساری جائیداد سیوک رام کے نام لگا چکا تھا۔ تمام عمر وہ اولاد کو ترستار رہا..... اور جب عدنان نے اُسے چاند سا بیٹا عطا کیا تو فوج نے اُس کے گھر کو نہیں نہیں کر دیا۔ بلند خان کشمیر کا ایک رئیس آوی تھا۔ ہندو مٹری کا دشمن تھا..... اور نتیجہ یہ نکلا کہ بھارتیوں نے اسے قتل کر کے دم لیا۔ وہ سوچ کی اٹھا گہرائیوں میں اتر گئے۔

خیر چھوڑیے..... اتنے احسان مند ہونے کی ضرورت نہیں..... اگر کاروبار میں رقم وہ لگاتا تھا تو محنت تو آپ کرتے تھے..... اُسے تو عبادت سے ہی فرصت نہ ملی تھی۔ دن میں پانچ مرتبہ مسجد جاتا تھا۔ کام کا اس کے پاس وقت ہی کہاں تھا۔ پلٹ کر سیوک رام نے اپنی خالیم حسین ناگن جیسی جتنی کو دیکھا..... جس کے ایک اشارے سے لال محل کی دیواریں لرز جاتی تھیں..... لکشی دیوی کی آنکھوں میں جیسی چمک تھی..... انہوں نے آج تک کسی عورت میں نہیں دیکھی تھی..... وہ لکشی کی طرف گہری نظروں سے دیکھنے لگے۔

لاو نا تھ نے پہلو بدلا اور دوسری طرف ہو گیا..... شاید وہ دیوار کا سہارا لیتا جاتا تھا..... جھپٹے چند گھنٹوں سے وہ یوں کھڑا تھا.....

سیوک رام جی..... اس کاروبار اور عیش و آرام میں لاکھوں روپیہ میں پتائی سے لائی تھی۔

لکشی دیوی نے شانہ چکا ہے۔

معاوضہ لینا چاہتی ہو۔

سیوک رام نے دفعتاً کہا۔ شاید لچے میں خٹکی کا بھی کوئی شاہد ہو۔

ارے نہیں نہیں..... میں نے تو نبی کہہ دیا..... رسی معاوضے کی بات تو آپ سے

اچھا معاوضہ کیا ہوگا۔ رام جی.....

سارے جہاں کی چاہت لکشی دیوی نے نگاہوں میں سیٹھ کر سیوک رام کی طرف دیکھا.....

موقد شمس حینہ تھی..... ان کو ناراض نہ کرنا چاہتی تھی۔

سیوک رام ساری جان سے فریفتہ ہو گیا.....

لکشی دیوی نے سیوک رام کو کبھی جیتنے نہیں دیا تھا۔ بے شک سیوک رام سخت طبیعت کے مالک تھے..... لیکن بیوی کے سامنے ہمیشہ جھگی بلی ہی بنے رہتے۔ سیوک رام کو اپنی جتنی

لکشی دیوی سے شدید محبت تھی۔

رام سرکار..... میرے لئے کیا حکم ہے۔

لاو نا تھ کھڑے کھڑے اکتا سا گیا تھا۔

دھنی رام سے کہو..... گندے تالے میں پیچک دے..... اماں باا کے ساتھ یہ بھی

جنم نہر سید ہو جائے گا.....

لکشی دیوی کے حسین چہرے پر فرعونیت جھلک آئی۔

دیوی جی..... نہ..... نہ..... اتنا بڑا پاپ..... نہ خود کروں گا..... اور نہ کسی اور کو

کرنے دوں گا..... آپ کو بھی نہیں.....

سیوک رام نے لکشی دیوی کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

اس کے لئے آپ کو پر تنیدہ خاطر ہونے کی کیا ضرورت ہے..... گندی نالی کا کیزا

ہے..... اگر مسلا بھی جائے تو ہندوستان میں انسانوں کا کال نہیں پڑ جائے۔

لکشی دیوی پھر جاہر حاکم کی طرح چہرے پر خٹکی لا کر بولیں۔

سیوک رام خاموش رہے..... ان کے چہرے پر یوں تھا جیسے ایک سمندر موجزن

تھا..... وہ خیالات کے مد و جد میں ڈوب کر ابھر رہے تھے.....

بلند خان سے وہ کسی قیمت پر بھی دھوکہ فریب یا بے وفائی نہیں کر سکتے تھے لیکن لکشی

دیوی نہیں جانتی تھی کہ وہ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے بلند خان کے ساتھ کتنے

کرب سے گزرے ہیں..... بلند خان نے دوستی کا اعلیٰ بھرم رکھتے ہوئے ساری جائیداد اس

کے نام لگادی ہے..... وہ پہلے بھی مالک تھے اور اب..... اب تو ساری جائیداد کے حقیقی وارث بن گئے..... وہ بلند خان کے بیٹے کو گزند نہیں پہنچا سکتے تھے..... کشمی دیوی انہیں لاکھ عزت سہی..... لیکن بلند خان کا احترام اپنی جگہ مقدم ہے۔ ان کے اندر ایک طلاطم مو بزن تھا۔

آپ کیا سوچتے گئے۔

کشمی دیوی نے اٹھ کر سیوک رام کا شانہ بلایا۔

وہ ایک دم چونکے۔ نگاہیں اٹھائیں..... اور کہا.....

گھر آئے ناگ نہ پوچھے باجی پوچھ جائے.....

رام جی..... کیا مطلب ہے آپ کا.....

کشمی دیوی کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہو گیا۔

ہیٹی..... دیوی جی..... آپ اس بچے کے ساتھ آنے والی خوش بختی کو نہیں جانتیں..... یہ بڑا بھلا گواں ہے۔

دیکھیں..... آپ افسردہ مت ہوں..... لالونا تھ..... تم اس بچے کو لے جاؤ.....

خرج کی کمی نہیں ہوگی..... تم رکھ لو۔

ایک دم کشمی دیوی نے سیوک رام کی مشکل حل کرنا چاہی۔

رام جی..... دیوی جی کیا کہہ رہی ہیں۔

لالونا تھ جوں ترپا ہے اس کے پاؤں پر نہ ہریلے بیڑے نے کاٹ لیا ہو۔

سیوک رام صرف دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

ہم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے..... لالونا تھ لے جاؤ اس مسلم بچے کو تمہیں ماہوار رقم مل جایا کرے گی..... کشمی دیوی نے کہا۔

دیوی جی..... بھگوان ان قسم مجھے بچے کو پالنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا..... ویسے بھی

میں بلند خان کا پرانا نمک خوار ہوں..... وہ بہت اچھا مالک تھا.....

لالونا تھ کی آواز بھرا گئی..... پھر وہ خاموش ہو گیا۔

پھر تمہیں کیا اعتراض ہے۔ اس کی پردر ش کر کے تم فداواری کا ثبوت پیش کر سکتے

ہو..... کشمی دیوی نے کہا۔

دیوی جی..... میں ہندو ہوں..... مسلمان بچہ نہیں رکھ سکتا..... رام جی بوے آدمی

ہیں..... کسی کو خبر بھی نہ ہوگی..... ملٹری تو مسلمانوں کو جنم نہیں کر رہی ہے۔ ٹھیک..... لالونا تھ..... بلند خان کا بچہ ہمارے پاس رہے گا..... تمہیں بچے کے ساتھ کسی نے دیکھا تو نہیں۔

سیوک رام نے کہا۔ ان کا بچہ مستحکم تھا۔

نہیں رام جی..... ملٹری نے بلند خان اور ان کی چھوٹی لڑکی کو وقت گولی ماری تھی.....

ایک بھگدڑ سی جھج گئی..... میں بچے کو ایک آیا کی گود سے جمیں کر لے آیا..... وہ حشر بھج سے دیکھا نہیں گیا..... کیا قیامت تھی..... لالونا تھ بڑا افسردہ نظر آ رہا تھا۔

تمہیں ادھر آتے تو نہیں کسی نے دیکھا۔

کشمی دیوی نے لالونا تھ کے قریب آکر کہا۔

نہیں دیوی کی ہر کار.....

وہ آہستہ سے بولا۔

اب حویلی میں کون ہے۔

سیوک رام نے کہا۔

کوئی بھی نہیں..... ملازم سب بھاگ گئے..... جو مسلمان تھے..... ان کو ملٹری فوج

نے قتل کر دیا تھا۔

لالونا تھ دلیکیر آواز میں بولا۔

جھج..... یہ کشمیری مارے ضد کے آزادی کا نعرو نہیں چھوڑتے خون پہ خون ہوا جا رہا

ہے..... کیا کریں گے یہ کشمیری لے کر..... کشمی دیوی نے اپنے یا قوتی ہونٹ

کھیزے..... یادہ کشمیریوں پر ترس کھا رہی تھیں۔

یہاں لٹا دو بچے کو.....

سیوک رام نے کہا۔

لالونا تھ قریبی صوفے پر بچے کو لٹانے لگا۔

لالونا تھ..... کیا کر رہے ہو..... یہاں رکھو..... تمہیں معلوم ہونا چاہئے..... یہ

پہوت ہے..... گوشت خور انسان کا خون ہے..... یہاں رکھو ایسے۔

کشمی دیوی نے بڑی کراہت سے قائلین کی طرف اشارہ کیا۔

اس کے ساتھ ہی سیوک رام نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

رام سرکار۔

سرندر سنگھ ہاتھ جوڑے انتہائی مودب انداز میں اندر آ کر جھکا۔

سرندر سنگھ.....

اپنی گھمبیر آواز میں سیوک رام بولے۔

غلام حاضر ہے۔ رام سرکار.....

سرندر سنگھ حسب عادت بولا.....

کسی ملازمہ کا بندوبست کرو..... جو اس بچے کی صحیح نگہداشت کر سکے۔

سیوک رام نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔

حوٹلی میں بہت ملازم ہیں رام جی.....

سرندر سنگھ نے یاد دلایا۔

سرندر سنگھ..... پرکاش کیسی رہے گی۔

لکشمی دیوی کو یاد آیا۔

پرکاش بڑھی ہو چکی ہے دیوی جی.....

سرندر سنگھ نے لکشمی دیوی کو پرکاش کے بڑھاپے کا احساس دلایا جو سیوک رام کی بھی آیا

رہی تھی۔ کاشی ماں..... ہمارے لئے بہت مقدس ہے۔

سیوک رام کو اپنا بچپن یاد آیا..... کس طرح ان کے پیچھے بھاگ بھاگ کر انہیں گرنے

سے بچایا کرتی تھی۔

صرف چند دلوں کے لئے..... بعد میں کوئی اور بندوبست کر لیا جائے گا۔

لکشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... کاشی ماں کو بلاؤ.....

سیوک رام نے کہا۔

بہتر رام سرکار.....

سرہند سنگھ باہر نکل گیا۔

اور چند لمحوں کے بعد پرکاش اپنی سفید ساڑھی سنبھالتی اندر آ گئی۔

اسے دیکھتے ہی سیوک رام کھڑے ہو گئے۔

دیوی جی..... یہ معصوم ہے..... اس کو اچھوت مت سمجھئے..... انسان

اچھوت نہیں ہوتا..... ہم اس کو ریبیب بنالیں گے۔ ہمارا بیٹا بنے گا۔ سیوک رام نے کپڑے

میں لپٹا ہوا معصوم بچہ اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

بیٹا.....

لکشمی دیوی کی حیرت عروج تک پہنچ گئی۔

ہاں جی..... اپنا بیٹا..... ہم اسے اپنے مذہب میں ڈھال سکتے ہیں۔

سیوک رام نے بڑے وثوق سے کہا۔

کیا آپ اس کو ہندو بنا دیں گے؟

لکشمی دیوی کی آنکھوں کی چمک اور تیز ہو گئی۔

کیوں نہیں..... میں اس کا باپ ہوں..... اور میں ہی وارث..... اس کی میں ہی

پہچان ہوں..... ہندو کیوں نہ بنے گا؟.....

سیوک رام نے بڑی محبت سے بچے کو صوفے پر لٹا دیا۔

لکشمی دیوی دیکھتی رہ گئی۔

سیوک رام دوسری طرف بڑھے..... اور بھاری نوٹوں کی گمڈی لالونا تھ کی طرف

اچھال دی۔

دور سے ہی لالونا تھ نے گمڈی کو اچک لیا اور احسان مند بنا گیا سیوک رام پر ڈالیں۔ اب

جاؤ..... حوٹلی کو تالا لگا کر چابی میرے حوالے کر دینا۔

سیوک رام نے کہا۔

بہت بہتر رام سرکار۔

لالونا تھ مودب جھکا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

یہ لیجئے..... یہ بچہ آپ کا ہے..... دیوی جی آپ کا بیٹا.....

سیوک رام نے بچہ لکشمی دیوی کی گود میں رکھ دیا۔

رام جی..... آپ کیا کرتے ہیں..... ہم آداب پرورش سے نا آشنا ہیں۔

لکشمی دیوی بچے کو اپنی گود میں دیکھ کر کسمسا گئی۔

ہم جانتے ہیں..... آپ کی نازک مزاجی اس نویت سے دوچار نہیں ہو سکتی۔ اس بچے

کے لئے کسی ملازمہ کا اہتمام کریں گے۔

موسم قدرے خوشگوار تھا۔ سرہا کی رنگین دگلش شام تھی۔ سورج کا سنہری قہال کائنات پر آخری دم توڑتی سسکتی کر میں کھینچ کر مغرب کی گود میں پناہ لینے کی تیاری کر رہا تھا.....
ال محل کے درودیوار پر خون آشام لگی سی روشنی پھیل چکی تھی۔ ماحول انگارہ ہوا چاہتا تھا۔ بلکہ سب مادی اشیاء سرخ رنگ میں رنگی نظر آ رہی تھیں۔ یوں تھرکتی لرزتی کرنوں نے کائنات کو احمریں رنگ میں ڈبو دیا تھا۔ حویلی پر سکون تھی۔ آج تنہا میں کہیں بھی قتل و غارتگی کی آواز نہیں آتی تھی..... اور نہ ہی سڑکوں پر آؤ بھٹا کی دردناک آواز نے دھرتی کا سینہ پاش پاش کیا تھا۔ کشمیری مجاہدین اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے..... ملٹری بدستور مقابلے پر ڈٹی ہوئی تھی..... بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ مجاہدین ملٹری کو ناکام بننے چہوڑ رہے تھے۔ آزادی و حریت کے متوالے جین سے یہاں بیٹھ جاتے۔

کنٹرول لائن پر مسلسل جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ مجاہدین نت نئی کارروائیاں کر رہے تھے..... کشمیر ہمارا ہے..... پاکستان کی شہ رگ ہے..... اس جذبے کو صادق رکھتے والے کہاں جین سے بیٹھ سکتے تھے اگر سکون تباہ تھا تو صرف کشمیریوں کا۔ ہندو آبادی اپنے اپنے گھروں میں پر سکون تھی اور پھر سیوک رام کی لال حویلی..... اتنا ہوا تھا کہ۔ کون اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا تھا۔ دولت اس کے گھر کی لوٹھڑی۔ کارخانوں اور طوں کا مالک۔ مادی کو چھ سات برس ہو چکے تھے لیکن ابھی تک لاڈلی بچی کی خالی گود لئے بیٹھی تھی۔ سیوک رام اپنی کم عمر کشمیری دیوی سے خاسے بڑے تھے لیکن باکمال صحت نے ان کو نوجوان رکھا ہوا تھا۔ انہیں اپنی بچی کشمیری دیوی سے شدید محبت تھی۔ سیوک رام نے کبھی اپنی بیوی کے سامنے اس محرومی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن دو چار جتنے کہ ان کے ہاں ایک بیٹا ضرور ہو..... ان کو بیٹے کی شدید طلب محسوس ہوتی تاکہ دیکھ کر دکان کا سہمی تو ہو..... ان کا بازو تو انواران کی چائیداد کا وارث تو..... کہاں جانے گی؟ دولت..... دو ہمیشہ کھڑے رہتے..... بظاہر ہشاش بشاش رہتے، کشمیری دیوی ناز و نفوس میں بیٹی بڑھی تھی۔ کم سن سی بی بی کی شادی سیوک رام سے ہو چکی تھی۔ سیوک رام نے بھی کشمیری دیوی کے ناز و نغرسہ لمانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ہوا انتقال کشمیری دیوی کے والدہ پنڈت جواہر لعل دہلی کے ہاں آئی تھی۔ کچھ عرصہ ہوا انتقال کر چکے تھے۔ کشمیری دیوی کی والدہ مسز جواہر لعل ہرے چاہو جمال کے ساتھ زندہ تھیں۔ شوہر کی ارحم تھی جانے کے بعد خود کو آنے والی ہر سال کے لیے تیار کر لیا تھا۔ اور شوہر کے وسیع ترین کاروبار کو احسن طریقے سے سنبھال لیا

مجھے بلایا آپ نے چھوٹی سرکار.....
وہ آہستہ آہستہ چلتی سیوک رام کے پاس آگئی۔
یہاں بیٹھ جائیے.....
سیوک رام نے بڑے ادب سے پرکاش کو صوفے پر بٹھایا..... جس کے ایک طرف کشمیری دیوی راجمان تھی۔
آپ کو ایک کام سونپنا چاہتا ہوں۔ انگارہ نہ کیجئے گا۔
سیوک رام نے سامنے گہری نیند سوئے بچے کی طرف دیکھا۔ بالکل معصوم فرشتہ.....
میرے اختیار میں ہوا تو میں ضرور کروں گی۔
پرکاش ہنس دی۔
اس بچے کی پرورش آپ کے ذمے ہے۔
کشمیری دیوی نے کہا۔
بچے کی پرورش..... دیوی جی..... میں تو عمر رسیدہ ہوں..... اعصاب بھی کمر وہ ہو چکے ہیں..... کہیں کو تباہ نہ ہو جائے۔
وہ کانپ گئی۔
مت گھبرا اے کا شامی..... ہمیشہ کے لئے نہیں..... چند دنوں کے لئے۔
جوں ہی کوئی اور بندوبست ہوا..... آپ کی ذمہ داری ختم.....
سیوک رام نے پرکاش کے شانے پر محبت سے ہاتھ رکھا۔
میں چند دنوں کی دیر ہے..... ہم تلاش کر رہے ہیں..... کسی آیا کا بندوبست ہو جائے
مجا کشمیری دیوی نے کہا۔
ٹھیک ہے دیوی جی.....
پرکاش نے سر غم کر لیا۔ وہ انگارہ بھی کیسے کر سکتی تھی۔

اور درپن کے روپ میں بچہ چندن پرکاش کی بوڑھی مٹھری ہوئی گود میں پرورش پانے لگا۔ اخبارات رسالوں میں بڑی مقدار میں اشتہارات دیئے گئے تھے۔ خاصہ معقول تنخواہ تھی۔ ہر غریب ضرورت مند بند و عورت اسے بڑے گھر میں بطور آیا کام کرنے کو تیار تھی۔ لیکن کوئی بھی سیوک رام اور کشمیری دیوی کے معیار پر پوری نہ اتری۔ پھر بھی چندن اور اشتہارات کا انتظار کرتا پڑا۔

تھا۔ اولاد کے معاملے میں وہ بڑی فراخ دل واقع ہوئی تھیں۔ لاڈلی بیٹی اور داماد سیوک رام کے معاملے میں کبھی مداخلت نہیں کی تھی اور ایک بیٹا سنتوش جہاں شادی کا خواہاں تھا..... وہیں اس کی شادی کر دی۔ اب وہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی کا باپ تھا..... بڑی اچھی زندگی گزار رہا تھا۔ سنتوش اپنے تباہی کی طرح قتل مزاج اور فہم نوجوان تھا۔ اس بات سے اس کے اور اک کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ شادی سے پہلے بہن کے حصے کی تمام جائیداد اس کے نام کر دی تھی..... بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ اراضی تحفے میں نام کر دی۔ سنتوش اعلیٰ ظرف نوجوان تھا۔ اس نے یہ اس لئے کیا کہ اسے وہ کسیر بخش کا انتقال نہ رہے۔

حویلی کے بڑے لان میں سنگ مرمر کی دکش آرائشی آرام دہ کرسیاں بچھی تھیں۔ شام کا سہانا سماں تھا۔ ٹھنڈی کشمیری ہوا امت کے دے رہی تھی۔ قریبی جھرنوں سے بہنے والا پانی ہوا کے ساتھ مل کر ایک ارگن کی طرح بج رہا تھا۔ کشمی دیوی اور سیوک رام آنے سانسے کر سیوں پر براجمان کسی خاص موضوع کے ساتھ کشمیری تہوے سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

نستے رام سرکار۔

سر ہند سنگھ حاضر ہوا۔

سیوک رام نے ہاتھ باندھے اور مسکرا دیے۔ نستے.....

کشمی دیوی صرف دیکھتی رہی مٹی۔

کیسے آئے ہو؟

سیوک رام نے پوچھا۔

ہری داس ایک عورت لایا ہے رام سرکار.....

سر ہند سنگھ نے صوبہ کہا۔

لے آؤ..... دیر کیوں کر رہے ہو..... بھگوں نے چاہا تو کام بن جائے گا۔ کشمی دیوی نے آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں۔

سر ہند سنگھ فوراً چلا اور کچھ لمحوں بعد سفید ساڑھی میں ملبوس نوجوان لڑکی کو لے آیا۔

نستے رام سرکار۔

لڑکی نے کہا۔

کشمی دیوی اور سیوک رام نے ایک ساتھ نستے کیا۔

نستے.....

ہندو ہو۔

کشمی دیوی ذات پات کا خاص خیال رکھتی تھیں۔

برہمن ہوں..... دیوی جی..... مجھے نوکری کی ضرورت ہے..... مجبور ہوں۔

سیوک رام بخور اس کے قدموں پر گد گدیتے رہے۔

بہمن بچے کے لئے آیا کی ضرورت ہے..... کیا خیال ہے۔

کشمی دیوی نے کہا۔

لڑکی چال ڈھال سے پڑھی لکھی اور سلمی ہوئی لگ رہی تھی۔ سرخ و سپید رنگت 'مجھے

منظور ہے دیوی جی۔

لڑکی نے کہا۔

پڑھی لکھی ہو۔

سیوک رام نے کہا۔

ہاں جی..... میٹرک پاس ہوں رام سرکار.....

لڑکی نے ہاتھیں کشمی دیوی کے چہرے پر اٹیں۔

کیا نام ہے

پوچھا۔

اچھا نام ہے۔

نام تو کوئی اور تھا دیوی جی..... ہمارے بچے اسی نام سے پکارے تھے۔ تم بیاہی ہوئی ہو۔

کشمی دیوی درط حیرت میں اتر گئی۔

ہاں جی..... میرے بچے کا انتقال ایک حادثے میں ہو گیا تھا۔

پوچھا بڑی مہرہ دی گئے تھے۔

اور کوئی رشتہ دار۔

سیوک رام بولے۔

اس بھری سلسلہ میں ہمارا کوئی نہیں..... ہم اکیلے ہیں دیوی جی۔ لڑکی کے چہرے

پر ایک کرب اند آیا۔

اس سے پہلے کوئی اور کام کرتی تھی..... کشمی دیوی نے سوال کیا۔

ملازم تھی رام سرکار..... لیکن کیا بتاؤں..... عزت کی خاطر نکل آئے وہاں سے۔
ادھو..... کشمی دیوی اور سیوک رام ازراہ انوس بولے۔

چند لمحوں سب خاموش رہے..... سیوک رام اور کشمی دیوی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا.....

لوگی پو جانے ادھر ادھر دیکھا..... اس کی نگاہیں متلاشی تھیں۔

ہری داس۔ کاشی ماں سے درپن کو لے آؤ۔

بہت بہتر رام سرکار۔

سیوک رام کا حکم ملتے ہی ہری داس لان سے نکل گیا۔

چند منٹ نہ گزرے تھے کہ ہری داس سفید پتھو سے من پلپا پچہ کشمی دیوی کے پاس لے آیا۔

کشمی دیوی نے درپن کو اپنی ہاتھوں میں تھام لیا، اس وقت بچپن کی پرسکون نیند سو رہا تھا..... چہرے پر فرشتوں جیسا لطف سرخ رخسار..... اس وقت تو کشمی دیوی نے بھی درپن کو ساتھ لگایا۔

(کاش ایسا ہی بیٹاں کا بھی ہوتا)

کشمی دیوی سوچ میں کھو گئی۔

سیوک رام نے مخصوص گاہیں کشمی دیوی کی طرف ڈالیں۔ پھر ہری داس اور دوسرے ملازمین کی طرف دیکھا۔

سیوک رام کی نگاہوں کا مطلب سمجھنے ہی سب لان سے نکل گئے۔

پو جانے خالی خالی گاہوں سے سب کی طرف دیکھا۔ وہ منتظر تھی کہ کب بچہ اسے دیا جائے.....

لے لو پچہ.....

کشمی دیوی نے درپن پو جاکي طرف بدھایا۔

بچے کی پرورش کا معاملہ ہے..... بھائی کے کوشش مت کرنا..... سیوک رام نے ترش لہجے میں کہا۔

ہم بھاگ کر کہاں جائیں گے رام سرکار..... ہمیں دوسری شادی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس بچے پر چون کاٹ دیں گے سرکار.....

پو جانے کشمی دیوی سے بچے کو لے کر اپنے ساتھ لگایا۔ اور اس کی سفید پیشانی کو بوسہ دیا۔

تھیں یہاں عزت بھی لے گی اور تحفظ بھی۔

سیوک رام نے اس کی آنکھوں میں متاکی بچی لگن دیکھ لی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ درپن کے لئے ہی یہاں آئی تھی۔

چند دنوں کا درپن پو جاکي گود میں پرورش پائے لگا۔ دو ماہ کا ہو چکا تھا..... وہ پو جا کے ہاتھ کو پکچھانے لگا۔ پو جاکي کی ماری محبت و شفقت سے درپن کی شخصیت کا نکھار جانتی تھی۔ درپن اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا۔ وہ اپنی اموں جوائی کو اس بچے کے لئے وقف کر دینا چاہتی تھی۔ لال حویلی میں پو جاکي پورا تحفظ اور عزت نفس ملی تھی۔ اس کو پوری آزادی تھی..... درپن اور اس کی ضروریات کے لئے اچھی نیک سی ماہور رقم اسے مل جاتی تھی..... وہ جب چاہے لال حویلی کے وسیع و عریض پکن میں اپنی پسند کا کھانا پکا سکتی تھی..... اگر ضرورت پڑے تو وہیں سے کھا سکتی تھی..... پو جاکي بھی زندگی گزار رہی تھی۔

اس کے لئے وہ کشمی دیوی اور سیوک رام کی ممنون تھی۔ درپن اور پو جا کے لئے لال حویلی کا ایک علاقہ مخصوص کر دیا گیا تھا..... جہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ یہاں پو جا اور درپن کی ہر ضرورت کا خیال رکھا گیا تھا۔ ایک مسلمان کی اولاد ہونے کشمی دیوی درپن کو پسند تو نہیں کرتی تھیں لیکن سیوک رام کے سامنے اپنی نفرت کا اظہار بھی نہ کیا تھا۔ سیوک رام ایسے بھی نہ سمجھتے تھے کہ درپن اور پو جاکي علیحدہ رکھنا کتنا بات کی دلیل تھی۔ کہ وہ شروع سے ہی درپن کا اپنے طرے زہن میں غل ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ چنانچہ درپن علیحدہ ہی پو جا کے پاس رہنے لگا۔ وہ بھی پسند نہ کرتی تھی کہ مسلم اور ہندو دو مذہب کے لوگ ایک ساتھ زندگی گزاریں..... لیکن سیوک رام کی سوچ الگ تھی۔ وہ اگر کشمی دیوی سے کہتے کہ دیکھو تم ایسا خیال ہرگز دل میں نہ لاؤ۔ درپن اب مسلمان نہیں..... ہندو ہے۔ پو جاکي گود میں پل رہا ہے..... کیا اب وہ مسلمان نہ ہے گا..... پو جاکي بہن ہے.....

آپ کی بات بھی درست ہے رام جی..... مگر کتنے مسلمان ہندوؤں کی گود میں پلنے والے مسلم لڑکے میں شامل ہو گئے اور ہمارے ہی خلاف فہرے لگائے گئے۔

کشمی دیوی ہمیشہ خیرات میں گھری رہتی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... میرا مطلب آپ نہیں سمجھ رہیں.....

سیوک رام نے کشمی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں محبت کے لازوال جذبے کے تحت دیکھا۔ ہمیں نہ سہی..... رام بنی آپ کو اولاد کی ضرورت ہے..... ہم محبت کی تقسیم بھی نہیں چاہتے..... بلکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔
کشمی دیوی حدود درجہ ملول و پریشان نظر آرہی تھی۔

خوش رہا کریں..... ہم اپنی محبت کی تقسیم خود نہیں چاہتے..... اولاد کی ضرورت اپنی جگہ..... لیکن آپ کی محبت ایک مستحکم پٹان کی طرح ہے..... جو بیل نہیں کٹتی۔

سیوک رام نے آسمان کی طرف دیکھا۔
چلیں اندر..... موسم کی نیت گہری ہوئی ہے..... لال محل میں روشنی ہو چکی ہے.....
اٹھیے.....

سیوک رام نے اٹھ کر بڑی محبت سے کشمی دیوی کو اپنے سہارے سے اٹھایا اور ایک دوسرے کے سہارے خواب گاہ کی طرف چل دیے.....

☆ ○ ☆

سیوک رام نے بڑے خلوص سے کہا۔
سمجھائیے..... کیا سمجھانا چاہتے ہیں آپ۔
کشمی دیوی نے اپنے خوبصورت ہاتھوں کو گول کر کے اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور غزالی آنکھوں کو دوسرے بچکا۔
کس کس ادھر چائیں دیں..... غلام تیری ہر ادا کا غلام ہے۔
وہ بڑی محبت سے بولے۔

جانے بھی دیں..... اصل موضوع کی طرف آئیے۔
میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کشمی دیوی مہی..... کہ درپن ہندو عورت کی گود میں پرورش پا رہا ہے..... وہی طور طریقے کچھ گاجو پوجا سے سکھائے گی..... پھر وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے۔

سیوک رام نے اپنے الفاظ میں وزن پیدا کیا۔
پھر وہ دو قوی نظریہ کیا ہے..... اس میں یہی کہا گیا ہے کہ ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں..... ان کے نظریات اور خیالات ایک نہیں ہو سکتے..... بلکہ ان کا رہن سہن بھی مختلف ہے۔

کشمی دیوی نے بحث کو طویل کر دیا۔
دیوی جی..... بھگوان قسم..... درپن آپ کا بیٹا ہے..... وہ ہندو ہے اور ہندو مذہب ہی اختیار کرے گا۔

سیوک رام نے بڑی پابست سے دیوی کی طرف دیکھا۔
کاش..... ہماری گود بچے سے محروم نہ رہتی..... ہمیں اس کا بڑا دکھ ہے رام جی.....
درپن کو دیکھ کر ہمارے احساس کی قندیل روشن ہو جاتی ہے۔
کشمی دیوی کو آج پہلی مرتبہ احساس ہوا تھا کہ مرد کے لئے اولاد کتنی ضروری ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے ساری آس نیراش میں بدل گئی ہے۔

سیوک رام نے دیکھا کشمی دیوی بڑی روکھی لگ رہی تھی۔
ارے..... یہ آج چاند گرہن لگ گیا..... کیسے ہو سکتا ہے..... ہم آپ کو اس طرح بچے نہیں دیکھ سکتے۔

سازمی زیب تن کرنا ضروری تھا۔ پھر ڈرائنگ روم میں اپنے پتی کی راکھ کو سلام کرنا ضروری تھا۔ گھر میں کئی ایک ملازم تھے۔ لیکن پھر بھی بے وقت چائے کی ضرورت ہوتی تو بچن میں جا کر خود تیار کر لیتیں۔ زندگی آسائش سے گزر رہی تھی۔ سنوٹش اتھے باپ کا بیٹا تھا۔ عادات و اطوار بھی باپ کی طرح سلجھیں اور شائستہ تھیں۔ سنوٹش اپنی بیوی ایشا کو بہت چاہتے تھے۔ ایشا کا باپ فوج میں معمولی ملازم تھا۔ کشمیر کے محاذ پر مجاہدین کا ہاتھ مارا گیا۔ ماں پہلے ہی داغِ مفارقت دے چکی تھی اور ایک بچے کو ختم دے کر ایشا کے لئے دکھوں کا جہنم کھول گئی۔ ریشم کی پیدائش پر ایشا صرف چھ برس کی تھی۔ مرے وقت اپنے دونوں بچوں کو اندریاس کے سپرد کر گئی جو خود بھی فوج میں خوالدار تھا لیکن شراب کارسیا۔ ایشا کے باپ کی موت بھی شراب کی وجہ سے ہوئی ورنہ وہ مجاہدین کی گولیاں پشت پر ہرگز نہ کھاتا۔

ایشا اور ریشم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچپن اور بچگی کی ٹھوکروں میں زندگی گزارنے لگے۔ گلہ پے اندریاس کی بیوی ظالم و جابر عورت تھی۔ وہ دونوں بچوں کو رکھنے کو بالکل تیار نہ تھی۔ ایک دن اس نے دونوں کو الفاظ میں اندریاس سے کہا۔

یاسی..... میں ہرگز ان دونوں کو رکھنے کی نہیں..... اپنے بچے نہیں سنبھال سکتے..... ان مصیبتوں کو کیسے سنبھالوں میں..... کہاں سے کھلاؤں ان کو..... وہ چلا کر بولی۔ کہاں جائیں..... ریشم چھوٹا ہے..... اور ایشا سمجھ..... کچھ عرصہ صبر سے کام لو..... بندوبست کر لوں گا.....

اندریاس خود بیوی کے ہاتھوں مجبور ہو گیا۔ کتنا صبر کروں..... کتنی مہنگائی ہے..... چار اور دو یہ باقی ہم دونوں پورا نہیں پڑتا..... کہاں سے روٹی پوری کروں۔

وہ ترش روٹی سے بولی تین وقت مت دو روٹی..... ایک وقت دے دیا کرو..... ایشا مر نہیں جائے گی۔ اندریاس کو رحم آ گیا..... جب رحم اس قدر نغین ہو گا تو ظلم کیسا ہو گا۔

وہ جو سارا دن دودھ مانگتا ہے..... کہاں سے دواں اس کو دودھ..... گلہ پے نہ کہا۔ ایک گلاس دودھ میں چار گلاس پانی ڈالو..... چارہ کا ہو چلا ہے..... ایشا کو کبواسے روٹی کھلایا کرے۔ اتنا دودھ نہیں مل سکتا۔

اندریاس کو غصہ آ گیا۔

آجہائی پنڈت جواہر لعل دہلی کے دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ شہر کے مانے ہوئے رئیس تھے۔ بڑا نام تھا۔ ان کے بعد ان کی مدبر قیادت کی حامل سبز جواہر لعل تمام کاروبار سنبھال چکی تھیں۔ سبز جواہر لعل عمدہ شخصیت کی مالک تھیں۔ ہندی طرزِ تمدن کے مطابق دوسری شادی نہیں کی..... کیونکہ ہندو عورت ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ بے شک وہ جوانی میں بیوہ ہو چکی تھی۔ بچے صرف دو ہی تھے۔ ایک بیٹا سنوٹش جس کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے بعد اپنے ساتھ کام میں شریک کر لیا تھا۔ سنوٹش بہترین فہم و ادراک کا مالک تھا۔ چند سال ہوئے شادی ہو چکی تھی۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا جو شملہ میں فوجی اسکول میں زیر تعلیم تھے۔ آج کل موسم گرما کی تعطیلات پر والدین کے پاس آئے ہوئے تھے۔ سبز جواہر لعل کی ایک دھان پان سی کوئل بنی کشمی دیوی تھی..... جس کو سیوک رام سے بیاہ دیا گیا تھا۔ یہ دونوں گھرانے رشتے میں قریبی تھے..... ایک دوسرے کے ہاں آتا جاتا تھا۔ سیوک رام کشمی دیوی سے بہت محبت کرتے تھے۔ سیوک رام کوئی عام آدمی نہ تھے۔ ان کے والدین اربوں کی جائیداد چھوڑ کر دنیا کو چھوڑ چکے تھے۔ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں وسیع کشادہ رقبہ پر مشتمل کوٹھیاں اور بیلنگے تھے۔ سیوک رام سب کے تنہا وارث تھے۔ سبز جواہر لعل کو سیوک رام کی عادات و اطوار اس قدر پسند آئیں کہ ان کی عمر کا بھی خیال نہ کیا۔ کشمی دیوی چھوٹی پالی عمر کی تھی لیکن وہ بھی سیوک رام کو پسند کرتی تھی۔ سبز جواہر لعل نے لڑکے کو ہر طرف سے مکمل دیکھا تو شادی کر دی۔ بھگوان نے سن لی..... اور سیوک رام کا پر امن شفق کام آ گیا اور شادی ہو گئی۔

بچن کی طرف سے سبز جواہر لعل بڑی مطمئن تھیں..... کشمی دیوی اپنے گھر میں خوش تھی۔ اگر ایک پریشانی تھی تو یہ کہ چھ سات سال ہو چکے تھے..... بھگوان نے اس کی سوتی گود آباد نہیں کی تھی۔ پھر بھی سیوک رام کی طرف سے کبھی کسی ناخوشخواری کی ہو نہیں آئی تھی۔ سبز جواہر لعل مندر سے واپسی پر تازہ اخبار دیکھتیں۔ ان کے لباس میں قیمتی سفید

دید کی گلدیپ..... اٹھاتے برتن صاف کر لے گی۔

گلدیپ کی پچاڑا وہ بن اندر آتے ہی بولی.....

مانجھ لے گی..... بچی ہے..... اٹھ دس سال کی ہونے لگی ہے..... نوکر رکھ دیں..... روٹیاں توڑتی ہے سارا دن.....

گلدیپ کے انداز میں زبردست نفرت کالا داہننے کو تیار تھا۔

اٹھانے بیٹھی پکلیں اوپر اٹھائیں اور پھر برتن مانجھنے لگ گئی۔

ریشم کہاں ہے اٹھا.....

اٹھانے کہا۔

تمہیں کیا فکر ہے اس کی..... اندر آ جاؤ..... کس کام آئی ہو..... ان دونوں بہن بھائی کو دفنان کرو..... میری بہن ہویا ان کی بھی کچھ لگتی ہو..... گلدیپ جلی بھنی اوشاک بازو پکڑ کر اندر لے گئی.....

ریشم کو سوسے دیکھ کر اس کو پھور حم آ گیا..... لیکن خاموش رہی۔ میں اس لئے آئی تھی کہ تمہاری چولی تو نہیں فٹی..... کپڑا کم ہے۔

وہ بولی.....

کپڑا تھوڑا ہے

گلدیپ نے کہا۔

بہت تھوڑا..... اور منگوا لو..... پھر حساب لگا کر بن جائے گی۔ اوشاد میں کڑھتی رہی..... گلدیپ کی بد مزاجی سے وہ بھی بڑی خائف تھی..... سلائی کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی تھی..... شوہر عرصہ ہوا انتقال کر چکا تھا۔ چند منٹ بیٹھی اور چل دی۔

حالات کی سنگینی کا مقابلہ کرتے کرتے کئی سال بیت گئے..... اٹھا اٹھارہ سال کی خوبصورت لڑکی بن چکی تھی۔ ریشم آوارہ مزاج نوجوان لکھڑی کی بات نہ ماننے والا.....

ایسے حالات میں پلنے والے بچوں کا مستقبل کیا ہو گا۔ ایسے بچے معاشرے میں کیا مقام حاصل کر سکتے تھے۔ گلدیپ نے توانا بھی نہ کہا کہ اٹھا کو کسی سکول میں داخل کر دیتی..... دونوں بچوں کو جہالت کے اندھیروں میں ہی سرگرداں رہنے دیا۔ اندر یاس شراب کارسیا تھا..... ان کو دیکھا دیکھی ریشم بھی چوری چھپے شراب پینے لگا۔ اکثر اندریاس کی بوتل ریشم چوری چوری پی جاتا۔

چنانچہ دونوں بچے گلدیپ کے رحم و کرم پر پلنے لگے۔ اسی طرح کئی ماہ گزر گئے۔ اٹھا آٹھ برس کی ہو چکی تھی اور ریشم دوسری کا..... آج گھر میں خاصہ جنگامہ کھڑا ہو گیا۔ بھوک سے غم حال ریشم نے رنجیتے ہوئے گلدیپ کے بیٹے کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس چیمین کر لی۔ لیا۔ وہ چلائے لگا..... برتن مانجھتا مانجھتا اٹھانے ریشم کے ہاتھ سے گلاس چیمین تو لیا لیکن وہ پلی چکا تھا.....

ڈبیل کہنے..... یہ کیا کیا تو نے.....

اٹھانے ریشم کو سمجھو ڈالا۔

لیکن گلدیپ نے آتے ہی ریشم پر قبضہ کی بارش شروع کر دی۔

چاچی..... مت مارو..... نہ مارنا ای کو.....

اٹھانے آپ کی طرح ٹپ اٹھی..... اور چیمین کر ریشم کو اپنے ساتھ لگا لیا..... اس کے بچوں سے زرخار چوم لئے۔

ہاں..... ہاں مت مارو..... تیرا باپ ڈیری فلام کھول کر دے مرا ہے..... اس گھوڑے کا تو دوزخ ہی نہیں بھرتا..... کھائے چلا جاتا ہے..... کھائے چلا جاتا ہے۔

گلدیپ نے پاپتے ہوئے کہا۔

اٹھا ریشم کو سینے سے لگائے کھڑی تھی۔

چاچی..... صبح کی ایک روٹی تو ملتی ہے..... کیا کھاتا ہے..... اور پلی ملا دودھ۔ اٹھا سسکیوں کے درمیان بولی۔

چٹاٹ..... ترانہ..... تو بھی لگی ہوئے..... بھنگوں کی سوئے..... میں تمہیں اب نہیں یہاں رہنے دوں گی.....

چاچی.....

ٹپ کر اٹھانے اپنے زرخار کو بری طرح مسل ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی ریشم پیچ پیچ کر رونے لگا۔

اٹھا بھلائی ہوئی سیاہ بختی پر آنسو بہاتی سامنے کمرے میں اسے زمین پر لٹا کر باہر آ گئی..... دودھ روتے روتے آگوشاخص میں ڈالے چستے چستے نیند کی وادی میں اتر گئی..... اور وہ باہر دھڑوں برتنوں کو مانجھنے کے لئے کھرے میں بیٹھ گئی۔ نازک ہاتھ مستقل سیاہ ہو چکے تھے.....

سکتا..... کتے.....

پوری طاقت سے ٹھوکر مار کر اندریاس نے اپنی تصفیحی کو کم کرنا چاہا لیکن اس کی طلب میں جو اضافہ ہو رہا تھا..... اسے کون کم کرتا۔ وہ خوشخوار لگ رہا تھا۔ نکل..... نکل جا یہاں سے۔

اندریاس اور گلڈیپ نے پھر دھکا دیا۔

نہیں..... نہیں..... چاچا..... مت نکالو..... اب یہ نہیں پیئے گا.....

آٹھانے ہاتھ جوڑ دیے۔

بھائیں مل جائے جہاں سے مرضی پیئے..... میری بو حل کو ہاتھ نہ لگائے۔

نہیں پیئے گا..... چاچا..... اب معاف کرو..... کہاں جائے گا..... آٹھانے روتے

روئے گلڈیپ کے پاؤں پکڑ لئے۔

ریش اس قدر پی گیا تھا کہ بے جان بت کی طرح مار کھائے جا رہا تھا۔ لیکن قوت گویائی سلب ہو چکی تھی..... اس وقت تو ریش اپنے قدموں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بے سدھ ادھر سے ادھر لڑھکتا ہوا گیند کی طرح پورے کمرے میں گھوم رہا تھا۔

گولی مارو..... اس طرح راتے راتے پکان ہو جاؤ گے۔

گلڈیپ کو اندریاس ہانپتا چہانہ لگا۔ ڈسے کتے کی طرح اس کے حلق سے غرغری آواز

آ رہی تھی..... مجھے شدید طلب ہے۔ اس وقت شراب کی..... وہ بھوکے کتے کی طرح

گلدیپ کے کان میں پنی ہالی کی طرف جھپٹا..... میری کیوں..... اس کی بو.....

گلڈیپ نے آٹھانے کے کانوں کی طرف اشارہ کیا..... جو مرتے وقت ماں نے اس کے

کانوں میں پینا دی تھیں۔

ہاں..... ہاں..... چاچا..... دونوں لے لو..... ریش کو گھر سے مت

نکالو..... یہ..... یہ.....

ایک دم آٹھانے چھوٹی چھوٹی دونوں ہالیاں جو بمشکل چار باد کی بھی نہ ہوں گی۔ گلڈیپ

کے ہاتھ پر رکھ دیں۔

لاؤ..... ٹھیک ہے۔ لیکن اس سے دو بوتلیں آجائیں گی۔ وہ چمکتی آنکھوں سے

تکھکھاتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

اب کا تو گزار کرو.....

آج بھی اس نے یہی کیا.....

آٹھ..... وہ گرج دار آواز میں بولا۔

جی چاہا.....

ریش کہاں ہے۔

اندریاس چلا کر بولا۔

اوپر کمرے میں ہے۔

آٹھاسم سی گئی..... وہ جان چکی تھی کہ کوئی قیامت ٹوٹنے والی ہے۔

بلاؤ اس کو.....

اندریاس خوشخوار لگا نہیں بالکونی کی طرف ڈال کر بولا۔

پھر شراب پی لی آپ کی.....

وہ چھٹی حس بیدار ہوتے ہی بولی۔

ہاں..... ہاں..... یہ دیکھو..... پھر اس نے بو حل خالی کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی

شراب کی بو حل تڑاک سے فرش پر دے ماری..... چاچا.....

آگروہ! جھل کر پڑے نہ ہو جاتی تو بوتل کی کرچیں اس کا چہرہ ازخمی کر دیتیں۔

میں کہتا ہوں..... اسے بچے لا.....

اندریاس چلایا..... وہ چھوڑنے کی طرح غرایا۔

’جانا اب..... طرف داری تو بڑی کرتی ہے..... مواء..... مر ابو گا اوپر.....

ریش.....

وہ دیوانہ وار زینہ چڑھ کر اوپر چلی گئی.....

ریش.....

وہ چیخا مٹی۔

وہ بے سدھ چت زمین پر پڑا تھا..... مقدار سے زیادہ جو چیخا گیا تھا۔

ریش.....

آٹھانے پوری طاقت سے جھنجھوڑا.....

اس طرح نہیں اٹھے گا..... آتے ہی اندریاس نے جو توں کی بارش شروع کر

دی..... نکل جا میرے گھر سے..... میں اب تمہیں برداشت نہیں کر

یہ مزدوری نہیں..... صبح سے شام تک کولہو کے تیل کی طرح جتی رہتی ہوں جب بھی کام ختم نہیں ہوتا..... کم از کم وہ مزدوری چھڑکیوں اور مار سے تو بہتر ہوگی۔ دو سونے مولے آنسو لڑھک کر اٹھا کی شکت بریدہ قمیض پر گرے۔

ریمیش نے نگاہیں اٹھائیں..... وہ خود گنگار جو خیال کر رہا تھا..... اگر اس قدر سمجھدار ہو تا تو آج یہ حال نہ ہوتا..... شاید وہ دل میں یہی سوچ رہا تھا۔

اگر تو اچھا ہو تا تو آج اتنی تھیل تو نہ ہوتی۔ اٹھائے ناظر آرام سے کہا..... لیکن ریمیش نے بہن کے اندر غصیلی بھڑکی آگ کے شیلوں کو محسوس کر لیا تھا..... وہ اس پیش کو محسوس کرنے لگا تھا۔ میں کیا کرتا ہوں دیدی..... صرف..... وہ آگے خاموش ہو گیا۔

تو کچھ نہیں کرتا صرف چوری کی شراب پیتا ہے..... اٹھائے جملہ مکمل کر دیا۔ سرخ نظریں ریمیش نے اٹھائے کے چہرے پر ڈالیں میرے بھائی..... تو شراب چھوڑ کیوں نہیں دیتا..... یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ اٹھامت بولی۔

اچھی چیز نہیں ہے..... تو پھر جا جا اوارب..... شاہ اب بہت پیتا تھا..... اب تو رگو بھی پینے لگا ہے..... وہ جیسے اٹھا کو تسکین دلانا چاہتا تھا۔

مجھے کیا..... مارا گرہی ہے..... تو تو نہ پی..... تیرے ساتھ تو میرے رشتے بندھے ہیں..... تو جگر سے میرا..... بھائی ہے..... میں تجھے برباد نہیں دیکھ سکتی..... اور یہ انسان کو برباد کر دیتی ہے..... وہ گھٹنوں میں سر دیے سسک سسک کر رو دی۔

اچھا رو نہ دیدی..... نہیں پیتا..... قسم لے لے رام کی..... نہیں پیتا..... ریمیش نے اٹھا کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

تو جھوٹ بولتا ہے..... شراب تیری گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ اٹھائے ریمیش کے ہاتھ کو بڑی طرح جھٹک دیا۔

ب دروس دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اٹھا دیوی..... رگو نے اندر آتے طنز کے تیر اٹھا کے قلب و جگر میں پوست کر دیے۔ ریمیش اور اٹھا صرف دیکھتے رہ گئے۔

اٹھا..... کپڑے بدلے..... میں نے کسی کے رکھے ہیں..... منہ ہاتھ دو حلو..... اٹھا رگو کے اندر آتی ریمیش کو اٹھاتے بولی۔

اوہو..... رگو ذرا.....

رگو نے پلٹ کر اٹھا کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن ریمیش کو دیکھ کر رک گیا۔ ریمیش کہاں کو لے

گلدیپ نے اس کو قہقہہ دی۔

آؤ.....

کہتے ہوئے اندریاس گلدیپ کو لے کر نیچے اتر گیا۔

دو لوں کو جانتے ہی اٹھائے ریمیش کے چہرے سے خون صاف کیا.....

ریمیش نے سرخ نگاہیں بہن کے نرم و ملائم چہرے پر ڈالیں..... اگر چاہا کی بولت نہ پیتے تو اتنی مار بھی نہ کھاتے.....

اٹھا کے اپنے آنسو لڑھک کر اس کے ملائم رخساروں پر ڈھلک آئے۔ بس اب جو ہو گیا ہو گیا..... ہم یہاں نہیں رہیں گے دیدی.....

وہ چناب و مضطرپ اٹھا کے ہاتھوں کو پکڑ کر بولا۔

کہاں..... کوئی ٹھکانہ ہے..... وہ بولی

کہیں بھی چلے جائیں گے..... بس تم ٹھو.....

وہ بازوؤں سے چہرہ پھینکتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

پاگل ہو گئے ہو..... کہاں لے کر جاؤ گے..... دنیا بڑی خراب ہے..... وہ پز مردہ سی ہو گئی۔

کہیں سڑک پر رہ لیں گے..... اس مستقل سے تو بہتر ہو گا۔ وہ اکڑ کر بولا۔

ریمیش..... عقل کے ناخن لو..... اندر باہر آگ لگی ہوئی ہے..... انسان کو کہیں قرار نہیں..... شمشیر جل رہا ہے..... اور تم..... وہ دہیز میں پر پٹھہ کر دیکھ کر آواز سے بولی۔

باہری آگ اندر کی آگ سے بہتر ہے..... وہ بہن کے پاس دوبارہ بیٹھ گیا۔

ایک بات کہوں..... اٹھائے کہا

ہاں..... کہو دیدی..... کیا بات ہے۔ ریمیش نے اٹھا کے چہرے پر سوالات کے انگنت نقوش دیکھے۔

میں چاہتی ہوں تو کوئی کام کر لے..... وہ بولی۔

کیا کام کرو..... پڑھا کھا تو ہوں نہیں..... مزدوری میں نہیں کر سکتا۔ وہ کچھ کچھ

ندامت آمیز انداز میں بولا۔

کہیں رہنے کا بندوبست کر لو..... مزدوری میں کر لوں گی۔ وہ بولی۔

دیدی تم..... مزدوری کرو گی..... میرے ہوتے ہوئے..... وہ چونکا۔

اور.....
 رگو نے اندریاس کی بچی ہوئی بوتل منہ کو لگائی اور ساری چڑھا گیا۔ جب وہ زیادہ ہی چڑھا
 کیا تو نیم پاگل سا ہو گیا..... دے دے قدموں زینہ چڑھ گیا.....
 اے ہے..... دھوپ سینک رہی ہے۔ وہ لڑھکا ہوا دھپ سے اُٹھا کے پاس بیٹھ
 کیا.....
 وہ بجلی کی تیزی سے اٹھی دوپٹہ ڈھلک کر ایک طرف کو سرک گیا..... گریبان بے
 ترتیب سا ہو گیا.....
 تو خود ایک نشے کی بوتل سے اُٹھا..... وہ بھوکے کی طرح جھپٹا اور اُٹھا کا بازو قھام لیا۔
 رگو..... چھوڑو..... چھوڑو..... میرا بازو..... وہ جیسے بھوکے شیر کی طرح غرائی..... اور
 ہر کی طاقت سے زور لگا رہا..... ہا..... ہا..... ہی ہی ہی..... پھر وہ آہستہ ہو گیا۔
 تو بھی آہستہ بول..... صحت ہے..... ہمسائی نہ لے..... وہ اُٹھا کو گھسنے کی
 کوشش کرتے کرتے تک لے گیا..... یہ جو اتنی بو تر جوانی لئے بیٹھی ہے..... کس کی
 ہے..... میری ہی تو ہے..... چھوڑو..... چٹا..... پھر چٹا..... وہ تھپڑ کھانے
 کے لئے قلعہ تار نہیں تھا..... ایک دم بازو چھوڑ کر رخسار مس ڈالا.....
 وہ دامن بچا کر زینے کے دروازے کی طرف بھاگی..... لیکن وہ برقی کی تیزی کے
 ساتھ اس کی طرف لپکا..... اُٹھا مضبوطاً اعصاب کی زیرک لڑکی تھی..... سبز سیوں کے
 پاس جانے والی نگریاں نکھری ہوئی تھیں..... ایک اٹھا کر پوری قوت سے اس کے سر پر
 دے ماری..... اور خود دو دوزینے کے نیچے اتر آئی.....
 چاچی..... چاچی..... مجھے بچالے..... چاچی..... اُٹھانے دونوں ہاتھوں
 سے گلدپ کو چھینچھوڑ ڈالا.....
 باڈی ہو گئی ہے..... کتے لگ گئے تیرے پیچھے..... گلدپ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ
 مئی.....
 وہ کتا..... اُٹھانے کہا اور رگو کے اترنے سے پہلے ہی گلدپ کے پیچھے کھڑی ہو
 مئی..... چھوڑو..... اس کو..... میں..... میں..... وہ نشے کی زیادتی کی وجہ سے بات کو
 ملل نہیں کر سکتا تھا.....
 خون..... تجھے اُٹھانے مارا..... گلدپ نے خونخوار نظروں سے اُٹھا کو تازا.....

زینہ اتر گیا.....
 اُٹھا..... رگو نے جاتی اُٹھا کو آواز دی.....
 کیا بات ہے..... اُٹھا دروازے کے پت کو پکڑ کر بولی.....
 ادھر آ کے بات سن..... رگو کی نگاہوں میں شیطانیت ہانپتی دیکھ کر اُٹھا لرز مئی..... مجھے
 فرصت نہیں ہے..... وہ جلدی سے زینہ اتر گئی..... اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا.....
 کلکونی ٹانگ..... ساگ پات کا بندوبست کر لے..... صبح سے بھیا کی ارحی کے پاس
 بیٹھی تھی..... کھانے پینے کی ہوش نہیں تھی کیا..... گلدپ صحن میں سر باندھ کر ٹیٹھ
 تھی..... جو مئی اُٹھا کو اترتے دیکھا تو یوں لاش رو کر دیا.....
 حسب عادت خاموش رموئی میں جا کر برتن لئے ساگ بنانے بیٹھ گئی..... چند دن یونگی
 گزر گئے..... ریش زیادہ عرصہ گھر سے باہر ہی رہتا..... اور رگو کے من میں اُٹھا اترتی
 رہتی تھی..... اُٹھا کے دروازہ جھلنے ہوئے سیاہ بال اور اس پر نازک کوئل جسم، سفید چہ
 بادای آکھنیں ہر وقت سرخ زبنتیں جیسے کے پیالے..... سفید عرق آلود پیشانی
 چھوٹی چھوٹی ٹانگ زلفیں حسن پر پیرا دیتیں..... رگو تو پوری طرح شیفتہ ہو چکا تھا.....
 اپنی عادت مشتق سے وہ مجبور بھی نہیں تھا..... ہر نوجوان لڑکی پر اس کا دل آجاتا تھا.....
 شام کے دھندلے چمارے تھے..... اس وقت گھر میں صرف گلدپ تھی وہ بھی صحن
 میں کبل اوڑھ کر لیٹی تھی..... باقی لوگ اپنے اپنے کام سے باہر تھے.....
 رگو گھر میں داخل ہوا..... اُٹھا تو..... کوئی کام نہ تھا..... گلدپ نے رگو سے پوچھا
 نہیں..... اتوار کو کام بنے گا..... ایک ٹیکسری میں جگہ مل جائے گی وہ جھوٹ کا سہارا
 لے کر بولا.....
 اب نہیں آیا..... وہ ادھر ادھر دیکھ کر بولا.....
 نہیں رات کو آئے گا..... اسے ہاں اس کی بوتل کو ہاتھ مت لگائیو کھانے کے بعد
 پینے گا اندریاس.....
 گلدپ ایک کڑھ گئی.....
 تو میں کیا کروں..... وہ کمرے میں داخل ہو گیا.....
 دفعتاً ہو جا..... تو جاننا تیرا آپ..... میں کیا جانوں..... گلدپ منہ سر پلٹ کر
 لیٹ گئی.....

ہاں..... میں نے مارا..... اسے منع کر لے..... ورنہ اسے جان سے مار دوں گی۔ اُشا
دوسری طرف بھاگی..... رگواس کا تاقب کر رہا تھا.....
رگو ہوش کے ناخن لے..... اُشا تیری ہے..... میں اس کی شادی تیرے ساتھ کر
دوں گی..... رک جانا..... وہ اس کو پکڑنے لگی..... ہرگز نہیں..... آج میں اس کو
نہیں چھوڑوں گا..... اس نے مارا..... رگو نے اُشا کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ایک پاؤں
سنجھل نہ سکا تو حزام سے گرا..... اور گرتے ہی گھدیپ نے رگو کو پوری طاقت سے کمرے
میں دھکا دیا اور باہر سے کنڈی لگادی.....
اُشافر ش پر بیٹھ کر زور زور سے رونے لگی..... اب کس لئے رورہی ہے..... بن ج
کے نہ جایا کر اس کے سامنے..... گھدیپ نے اسے ہی مجرم ٹھہرایا.....
کیا کہہ رہی ہے چاچی..... کیا بناؤ سنگھار کیا ہے میں نے..... یہ..... یہ بیٹھنے پرانے
بوسیدہ کپڑے..... اور تین دن سے ان ہاں میں کنگھی نہیں کی..... وہ اپنے اچھے بالوں کی
طرف اشارہ کرتے ہوئی.....
بس بس..... زبان کو بند کر لے..... میں بہت جلد تجھے رگو سے بیاہ دوں گی.....
گھدیپ نے جیسے اُٹل فیصلہ کر لیا.....
کبھی نہیں..... میں رگو سے شادی ہرگز نہیں کروں گی..... زہر کھا لوں گی۔ وہ اٹل
ادراہ کرتے ہوئی.....
کیا کہتی ہے تو..... اور کون لے گا تجھے..... راجکرا نہیں لے جائے گا۔ بڑی آئی راوان
جی کی پوتی..... گھدیپ کو فکھ آ گیا.....
میں کسی بھکاری سے شادی کروں گی..... لیکن رگو سے نہیں کروں گی..... وہ تن کر
ہوئی.....
اب زبان بھی چلانے لگی ہے..... تیری شادی تو ہاں ہوگی جہاں میں اور اندریاس
چاہے گا..... اور اندریاس رگو کے لئے تجھے ہی پسند کر چکا ہے..... جہ..... نفرت
تھارت کے ریک فکھرے اُشاکے کانوں میں سیسہ پھلا گئے..... اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ
لئے.....
دفعہ ہو جا..... کام کر..... شام ہونے کو آئی ہے..... رسوئی خالی پڑی ہے.....
تجاری کر کھانے کی..... پوری طاقت سے گھدیپ نے اُشا کو دھکیلا.....

جاتی ہوں.....
گھدیپ نے دیکھا کہ اُشا اُکڑنے لگی تھی..... اکثر اس کی بات بھی نہیں مانتی تھی.....
رگواس قدر آورہ مزاج نوجوان تھا کہ رشتے پروری میں اس کو کوئی لڑکی دینے کو تیار نہیں
تھا۔ اس لئے اندریاس کی بھی یہی مرضی تھی کہ اُشا کو رگو سے بیاہ دیا جائے تاکہ خرچ بھی کم
ہو اور بات بھی بن جائے۔ لیکن کم مانگیں اس کو اس بات کا بھی طلب گار بنا دیا تھا کہ رگو
کی شادی کسی دولت مند لڑکی سے ہو جائے تاکہ گھر کے حالات تو سدھر جائیں اور رگو بھی
کوئی کام کر لے۔ چند دن ہی طرح کھینچا جاتی میں گزر گئے..... وہ (کوٹھے) چھت پر
دریاں پکارتے نہ جانے کہاں کی کہاں پہنچ رہی تھی..... خیالات کے زیر و بم اسے بہا کر بہت دور
نکل گئے..... وہ ہرگز رگو سے شادی نہیں کرے گی..... میں گھر چھوڑ دوں گی..... لوگ
باتیں بتاتے ہیں تو بتاتے رہیں..... میں کون میں ڈوب کر جان دے دوں گی..... رگو
میرا پتی نہیں ہو سکتا..... مریاؤں گی تو بے پروائی مل کر رکھ ہو گئی..... جلی ہوئی روٹی
کی بو نے اسے چو نکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی رگو اُپا آیا.....
روٹی مل گئی..... کس سوچ میں غرق ہے رانی روپ متی..... بیٹی تو کالی داس کی
بے نا جو شراب پیتے پیتے چاہے بدین کے ہاتھوں مارا گیا..... اور خیالات راجہ اندر بے
..... رگو نے اس کے پاس بیٹھے اس کی اذہنی کو چھوا.....
بکواس بند کر..... رام قسم جلا کر رکھ کر دوں گی تمہیں..... اُشائے جلتی ہوئی لکڑی
ہاتھ میں پکڑی.....
نا..... نا..... اتنی خالہ نہ بن..... میں تو پہلے ہی تیرے عشق کی آگ میں جل رہا
ہوں..... جین نہیں آتا مجھے..... ہسم ہو چکا ہوں..... وہ نگاہوں میں غمار لاتے ہوئے
ہوا.....
تو جلتا ہی رہے گا..... وہ دوسری روٹی تو بے پڑا ل کر ہوئی.....
اچھا کیا بات سن..... رگواس کے پاس چوکی پر بیٹھ گیا.....
جلدی بول کیا بات ہے..... کوئی ایسی دہی حرکت کی تو چاچا بیٹھا ہے۔ وہ شطلے برساتی
آکھیں پھاڑ کر ہوئی.....
اے کچھ بھی نہیں..... میں تو اس دن مذاق کر رہا تھا..... تمہیں معلوم تو ہے شرابی
حواس میں کب ہوتا ہے..... وہ بڑی صلح ہوئی ہے ہوا.....

میں کیا جانوں..... شرابی کو..... وہ لاغلی سے بولی۔

ابھی تک جاتی نہیں ہے..... تیرا اجمائی پیتا ہے..... باپ پیتا رہا ہے۔ وہ سادگی سے طعنہ دے گیا۔

تیرا ابھی تو باپ پیتا ہے..... بلکہ سوائے چاچی کے تم سب ہی پیتے ہو..... وہ برجستہ جواب دے کر آخری روٹی نوے پر ڈال کر آچل سے پسینہ صاف کرنے لگی.....

میں کروں..... قسم رام کی تیری صورت نے لوٹ لیا ہے..... تیری آنکھیں تو جام جم ہیں..... سارا جہان دیکھو مجھ کو..... وہ خوشامد پر اتر آیا۔

میں سب جانتی ہوں..... جو بات کہنا چاہتا ہے جلدی کر..... روٹیاں پک گئی ہیں۔ مجھے سے شادی کرے گی..... وہ ایک دم بولا۔

تجھ سے شادی کرتی ہے میری جوتی..... ایسا شرابی لفنگانہ کام کاج کا..... دشمن اتاج کا..... میرے لئے رہ گیا..... ہنہ..... وہ جلدی سے روٹیوں کی پگھلنے لے برق رفتاری سے زینہ اتر آئی..... اور وہ ہاتھ متارہ گیا۔

تیرا اس گھر کے سوا کھانہ کہاں ہے۔ شادی تو میں تجھ سے ہی کروں گا۔ بعد میں کسی دولت مند لڑکی سے شادی کر کے زندگی کو خوشگوار بنالوں گا..... پھر عیشی عیش ہوں گے..... یہ نوکرانی کا کام دے گی اور وہ..... بیوی..... واہ..... وہ مستقبل کے سہانے مہولوں پر جھوٹا رہا۔ ہوائی قلعے پر سواری..... زمین پر تو وہ نکلتا ہی نہیں تھا..... اندریاس کی طرح آجائوں پر پرواز کرنے کی رگوں کو بھی عادت تھی۔ باپ بیٹے کے خواب آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے تھے..... کنوئیں کے مینڈک کی طرح وہ ایک عرصے سے جہاں تھے وہیں تھے۔

چند دن اور گزر گئے۔

رات کو کسی کام سے دروازے کے پاس سے گزرتے تو ہلچلی..... گلدیپ اندریاس سے کہہ رہی تھی۔ روکی شادی کر دو..... گھر میں جوان لڑکی ہے..... میں کہاں تک گمراہی کرتی رہوں گی..... وہ اٹھا کو پچا پچاتا ہے..... وہ بڑی بیزاری سے بولی۔

شادی کوئی گڈے گڈی کا کھیل تو نہیں..... رہی گمراہی کی بات..... ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ اندریاس لاڈ لے بیٹے کے کرتوت جانتا تھا۔

نہیں..... بات کوئی نہیں ہوئی..... میرا مطلب کام کرتا نہیں ہے..... شادی ہو

بائے گی تو ساری کچھ آجائے گی۔ گلدیپ نے بیٹے کے گمنام پر پردہ ڈال دیا۔

پھر بھی چار جوڑے کپڑے تو بیٹیں گے۔ اندریاس نے کہا۔

کیا ضرورت ہے کپڑوں کی..... جیسی بھی ہے ٹھیک ہے..... شادی کے بعد بھی اسی طرح رہ لے گی..... تم شادی کی جلدی کرو..... اندریاس کے چہرے کو دیکھ کر گلدیپ نے نہایت سفاکی سے کہا۔

آخر کیا بات ہے..... رگو ٹھیک نہیں ہے کیا..... تنگ کر تا ہے اٹھا کو..... اندریاس کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... اسے علم تھا کہ رگو عیاش اور اوباش نوجوان ہے.....

گھر میں جوان لڑکی ہے..... ضرور کوئی چکر چلا رہا ہو گا۔ وہ تلخ ہو گیا۔

اوہو..... کچھ بھی نہیں..... تم تو ایک دہی آدمی ہو..... میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔ گلدیپ ہونٹوں میں زبان دبائی۔

ذرا دیکھنا..... ایسی ویسی بات نہ ہو جائے..... تمہیں اٹھا کو چھوڑ کر باہر جانا ہی نہیں چاہئے۔ بھائی کی عزت ہے..... اندریاس بلند آواز میں بولا۔

میں باہر کب گئی تھی..... صحن میں لپٹی تھی..... ایک دم سچ اس کے ہونٹوں سے اگل گیا۔

اجھا..... اس کا مطلب یہ ہوا ہے..... کچھ ضرور ہوا ہے وہ چھٹا ہوا سہ لپٹ پھر رہا تھا..... اٹھا نے کچھ مار دیا ہو گا..... بولو..... کچھ ہوا ہے نا..... اندریاس کا لہجہ نشوونما تھا۔

ہاں..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

دیکھنا..... کوئی بات نہ ہو..... چند بیٹے ٹھہرو..... بندوبست کروں گا وہ تھکا تھکا سا لپٹ گیا۔

گلدیپ اپنے بستر پر لیٹ گئی۔

اس کا ذہن خیالات کے ہجوم میں گبولے بن کر اڑ رہا تھا..... کبھی ادھر کبھی ادھر..... بچوں کی فوج..... رگو سب سے بڑا تھا۔ وہ کھینچھو..... نہ کمانی..... اخراجات کی زبردست کمی تھی..... شادی کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ وہ سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں دوڑتی جا رہی تھی..... ایک بل جین نہیں آ رہا تھا۔

گلدیپ..... اندریاس ترپ کر اٹھا.....

بڑھ جائے تو انسان تشدد ہی نہ جائے تو دیوانہ ہو جا..... یہی حال اس وقت اندریاس کا تھا۔
اشنا..... وہ پھر گر جا.....

جی چاچا..... وہ بری طرح سہم گئی۔

ریمیش نے آج بول پھر خالی کر دی ہے..... اس نے شراب پی لی ہے میری.....
اندریاس اچھل کر اشنا کے پاس آ گیا۔

ریمیش..... یہاں تو تھا..... ہا ہا ہا..... وہ بھاگ گیا..... بڑی طرف
داربستی ہے شرابی بھائی کی..... رگو نے آگے بڑھ کر کہا۔

لیکن وہ خاموش سب سے نظریں چرائی رہی۔ ریمیش واقعی نہیں تھا۔

یہ دیکھ..... خالی بوتل..... دیکھ رہی ہے..... تو..... وہ پوری طاقت سے اچھل کر
(تو) کوہسا کرنے لگا۔

وہ مجرم بنی سب کے درمیان دیکھتی گئی۔

دور ہو جا..... ابھی شراب کی بوتل لا..... جہاں سے مرضی لے کے آ..... چٹاخ
..... گلدھپ کے زور دار تجھیر کے ساتھ بری طرح ٹھوکر دے وہ فرش پر گر گئی.....

قبیلوں، تسخروں اور آوازوں میں اچھی.....
ایک تجھیر میرا بھی وصول کرو..... موقع خیمت جانتے رگو نے بدلہ اتارنے کے لئے

ایک تجھیر اس کے پھول سے رخسار پر جڑایا۔

میں کہتی ہوں دغہ ہو جا..... شہر کھلا ہے..... بوتل لا کے دے..... گلدھپ نظم کی
مہر پرور تصویر نظر آرہی تھی۔

چاچی..... رحم کرو..... اس وقت..... کہاں لے گی مزدوری..... اندریاس ٹوٹا
نشر لے کر اوندھ ہاستر پر پڑا تھا۔ وہ گلدھپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

جہاں سے مرضی لا..... مجھے شراب کی ایک بوتل چاہئے..... ورنہ میں تیرا اور
تیرے بھائی کا خون کروں گا۔ اندریاس اٹھ کر پھر اس کے پاس آیا۔

میرے پاس تو پیسے بھی نہیں ہیں..... وہ عالم کیسی میں بولی۔

اودھنی سچے..... کیا نہیں ہے تیرے پاس..... یہ..... مہر پرور جوانی..... رگو
..... چٹاخ..... غیرت اور جوش ہے وہ پاگل سی ہو گئی..... رگو کا طنز برداشت نہ کر

سکی..... اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے..... رگو نے رخسار مصل ڈالا.....

کیا بات ہے..... سو جاؤ..... شراب نہیں ہے۔ گلدھپ جانتی تھی کہ جب نشر ٹوٹا
ہے تو وہی اس طرح تڑپتا تھا۔

دیکھو تو سی..... کوئی تھوڑی سی..... وہ دیران چہرے لائے بولا۔

اس لعنت کو چننا پند کر دو..... تمہاری جوان بچی بھی ہے۔ گلدھپ کو غصہ آ گیا۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا..... اور ایک خالی بوتل کو بھوکے سینے کی طرح منہ مارنے لگا۔
گلدھپ دیکھ رہی تھی..... وہ خالی بوتلیں باری باری وحشیانہ انداز میں چاٹ رہا تھا..... وہ

چاٹتا جاتا اور اس کی تشنگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ذرا تسکین ہوئی تو آکھیں سمندر کر لیت
گیا۔ کاش کسی امیر کبیر کشمیری کا گھر لوٹ کر گولے آئے..... انجانے میں گلدھپ کے

ذہن میں خیال آیا..... کون سے گان کی کشمیریوں کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہے۔ دن
دیہاڑے قتل و غارت ہو رہی ہے..... کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

تمام سننے کے بعد اشنا کارواں رواں لڑا تھا..... وہ دیوانہ وار زینہ چڑھ گئی اور جاتے ہی
اندر سے کنڈی لگائی..... وہ اب رگو کے خوف سے رات کو تالا لگا کر سو رہی تھی..... ریمیش

پاس ہوتا تو اس کی تسکین ہوتی..... وہ نہ جانے اتنے دن کہاں رہتا ہے..... پختے عشرے
اشکو ملنے آتا اور چلا جاتا..... جب اشنا پوچھتی..... ریمیش..... کہاں رہتے ہو..... کیا

کوئی کام کرنے لگے ہو۔

بس کچھ نہ پوچھو دیدی..... ملازمت تو میں نے کرنا ہی تھی..... سو کر رہا ہوں تو اس
قدر سمجھ دار ہو گیا..... کہاں کرتے ہو کام..... وہ پوچھتی۔

یہ نہیں بتاؤں گا..... بس دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے وہ مسکرا کر کہتا۔
کہیں چوروں میں شامل تو نہیں ہو گئے..... وہ ہنس دیتی۔

ارے نہیں ویدی..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... لیکن وہ اصل بات بتانے سے
گریز کر رہا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ کیا کام کرتا ہے۔

ارے چاچا..... بول رہا ہے۔ اشنا نے کان لگائے۔ لگتا ہے شراب ختم ہو گئی۔ وہ ایک
دم سے اٹھا۔ اشنا کے ساتھ وہ نیچے آ گیا۔

اشنا..... اندریاس کی خوشخوار نظروں کا وہ مقابلہ نہ کر سکی..... وہ پکرا کر گر پڑی ہوئی
اگر قریبی دیوار کو قہام نہ لیتی..... سب گھروالے اشنا کا تماشہ دیکھنے اور گرد کھڑے تھے

شراب کا سیا اندریاس شراب کی خالی بوتل کو پاگلوں کی طرح دیکھ رہا تھا..... جب تشنگی

تجھے اپنی پڑگئی..... نہ کرنا تو کام..... میں کر لوں گی سارا..... گلدیپ جل کر بولی۔
تو کیوں کرے گی..... ان سے کروانا..... ان سے..... کو تانے رگو کی طرف اشارہ کیا.....
منع کر لے اماں..... بھگوان کی سونگند..... مار چھوڑوں گا..... اندریاس اٹھ کر لے لے قدموں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ گلدیپ نے دوسروں کو بھی سونے کے لئے بھیج دیا۔
خود انتہائی پریشانی کے عالم میں برآمدے میں ہی لیٹ گئی..... عجیب عجیب خیالات نے اس کو گھیر لیا۔ تمام شب باہر والی کھڑکی کھلی رہی..... شاید اب بھی اُٹھا لوٹ آئے.....
جانے والے کب آتے ہیں.....
وہ آنکھیں پھاڑے آکاش کو دیکھتی رہی۔

☆☆☆

ارد گرد کے تمام ششدر رہ گئے۔ اُٹاشی یہ جرات..... میں جاری ہوں..... اس وقت لوٹوں گی جب ایک بوسل کی قیمت چکاؤں گی..... جس گھر میں ایسے شرابی ہوں گے..... مجھ جیسی بے سہارا لڑکی شب کے تویئے گھر سے نکلے گی..... میں جاری ہوں..... سب نے کان کھڑے کر لئے..... وہ باہر کی طرف بھاگی.....
اُٹاشا..... رک جاؤ..... گلدیپ نے آواز دی..... اُٹاشا..... اُٹاشا..... اندریاس اور رگودونوں ایک ساتھ باہر نکلے..... لیکن وہ روشنی اور تاریکی کے مل جلے امتزاج میں ایسی نظروں سے اوجھل ہو گئی کہ نظر نہ آئی..... جس چل گئی.....
اندریاس گرتے پڑتے قدموں سے اندر داخل ہوا..... مل گئی عزت خاک میں۔ رگو نے آتے ہی کہا۔
پہلے کو کسی عزت ہے..... سب کیا دھرا تم دونوں کا ہے۔ دیکھا تاجی..... اماں ہمیں کو دوش دے رہی ہے۔ رگو مظلوم بنا ہوا۔ یک بیک نہ کر..... تو کو نہ اچھا ہے.....
اندریاس صحن میں پچھی چارپائی پر گر گرنے کے انداز میں گرا..... اور ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ نشہ کا فور ہو گیا۔
گلدیپ سر پکڑے ایک طرف زمین پر بیٹھ گئی..... باقی بیچے بھی سہم کر اوھر اوھر بیٹھ گئے..... عجیب قسم کی سراسیمگی کا عالم تھا..... کاٹو تو بدن میں لبونہ ہو..... جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو..... کہاں گئی ہوگی..... گلدیپ نے کہا۔
کیا معلوم؟ رگو نے کہا۔ جاؤ..... اس وقت شراب کی دکانیں کھلی ہوں گی..... ہو سکتا ہے وہاں ہو۔ اندریاس نے رگو کو جانے کے لئے کہا۔ ٹھیک ہے پتہ کر تا ہوں.....
وہ سائیکل پر سوار سب دکانیں دیکھ آیا..... لیکن اُٹاشا کا کہیں ٹھکانہ نہ ملا..... رات بارہ بجے وہ گھر لوٹ آیا۔
کہیں ٹھکانہ ملا اس کا..... معلوم نہیں زمین نگل گئی یا آکاش اٹھا لے گیا۔ اندر آتے ہی رگو نے تھکے تھکے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ اب اس کا بدن جگ ہنسائی ہوگی۔ گلدیپ نے کہا۔
اب لوگ طعنے دے دے کہ ہمارا جیون حرام کر دیں گے کہ ناجائز تاجن کر اُٹاشا کو رکھ بھی نہ سکے..... اماں..... سارا کام گھر کا اب کون کرے گا..... مجھ سے نہیں ہوتی یہ نوکری..... کل سے کوئی عورت رکھ لے..... وہ تو آنے سے رہی..... بھاگ گئی وہ..... بڑی بیٹی کو تیا بولی۔

میرے ساتھ چلو..... میں دیکھ لوں گا..... سنتوش نے کہا۔

آپ کے ساتھ..... وہ چوکی۔ اس کا لہجہ دھیما پڑ گیا

شریف آدمی ہوں..... تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ سنتوش نے مسکرا کر کہا۔

وہ تو صورت سے نظر آ رہا ہے (اچھا ہے) اُٹھا کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ دیدی..... ہم

ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں..... ریش نے کہا..... ویسے بھی سنتوش کے چہرے پر کوئی

برائی کلمہ نظر نہ آئی شاید امان کی سبھی جگہ نظر آئی۔

ہاں..... چلو..... دیر نہ کرو..... وہاں میرے گھر میں تفصیل سے باتیں ہوں گی۔

اُو..... سنتوش نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اور دونوں بہن بھائی چپکے سے بیٹھ گئے۔ بغیر کسی سیل و جت کے۔

سری گھر کی سیاہ سڑک پر پھسلتی یہ گاڑی بہت بڑے محلِ نما گھر کے سامنے رکی.....

چوکیدار نے گیٹ کھولا..... اور گاڑی پورچ میں رکی.....

تینوں چلے ہوئے وسیع و عریض خوبصورت ڈرائیونگ روم میں آ گئے..... گاؤ کا ٹاکا طلائی

مجسمہ دیکھ کر اُٹش کی حیرت مردح پر پہنچ گئی۔

آپ بہت امیر ہیں..... اور ہم..... وہ احساس کسری کے احساس تلے دبتی جاری

تھی۔

یہ سب جگہ ان کی دین ہے..... ویسے تم مجھے غریب مزاج ہی پاؤ گی..... وہ دلچسپی سے اُٹھا

کودیکھنے لگا۔

ہوں..... اُٹھا نے صرف ہوں پر ہی اکتفا کیا..... لیکن ریش نرم و گلداز صوفے پر

بیٹھ چکا تھا۔

بیٹھو..... سنتوش نے اُٹھا سے کہا۔

اس پر۔ اُٹھا نے گھبر کر اپنی میلی ساڑھی کی طرف دیکھا۔

تم تو سبکی نہیں ہو..... ساڑھی کے میل پن کا خیال مت کرو۔

اُٹھا متہم ہونوں سے سنتوش کو دیکھتی ہوئی قہقہے صوفے پر بیٹھ گئی۔ سنتوش تو پہلے ہی

فرشتوں سا قد س لئے اُٹھا پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ اب بتاؤ نہ کیا بات ہے..... تم نے اپنا گھر

کیوں چھوڑا..... سنتوش نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

وہ ایک دم جھنجھائی ہوئی۔ آپ مجھے بہت ساری شراب لا دیں..... وہ نادانستہ طور پر چلا

سفید گاڑی سے نکل کر وہ بے دم سی گری..... دوسرے لمحے کسی کے توانا بازوؤں نے

اسے اپنے حصار میں لے لیا..... مرنا چاہتی ہو.....

سنتوش نے اُٹھا کو اپنے بازوؤں کے سہارے سے کھڑا کیا۔ میں مرنا چاہتی ہوں.....

کیوں نہ کہ ہے گاڑی..... میں مرنا چاہتی ہوں..... وہ گڑگڑا کر سنتوش سے احتجاج کرنے

لگی۔

سنتوش نے گہری نظروں سے اس کے اچلے اچلے مقدس چہرے کو دیکھا..... اس کے

گھنے دراز بال و ہلک کر نکھر چکے تھے۔ مجھے بتاؤ..... تمہیں زندگی سے فرار حاصل کرنے کی

کیا ضرورت ہے..... کوئی پریشانی ہے..... سنتوش نے نرمی سے کہا.....

وہ سامنوں کے زبردست میں دھلکی ساڑھی کے پلو کو سمیٹ رہی تھی..... دیدی

..... ایک دم ریش نے ہماگ کر اُٹھا کا شانہ قمام لیا۔

دور ہو جا..... غیبت..... تو میرا بھائی نہیں ہے..... میں تیری صورت دیکھنا نہیں

چاہتی..... تو یہی ہر نگاہ میرا اس کے ساتھ ہی اُٹھا نے دونوں ہاتھوں سے ریش کے

چہرے پر چھبڑوں کی بارش شروع کر دی۔ وہ پاگل لگ رہی تھی.....

کیا کرتی ہو..... لڑکی..... تمہارا مسئلہ کیا ہے..... کون ہے..... بھائی ہے.....

تمہارا کیوں مارتی ہو..... سنتوش کچھ نہ سمجھا سکا..... جگت میں وہ اُٹھا کا بازو بکڑ کر بولا۔

دیدی..... رام قسم..... میں نے آج چاچا کی بوتل کو ہاتھ نہیں لگایا۔ مایہ بے آب کی

طرح تڑپ کر ریش نے اپنے رخسار کو مسل ڈالا۔

لڑکی..... لڑکی..... کچھ بتاؤ..... کیا معاملہ ہے..... سنتوش چلا کر

بولا..... سنتوش کی آواز سڑک پر گاڑیوں کے شور میں دب کر رہ گئی۔

ریش نے ادھر ادھر دیکھا۔ میں یہاں کچھ نہیں جانتی..... وہ لوگ ہمارا تعاقب کر

رہے ہیں وہ بے بس نظر آ گئے۔

وہ میرا چاہا چاہتا..... جس نے میرا اچھا حرام کر دیا تھا..... میں تو کائناتوں میں رہتی تھی..... بھگون کی کپڑے دامن نہیں الجھتا..... ورنہ کہاں ٹھکانا ملتا..... میں..... اس سے آگے اُٹھیں سکتی نہ رہی..... وہ ہاتھوں پر چہرہ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی..... اُٹا کے جسم کے خفیف بھگونوں سے عجیب تھا کہ وہ بہت دور ہی ہے۔

دو کمرؤں کی ضرورت نہیں ہے..... ہم دونوں بہن بھائی ایک کمرے میں ہی روئیں گے اُٹھائے کہا..... (وہ شاید اس گھر کو زیادہ دیکھ نہ دینا چاہتی تھی) جتناے سنتوش کی طرف دیکھا۔ ٹھیک ہے جتنا اور جتنا زیادہ تر گئی۔

کھانا میز پر لگ چکا تھا..... اُٹھا اور رمیش نے جی بھر کے کھایا..... ایسا لذیذ کھانا زندگی میں کبھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔ سارا جیون تو روتے روتے گزر گیا..... رمیش نے بھی بڑے فز کس انداز میں کھانے سے ہاتھ کھینچا اور۔

اُٹھا سنتوش کو بے کل کرتے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کتنی پاکیزہ محبت ہے ان لوگوں کی..... کتنی روحانی باندیوں پر ہیں یہ لوگ..... ہر شے اپنی اصل حقیقت پر ہی کتنی اخلاقی قدر کو زوال نہیں آیا..... کوئی پھول اپنی حقیقی خوشبو سے محروم نہیں ہوا..... وہ سوچتے سوچتے گداز بستر پر بیٹھ گئی۔

○

انسانی زندگی واقعات کا عجائب خانہ ہے۔ راہ حیات میں انسان کے ساتھ رنگ رنگ کے واقعات اور مختلف النوع تجربات پیش آتے ہیں۔ جو کبھی کبھی عجیب کرشمہ دکھاتے ہیں۔ جس طرح ایک چنگاری پر پورے خرمن کو خاکستر کر دیتی ہے۔ اسی طرح کوئی معمولی سادہ انسان کی زندگی میں پچھلے چاندیا ہے۔ عمل کی راہ کا رخ موڑ دیتا ہے۔ صبح کا ظلم طوع ہوئی..... ہر طرف اداسی کا سماں تھا..... کسی نے اٹھ کر چوہے پر چائے بھی نہ پکھی..... گلدھپ اندر۔ اٹھ کر کھن میں لیٹ گئی..... برآمدے کے ایک کونے میں رگو اور اندریاس کھڑے تھے..... رگو سے چھوٹا آئینہ حیران حیران سماں کے پاس بیٹھ گیا۔

بڑی اضطرابیت کے ساتھ گلدھپ کمرے سے باہر آئی۔ ماتا جی..... اُٹھا گئی۔ گاڑی میں..... چلائے ہوئے آئندہ بولا۔

ہاتھی..... وہ اب نہیں آئے گی..... بھاگ گئی ہے..... رگو نے اپنی دانت میں اُٹھا لہی بخرم ٹھہراتے ہوئے کہا۔

کیا کہا ہے..... یہ..... یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے..... اندریاس نے دیوانے پن نے ساتھ رگو کو مارنے کے لئے کوئی چیز تلاش کی۔ بس کرو..... آگے کی سوچو..... اب لہا کرنا ہے۔ گلدھپ نے رگو کے آگے کھڑے ہوتے اندریاس سے کہا۔

کرتا کیا ہے..... اس گاڑی والے کو تلاش کرو..... ہانپتے ہوئے اندریاس نے کہا۔ وہ

ازے بابا کو فیصلہ کروں گا..... گھبر اؤست..... وہ ہنس دیا..... ہم یہاں سے نہیں جائیں گے..... نوکر رکھ لیں گے نامیں..... امیر لوگ ہیں آپ..... کام کی آپ کے محل میں کی نہیں ہے۔ اُٹھا بے چین الفاظ میں بولی۔ اوہو..... بھئی کوئی نہیں جانے دے گا..... میرے پاس ہی رہو گے۔ سنتوش نے تسلی دلائی۔ رمیش سکون سے بیٹھ گیا۔

ماتا کہاں ہے..... یعنی کہ اس محل کی بڑی دیوی..... اُٹھا نے ایک ہاتھ سے بال ہٹائے۔

دوسری مگر گئی ہیں..... میری چھوٹی بہن وہاں بیٹھی ہوئی ہے..... اس کے پاس..... دروازے پر دستک ہوئی..... آؤ..... راجو بابا۔ سنتوش نے اندر آتے باورچی سے کہا۔

جناب دوسرے کھانا گرم کر چکا ہوں..... کھائیے گا نہیں..... راجو بابا نے اپنی چند کچا آکھوں سے اُٹھا کو گھورا.....

کیوں نہیں راجو بابا..... میں مہمانوں کے مسئلے میں الجھ گیا تھا..... آپ کھانا لگا کر..... ہم ابھی آتے ہیں۔ حسب عادت سنتوش نے بوڑھے باورچی سے کہا۔

بہت بہتر چھوٹے بابو..... باورچی باہر چلا..... کتنی تہذیب ہے ان لوگوں میں..... نوکر کے ساتھ بھی شفقت آمیز برتاؤ.....

دل میں سوچنے لگی۔ آؤ..... کھانا کھائیں..... تم لوگوں کو بھوک تو لگی ہوگی..... سنتوش نے لہاک طرف دیکھا جیسا شب کے بارہ بج چکے تھے۔ تینوں ڈرائنگ روم سے نکل کر وسیع خا

گردش میں آگئے..... جتنا..... سانسے آتی ملازمہ کو دیکھ کر بولے.....

چھوٹے بابو جی..... وہ قریب آتے مودب بولی۔ مہمان خانے میں دو کمرے بالکل درست حالت میں ہوں..... کسی چیز کی کمی

ہو..... جلدی کرو..... وہ جتنا سے بولا۔ بہتر صاحب جی۔ جتنا بولی۔

ٹھہرو جتنا..... اُٹھا ایک دم بولی۔ جی..... جتنا دفعتاً پلٹ کر بولی۔

..... ہا۔۔۔۔۔ آئند نے سنتے ہی فلک شکاف قہقہہ لگایا۔ سب نے چونک کر آند کی ل دیکھا۔

تو کیوں ہنسا؟ سو دانی..... پاگل ہو گیا ہے۔ گلہ پ نے کہا۔
ماتا..... ایک پھوٹی کوڑی تو ہمارے پاس نہیں ہے..... کہیں لینے کے دینے نہ پڑیں..... ہاں یہ بھی ٹھیک ہے..... آند کی بات دل کو گتھی ہے۔ رگوں نے کہا۔ اندریاس دھن افسردہ سر پکڑے بیٹھ گیا۔ اندریاس رات تو گزارا..... صبح دیکھیں گے۔ گلہ پ نے کہا۔ کیا دیکھیں گے کالی داس کی روح مجھے جیسے نہیں دے گی..... اس عمر میں کالک لگ ل رہے تھے پر۔

وہ عجیب عجیب دوسرے لے اندر چلا گیا۔ آشا کاپوں چلے جانا اندریاس کے لئے باعث الی تھا۔ اسے کسی کڑوت چین نہیں آ رہا تھا۔ ہرل دو چچ کر اٹھ بیٹھتا.....
لو پانی پیو..... گلہ پ نے ہانپتے ہوئے اندریاس کو گھاس میں پانی پلایا۔ ڈر گئے ہو.....

کالی داس جھک کر تاپے..... مجھے سونے نہیں دیا..... اندریاس حواس باختہ سا نظر آ رہا تھا۔ ان کو یاد کرو..... کالی داس بہت بڑا ناگ لے میرے سر پر کھڑا ہے..... ناگ ہا۔۔۔۔۔ مجھے کات کھانے کو دوڑتا ہے۔ اندریاس اچھل کر چارپائی سے نیچے اتر آیا۔
اندریاس..... یہ تمہارا دوںم ہے..... کالی داس کی بیٹی کو ہم نے نہیں بھگایا.....
ہے پ نے اپنے عجیوٹا الحواس شوہر کو تسلی دی۔ وہ کہتا ہے..... میں نے بھگایا ہے۔ وہ.....
اندریاس نے چاروں طرف گھورا.....
ہم نے نہیں وہ خود بھاگی ہے..... گلہ پ چلا کر بولی۔

نہیں..... نہیں..... گلہ پ..... وہ نہیں مانتا..... وہ نہیں مانتا..... اندریاس ہا۔۔۔۔۔ کھنڈر زدہ پر گندہ ذہن لئے اپنے بسز پر بیٹھ گیا۔ وہ..... وہ..... دیکھو..... کالی داس..... سیاہ پکڑوں میں..... اس کے پکڑوں سے آگ نکل رہی ہے..... وہ.....
ہمیں جلا دے گا..... اندریاس اچھلا کر پاگوں کی طرح گلہ پ کی اوٹ میں ہو گیا۔
اندریاس..... تمہیں چتا کا خیال آ رہا ہے..... ادھر بیٹھو..... میرے پاس بیٹھو.....
ہم نے اندریاس کو اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ وہ دیک کر گلہ پ کے پاس پیسے میں شرابور بیٹھ صبح ناگ دیوتا سے معافی مانگ لیں گے..... تم سب خیال دل سے نکال دو.....

لفٹنگ بھی ساتھ ہو گا۔ گلہ پ نے کہا۔
اور کیا..... میں نے اسے آشا کے ساتھ بیٹھتے دیکھا ہے..... آند نے تیز سانسو کے درمیان کہا۔

کیا پیسے ہی الٹی سٹی ملائی ہو گی۔ گلہ پ نے حقارت سے ہاتھ اٹھائے۔
الٹی سٹی کیا ملائے گی..... بھی باہر گئی تھی وہ..... اندریاس نے آشا کو اس وقت بے چارہ کوئی سو گند نہیں ڈالی تھی اس کو..... پکڑوں کے واسطے جلی ہی جایا کرتی تھی۔ گلہ نے ناک سیکڑی.....

اچھا چوڑو..... گاڑی کیسی تھی۔ اندریاس کو بوریت ہونے لگی تھی۔ اس کے اندر کھلبلی ہی پچی ہوئی تھی۔ کیا معلوم کس کی تھی..... اچھی خاصی بڑی گاڑی تھی۔ آند کہا۔
کسی ٹھاکر کی ہو گی..... اتنی قیمتی کسی عام آدمی کی نہیں ہو سکتی۔ رگوں نے باپ کو دیکھ کر کہا۔

اندریاس..... چونک کر گلہ پ نے کہا
ہوں..... بولو..... اندریاس گہرا سانس لیتے ہوئے گلہ پ کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔ میں رہت درج کروادو۔ گلہ پ نے سر کو گتھی کی۔

ہنہ..... رہت درج کروادو..... اور جوڑو ہنڈیا پائے گی سارے شہر میں..... لوگ یہی کہیں گے بھاگ گئی..... بھاگ گئی..... اندریاس بری طرح اچھلا۔
پتائی..... ڈرتے ڈرتے ڈرتے رگوں نے کہا

ہاں..... بول..... فرما..... کیا ارشاد ہے۔ اندریاس نے طنز اچھا پر اٹھایا۔
رگوں چپ ہی رہا۔ چپ کیوں ہو گیا..... اب بتا کیا کروں..... دے مشورہ..... اندریاس طیش میں آ گیا۔

میں کہتا ہوں انگوامہ کا کس بنا دو۔ رگوں بولا
تم پر بنا دوں..... اور تو کوئی نظر نہیں آتا..... اندریاس اچھلا۔ اے ہے.....
سے بات کرو..... اب معاملہ اس طرح جھگڑے میں پڑنے کا نہیں ہے..... ہاتھ پہ رکھے بیٹھو گے..... تو کیا کروں؟..... اندریاس نے بالوں کو درست کیا۔
چوری کا کس بنا دو..... کہ سونا نقدی لے کر دونوں بہن بھائی فرار ہو گئے۔

دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ اسے بھونکا..... بچا لو..... گلدیپ کے منہ سے نکلا۔ اندریاس اور رگو باہر آگئے۔ میں بھی چلوں..... گلدیپ بولی۔
نہیں..... جو وہ گادیکھا جائے گا..... سب سے بڑی کوتاہی تو جواہر لعل کا ڈیرا ہے۔
اندریاس سر پر مچھڑ باندھے باہر نکلا۔ رگو تمہارا نام ہے۔ ایک شخص نے رگو کی طرف دیکھ کر کہا۔ میرا نام ہے۔

چلو..... اور اپنے باپو اندریاس کو بھی لے آؤ..... دوسرے نے کہا۔
میں اندریاس ہوں..... اندریاس بڑے دل گردے سے باہر والا زینہ اتر گیا۔
دونوں اشخاص نے رگو اور اندریاس کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور گاڑی سٹارٹ کی۔
چلو سب اندر..... میں مندر ہو آؤں..... ہانچتی ہانچتی گلدیپ مندر پر ہنہ پاؤں چل دی۔
معاملہ زیادہ ہی بگڑ گیا ہے، آئندہ افسردہ چہرہ ہوں کی طرف کیا۔
یہ سب رگو کی وجہ سے ہوا ہے۔ کو تانے جل کر کہا۔ ماما بھی ہر وقت جھڑکتی رہتی تھیں
اٹھاؤ..... کلا کو موقع مل گیا وہ تواتنے بڑے لوگ ہیں کلطری بھی ان کو کچھ نہیں کہتی۔
کو تیا بولی۔ ملٹری مشینوں کو کہتی ہے..... ان کو کیوں کہے گی۔ کلا نے چوک کر کہا۔
ہاں..... تم بولنا بند کرو..... ناگ دیو تاسے رگو اور باپو کی خیر مانگو..... آئندہ غصے سے
بولو۔

ادھر دونوں کو محل نما کو غصی کے پورج میں روکا۔ ایک نے موبائل فون سے اطلاع دی
۔ دونوں باپ بیٹا لے آئے ہیں بڑی بیگم صاحبہ۔
بہتر جناب۔ جواب میں کہا اور رگو نے باپ کی طرف دیکھا..... جیسے پٹائی کا حکم ہو گیا
ہو۔ چلو..... دونوں کو لے کر ڈرائیونگ روم کی طرف چل دیئے۔
تمہیں مبارکباد..... رگو اور اندریاس نے داخل ہوتے ہی ستوش اور بیگم جواہر لعل کو
کہا۔ نیستے.....

بیگم جواہر لعل نے صرف گردن ہلائی۔ انتہائی تمکنت اور اور رعب و جلال سے۔ دونوں
باپ بیٹا دہشت زدہ سے لرز گئے۔
باپو..... ایک دم تڑپ کر رگو نے دیکھا۔
ستوش کے دوسری طرف اٹھار، رمیش کے ساتھ قیتی صوفے پر پر سکون بیٹھی تھی۔ رگو
نے انطرس چارہ ہوئیں تو بڑی بے اعتنائی سے اٹھانے لگا جن پر پھیر لیں۔ رمیش خفیف سا ہنسنے

گلدیپ نے بڑی محبت سے اندریاس کے ہاتھوں سے بکھرے بالوں کو یکجا کیا اور
تمام شہب دونوں نے کانٹوں پر گزار دی۔ صبح کاذب کا تھرکا سورج طلوع ہوا۔ دنیاؤ
آلاتھوں سے پاک بڑی تمکنت سے باہم عروج پر آیا۔ کائنات کی ہر شے نکھر آئی..... دھا
ہوا روشن..... کل کی پریشانی کم تھی کہ زوردار دستک نے سب اہل خانہ کی سنی گم کردی

ٹھک ٹھک ٹھک.....
آواز ایسی کہ رگ روپے میں سنسناتی ہوئی گولی کی طرح نکل گئی..... گلدیپ بے دم کا
ہو گئی..... صحن کا پادرواڑہ ہنسنے لگا۔
کون ہے..... رگو..... دیکھو..... گلدیپ نے کہا۔
میں دیکھتا ہوں۔ آئندہ نہ کہا۔
ذرا ہستہ..... تمہارے پائی ابھی آنکھ لگی ہے..... گلدیپ نے ہونٹوں پر انگلی رگو
۔ آئندہ کاروہ قد موموں باہر چلا گیا..... دوسرے ہی لمحے پوچھا سا بیٹا.....
چابی..... اس کی آواز میں زبردست گھبراہٹ اور گھبراہٹ تھی۔ کیا بات ہے.....
مجھے بتاؤ۔ گلدیپ ایک دم قریب آئی۔

اماں..... باہر.....؟..... وہ دہشت زدہ سا ہوا تھا۔ کیا بکواس کر رہا ہے.....
بھی..... کون ہے..... رگو نے زینہ اتر کر آئندہ کو جھوڑ ڈالا۔
چابی کو بایا ہے..... آئندہ نہ آیتے سے کہا۔
اندر لیئے اندریاس کی روح لرز گئی۔ کس نے؟ گلدیپ اور دونوں لڑکیوں نے کہا.....
یہ فضل اس قدر غیر ارادی تھا کہ سب سے منہ سے یک بارگی نکلا۔
بیگم جواہر لعل نے.....

ہیں..... گلدیپ کہتے میں آگئی۔
ہاں ماما جی..... وہ بہت بڑے لوگ ہیں..... رگو نے کہا۔
مجھے معلوم ہے..... ان کو کون نہیں جانتا..... بس کوئی گڑبڑ ہے۔ اندریاس اچھل
پریشان حال میں باہر آیا۔ باہر ان کو نہ کھڑے ہیں..... آئندہ نہ کہا۔
رگو نے جھانکا..... ایک دم گردن اندر کر لی..... جدید اسلحہ سے لیس دو شخص
طرز کی پگڑیاں باندھے بڑی سی گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔

کیوں نہیں ہے سرکار..... میرے بھائی کی بیٹی ہے..... کالی داس کو میں کیا منہ دکھاؤ گا۔ اندریاس کھٹکھٹا کر بولا۔

کالی داس اس دنیا میں نہیں ہے..... اور تم لوگوں نے جو سوک اس سے کیا ہے..... ہائیڈرکنا تھیں زیب دیتا ہے۔ ریش نے غصے میں کہا۔ تھیرور میٹھ۔ بیگم جواہر لعل نے ریش سے کہا..... دوسری طرف وہ آشامی کی طرف متوجہ ہوئیں اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے..... تو تم نہیں روک سکتے گے۔

بڑی بے گلی اور اضطرابیت کے ساتھ ریش نے صوفے پر پیلو بولا۔ کیوں اٹھا..... جانا ہنسی ہو..... وہ پھر بولیں.....

نہیں..... نہیں..... راج تاتا..... ستوش سرکار..... آپ کے چروں میں جان دیں گے..... ناگ دیوتا کی قسم..... سرکار..... ہم..... رگو اور چاچا کے ساتھ آئیں جائیں گے۔ وہ مایہ آبی کی طرح تڑپ کر ستوش کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ اندریاس نے رگو کی طرف دیکھا۔ رگو نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ (جس کا مطلب تھا کہ کچھ اور صراہ کرو)

ہم آشامی کو لے کر جائیں گے..... گلی محلے والے ہمیں طعنے دیں گے۔ رگو نے آشامی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جابا خیروار..... یہ تمہارا گھر نہیں ہے..... یہ پندرہ جواہر لعل کی امان گاہ ہے جہاں آپ نے ظلم نہیں ہوتا۔ آشامی نے قرار اور اطمینان سے بولی۔

زبردستی کرنے کی ضرورت نہیں ہے..... آشامی جہاں رہنا چاہے..... اسے مکمل آزادی ہے۔ بولو آشامی..... تمہارا کیا خیال ہے۔ بیگم جواہر لعل نے دوبارہ کہا۔

میں آپ کی غلامی کروں گی..... میں اور میرا بھائی ان قدموں میں جیون گزار دیں گے..... ان کے ساتھ نہیں جائیں گے..... آشامی نے واضح الفاظ میں صاف انکار کر دیا۔ یہ بار آخری فیصلہ ہے آشامی۔ بیگم جواہر لعل نے کہا۔ ہاں جی..... راج تاتا..... ہم ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ ریش آشامی کے ساتھ لپٹ گیا۔ ہم نہیں جائیں گے..... دیدی آئیں جائیں گے..... آشامی نے کہا نہیں۔

اب رگو اور اندریاس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ اندریاس اور رگو نے ہاتھ نہیں اجازت دی۔ دوبارہ اس طرف مت آنا بیگم جواہر نے کہا اور ڈرائیونگ روم سے باہر نکل گئیں۔ چارو ہار اندریاس اور رگو اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے۔

بیٹھ جاؤ۔ اٹھانے اس کا شانہ پایا۔ وہ واپس بیٹھ گیا۔ بیٹھو..... بیگم جواہر لعل نے دونوں کو کہا۔

نہیں نہیں..... صوفے پر بیٹھو..... قائلین پر نہیں..... ایک دم چوکتے ہوئے بیگم جواہر لعل نے اندریاس اور رگو کو صوفے پر بیٹھنے کو کہا جو قائلین پر بیٹھنے لگے تھے۔

شکریہ جی۔ اندریاس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا..... رگو بھی دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

اندریاس..... بیگم جواہر لعل نے باوقار انداز سے کہا۔ جی مہاراج۔ اندریاس حسب عادت ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بیٹھ جاؤ وہ بولیں۔

ستوش خاموش تھا۔

بیگم جواہر لعل سمجھدار خاتون تھیں..... وہ رگو اور اندریاس کے مکمل سرپاے اندازہ لگا چکی تھیں کہ غربت و افلاس میں پلنے والے یہ لوگ ایسی ہی حرکات کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ سوای جی..... بیگم جواہر لعل نے اپنے منہ کی آواز دی۔

حاضر ہوں سرکار۔ سوای جی اندر داخل ہوئے۔

بیگم جواہر لعل نے سوای جی کی طرف دیکھا۔ سوای جی نے بیگ سے ایک سبز کاغذ بیگم جواہر لعل کو تھمایا۔ اندریاس اور رگو نے آنکھیں پھاڑیں۔

اندریاس۔ جی مہاراج۔ یہ لو.....

بیگم جواہر لعل نے چپک اندریاس کی طرف بڑھایا۔

یہ کیا ہے مالک۔ اندریاس گھبراہٹ سے لرزنے لگا۔

دو لاکھ کا چیک ہے..... شراب نے تمہارے اعصاب کو کمزور کر دیا ہے کوئی کام کر لینا۔

بیگم جواہر لعل نے اندریاس کے ہاتھ میں چیک تھمادیا۔

اندریاس نے خاموش چیک کو پکڑ کر کرتے کی جیب میں ڈال لیا۔ اب تم لوگ جاؤ.....

بیگم جواہر لعل نے کہا..... وہ مزید اور کوئی بات نہ کرنا جانتی تھیں مہاراج! ہماری لڑکی۔

اندریاس نے آشامی کی طرف دیکھا۔ تڑپ کر سراستگی کے عالم میں اٹھانے ریش کی طرف دیکھا۔ لڑکی کی تھیں ضرورت نہیں ہے..... وہ بولیں

حالات کچھ بھی ہوں..... اُٹنا ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ سنوٹوش نے اُٹنا کے قریب ہ کرانیت سے کہا۔

ہم کیسے احسان اتاریں گے..... سنوٹوش بابو..... ریش سنوٹوش سے لپٹ گیا۔
کوئی احسان نہیں ہے بابو..... یہ تو فرض انسانیت ہے..... جو میں نے اور ماما جی نے
بھجایا ہے..... سنوٹوش نے والہانہ نگاہیں اُٹنا کے نرم و گلوڑ زبانی رخصتوں پر ڈالیں.....
چہرے کی اس چٹنی ہوئی نورانی شفاؤں سے وہ خود جھلسا جا رہا تھا..... حسن و دلربائی کی مٹھی
بھینچی پتیلی سے وہ کس قدر سکون و قرار محسوس کر رہا تھا۔

سنوٹوش بابو..... اُٹنا نے کہا۔
ہوں..... اپنی طرف کھینچتی ہوئی حسن لازم ال کی تر چھٹی نگاہ نے سنوٹوش کے قلب و جگر
کو پار و پار کر دیا..... محبت کی ایسی چنگاری پھوٹی کہ سکون کا خرمن تباہ ہو گیا..... اس کی
آئی جانی سانسوں میں صرف اُٹنا ہی رقص کرنے لگی۔ وہ جلد دیکھتا اُٹنا اس کے سامنے
ہوتی..... اُٹنا ایک سلجھی ہوئی زیرک اور فہم وادار اک رکھنے والی لڑکی تھی..... پھر دنیا کی
خوش کروں میں چل کر جو ان ہوئی تھی..... اس نے جواہر لال جی اپنے کردار و افعال کو اس قدر
روشن کیا کہ برہنہ ان چند دنوں میں ہی اس کے گیت گانے لگا۔ بیگم جواہر لعل کی خدمت
کرنا اس نے اپنے فرض اولین میں شمار کر لیا تھا۔ مندر جانے سے پہلے وہ بیگم جواہر لعل کے
چروں کو سلام کرتی..... اپنی خدمت اور اچھے شہی اخلاق سے ان کو بھی مگرایا تھا۔
سفید ساڑھی میں ملیں..... دراز بالوں کو پچھلی صورت میں گوندھ کر نازک و
کے ساتھ باندھ کر وہ جائے کی ٹرے اٹھائے سنوٹوش کے کمرے کی طرف چل دی۔

خانساں نے کہا..... بیٹا..... میں نے جاتا ہوں۔ نہیں بابا..... میں لے جاتی ہوں.....
آخر میں نے اب یہیں رہنا ہے..... وہ ہنسی ہوئی ٹرے لے باہر نکل گئی۔ خانساں ہنستے
ہوئے ناشتہ کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

دروازے پر دبیڑ پر دے کر گئے تھے..... کمرے کا بلب ابھی روشن نہیں ہوا تھا۔
سنوٹوش بابو اٹھے نہیں..... درمیانی میز پر ٹرے رکھ کر اُٹنا نے قہقہہ روشن کیا۔ کمرے میں
روشنی کا احساس ہوتے سنوٹوش نے دیکھا کہ اُٹنا کھڑی ہے۔ اُٹنا..... تم..... وہ آنکھیں
اٹھ بٹھا۔

چائے لائی ہوں آپ کے لئے..... وہ قالین پر بیٹھ کر ٹرے اپنی طرف کھکاتے ہوئی

میرے پاس بیٹھو۔ سنوٹوش نے اُٹنا کو بازو پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔
بابو جی..... یہ ہماری جگہ نہیں ہے..... ہم آپ کے چروں میں اچھے ہیں۔ وہ گھبرا
اٹھی.....
نہیں اُٹنا..... تمہیں معلوم ہے اصل میں تمہاری جگہ کہاں ہے۔ وہ اُٹنا کو معنی خیز
نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

کوئی؟ وہ چونکی..... ہمارے دل میں۔
سنوٹوش نے کب کر اُٹنا کا بازو پکھینچا اور اپنے پاس بٹھالیا۔ کوئی نصیبوں والی ہوگی.....
جس کا مقام آپ کے دل میں ہوگا۔ اُٹنا نے او اس انداز میں بے خبری میں اپنا ہاتھ سنوٹوش
کے ہاتھ پر رکھ دیا۔
نصیبوں والی تم ہو..... میرے دل کی ملکہ تم ہو..... تم..... سنوٹوش نے اُٹنا کو اپنے
بازو کے حصار میں لے کر اپنے بہت قریب کر لیا۔

بابو جی..... ہم..... میں..... آپ اُٹنا کو کہہ رہے ہیں نا..... شرم و حجاب سے اُٹنا
نے اپنے چہرے کو سنوٹوش کے سینے میں ہی چھپالیا۔ تم سے کہہ رہا ہوں اُٹنا..... عقربہ ہم
شادی کر لیں گے..... سنوٹوش نے واضح الفاظ میں کہہ دیا۔
اُٹنا سے بیٹھنا محال تھا..... وہ بھانجے کا ارادہ لے اٹھی۔

بہن ہوں..... چائے بناؤ..... جانا نہیں..... وہ نہیں جانتی تھی کہ سنوٹوش ابھی تک
اس کا بازو تھا سے بٹھاتا تھا۔ سنوٹوش نے سختی جلدی محبت کے جال میں پھنسا لیا ہے..... یہ کیا
بیکاری ہے جو کام رگوں سول سال نہ کر کا..... سنوٹوش نے بل نہیں لگایا..... شاید سنوٹوش
اور رگوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ لیجئے..... چائے بنا کر اُٹنا نے درمیانی میز پر رکھی.....
اب جاؤں..... وہ اجازت طلب کرنے لگی۔ نہیں وہ شریعہ میں لکھ میں بولا۔ کوئی کام ہے۔ وہ
چلی۔

نہیں..... بس میرے پاس بیٹھو۔ سنوٹوش کب چاہتا تھا کہ اُٹنا نظروں سے دور ہو۔ بہت
کام کرنے ہیں سنوٹوش بابو..... سب سے پہلا کام کہ بابا کے ساتھ ناشتہ تیار کرنا ہے..... وہ
بے ساختہ بولی۔

تم نے کوئی کام نہیں کرنا..... سو اے میرے..... وہ ہنس کر بولا۔
جی..... اُٹنا صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

بیم جو اہر لعل کے ہاتھ کو اٹھا کر چما اور آنکھوں کو لگا لیا۔
 بڑی بیگم صاحبہ..... ریش بابو کے کمرے سے یہ بوتل..... ملازمہ نے آتے ہی
 شراب کی خالی بوتل درمیانی میز پر رکھ دی۔
 بوتل..... شراب کی بوتل..... پھر پگنے لگے ہے۔
 بیگم جو اہر لعل، اُٹھا اور سنتوش نے ایک ساتھ یہ الفاظ ادا کئے۔ معلوم نہیں جی.....
 میں تو صفائی کرنے لگی تھی..... چنگ کے پیچھے سے پڑی تلی۔ ملازمہ نے کہا۔ تم جاؤ.....
 بیگم جو اہر لعل نے بوتل کو گھورا..... یہاں آنے کے بعد اس کی عادت ختم ہو گئی
 تھی..... پھر دورہ پڑ گیا۔ سنتوش کو رنجش پر غصہ آ گیا۔
 غصہ نہ کر دیتا..... جو عادت کھلی میں پڑ چکی ہو..... اس کا چھوٹا مشکل ہوتا
 ہے..... ریش کی اس عادت سے میں بہت پریشان ہوں..... میں چاہتی ہوں یہ شراب
 چھوڑ دے۔ اُٹھانے والے لگا ہیں بیگم جو اہر لعل کے چہرے پر ڈالیں۔
 چھوڑ دے گا..... لیکن ذرا وقت لگے گا۔ وہ بولیں۔
 اور کتنا وقت لگے گا چھ سات سال تو ہو گئے ہیں۔ سنتوش کے لہجے میں تلخی بتا رہی تھی کہ
 اس کو ریش کی اس عادت سے زبردست اختلاف ہے۔
 میری گزارش ہے آپ سے ماما جی۔ اُٹھا سم کر بولی۔
 گزارش..... یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی۔ تم جو اہر لال کی مالک ہو..... جو کہنا ہے بے
 دھڑک کہہ ڈالو..... بیٹا۔ بیگم جو اہر لعل کی بے پایاں محبت کے سامنے وہ سرنگوں سی ہو
 گئی..... ایسی محبت تو اس کی حیثیت ماں ہوتی تو وہ بھی نہ دے سکتی۔ بیگم جو اہر لعل ایک ساس
 کا نہیں ماں کا داردار اور رہی تھیں۔
 آپ ریش کو مبارکباد دینے کی ہیں..... شاید اسی وجہ سے وہ دوبارہ شراب کا یہ ہو
 گیا ہے۔ وہ اپنی ضرورت کہاں سے پوری کرے..... وہ بولیں۔
 اس کی ضرورت کیا ہے..... ہر چیز قوتِ بردقت مل جاتی ہے..... آپ سے جو رقم
 لیتا ہے..... اس کی صرف شراب خریدتا ہے۔ سنتوش نے کہا اور اٹھ کر باہر والے
 برآمدے میں چلے گئے۔
 میں باقی ہوں..... وہ ہنس دیں۔
 پھر بھی..... ماما جی..... اُٹھا حیرت و استعجاب کے عالم میں اتر گئی۔

باب جی..... تم نے میرے سوا اور کوئی کام نہیں کرتا..... وہ چائے کا پہلا گھونٹ حلق
 سے اتار کر بولا۔
 کیوں جی؟..... وہ قاتلین پر دو زانوں پیچھے گئی۔ اس لئے کہ ہماری شادی ہو جائے
 گی..... اور میں تمہارا اپنی جو ہوا.....
 شریہ کہیں کے..... وہ برق رفتاری سے باہر بھاگ گئی.....
 چند دن اور گزر گئے..... سامنے سے آتے ہوئے سنتوش نے دیکھا..... اُٹھا مسکرا رہی
 تھی ارے..... کیا سوچ کر ہنس رہی ہو اُٹھا..... ہمیں بتاؤ تیار..... سنتوش دوسری کرسی
 پر بیٹھ گئے۔
 بس پرانی یادوں کو ماضی کے آئینے میں دیکھ رہی ہوں۔ وہ مسکرا دی۔
 یادیں اچھی ہوں تو زندگی کا اضطراب جاتا رہتا ہے۔ وہ محبت سے بولے۔
 آپ کے ساتھ جیتا ہوا ایک لمحہ میرے لئے سرمایہ حیات ہے۔ اُٹھانے محبت و
 خلوص سے سنتوش کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
 مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں جیتے بھی دکھ آئے ان کو فراموش کر دو..... کیوں نہ
 ان کو دور کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔
 سنتوش! آپ نے تو مجھے اتنا دکھ دیا ہے کہ ماضی بھول کر بھی یاد نہیں آتا ماما جی.....
 بیگم جو اہر لعل کو آتے دیکھ کر وہ دونوں مودب کھڑے ہو گئے۔ کیا بات ہے اُٹھا بیٹی.....
 آج تمہیں صبح سے نہیں دیکھا۔ وہ اُٹھا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔
 سنتوش نے اُٹھا کی طرف دیکھا۔
 ماما جی..... میں مندر سے واپسی پر حاضری کے لئے گئی تھی..... اُٹھا انتہائی نرم لہجے
 میں بولی۔
 مجھے معلوم ہے..... اچھا بیٹھو..... بیگم جو اہر لعل نے ہاتھ سے اشارہ کرتے دونوں کو
 بیٹھے کے لئے کہا..... اور خود بھی بھاری ساڑھی کو سنبھالتی ہوئی بیٹھ گئیں۔
 ناشتے کے بعد آپ آفس چلی گئی تھیں نا..... اُٹھانے پھر یاد دلایا۔ وہ ہنس دیں..... اُٹھا
 بیٹی..... تم ہماری بیٹی ہو..... اولاد ہو ہماری..... تم کشمیری کی جگہ ہو..... بیگم جو اہر لعل
 نے محبت سے اُٹھا کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
 مجھے اپنے مقدر پر رشک آتا ہے..... میری ہستی ثار ہے آپ پر ماما جی..... اُٹھانے

کشمی کا خط آیا ہے۔ سنوتوش نے لفاظ چاک کیا۔ خیریت ہے نا۔ بیگم جواہر لعل نے جلت ہے کہا۔

خیریت ہی ہے..... لکھتی ہے کہ بہت عرصہ ہوا کشمیر کا چکر نہیں لگایا دل سے باہر بھی اٹھ آئے۔ آپ کو ملے کو دل کرتا ہے..... بھائی بھی اٹھارو بھائی کو ٹھٹھے..... بیگم جواہر لعل نے لفاظ پکڑ لیا۔

کسی دن کشمیر ہو آئیں ماما جی..... کشمی کو دیکھ بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ اُٹھانے کہا۔ جانا تو چاہئے..... کشمیر کے حالات آج کل بہت خراب ہیں..... بیگم جواہر لعل نے کہا۔

حالات تو کشمیریوں کے لئے خراب ہیں..... ہمارا حالات سے کیا سروکار..... رمیش نے کہا۔

ہاں..... یہ بات درست ہے..... سنوتوش مسکرائے۔

سرکار چائے پیئیں لے آؤں..... ملازم نے کہا۔

لے آؤ..... بہتر جناب۔ ملازم حکم ملتے ہی واپس لوٹ گیا۔

○

چاند گر بن تھا..... حسن پیکا پیکا گائے لگا تھا..... کسی چیز میں جی نہ لگتا تھا۔ کشمی ہائیڈروں سے صاحب فراش تھی۔ موسمی بھارنے آلیا تو ہر چیز سے نفرت ہو گئی۔ سارا سارا دن خواب گاہ میں پڑی رہتی..... اٹھنے کو دل مانتا ہی نہ تھا۔ اگر باہر نکلے کچا جاتا بھی تو دل اچھل کر خلیں سے باہر آنے کو کرتا۔ نوکر خدام ہر وقت خدمت کو حاضر رہتے..... موسمی شرات سے کمرہ خوشبو سے لبریز تھا۔ کھانے کو دل نہیں مانتا۔ تہائی پسند کرنے لگی تھیں۔ ناشی دیوی کی ایسی حالت کو دیکھ کر سیوک رام کڑے رہتے..... وہ اپنی ڈائی جینی کو خوش و فرم دیکھتا چاہتے تھے۔ وہ اپنی جینی سے لازوال محبت کرتے تھے۔

گھڑی سے باہر آتے انہوں نے حسب معمول غلام گردش میں دیکھا..... جہاں ان کو دیکھ لکشمی دیوی سیوک رام کے استقبال کے لئے آیا کرتی تھیں..... آج سیوک رام کو بڑی مایوسی ہوئی..... آج وہ برآمدے میں نہیں آئی تھیں..... وہ بیٹھے بیٹھے سے بریف کیس ملازم کو تھما کر سیدھے خواب گاہ میں داخل ہوئے۔

دیوی جی!

تمہارا مطلب ہے کہ میں پھر بھی اسے پیے دیتی ہوں..... میرا مطلب ہے کہ میں خود اعتمادی پیدا ہو..... وہ روپے رکھنے کے باوجود خود شراب پیئے سے شرمیز کرے..... اس طرح خود سے احساس پیدا ہو کہ اس چیز کو استعمال نہیں کرنا..... یہ نقصان دہ ہے۔ میرا مطلب ہے ماما جی! اگر اس کے پاس رقم نہ ہوگی تو شراب نہیں خرید سکتا۔ اُٹھانے مودب لیجئے میں کہا۔

بیٹا! تمہاری بات سو فیصد درست ہے..... شراب کی طلب اسے چوری پر آمادہ کر سکتی ہے..... وہ دکانوں کے تالے توڑ سکتا ہے۔ وہ کسی برائیوں کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔ اُٹھا کو ایسی عظیم عورت کی اعلیٰ کردار پر حیرت ہوئی..... وہ کس قدر کوشاں تھی رمیش کے کردار کو جانتے میں۔

میں اس وقت رمیش جیگا جیگا ہوا بیگم جواہر لعل کے پیلو میں رکھی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

رمیش..... ماما جی کے برابر بیٹھنے کی تمہیں کس نے اجازت دی۔ اُٹھا غفلت سے بولی۔ او دیوی..... ایک دم اٹھ گیا۔

اُٹھا..... کیا کرتی ہو..... تم دونوں ہمارے بیٹے ہو..... بیٹھو بیٹھ جاؤ رمیش بیٹا..... شکر نہ مانتا جی۔

رمیش مسکراتا ہوا واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

سنوتوش کے ہاتھ میں کیا ہے۔ بیگم جواہر لعل نے نیلے رنگ کے کاغذات دیکھ کر آتے سنوتوش کو کہا۔ آج کی ڈاک ہے شاید..... اُٹھانے خیال کیا۔

سنوتوش داخل ہوئے۔ میں محل تو نہیں..... سنوتوش نے اُٹھا کو بیگم جواہر لعل کے ساتھ باتیں کرتے دیکھ کر کہا۔ رمیش کی بات بوری ہے۔ اُٹھانے کہا۔ وہ تھکسا کھڑی ہو گئی۔

اوہو..... اُٹھا..... بیٹھ جاؤ..... اتنے تنگدلی میں مت پڑا کرو۔ وہ ہنس کر بولے.....

اُٹھا ٹھیک کرتی ہے..... اسنے جی کا احترام ہندی عورت پر فرض ہے۔ اماں جان..... اب تو زمانہ بدل گیا..... عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔ سنوتوش نے کہا۔ عزت و احترام تو کسی مذہب میں رسم و رواج کا پابند نہیں..... اُٹھانے مسکرا کر کہا۔

کشمی دیوی، یواری طرف کروٹ لئے لیتی تھیں..... آپ آگئے۔
 کشمی دیوی نے اپنے اوپر جتنے سیوک رام کے سینے پر ہاتھ رکھا۔
 کیا بات ہے..... آپ نے تمہاری کو کیوں اپنا لیا ہے..... کیا بنگاے اچھے نہیں لگتے۔
 وہ محبت سے کشمی دیوی کو اپنے قریب کرتے ہوئے۔ ہمیں کچھ اچھا نہیں لگتا۔ وہ سیوک
 رام کے سہارے سے اٹھتے ہوئے بولیں۔
 اتنی بیزاری کیوں ہے؟ سیوک رام دیکھی انداز میں بولے
 ہمیں اس کا خود بھی اندازہ نہیں ہے..... نہ چاہتے ہوئے بھی ہماری دنیا داس
 ہے..... ہم کیا کریں..... وہ چٹائی نکلیں۔ کشمی دیوی نے بس نظر اڑی تھی۔
 موسم اچھا ہے..... کشمیری پہاڑ دیکھنے کو چلیں..... پر فضا جگہ ہے..... سیوک رام
 نے بڑی جاہت سے کشمی دیوی کے کھڑے بال درست کئے۔
 نہیں رام جی..... ہم چل بھی نہیں سکتے..... نکاہت ہی اس قدر ہے۔ کشمی دیوی نے
 اپنا سر سیوک رام کے شانے پر رکھ دیا۔
 نکاہت تو ہوگی..... کھانا پینا جو بند کر دیا ہے.....
 سیوک رام نے کشمی دیوی کے نازک وجود کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ مشروب بھی پسند
 نہیں۔ ہم اپنی بیماری سے خود تنگ آ چکے ہیں..... ایک ماہ گزر گیا..... طبیعت پہلے سے
 زیادہ خراب ہوئی جا رہی ہے۔ کچھ اچھا نہیں لگتا.....
 آج ڈاکٹر پر شاد کو وقت دیا ہے..... کیوں بلا دیا ہے آپ نے ڈاکٹر کو رام جی..... ہمیں
 بظاہر کوئی بیماری تو ہے نہیں۔ کشمی دیوی نے کہا۔
 یہی تو معلوم کرتا ہے..... کیا بات ہے..... جس نے آپ کو اس قدر کمزور کر دیا ہے
 اور نہ ہی ہماری محبت میں کمی واقع ہوئی ہے..... جس سے آپ متاثر ہو تیں.....
 کشمی دیوی نے آنکھیں اٹھا کر سیوک رام کے پڑمردہ چہرے کی طرف دیکھا۔ سیوک
 رام نے کشمی دیوی کے سر میں ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔
 وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا..... دھندلے چہانے لگے تھے..... کمرے میں ملاگئی
 ی روشنی نہیں ملتی تھی۔
 خواب گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ آج اوڑا جیت سنگھ۔ اجیت سنگھ خاص ملازم حاصر
 ہوا

ڈاکٹر پر شاد آئے ہیں رام جی۔ وہ بولا
 لے آؤ۔ سیوک رام دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔
 خستہ رام سرکار۔ ڈاکٹر پر شاد میڈیکل بس لے کر داخل ہوئے۔ خستہ..... ڈاکٹر پر شاد
 آئے..... آئے..... سیوک رام نے بڑی خوش دلی سے ڈاکٹر پر شاد کو خیر مقدم کیا۔
 سیوک رام اور ڈاکٹر پر شاد سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔
 مسز سیوک رام..... نصیب دشمنان..... کیا وہ طبیعت کو..... ڈاکٹر بس دیئے۔
 ڈاکٹر صاحب ہماری کشمی ٹھیک نہیں ہے..... ہم اسے صحت یاب دیکھنا چاہتے ہیں۔
 تنہی امید تھی سیوک رام کو۔ کہ کشمی ٹھیک ہو جائے۔
 Do Not Worry رام جی..... بیماری تو آتی جاتی رہتی ہے..... اس کے ساتھ ہی
 ڈاکٹر پر شاد نے چپک کر نالہ والا کانوں کو لگایا۔
 یہ حقیقت ہے ڈاکٹر..... میں اپنی جتنی کمر لے کر بہت پریشان ہوں.....
 کشمی دیوی نے چاہت بھری نظر سیوک رام پر ڈالی.....
 ڈاکٹر پر شاد نے پوری طرح چپک کر..... کے بعد ایک کاغذ پر دو انیاں لکھ دیں۔ کیا تکلیف
 ہے کشمی کو ڈاکٹر..... بتائیے پلیز.....
 سیوک رام نے جھجک کر اپنی ہر پو پریشانی کا انزال کر لیا۔
 ٹھاکر صاحب..... مبارک ہو آپ کو..... ڈاکٹر پر شاد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
 تی.....
 سیوک رام کی آنکھیں پھٹ گئیں۔
 کشمی دیوی نے حیرت سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا..... جو برا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ آپ
 باپ بننے والے ہیں..... سیوک رام جی.....
 ڈاکٹر..... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ..... جوق کر رہے ہیں آپ۔ سیوک رام ورط
 حیرت میں اتر گئے۔ اور کشمی دیوی ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئیں۔
 مسز سیوک رام تین ماہ سے امید سے ہیں..... ویسے آپ کسی لیڈی ڈاکٹر کو بھی چپک
 کر دلیں.....
 ڈاکٹر پر شاد نے سیوک رام کے شانے پر مسکرا کر ہاتھ رکھا۔
 سیوک رام ابھی تک کشمی دیوی کو گھورے چارے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر

کشمی دیوی نے سامنے کافی کے قد آدم بہت کو بنوڑ دیکھا۔

درپن ہی بھاگوان ہے..... اس کے آنے سے آپ کا پاؤں بھاری ہو گیا۔ سیوک رام نے کشمی دیوی پر اپنی ساری محبت لٹاتے ہوئے کہا۔

یہ تو رام کی مرضی ہے..... جس پر بھی کرم کرے..... انسانوں کے ساتھ پیچھے بھی اہستہ نہیں ہوتا۔ کشمی دیوی کو ناگوار گزر راز نہ چاہتے ہوئے بھی وہ درپن کی مخالفت ضرور کرتی تھیں۔

خیر..... چھوڑیے..... آپ مت سوچیں..... کوئی بھی نہیں شین ٹھیک نہیں آپ نے لئے..... سیوک رام نے کشمی دیوی کے شانوں پر سے سیاہ بالوں کی آوارہ انہیں ہٹائیں۔

رام جی..... کشمی دیوی نے کہا۔

ہوں.....

سیوک رام نے کہا

اگر کچھ عرصہ اور ہم اس نعمت سے محروم رہتے تو..... تو وہ آگے فقرہ ادھورا چھوڑ کر نادمش ہو گئیں۔

بات مکمل کیجئے..... تو کیا..... سیوک رام نے کہا

آپ..... دوسری شادی کر لیتے..... کشمی دیوی اس وقت سنجیدہ نظر آ رہی تھیں۔ بھگوان قسم!..... ہمارا ایسا عندیہ تو کبھی بھی نہیں ہوا..... ہم تو جان چھڑکتے ہیں

پہ..... دوسری عورت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... سیوک رام محبت سے لے۔

کشمی دیوی سیوک رام سے لپٹ گئیں۔ سیوک رام نے کشمی دیوی سے نازک وجود کو ہٹا کر تانا پاؤں میں لے لیا..... اور اس کی روشن سفید پیشانی کو چوم لیا۔ اتنی محبت دی ہے من تم نے..... تمہارے نانا جی تم نہیں کہتے..... وہ بولے..... شدید محبت کے عالم میں وہ کشمی کو کلشن کہتے تھے۔

محبت کا سیلاب بہتھایا رہا..... دن کو پر لگ گئے اور کئی دن ہوا کے گلوں کی طرح گئے۔ سیوک رام کو اب بڑے سے بھی زیادہ کشمی کی صحت کی فکر تھی۔ وہ نازک اندام میں ہی کشمی دیوی کی خیریت سے ان کا پیچہ پیدا کر لے..... وہ اکثر مندر جا کر کشمی اور بچے کی

تھی۔ ان کو آرام کی بہت ضرورت ہے..... خوراک کا خیال رکھیں..... مین شین سے بچیں ڈاکٹر جتنے ہوئے ملازم سے ساتھ جانے لگے۔

رکھتے ڈاکٹر

سیوک رام نے پشت سے پکارا وہ چینی اور غیر یقینی کے اعراف میں تھے۔

فرمائیے ڈاکٹر پلٹ کر بولے۔

آج فیس لینی پڑے گی ڈاکٹر جی۔ اتنی بڑی خوشخبری سنانے کے بعد میں خالی ہاتھ نہیں جانے دوں گا۔

سیوک رام نے قریبی دروازے چیک بک نکالا۔

جانے دیتے..... ٹھاکر صاحب..... میرے علاوہ اور کوئی ہوتا..... تو یہی کہتا۔ ڈاکٹر پر شاد پلٹ آئے۔

آپ ہمارے ذیلی ڈاکٹر ہیں..... پھر اتنی بڑی بات..... سیوک رام نے چیک لکھ کر ڈاکٹر کی جیب میں ڈال دیا۔ ازراہ موت ڈاکٹر صرف مکر اور بے۔

Thank You ڈاکٹر..... آپ نے ہمیں اپنی بڑی مسرت سے نوازا۔ سیوک رام بچے چارہ تھے۔

اجازت..... ڈاکٹر پر شاد کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔ جہاں ملازم نے ان کا میڈیکل بکس پکڑ لیا۔ ڈاکٹر پر شاد کے جانے کے بعد وہ پلٹے..... اور بڑی چاہت سے اپنی جتنی سے پاس بیٹھ گئے۔

کشمی..... کیا سن لیا ہے ہم نے..... اتنے سے گزر گئے..... انتظار کی گھڑیاں گزرتی نہیں کتنی تھیں..... اور آج جیسے آکاش گود میں آگیا ہو۔ سیوک رام نے کشمی کا ہاتھ

تھام لیا۔

ہم تو سوچ بھی نہ تھے کہتے رہا جی..... بھگوان اتنا مہربان ہو جائے گا۔ میں مندر ب

کوشربنی بانٹوں گی..... وہ ادب سے کشمی دیوی نے کہا۔

ہم پر اماندہ مصفا سے بھر دیں گے..... بہت بڑا فکشن کریں گے..... سری مگر جتنے بھی ضرورت مند ہوں گے..... ان میں کپڑے، روٹی تقسیم کریں گے۔ سیوک

کی مونی مونی آنکھیں اس طرح چمک اٹھیں جیسے وہ پپ مل اٹھے ہوں۔

رام جی..... ان لکھوں کی کتنی آس تھی.....

میں چلی جاؤں..... وہ معنی خیز الفاظ میں بولی اور سیوک رام مطلب سمجھ چکے تھے۔
ہاں ہاں..... واچپائی کو کہو..... لے جائے گا..... بلکہ اس گاڑی کا وہ ہی ڈرائیور
ہے.....

مہربانی ہے رام جی..... وہ جلدی سے سفید ساڑھی سنبھائی ایک ہاتھ سے درپن کو
بٹنے لگے لگے واچپائی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی گئی۔
دیوی جی..... بڑی اچانکیت سے سیوک رام نے پکارا۔
کشمی دیوی دینا ماف سے دو کوسں اور پہنچی ہوئی تھیں..... کیا سوچ، جی ہیں آپ
وہ چونکے..... ان کو کشمی دیوی کا اس قدر کھو جانا بھی پسند نہیں تھا۔ لکشمی..... وہ
بڑھرا بلند آواز میں بولے

جی..... رام جی آپ نے پکارا..... کشمی دیوی بری طرح ہڑبوا گئیں..... جسے ہم جی
بندہ کسی نے بیدار کر دیا ہو.....

ایک دم باہر گولہ پھٹنے کی آواز آئی..... یہ دھماکے روز کا معمول تھا..... اس لئے کسی
نے کوئی تاثر نہ لیا۔ آپ کہاں کھو گئی تھیں..... وہ کشمی کو اس دیکھ کر بولے
ہمیں یہی خوشاں ہے رام جی..... آئندہ کیا بنے گا۔ کشمی دیوی کے چہرے پر ایک
بُج سا خوف رقص کناں تھا۔

کیا بنے گا..... میں سمجھا نہیں۔ سیوک رام آگے کو بھٹکے
نہیں آئندہ کے لئے ایک عدد آیا کی ضرورت ہے۔ وہ بڑے تشویش بھرے لہجے میں
بولیں۔

تو کیا ہمیں آیا نہ ملے گی..... کشمیر میں بہت ایسی عورتیں ہیں جو ضرورت مند ہیں
..... سیوک رام نے کہا۔

مل جائے گی..... لیکن پوچھا ایک اچھی لڑکی ہے..... اور سمجھ دار بھی کشمی دیوی نے

یہ بھی وجہ ہے کوئی اداسی کی..... ہم اپنے بچے کے لئے انگشٹ گورنس رکھیں گے۔
..... سیوک رام ہنس دیئے۔

اوہو..... آپ بات کو پھینک رہے ہیں..... سمجھئے نا..... رام جی..... وہ جھاکر
ایں

خیریت کا عاکرتے۔
سرما کی دگش شام تھی..... محل میں ایک ملازمہ جو عقل و شعور رکھتی تھی
مخصوص کشمی کے لئے وقف کر دیا تھا کہ وہ ابھی طرح کشمی کا خیال رکھے۔ بچے کے سا
کشمی سیوک رام کو بہت عزیز تھی۔ اس شام چار کا محل ہوگا۔ بیکے گرم کپڑوں میں
دونوں خوبصورت لان میں بیٹھے تھے۔ کشمیر کی شام بھی انتہائی دلکش تھی۔ دور فلک
سرمئی پہاڑوں کی چوٹیاں نیلے آسمان کے دامن کو چومتی کس قدر حسین لگ رہی تھیں۔
ارے! یہ پوجا کیوں آ رہی ہے۔ کشمی دیوی نے حیرت زدہ سادور لان کے دروازے
پوچھا کہ آتے دیکھا۔ درپن ہے اس کی گود میں۔

سیوک رام پریشان سے ہو گئے۔
مت گھبراہئے..... نہ جانے وہ کس کام سے آ رہی ہے۔ کشمی دیوی نے بھی دیکھ
ہوئے کہا۔

نہستے..... دیوی جی..... پوچھنے آتے ہی دونوں کو ایک باری نہستے کیا۔
نہستے..... سیوک رام نے جواب دیا۔

سیوک رام جی..... پوچھنے کہا..... کیا بات ہے..... خیریت کہے۔
سیوک رام نے پوچھا کہ چہرے پر افسردگی دکھ کی پرچھائیں دیکھ کر کہا۔ درپن
نہیں ہے۔ رام جی..... وہ بولی

کیا بوا..... وہ چونکے..... کشمی دیوی بھی پڑھ رہی ہو گئی۔
بہت بخار ہے جی..... تپ رہا ہے..... دیکھیں..... پوچھا سیوک رام کے قہر
مندی۔

اوہو..... بہت بخار ہے..... تم نے ڈاکٹر پر شاد کو فون کیوں نہیں کیا۔ سیوک رام۔
ہاتھ سے درپن کا ماتھا چھوا..... درپن اس وقت پوچھا کہ سینے سے لگے ہوش تھا اور نا
سے بھٹک رہا تھا۔

چھوٹی موٹی دوائی سیرپ تو میں دیتی رہی ہوں رام جی..... آج تو سویرے سے
بڑھ گیا ہے۔ دودھ بھی نہیں پیتا۔ پوچھا خاصی مضطرب لگ رہی تھی۔

خیر..... کوئی بات نہیں..... تم خود چلی جاؤ..... ڈاکٹر پر شاد کے آنے میں دو
گی۔ وہ بولے

رام جی..... کشمی دیوی اٹھلائی

کہنے میں ہمہ تن گوش ہوں۔ کہنے..... ہلارو ٹوک کہنے..... وہ ہنکے۔

آپ جانتے ہیں..... میں آداب پرورش سے آشنا ہوں..... اس قدر خنصے منھے بچے کے لئے شب و روز تکلیف برداشت کرتا ہمارے بس کی بات نہیں۔ کشمی دیوی روہنسی سی ہوئی۔

مت پریشان ہوں..... بھگوان اچھا کریں گے..... ہمارا بچہ ہے..... اور ذمہ داری بھی ہماری ہے۔

بڑی چاہت سے سیوک رام نے سامنے بیٹھی کشمی دیوی کے نازک شانوں کو دیا اور درمیانی میز پر رکھی پٹری کی کاپی طرف سر کیا۔

کشمی دیوی دراز پاؤں کو ایک طرف گراہے غبار آگیس لگا ہوں سے چائے بناتے اپنے پتی کو سنبھل رہی..... جن کے چہرے پر آتش بی آتش تھی۔

بھگوان کی سونگہ ہے دیوی جی نہیں آپ سے بہت محبت ہے..... اگر ہم پاپ نہ بھی بنے تو یوں ہی آپ کے ساتھ جیون گزار دیتے۔ وہ چائے کاکپ پکڑاتے ہوئے بولے۔

یہ ہمارا بخت ہے رام جی..... ہمیں آپ جیسا پتی لا..... لیتیں جانتے ہم بہت خوش نصیب ہیں..... اس بات کا اعتراف تو ہماری ماما بھی کرتی ہیں..... اگر راج ماتا بھی کہتی ہیں کہ سیوک رام جیسا داماد کہیں نہ ملتا۔ کشمی ہنس دی۔

وہ بھی سسکرائے

پوچھا اٹھی..... انہوں نے پوچھا گاڑی سے اترتے دیکھا..... پیچھے واپس بڑا سا لفافہ لئے چلا آ رہا تھا دھر ہی آ رہی ہے۔ کشمی دیوی نے کہا

ہاں..... کیا بتایا ذکر نے۔

وہ پوچھا قریب آتے دیکھ کر بولے۔

ہلکا سا نمونے کا اثر ہے رام جی..... ڈاکٹر صاحب نے بولا کہ ان دواؤں کے استعمال سے جلد آرام آجائے گا۔ وہ واپس چلا گیا۔ کشمی دیوی نے کہا

ٹھیک ہے..... باقاعدگی سے دوائی دو..... دیکھو روپے پیسوں کی ضرورت ہو تو بتا دیتا..... سیوک رام بولے

میری تنخواہ اور درپن کا وظیفہ ہی بہت ہے رام جی..... بھگوان کی دیا سے سب کچھ ہے

کیا سمجھانا چاہتی ہیں آپ..... بتائیے..... وہ بڑی چاہت سے مسکرا کر بولے..... میں چاہتی ہوں..... پوچھا اپنے بچے کے لئے رکھ لیں..... دور گئی اور درپن

سیوک رام ایک دم بولے۔

درپن کو کسی قیمتی خانے میں داخل کروادیتے..... کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ ایسا مت سوچو، سیوک رام کو دیوی کشمی سے ایسی سفاکی کی ہرگز توقع نہ تھی..... نگاہیں اٹھا کر بغور وہ کشمی

دیوی کی آنکھوں میں سمجھتا رہے۔

میں نے راتو نہیں بولا رام جی..... اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں..... وہ سہم گئی۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس قدر نازک پھول کی طرح نرم اور الفاظ اس قدر کارلی ضرب لگانے والے نیشتر کی طرح..... وہ افسردہ سے ہو گئے۔

آپ برا مان گئے..... دیکھئے لا..... درپن سے ہمارا کیا واسطہ..... جہاں اور کشمیری آزادی کی بجھت چھٹ گئے ایک ہی تالوں پچہ اور سہی..... وہ سیوک رام کو گھورنے لگیں۔

سیوک رام نے گہری نظر سے کشمی دیوی کو دیکھا..... ان کی بڑی بڑی خوب آگیس آنکھوں میں خود غرضی کے ناک پتھکریں مارتے ہوئے شعلوں کی طرح محسوس ہ

رہے تھے۔

درپن بلند خان کا بیٹا نہیں ہے بلکہ میرا ہے..... میں اس کے ساتھ کوئی ایسا پاپ نہیں کروں گا..... وہ آتش لہجے میں بولے

آپ کیا کہتے..... وہ حیرت زدہ سی بولی۔

درپن کی ولدیت میری ہے..... وہ میرے پاس پیدا ہوا ہے..... اس طرح میرا بیٹا ہے..... کشمی جی..... آپ بھی اسے اپنا سمجھئے..... وہ بڑی محبت سے کشمی دیوی

رحم کی طرف متوجہ کرتے گئے۔

کیا وہ جو ولدیت آپ کی ہے..... لے پاگ ہی تو ہے..... ایسے بازاری بیٹے وفاد نہیں ہوتے..... پھر مسلمان کا بچہ..... کشمی وہ فائدہ کر گئے۔ زبردست ریک انداز پ

کشمی دیوی نے شانے اچکائے۔

آپ درپن کے لئے پریشان مت ہو کریں..... اپنے بچے کے لئے گورنس رکھنا ہمار ذمہ داری ہے..... آپ ذہن پر کوئی دباؤ نہ دیں..... پوچھا تو سیدھی سادھی لڑ

ہے..... ہمیں آپ کی طرح بچہ بھی چاہاں دول سے عزیز ہے۔ وہ محبت سے ہنس دیئے۔

اب بھی چلیں گی نا..... اُٹھانے بڑی محنت سے بیگم جواہر لعل کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اگر اس پہلی جی تو سنٹوش نہیں جاسکتا۔

وہ گہری سوچ سے ابھر کر بولیں۔

سوائی جی کس لئے ہیں۔ سنٹوش نے کہا۔

تمہاری بات درست ہے مینا..... اب کام بہت بڑھ گیا ہے..... سوائی جی نہیں منیال سکتے۔ بیگم جواہر لعل نے کہا۔

آپ ضرور جانیے..... میں وہ جاناؤں گا۔

سنٹوش حتی فیصلہ کرتے بولا۔

نہیں نہیں..... تمہارا جانا ضرور ہے۔ سنٹوش بیٹا..... یکم جواہر لعل نے سنٹوش کو وطن کرنا چاہا۔

اماں..... جیجائی کیا سوچیں گے..... آپ کا جانا ضرور ہے..... سنٹوش نے بڑی روت سے کہا۔

میں سیوک رام کو سمجھاؤں گی..... تم تیار ہی کرو..... ٹھیک ہے..... وہ سنٹوش کے مانے پر ہنسی مارتے ہوئے بولیں۔

ماتا جی کہاں جانا ہے۔ دوسرے کمرے سے رمیش اندر داخل ہوا۔

سن لیا تم نے..... سنٹوش نے طنز کیا۔

آپ رمیش کو ساتھ لے جانا پسند نہیں کرتے..... اُٹھا ناگوار انداز میں بولی۔

رمیش ارد گرد بے درے نیاز ہو کر بیگم جواہر لعل سے ساتھ جانے کی اجازت مانگنے لگا۔

بیگم اُٹھا..... میں اس کا دشمن نہیں ہوں..... اس کی عادتیں اچھی نہیں ہیں۔

ہاں..... ہاں ضرور جانا..... تمہیں کون روکتا ہے۔ وہ محبت سے بولیں

میں تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ پلٹ کر سنٹوش نے کہا۔ کیوں..... جیجائی..... دیکھو نا ای بی..... بھائی کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ بڑی شرافت سے مسکرایا۔

تمہیں معلوم ہے..... میں تمہیں کیوں لے جانا نہیں چاہتا..... سنٹوش نے اُٹھا کی طرف دیکھا..... سنٹوش نے اُٹھا کی طرف دیکھا۔

اس نے شرابی کی گود میں اُٹھ کھولی ہے..... یہ عادت چھپتے چھپتے ہی چھوٹے گی۔ اُٹھا نے بڑی بے کسی سے بیگم جواہر لعل کی طرف دیکھا۔

..... رام خوش رکھے اچکے..... پو جانے عادی۔
..... کشمی صرف دیکھتی رہی..... وہ پو جاو اور درپن سے کسی قسم کا واسطہ ہی رکھنا پسند نہ کرتی تھی.....

جاؤ..... اور درپن کا خیال رکھنا..... سیوک رام نے کہا۔

آپ بے فکر رہیں رام جی..... درپن تو میری جان ہے۔ وہ درپن کو سینے سے لگائے پلٹ گئی.....

رام جی..... کشمی دیوی کچھ سوچ کر چوکی

کیا بات ہے..... اب کچھ اور خیال آگیا۔ سیوک رام ہنس دیے

بلند خان نے دو شادیاں کی تھیں۔ وہ ہجرت سے بولی۔

خیال ہے دوسری کی تھیں۔ ویسے میں زیادہ نہیں جانتا۔ سیوک رام گہری سوچ سے ابھر کر بولے

پہلی بیوی تو کشمیری تھی میں نے دیکھی ہوئی تھی..... یہ درپن اسی کا بچہ ہے نا..... کشمی نے کہا۔

اسی کا ہے شاید..... دوسری شادی کچھ ماہ بعد ہوئی تھی..... سیوک رام نے کہا۔

چند لمبے دونوں خاموش رہے.....

میں بلند خان کے گھر یہ مسائل سے واقف نہیں تھا..... ہماری ملاقات اکثر باہر یا آفس میں ہی ہوتی تھی.....

سر دھوا کے تہہ بھونگوں نے دونوں کو شدید سردی کا احساس دلایا۔ اندر چلتے ہیں..... سر دھوا چل رہی ہے۔ سیوک رام کھڑے ہو گئے۔

چلے.....

دونوں اٹھے.....

آپ چلے میں درپن کی خبر لے کر ابھی آتا ہوں۔ سیوک رام لان کی مخالف سمت بڑھ گئے۔ کشمی دیوی نے نگاہیں پچھچکائیں..... وہ جان چکی تھی کہ درپن کے معاملے میں سیوک رام کسی قسم کی زیادتی پسند نہیں کریں گے۔

بچے بھی آئے ہوئے ہیں..... اب تو ضرور جائیں گے۔ بڑا حرا آئے گا ماتا جی.....

شراب مت پیا کرو مینا..... بھگوان ناراض ہوتے ہیں۔ نیگم جو اہر لعل بڑی محبت سے ریش سے بولیں۔

ماتاجی..... کہہ نہایت..... میں نہیں پیتا..... وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولا۔

کواس کرتا ہے..... شراب تو اس کی گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ سنتوش کو غصہ آ گیا۔

اشٹا خاموش کئی جا رہی تھی..... جی مضبوط چارہ ربا تو سب سبک کر دینے لگی۔

ریش سے سبھی نظروں سے بہن کو دیکھا۔

سنتوش..... نیگم جو اہر لعل نے پکارا.....

جی..... ماتاجی

تمہاری بیٹی جانے بھٹے ناپسند ہے کہ برہہ بات کہہ جاتے ہو جو دوسرا نہ سنتا ہے۔ نیگم جو اہر لعل نے اشٹا کو ساتھ لگایا۔

ماتاجی..... میں نہیں جاؤں گی..... میں جاؤں گی تو ریش جائے گا وہ آنسو صاف کرتے بولی۔

ماتاجی جان..... اس گھر کا دیکھ تم ہو..... تم نے ہمیں اتنی خوشی دی..... ہمیں پستے پوتے سے نوازا..... تم تو روشنی ہو میرے آنکھ کی..... وہ سبک سبک کر نیگم جو اہر لعل کے شانے سے لگی روئی رہی..... بس..... یہ لاڈ پیار ہے نا..... عادت کا بڑا کر رہی

ہے آپ نے اشٹا کی وہ چھٹی چھٹی محبت کو باکر بولا..... اور اشٹا کو کن اکھوں سے دیکھا۔

بیٹی ہے میری..... میں لاڈ نہ کروں گی..... تو اور کون کرے گا..... وہ نظریں جھکا کر اشٹا سے بولیں۔

جائے لاؤں آپ کے لئے..... اشٹا بڑی معصومیت سے چہرہ صاف کرتے بولی۔ اور سنتوش فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس دیا..... اس کے ساتھ ریش بھی ہنس دیا۔

ہاں..... نہ در میری جان..... سنتوش اور ریش کے لئے بھی..... وہ ہچکارتے ہوئے بولیں۔

اشٹا نہ سہرے سنتوش کو ہنسنے ہوئے چل دی۔

کسی ملازم سے کہو بیٹی..... وہ جاتی اشٹا سے بولیں۔ اشٹا جا چکی تھی۔

تمہارا جیون ساتھی بہت اچھا ہے مینا..... اشٹا جس ماحول میں مل کر جو ان ہوئی ہے..... پھر بھی اس کا دامن الائنس سے پاک ہے۔ تمہیں معلوم ہے گندگی ارد گرد کی ہر شے

اٹھ کر دیتی ہے۔ وہ سراسر اشٹا کی حمایت میں بول رہی تھیں۔

ہاں..... ماتاجی..... آپ بالکل بیچارہ مانتی ہیں۔ ہاں ماتاجی..... دیدی بڑی اچھی

ہے..... مجھے بھی بری باتوں سے روکتی رہتی تھی۔ ریش نے کہا۔

ماتاجی..... میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے۔ سنتوش نے جاتے ہوئے ریش کو دیکھ کر کہا۔

مینا..... ریش اس کا بھائی ہے..... ہو سکتا ہے..... تمہاری اس طرح کی گفتگو سے اٹھ کر وہ چھٹپٹا ہو۔ نیگم جو اہر لعل نے واضح طور پر کہہ دیا۔

I am sorry mam..... آئندہ خیال رکھوں گا۔ وہ معذرت خواہی کے سے انداز میں اٹھتے ہوئے بولا۔

Thank you..... آئندہ خیال رکھنا..... اس کی دل شکنی نہ ہو..... وہ مسکرا دیں۔ اور سنتوش باہر نکل گئے

وہ چائے کا پانی رکھ چکی تھی۔ ایسے کاموں کے لئے بہت سے ملازم ہیں..... وہ اشٹا کے قریب چلا گیا۔ مجھے کام کرنا اچھا لگتا ہے۔ وہ کندنی چہرے پر آوارہ کامل کو سمیٹتے ہوئے بولی۔

میں ہزاروں۔ وہ ہاتھ نہ بڑھا کر بولا۔

رہنے دیتے..... لیکن آوارہ حندی کامل واپس پھر اپنی جگہ پر آگئی۔ وہ ابھی تک منہ دور سے ہوئے تھی۔

ابھی تک ناراض ہو۔ وہ اپنے ہاتھوں میں اشٹا کے چہرے کو قہقہہ کر بولا۔

یہ بھی..... کوئی دیکھ لے گا۔ وہ درباری سے مسکرائی اور سنتوش ساری جان سے فریفت ہو گیا۔

یوں ہی خوش رہا کرو..... اچھی لگتی ہو۔ وہ محبت سے بولا۔

اشٹا خاموش خوبصورت ایرانی کپ پلٹ میں رکھنے لگی۔

اشٹا..... وہ آہستہ سے بولا۔

جی..... جیسے اشٹا کو سنتوش کی آواز دور کہیں سے سنائی دی۔ تم خوش ہو نا میرے ساتھ۔ وہ اشٹا کی تھوڑی اشاکر بولا۔

ہائے رام..... سنتوش جی..... خوش کیوں نہ ہوں گی..... آپ کے ساتھ.....

اگر آپ نہ ملتے تو میں گنگا میں ڈوب مرنے..... غیر ارادی طور پر اشٹا سنتوش سے لپٹ گئی۔

اشما..... سنٹوش نے چہرہ جھپکایا..... آشاک بھی بولی گاہوں میں ایک کرب ایک دکھ اور لذت سی نظر آئی..... یہ سب ماضی کے تجھے تھے..... کیا سوچنے لگی ہو..... اشما..... سنٹوش نے دونوں شانوں سے تمام کرا آشاکو اپنے سامنے کیا۔

سنٹوش جی..... میں سوچتی ہوں..... کہ ایک وقت کی روٹی کے لئے مجھے سارا دن مشقت کرنا پڑتی تھی..... جب شام کو مجھے اور ریشم کو تین روٹیاں ملتی تھیں..... وہ افسردہ سی ہو گئی۔

تین روٹیاں؟..... وہ چوک گیا۔

جی..... وہ میری اور ایک ریشم کی..... اپنی ایک روٹی میں سے میں ریشم کو بھی دے دیتی تھی کہ یہ لڑکا ہے..... اور اس کی بھوک بھی زیادہ تھی..... وہ سنٹوش کے پرورد چہرے کو دیکھنے لگی۔

یہ بھوک بڑی ظالم ہے..... اور تم بھوک رہتی تھی..... Very Sad..... وہ حد درجہ غمگین اور مضطرب نظر آنے لگے۔

اور کیا کرتی..... چاچی گن کر روٹیاں دیتی تھی..... وہ ایک دم بولی۔

چلو دفع کرو..... بھول جاؤ ماضی کو..... اس گھر کی تم مالک ہو..... یہ تمہارا گھر ہے..... بلکہ ہم بھی نوکر ہیں جناب کے..... سنٹوش نے بڑی چابست اور شریرانہ انداز سے آشاک کے نرم و گلداز رخسار پر ہلکی سی چپت ماری۔

ایسا نہ کہیں سنٹوش جی..... میں تو باندی ہوں آپ کی..... آشما نے چائے دانی فرے میں رکھی۔

یہ سب بھگوان کا کرم ہے..... تم مدعاے میری تھی اور میرے پاس چلی آئی..... جو لمحات گزر گئے..... ان کو بھول جاؤ وہ آشاکو بھیجی دے کر بلا۔

اب تو مجھے صرف ریشم کی فکر ہے..... ریشم کی فکر چھوڑ دو..... اماں سے ٹھیک کر لیں گی..... سنٹوش نے آشاکو اس غم سے بھی آزاد کرنا چاہا۔

پاپا.....

ماما..... بچوں نے آتے ہی پکارا.....

بیچے آگئے..... دونوں بٹتے ہوئے چکی سے باہر آگئے..... میں چائے لے جاؤں لی بی۔

خانساں قریب آتے بولا۔

ہاں ہاں..... راجو..... لے جاؤ..... ہم آتے ہیں..... سنٹوش نے کہا۔
بچہ یہ چھوٹا سا قافلہ پیچم جو اہر محل کے پاس میں چل دیا۔

○

لال محل حسین محرابوں اور عالی شان چوبتروں اور دلکش راوداریوں سے آراستہ جس کو نئے سرے سے آرائش و زیبائش کے ساتھ مزین کیا گیا تھا۔ حویلی کی ہر شے اعلیٰ اور نایاب تو تھی لیکن اس میں مالک کے ذوق سلیم کا بھی دخل تھا۔ سیوک رام جیسے سچانے کے فن سے بخوبی واقف تھے اور انہیں کام کا رومنا آتا تھا۔ مہمانوں کے لئے الگ جگہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جہاں طاؤسی طرز کا تالاب جس پر سفید چاندی کی طرح ابلتاپانی کسی مغلیہ دور کی یادگار معلوم ہوتا تھا۔ باغ کی زیب و زینت قابل دیدی تھی۔ دن قریب آ رہے تھے ہر شخص اپنے کام میں مگن نظر آ رہا تھا۔ ہر ملازم کو اس کا کام سونپ دیا گیا تھا تاکہ مقررہ وقت پر دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

کشمی دیوی ہر ذمہ داری سے آزاد تھیں۔ خیال رکھنے کو ہمہ وقت نرس موجود رہتی۔ نرس کی باتنا کشمی دیوی کی مجبوری تھی۔

سسز..... جو اس خالی گلاس پر کرتے کشمی دیوی بڑبڑا گئیں۔

دیوی کی اس طرح چونکا آپ کے لئے درست نہیں ہے..... نرس نے گلاس پکڑا۔

کچھ نہیں ہوگا۔ کشمی دیوی نے لاپرواہی سے کہا۔

اس طرح صحت پر برا اثر پڑ سکتا ہے..... اعصاب جھک جاتے ہیں۔ نرس نے سمجھانے کی کوشش کی۔

جو پائے پاس جانا ہے۔ کشمی دیوی جو تاپیتے ہوئے بولی۔ یہاں بلا لیجئے..... اگر مناسب سمجھیں تو میں بلاؤں۔ نرس مودب بولی۔

نہیں..... ہم خود ملنا چاہتے ہیں اس سے۔ ضروری باتیں ہیں جو اس کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں۔ کشمی دیوی نے بڑی احتیاط سے قدم بڑھا دیے۔

ٹھیک ہے دیوی جی..... ہم منتظر ہیں گے آپ کے..... نرس نے مسکرا کر کمرے کے ماحول پر نظر دوڑائی۔

کشمی دیوی باہر نکل گئیں۔

مندر کا آخری ٹھنڈے بچا تھا..... پوجا درجن کو نہلا کر عبادت کے لئے تیار ہو رہی

دیوی کو دیکھنے لگی۔ کاشمی دیوی محتاط چال چلتی رہنے لگی۔
کیا بات ہے رام جی۔ کاشمی دیوی نے سیوک رام کو کمرے میں بے چینی سے ٹھٹھکے دیکھ کر کہا۔

کہاں تھیں آپ..... رام قسم۔ آپ نے بہت مضطرب کیا۔ وہ جھلا کر بولے۔
کیا ہوا رام جی..... آپ پریشان کیوں ہیں۔ کاشمی دیوی نے بڑی اضطراب سے جب سیوک رام کو کمرے میں ٹھٹھکے دیکھا۔

یہ بات کم پریشانی کی نہیں ہے..... سیوک رام گھبرا اے۔
کونسی بات رام جی..... کاشمی دیوی نری سے بولی۔
اس قدر طویل زینہ چڑھ کر اوپر پوجا کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ سیوک رام قریب ہو گئے۔

ہم درپن کو دیکھنے چلے تھے۔ ایک دم کاشمی دیوی ہنس دی۔
آپ معمولی نہ سمجھا کریں..... آپ ہمارے جسم کا کھد ہیں۔ آپ کو کوئی تکلیف ہوا اور ہم پر سکون رہیں..... وہ محبت سے کاشمی دیوی کی زلفیں سلجھا کر بولے۔
ہائے رام جی..... بھگوان کی کربا سے میں ٹھیک ہوں..... میں تو درپن کو..... کاشمی دیوی رک گئی تھی۔

درپن ٹھیک ہے نا۔ سیوک رام نے کہا۔
..لوں ٹھیک ہیں۔ وہ اٹھ کر چٹک پر بیٹھنے بولے۔
ایسی کیا بات تھی جو آپ پوجا کو ملنے چلی گئیں۔ سیوک رام کے الفاظ میں حیرت کا عنصر بھی غائب تھا۔ انہوں نے گہری نظروں سے کاشمی دیوی کے پرکشش چہرے کو دیکھا.....
ان کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔ بتائیے نا..... ایسی کیا بات تھی..... جو آپ پوجا اور درپن کو دیکھنے کے لئے گئیں۔ سیوک رام قریب بیٹھ گئے۔
ضروری بات ہی تھی رام جی..... کاشمی دیوی نے بڑی اچانکیت سے سیوک رام کے

ہاتھ پر چڑھا رکھا۔
سیوک رام نے کاشمی دیوی کے انداز میں زبردست اسراریت محسوس کی۔
ہم سے کیا پردہ..... بتائیے نا..... سیوک رام نے پلٹ کر محبت سے کہا۔
سیوک رام جی..... ناراض مت ہوئے گا..... ہم پوجا اور درپن کو ہرگز مہمانوں کے

تھی..... جب سے آئی تھی مندر جانا بھی نہ بولتی.....
پوجا..... کاشمی دیوی داخل ہوئے بولیں۔

دیوی جی..... آپ..... پوجا جانے۔ راخت پلٹ کر دیکھا
کاشمی دیوی نے بغور پوجا کی دراز چوٹی کو دیکھا۔ سفید ساڑھی میں موس پلوسر پر اوڑھے
دراز چوٹی کو پلٹ کی جانب گرا کر وہ سیدھی ہو گئی۔

کاشمی دیوی ایک لمبے کے لئے پر سکوت ہو گئیں..... یہ پوجا بندوستانی ہے۔ درپن ۲
گیا۔

کاشمی دیوی نے معصوم درپن کو بڑے غور سے دیکھا۔ وہ نرم و نازک صحت مند بچہ اور
دلکش ضد خال..... کاشمی دیوی کو حیرت ہوئی..... وہ یوں سفید لہڑ پر سو رہا تھا جیسے آسمانی
فرشتہ دنیا میں آ گیا ہو۔ درپن جنہیں تنگ تو نہیں کرتا۔ کاشمی دیوی نے کہا۔

تنگ کیا دیوی جی..... درپن تو میرا بیٹا ہے..... میرے بدن کا ٹکڑا ہے۔
ہوں..... کاشمی دیوی نے آہستہ سے کہا

درپن مجھ سے بہت پیار کرنے لگے۔ دیوی جی..... پوجا جاسرت بھرے لہجے میں بولی۔
ہاں..... تمہارا عادی ہو گیا ہے..... ختم دینے سے پرورش بہت دشوار.....
جانتی ہے۔ پوجا جانے کہا۔

میں تم سے کچھ کہنا پنتی تھی۔ کاشمی دیوی نے کھڑے کھڑے ہی کہا۔
جی..... مجھ سے..... کوئی خطا ہو گئی ہم سے..... پوجا ایک لمبے میں اداس ہو گئی۔
پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... کاشمی دیوی نے متنبہم ہو نون کو ٹول کر

کہا۔
پھر کیا بات ہے دیوی جی..... پوجا جانے ایک دم کہا۔
جنہیں علم ہے تاکہ گفتگوں قریب آ رہا ہے۔

جی.....
مہمانوں کے سامنے درپن کو مت لانا..... کاشمی دیوی کے انداز میں ترشی مترشح ہو
۔۔۔۔۔ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ رام جی کا تم فکر مت کرو..... جنہیں جو کہا گیا وہی کرنا.....
بہت اچھا دیوی جی..... ویسے ہی ہو گا..... پوجا جانے دونوں ہاتھ جوڑے اور جاتی کاشمی

آہستہ آہستہ لال محل مہمانوں سے خالی ہونے لگا تھا۔ ملازم محل کو نئے سرے سے درست کرنے کے لئے کمر باندھ چکے تھے۔ اس ہنگامے میں محل میں بے ترتیبی اور بد نظمی سی پھیل گئی تھی۔ کوئی چیز بھی اپنے مقام پر نہ تھی..... ہر چیز اشل پتھل ہو چکی تھی۔
لان میں کرسیاں چھٹی تھیں..... میٹھی میٹھی سوپ کا مزہ لیا جا رہا تھا۔ آٹھ اور سنٹوش پاس پاس بیٹھے تھے..... اس وقت لکشی دیوی اکیلی تھیں۔ سیوک رام آج کی دنوں کے بعد آفس گئے تھے۔ اس لئے موجود نہ تھے..... بچے اپنے ریش ماموں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے۔

لکشن..... ہمیں بھی اجازت دو جانے کی۔ سنٹوش نے کہا۔
اجازت..... واپس دہلی جانے کی..... یہ کیسے ہو سکتا ہے بھیا..... لکشی دیوی ایک دم اداس ہو گئی۔

بہنا..... تمہیں معلوم ہے کہ اور بار صرف ماما جی سنبھالے ہوئے ہیں۔ اب جانا بہت ضروری ہے۔ سنٹوش نے مجبوری ظاہر کی۔

ہاں ہاں..... لکشی..... ہمیں چلا جانا..... ماما جی اکیلی ہیں۔ آٹھ نے کہا۔
میں نہیں جانے دوں گی..... رہا س اکیلے رہنے کا..... تو ماما جی عادی ہیں اکیلے رہنے کی۔ لکشی نے ٹال دیا۔

تمہاری بات بھی درست ہے..... پھر بھی اب کیا کریں گے کہ..... سنٹوش نے سنی اجازت چاہی۔

ابھی نہیں بھیا..... کچھ دن رک جائیے نا..... لکشی دیوی نے منت بھر۔ لہجے میں لہا۔

سنٹوش نے آٹھ کی طرف دیکھا..... جیسے اجازت چاہتی ہو۔ آٹھ نے سر کو جنبش دی۔
ابھی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ ریش دو دنوں بچوں کو لے کر اگیا۔ چبھائی..... آج ٹیڈر دیکھنے چلیں۔ ریش نے درخواست پیش کر دی۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئے..... حالات دیکھو ہیں کشمیر کے..... سنٹوش کو کھنکھاہٹ۔
آپ کو حالات سے کیا..... رام جی کی گاڑی لے جائیے..... لکشی نے مسکرا کر کہا۔
کشمیر کا کیا ہے گا..... اس قدر قتل و غارت..... اف..... آٹھ نے کانوں کو ہاتھ لگا لگا۔
اس میں بھارت کا قصور نہیں ہے..... یہ کشمیری آزادی کا نعرہ چھوڑ کیوں نہیں

سامنے نہیں آنے دیں گے۔ وہ بڑی دلربائی سے بولیں۔
اس کی وجہ؟ وہ حیرت میں کھو گئے۔

بس یو جی..... وہ مسکرا دی۔
پھر بھی کوئی وجہ تو ہوگی..... ملاوچہ تو یہ ستم روا نہیں ہے دیوی جی..... سیوک رام کا لہجہ تیر تھا۔

رام جی..... ہم صاف صاف کہہ دیتے ہیں..... یہ مسلمان بچہ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔
لکشی دیوی کے انداز میں نفرت کے شعلے لپکے

اوہو..... کیسے سمجھاؤ آپ کو..... دیوی جی..... درپن ہندو ہے اور ہندواری کی گود میں پرورش پا رہا ہے..... آپ یقین کیوں نہیں کرتی۔ سیوک رام ٹھٹھا سے گئے۔

مجھے اتفاق ہے آپ کی بات سے..... لیکن آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ ہندو خان کا بچہ ہے اور مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ہے۔ لکشی دیوی نے الفاظ پر زور دیا۔

پیدا ہونے سے کچھ نہیں ہوگا..... جس ماحول میں بچہ پروان چڑھتا ہے..... وہی بننا ہے۔ درپن ہندو ماحول میں پرورش پا رہا ہے..... یہ مسلم کس طرح بن سکتا ہے۔ ہندو

دھرم سے سیوک رام نے بڑے وثوق سے کہا۔
لیکن اس کا جواب لکشی دیوی سے پاس نہیں تھا۔ لہذا خاموش رہی۔

دن گزرتے گئے۔ نقش کشن دن بہت قریب آچکے تھے۔ بلکہ بہت ہی قریب۔ ہر قسم کی تیاری مکمل تھی۔ تقریب بہت ہی رنگارنگ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے تھاکر سیوک رام نے ساری دہلی کو ہی مدعو کر لیا تھا۔ لکشی دیوی کے سینے والے بھی بڑے ترک و اشتام سے آچکے تھے۔ بیگم جواہر لعل نے سوائے خود کے سب کو ہی سری گھر جمع کیا تھا۔ سوامی جی جو موجود تھے۔ کاروبار کی ذمہ داری حسب دستور خود اٹھائی تھی۔ وہ سنٹوش کو اس خوشی سے محروم نہ کر سکے تھیں..... کیونکہ آٹھ کی اس میں خوشی پوشیدہ تھی کہ اس کے ساتھ سنٹوش ضرور ہو۔ وہ سنٹوش سے والہانہ محبت کرتی تھی۔ کیوں نہ کرتی سنٹوش نے گڑھے سے نکال کر اسے اکاش کا چاند بنا دیا تھا۔

سب لوگوں نے خوب انجوائے کیا۔ آنے والا ہر شخص خوش تھا۔ اکثر لوگوں کا جانے کو جی نہ چاہ رہا تھا لیکن کارزار حیات کو سکوت نہیں ہے۔ زندگی کو ٹھہرا دینا نہیں..... زندگی متحرک ہی رہتی ہے۔ بھاگنے والے منزل تک پہنچ جاتے ہیں جو ذرا کے وہ کھلا جاتا ہے

لے ڈگ بھرتا چلا آ رہا تھا۔

ہاں..... یہ رگوئی ہے..... سنتوش نے گہری نظر سے دیکھا۔

خستے سر کار..... لیکن اس کے ساتھ رگو پوری طاقت سے چوٹ گیا.....

رگو تم..... یہاں..... اُٹھا عالم حیرت میں اتر گی۔

ہاں میں رگو ہوں..... اور تمھارے بیوک رام جی کی چاکری کرتا ہوں۔ رگو نے ندامت

بھرے انداز میں تعارف کروایا۔

کہاں گئی تیری جوانی..... وہ اکثر..... وہ دوسری..... اُٹھا کو بات کرنے کا موقع مل

گیا۔

سب ختم ہو گیا..... شراب نے گھرتا کر دیا..... پتا ہی نے ایک دن اس قدر لی لی کہ

پھر اٹھ نہ سکے اور امان الی کی رخصتی کے ساتھ ہی چلی گئی..... ایسا دل کا دورہ پڑا کہ وہ جانبر نہ

ہو سکی۔

اور آئندہ..... اُٹھا ایک دم بولی۔

آئندہ شادی کر لی..... اور ملک سے باہر چلا گیا..... کو پتا پاگل ہو گئی۔ وہ پاگل خانے

ہے اور ملانے بھی کسی کے ہاں ملازمت کر لی ہے.....

اوہو..... اُٹھانے آنکھیں صاف کیں۔

very sad.....

ساری دولت تم لوگوں نے اڑا دی۔ وہ دولاکھ..... ریش میں بھی جرات کی۔

فارغ بیٹہ کر وہ دولت اڑا دی..... وہ ہی پیسے کام آئے جو آئندہ نے باہر جانے کے لئے پتا

بی سے وصول کئے۔ باقی سب شراب میں اڑ گئے..... بہت برا ہوا..... سنتوش نے

ہنس..... "واٹا کو نظر بھر کر دیکھ رہا تھا۔

اُٹھا..... تم تو ویسی کی ویسی ہو..... بارہ سال پہلے کی اُٹھا سے بھی اچھی..... رگو نے

اُٹھ سے اُٹھا کے خوبصورت روشن چہرے کو دیکھا۔

اب تو ترس نہیں کرتے۔ سنتوش نے کہا۔

اب کیا باقی رہا ہے..... بھگوان کا کرم ہے جو یہاں نوکری مل گئی ہے۔ رہنے کے لئے

بہت..... روٹی بھی مل جاتی ہے۔ رگو نے تشکر آمیز نظریں کشمی دیو پر ڈالیں۔

کو تپا کو کیا دکھا مل جاؤ اس کو اس قدر تکلیف پہنچی.....

دیتے..... یہاں ان کو کیا تکلیف ہے۔ کشمی دیو نے ناک سنبھری۔

چلے نا چیخا..... ریش نے اصرار کیا۔

چلتے ہیں..... سنتوش نے مضامندی ظاہر کی۔

بابا..... واپس چلے کو کھو پڑی گاڑی نکالے۔

واپس چلے نہیں سے سرکار..... خناساں برتن اٹھاتے بولا۔

کہاں ہے..... کشمی نے کہا۔

وہ صاحب کو لینے گیا ہے دیو جی..... خناساں برتن سمیٹے بولا۔

رگو نا تھا ہے.....

کشمی دیو نے کہا۔

رگو نا تھا ہے..... یہ کون ہے۔ اُٹھاری طرح چوکی..... سنتوش نے بھی کان کھڑے

کر لئے.....

دید کی..... کہیں وہی رگو نہ ہو..... ریش سہم سہم گیا۔

اس کے ساتھ ہی سنتوش کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا..... اُٹھا اور ریش نے سنتوش

دیکھا۔ بارہ سال بیت گئے..... تم دونوں بہن بھائی کے دل سے رگو کا خوف نہ گیا۔

رگو کو بھیجو بابا..... نہ چاہتے ہوئے بھی کشمی خس دی۔

وہ ٹٹائی لی کی گاڑی صاف کر رہا ہے..... کہہ دوں گا جاتے ہوئے بابا بولا۔

یہ ٹٹا کون ہے۔ اُٹھا نے کہا۔

رام جی کے لئے والوں میں سے ہے..... کشمیر پر سروے کرنے آئی ہے۔ کشمی

نے تھکے تھکے انداز میں ایک لٹائی۔

مٹری اسے کچھ نہ کہے گی۔ ریش نے کہا۔

نہیں..... اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا..... حکومت کی اجازت سے آئی ہے۔

دید کی..... وہ دیکھو..... رگو ہی ہے..... دلی سے یہاں کیے آگیا۔ ریش نے

لان کے دروازے پر نظر ڈالی۔

سنتوش جی..... یہ تو واقعی رگو ہے۔ کشمی نے بھی نظریں اٹھا کر دیکھا۔

نوکھا سزا..... بھگ پاجامہ..... کٹے کٹے میں بلبس لبی بچکے کی طرح گر

بکھرے اڑا لے بال چھوئے ہوئے جس میں خاصیت تعداد شید بالوں کی تھی..... وہ

رگو..... یار کیا ہوا تمہیں..... یاد آ رہا ہے کوئی..... گامو گھڑ کر اس کے پاس بیٹھ گیا
کوئی نہیں گامو گھڑ کر یاد کروں..... کوئی بھی تو نہیں ہے بس کو یاد کروں..... رگو کی
میں چچ نکل گئی..... وہ گامو کی گود میں چہر اچھا کر تپ تپ کر رو دیا.....
رو لے..... غبار دھل جائے گا..... اور طبیعت کو حسین مل جائے گی..... راجو نے رگو
لے سر پر ہاتھ بھیرا.....

چند لمے دور آتا رہا..... بلک بلک کر..... تپ تپ کر
گزرے لمحوں کا زہر پائل اس کی روح کو ریزہ ریزہ کر رہا تھا..... وہ اتنا برا تھا..... جو
امی تھی..... آسمان کا بارہ نہ گئی..... میں برا تھا..... دھرتی کا ایک حقیر ذرہ بھی نہیں
..... بلکہ گندی ہالی کا ریختہ ہوا کیزا.....
رگو نے سر اٹھایا..... اور گامو کے اطمینان بھرے چہرے کو بندھ دیا.....
بتائے گا نہیں کچھ..... گامو نے مسکرا کر کہا.....

میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا..... صرف اتنا کہوں گا..... گامووں..... میں بہت برا
..... گزرے وقت کی تنہیاں میرے وجود کو جلا کر راکھ کر رہی ہیں..... میرے اندر
اٹھ جل رہی ہے..... میں جل رہا ہوں..... رگو نے جوش جذبات میں گامو کے شانے
دور سے سمجھنے..... اور سیدرہ حالت گیا..... جیسے اب سکت باقی نہ رہی ہو..... اس کی بڑی
بڑی فحش رہی تھی..... لیکن اب وہ بے سادہ تھا..... گامو اٹھا.....
کہاں جا رہے ہو..... رگو ایک دم سے چو کا.....

تمہارے لئے قبولالانے جا رہا ہوں..... شہریہ قبا اپنے سے طبیعت سنبھل جائے گی
اجھا..... رگو نے صرف اتنا کہا اور کروٹ بدل لی.....
آٹھ بارہ سال بعد بھی ویسی ہی تھی..... بلکہ پہلے سے بھی زیادہ حسین..... وہ سیدھا ہو
کر بیٹھ گیا اور گامو دوپ لے داخل ہوا.....
آٹھ بار..... قبول لے..... دل کو سکون تو ہوگا..... رگو اٹھ کر بیٹھ گیا.....
لے گرم گرم حلق سے آواز..... دیکھ لے..... میرے ہاتھ کا بنا ہوا قبوا..... گامو نے
اپ رگو کو تھامے ہوئے کہا.....

تیرا شکریہ کیسے ادا کروں گامو..... تیرے سوا اب میرا ہے ہی کون..... رگو کو ہمدرد گامو سی
نظر آیا.....

چلو بچو..... اٹھو..... کھیلو تم..... رمیش لے جاؤ ان کو..... کشمی نے رمیش
کہا.....
آٹھ خوند چاہتی تھی کہ بچے اس قسم کی باتیں ہمدرد گوش ہو کر سنیں..... آؤ بچو.....
رمیش نے آواز دی..... اور دونوں بچے ہلکے گئے.....
کو تھانک لڑکے سے محبت کرنے کی تھی..... اس نے شادی کا بیان بھی کیا تھا.....
مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ سدیش اچھا نوجوان نہیں ہے..... میں نے بہت ناراض کیا تو..... لیکن
وہ اپنی خند سے باز نہ آئی..... سدیش نے محبت کا جھانسہ دے کر کو تھانک کی آبرو ریزی کی اور اسے
گھر سے نکال دیا..... بس اس دن سے کو تھانک بول گئی..... میں اٹھ گیا..... اس لئے
کو پاگل خانے داخل کروانے کے بعد یہاں آ گیا..... جب بھی وہاں جانا ہوگا..... معلوم کر
گا.....

بہت دکھ ہوا..... آٹھ نے آنکھیں صاف کیں..... غم سے دل کٹ چکا تھا.....
ہمیں پتہ نہ تھا..... کو تھانک کو ملنے ہم جائیں گے..... آٹھ اور سنو شوش نے ایک ساتھ کہا.....
ٹھیک ہے.....

چند لمے ماحول افسردہ رہا..... ٹھہر کر رگو نے گاڑی نکالنے کو کہا..... نہیں یار..... اب
افسردہ ہو گیا..... پھر سہمی..... سنو شوش نے کھڑے ہوئے کہا.....
آپ تیار کریں بابو..... یہ تو سدا اناروٹ..... رگو کے دیران چہرے پر
اندوکی لا تعدو اکیریں انبر آئیں..... وہ زیادہ بڑھانگے لگا تھا.....
آٹھ کو بہت دکھ ہوا..... وہ بڑی پڑمردہ کھائی دینے لگی تھی.....

آٹھ کو اس قدر حسین ترین سندر دیکھ کر رگو کو اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی..... شراب
نے اس کی کیا حالت کر دی تھی..... رات بھینک جا رہی تھی اور اس کی بے کلی میں اضافہ
ہو جا رہا تھا..... ایک دم اس نے کروٹ لی اور جا رہا ہی بری طرح لرز رہی..... بھگو.....
..... اس نے ہاتھ کو پیشانی پر مارا اور اٹھ بیٹھا..... یوں جیسے سارے بدن کی تانیں کھینچ
ہوں..... وہ بری طرح سسک اٹھا..... مجبور ہے بس، لاچار..... وہ سوکھے سوگ
گھٹنوں میں سر دے دو رہا تھا.....

ارے..... رگو..... کیا ہوا تمہیں.....
سسکی کی کی آواز سن کر گامو پاکی آنکھ کھلی..... دونوں ایک ہی کوارٹر میں رہتے

یہ تو ٹھیک ہے..... لیکن میری حیثیت ہی کیا ہے..... ایک آوارہ 'برگ' ناواں تیز اندھی جہاں مرضی اڑا کر لے جائے۔ کاندھے پر لٹکے رومال سے رگونے آنکھیں صاف نہیں۔

تم ایسا کیوں سوچتے ہو رگونہ تھ..... اب سے پہلے تو تم ایسے نہ تھے۔ وہ بالوں کو پشت کی جانب سمیت کر بونی۔

اب سے پہلے میں سب کچھ بھول چکا ہوں..... تمہیں دیکھ کر میرا ضمیر مجھے کچھ کے مارنے لگا ہے۔ میں سر جانا چاہتا ہوں..... میں نے برا کیا ہے.....

دید ی..... رگو ایک دم چونک گیا۔

اور رگو کو دیکھ کر ریش کے تہ بدن میں آگ سی بھڑک اٹھی۔

تم..... یہاں..... دید ی کے پاس..... ریش زبردست ریک انداز میں بولا۔

ریش..... یہ رگو ہے..... چچا زاد..... اُٹھانے ریش کو ڈانٹا۔

جاتا ہوں..... کیا اس کی شقاوت بھول گئی ہیں آپ..... کتنے ظلم کئے ہیں اس نے ہمارے ساتھ..... رگو خاموش تھا..... جیسے قوت گویائی سلب ہو چکی ہو.....

یہ سزا پا چکا ہے..... تم مت اس کے بارے میں کچھ کہو۔ اُٹھا کورم آ رہا تھا اور دکھ بپا۔

ہند..... ریش اپنی دانست میں رگو کے وجود کو روندنا ہوا باہر نکل گیا۔

ریش کی بات کا براہ نہانا رگو..... تمہیں معلوم ہے نا یہ امتی ہے۔ اُٹھانے رگو کے دل کو ریش کی وجہ سے صاف کرنا چاہا۔

جاتا ہوں..... ریش بھی درست کہتا ہے..... کس کس ظلم کا حساب دوں گا..... بھگوان مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے..... میں اس حال کو پہنچا ہوں تو صرف اپنے پاپ کی وجہ سے..... میں پاپی ہوں۔

بھول جاؤ رگو..... بھگوان سے اپنے پاپ کی معافی مانگو..... وہ معاف کر دیں گے۔ اُٹھا نے رگو کی طرف دیکھا.....

میں کشمی سے کہہ کر تمہیں کوئی اور ملازمت پر رکھوا دوں گی..... اُٹھا کورگو پر بہت رحم آ رہا تھا..... کہاں تو خود پانی پیتا تھا..... اور اب ٹھاکر سیوک رام سے محل میں جھوٹے برتن مانجھتا ہے..... وہ کبھی..... تم سے سیدہ پاش ہو گیا۔ کپاسو گئے گی۔

بھگوان کو یاد کر پلنگے..... وہ سب کے ہیں۔ گامو نے ایک لمبا سگھونٹ حلق سے دیا۔

کیا کروں..... ماضی بھولنا نہیں ہے..... اُٹھا پھر اچھا چہرہ لائے اس کے سامنے گئی۔

دیکھو..... اگر تو تمہارا مابی خوبصورت اور سندر ہے تو یاد کرو..... اگر رونے دھونے والا ہے تو دفغان کرو..... وہ سے بھول جاؤ..... گامو نے لا پر واپسی سے ہاتھ چمکا۔

سندر ماضی کہاں سے پار.....

تو پھر دفع کرو..... کیا بچا ہندو دل جلانے کا.....

گامو نے کپ قریبی میز پر رکھا اور لینے کے لئے اپنے بستر پر چلا گیا۔

ہاں..... تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ گامو کی بات سن کر رگو نے بھی سونے کی کوشش کی۔ گامو کی باتوں سے اسے کچھ کچھ تسکین تو ہو گئی..... لیکن وہ اُٹھا کو نہ بھول۔ آج سے پہلے ایسا تو نہ تھا..... کاش اُٹھا کو نہ دیکھا ہوتا..... کیا کیا ہوئی تھلے بنایا کرتا تھا میں۔ سارے خواب ادھورے ہو گئے۔

دوسرے دن دس کا عمل ہو گا..... اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سنتوش ریش اور بچوں کے ساتھ باہر گئے تھے..... کشمی دیوی ڈرائنگ روم میں مہمان عورتوں سے گپ شپ مار رہی تھیں..... وہ ارد گرد سے بے نیاز کمرے میں چل دیا۔

اس نے دستک دی۔ آؤ..... کون ہے..... اُٹھانے کتاب بند کر دی۔

نستے..... اُٹھا دیوی..... رگو نے اندر داخل ہوئے نہات کا عاجزانہ انداز میں کہا۔

تم..... رگو..... کیسے آئے ہو۔ اُٹھا کورم سامنے لگا۔

تمہیں ملنا چاہتا تھا..... برا تو نہیں لگا..... میرا اس طرح آتا..... وہ کچھ خوفزدہ سا ہ گیا۔

نہیں تو..... بیٹھو..... اُٹھانے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

نہیں..... میں تمہارے برابر نہیں بیٹھ سکتا..... تم اب بڑی ہو..... رگو نہایت افسردگی سے بولا۔

نہیں رگو..... تم وہی ہو..... یہاں سب کو ظلم ہو چکا ہے کہ تم میرے چچا زاد ہو..... بھائی ہو میرے..... وہ بولی۔

وہ ساپ ہے..... اور اس کے پاس زہر کی ایک پوٹلی ہے..... جس سے وہ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے..... وہ ڈسنے سے باز نہیں آسکتا۔ سنٹوش نے بڑی محبت سے اُٹھا کواپنے ہاتھ چمکھ دیا۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں..... جان سنٹوش..... سنٹوش نے اُٹھا کی طرف دیکھا۔

ہاں دیدی..... جیجیجی ہاںکل ٹھیک کہتے ہیں..... رگو تو ساپ ہے..... ڈسنا اس کی

مات ہے جیجیجی..... ریمیش نے پوری طرح سنٹوش کی بات سے اتفاق کیا۔

تمہارے من سے بھر نہیں نکلے گا..... بچے کہاں ہیں۔ اُٹھا کوریمیش کی مداخلت اچھی نہ لگی۔

بچے ڈرائنگ روم میں رام جی اور دیوی جی کے پاس ہیں..... جیجیجی بہت محبت کرتے ہیں بچوں سے۔ سنٹوش مسکرا دئے۔

ہاں..... کشی تو کبھی تھی کہ تمام تعطیلات بچوں کو یہیں رہنے دیں..... اُٹھا نے کہا۔

ہم خود بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتے..... ایک چھوٹی سی جنت ہے ہماری..... سنٹوش نے اُٹھا کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

اور دوسرے لمحے ریمیش باہر نکل گیا۔

سنٹوش جی..... اُٹھا نے کچھ سوچ کر کہا۔

فرمائیے..... وہ ہرگز غور نہیں ہوتے بولا۔

اب کیا کرنا چاہئے..... رگو کو کچھ سے بات کرنے کی بات لے کر ممانعت تو نہیں..... اُٹھا نے شکر سانداز اڑا پٹایا..... اُڑوہ.....

اوہو..... یہی بھوت ابھی تک تمہارے دماغ پر سوار ہے..... سنٹوش جھلا گیا۔

میرا مطلب ہے کہ اب اس کو میرا علم ہو گیا ہے..... میں تو ڈر گئی ہوں..... اُٹھا کے

ہاں میں ماضی کا ظالم و جابر شرابی رگو کو ہونے لگا۔

ارے بھئی..... اس نے کرنا کیا ہے..... میں تو یونی جناب کو خبردار کر رہا تھا کہ وہ

ای اچھا نہیں ہے..... بس ذرا ملنے سے گریز کیا جائے.....

ٹھیک ہے.....

کھانا تیار ہے صاحب۔ گامونے پر دے کی اوٹ سے اطلاع دی۔

ہاں..... کچھ نہیں..... تمہاری نوکری کی بات کروں گی۔ اُٹھا نے پھر کہا۔

اور کیا نوکری کروں گا..... پڑھا لکھا تو ہوں نہیں..... برتن نہ مانجھوں گا تو جوتے

صاف کر لوں گا..... اور میں کچھ نہیں کر سکتا۔

وہ بڑا میاں لگ رہا تھا۔ اب جاؤ تم..... میں تمہارے لئے سوچوں گی..... اُٹھا نے مطمئن کیا۔

اچھا..... وہ کہتا ہوا باہر نکل آیا۔

رگو..... تم..... دونوں بچوں کے ہاتھوں کو تھامے سنٹوش دروازے میں ہی مل گئے۔

وہ جی..... اُٹھا دیوی نے بلایا تھا..... میں..... سنٹوش کو دیکھتے ہی رگو کی نگلی بندھ گئی۔

اچھا..... اچھا..... سنٹوش نے سر کو جھکا دیا..... سنور گودو بارہ جاتے رگو کو سنٹوش نے پکارا۔

جی سنٹوش جی..... گامو ہاے چائے بخوالاؤ..... بڑی طلب ہو رہی ہے۔

بہتر سرکار..... رگو نے مودب آگے بڑھ گیا اور سنٹوش اندر داخل ہوئے.....

اُٹھا دیوی..... رگو کو زیادہ مڑ لگانے کی ضرورت نہیں..... بڑی ہردردی ہو چکی ہے..... سنٹوش اندر جاتے ہی ترش روئی سے بولے۔

وہ خود آگیا..... میں نے تو اسے نہیں بلایا۔ اُٹھا نے غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

میں جانتا ہوں..... وہ جناب سے ملاقات کے بہانے تلاش کر رہا تھا..... اور گزشتہ

زیادتیوں کی معافی مانگ رہا ہوگا۔ سنٹوش نے دھپ سے صوفے پر بیٹھنے ہی کہا۔

بچو..... چلو ریمیش ماموں کے پاس.....

دونوں بچے بھاگ گئے.....

اُٹھا نے دیکھا کہ سنٹوش غصے میں ہے..... اس لئے بچوں کے سامنے کچھ بھی مناسب نہ سمجھا

اب کہئے..... کیا ارشاد ہے۔ اُٹھا نے سنٹوش کے شانے پر اپنی تھوڑی رکھ دی۔

تم مجھے بڑی عزیز ہو..... اور اس لئے بھی کہ میرے بچوں کی ماں ہو..... میں ۱۱

مخلص کے ہاتھوں تمہیں اور مصیبت میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ سنٹوش نے اُٹھا کو اپنے بازوؤں میں

لے لیا۔

اب تو وہ ختم ہو چکا ہے۔ کچھ نہیں رہا اس کے پاس..... اُٹھا نے افسردگی سے کہا۔

گاماندر آجاؤ..... بہتر سرکار..... گامو پر وہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

باہر کیوں کھڑے تھے..... اندر آ جاتے..... سنتوش بولا۔

ہم ایسا نہیں کرتے بابو جی..... بغیر اجازت نہیں داخل ہوتے۔ گامو نے مسکرا کر کہا۔

سنتوش نے حیرت سے اٹھا کی طرف دیکھا۔

کھانا گرم ہے سرکار..... دیوی جی اور رام جی دونوں بلارہے ہیں.....

چلو ہم آ رہے ہیں۔ اُٹھنا اور سنتوش کے ساتھ ڈرائیگ روم میں داخل ہو گئے۔

سنتوش..... بھئی بچوں کو چند دن اور رہنے دو۔ رام جی نے محبت سے اسے کود دیکھا۔

جی جی..... ان کی پڑھائی کا حرج ہو گا۔ اُٹھا مسکرا کر بولی۔

پڑھائی تو سیکھ کر ہی لیں گے..... ذرا ان سے محل میں رونق رہے گی۔ کشمی دیوی نے

پیاری سی شیشل کود دیکھا۔

سنتوش نے اُٹھا کود دیکھا۔

جی جی..... آپ کا کہا سر آنکھوں پر..... لیکن میں اب پریشان سا ہو گیا ہوں۔

سنتوش نے کہا۔

پریشان..... کیسی پریشانی۔ سیوک رام کے ساتھ کشمی دیوی بھی چونک گئیں۔

رگمو کی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔ کس موڑ پر سامنا ہو گیا ہے۔ سنتوش کو کسی قسم کے

تقصان کا اندیشہ محسوس ہوا۔

بھئی فکر نہ کرو..... ہمارے بچے ہماری نگرانی میں رہیں گے۔ اور اسی خوشگوار ماحول میں

کھانا ختم ہوا۔

☆ ○ ☆

فرمائیے..... پنڈت جی

سیوک رام ڈرائیگ روم میں بیٹھے دوسرے آنے والے مہمان سے بات کرتے

ہو گئے۔ بیٹی کے جنم پر اتنی خوشی کا اظہار..... ہمارے مذہب میں تو ایسا نہیں ہے۔ پنڈت

جی نے اپنی ارزنی آنکھوں کو عجیب انداز میں گھمایا۔

خوشی یا غم کا اظہار تو کسی مذہب میں نہیں لاگو۔ پنڈت جی..... سیوک رام نے ایک

نامک دوسری ٹانگ پر رکھتے مسکرا کر کہا۔

میں مانتا ہوں..... لیکن آپ کو ہندو ہونے کے ناطے یہ بات زیب نہیں دیتی۔ پنڈت

جی بیجیدہ ہو گئے۔

کچھ ماہ بعد کشمی دیوی کو قدرت نے ایک حسین ترین بیٹے سے نوازا..... راج کمار گول
مڑل پیارا بچہ تھا..... حسن کی لازوال دولت راجکمار نے اپنے پتا اور ماما سے وصول کر لی
تھی..... راجکمار کی ولادت پر سیوک رام نے غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کو
پکڑے، پیسے اور کھانا تقسیم کیا..... کشمی دیوی بہت خوش تھی۔ اس پر مسرت موقع پر
برادری کے تمام لوگ ہی موجود تھے۔ سنتوش، اُٹھا اور بچے بھی موجود تھے..... بیٹی کے گھر
میں اتنی بڑی خوشی ہو اور بیگم جواہر لعل نہ آئیں۔ سب لوگوں نے راجکمار کی صورت میں
کون اور اطمینان پایا تھا۔ بیگم جواہر لعل کو بھی گونا گوں تسکین اور اطمینان سا ہو چلا تھا۔ جو
بات ان کو رات دن ناگ بن کر ذوق رہتی تھی..... راجکمار کی پیدائش پر ختم ہو چکی
تھی..... اب وہ اپنی لاڈلی بیٹی بیٹی کے لئے مطمئن تھیں۔

اس طرح کئی چاند ابرھے..... اپنی باتوں سے کائنات کو منور کرتے رہے۔ بھگوان
نے بیٹے کے بعد کشمی دیوی کو پھر ایک بیٹی عطا کی..... لالہ سیوک رام کی مسرتوں کا کوئی
مکانات نہ تھا۔ بیٹی کی پیدائش پر انہوں نے جی کھول کر خرچ کیا۔ اکثر ہندو پنڈتوں نے کہا

سیوک رام جی.....

آپ کھل کر بات کریں..... میں سمجھا نہیں۔ سیوک رام کو حیرت ہوئی۔

بات یہ ہے کہ رام جی کہ ہندو مذہب میں لڑکی پیدا ہو..... اور اس قدر خوشی کا اظہار..... آپ نے تو حد کر دی رام جی..... رام..... رام..... مجبوراً پنڈت جی کو کہنا پڑا۔ اچھا..... میں سمجھا..... آپ درست فرماتے ہیں..... میرے نزدیک بیٹا اور بیٹی بھگوان کی ہی دیں ہے..... دونوں ہی اس کی عظیم نعمتیں ہیں..... تو پھر خوشی کا اظہار کیوں نہ کرو۔ سیوک رام کو پنڈت جی کی بات اچھی نہ لگی..... اس لئے وہ بڑی بے باکی سے کہہ گئے.....

اگر آپ کی بات درست ہوتی تو عورت کو سستی کا حکم کیوں ہوتا..... پنڈت جی نے دلائل سے کام لیا۔

یہ سب ہمارے اپنے خیالات اور خود ساختہ رسومات ہیں۔ اپنی بنائی ہوئی سیوک رام ناگوار سمجھے میں ہوئے۔

آپ اپنے دھرم سے کیوں پھر رہے ہیں سیوک رام جی..... ہندو دھرم میں ناری کو کہاں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ناری تو تباری ہے..... پنڈت جی اپنی بات پر اڑے رہے..... سیوک رام شاید بہت آگے تہذیب و تمدن میں جا چکے تھے..... وہ پنڈت جی کی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ قصہ مختصر بات چانے پر ختم ہو گئی..... خانسماں نے معد لوزامات کے جب فرامی ڈرائینگ روم میں ان دونوں کے سامنے رکھی۔

حالات کا چکر چلا رہا..... موسموں کا تغیر و تبدل یونہی اپنے اپنے راستوں پر گامزن رہا..... کئی چاند ابھرے اور اپنی چاندنی دیکھ کر تاریک راتوں کو لٹاؤں بنا گئے..... مشرق کی گود سے ہر روز ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا۔ دنیا کے ہر نفوس کو کارزار حیات کے نشیب و فراز میں دھکیل کر روپوش ہو جاتا..... راجنکار اور رتن بھی انگریز گورنرس مس ایلچی کی سرکردگی میں بہترین تربیت پاتے رہے..... چنانچہ در سال بیت گئے..... راجنکار پورے دس برس کا اور رتن اس سے چار سال چھوٹی تھی..... چھ سال کی رتن کو منول بے حد پیاری..... جو بھی دیکھتا دل و جان سے چاہنے لگتا۔ دکش و خدخال انار کی طرح سرخی جھلکتی رخساروں پر اس نے یہ سب کچھ کشمکش دیوی سے لیا تھا اور راجنکار بے حد توانا اور خوبصورت صحت مند بچہ تھا..... دیکھنے میں وہ بہو سیوک رام کا بچپن نظر آتا تھا۔

شام پانچ کا عمل ہو گا..... موسم قدرے ٹھنڈا تھا..... گورنرس بچوں کو تیار کر کے لان

میں لے آئی..... ملازم خوبصورت آرائشی میز پر چائے اور انواع و اقسام کی اشیاء رکھ کر نمائی کرے واپس لے گیا تھا۔ رتن نے اوپر اوپر دیکھا اور گورنرس کا ہاتھ جھڑا کر لان کے بڑے دروازے کی طرف بھاگ گئی۔ رتی..... گورنرس ایلچی نے ایک دم پکارا..... لیکن وہ زمین پر چڑھ چکی تھی

مس ایلچی..... رتی کہاں ہے۔ کشمکش دیوی اور سیوک رام ایک ساتھ کر سیوں پر بیٹھ گئے۔

اما..... رتی پوچھا آئی کے پاس گئی ہے..... میں بھی جا رہا ہوں..... راجنکار نے جانے کے لئے قدم اٹھائے۔

ٹھہرو..... نہیں جانا..... میں رتی کو بلاتی ہوں..... کشمکش دیوی نے ناگواری کا اظہار کیا۔

جانے دو بھئی..... درپن بھی ہمارا بیٹا ہے..... جاؤ بیٹا..... سیوک رام نے پکارا.....

درپن ہمارا بیٹا نہیں ہے.....

راجنکار رک کر سٹنے لگا.....

کیا کہہ رہی ہیں آپ..... بچے کے دل میں دوسرے مٹ ڈالنے دیوی جی..... کیا درپن میرا بھائی نہیں ہے..... وہ واپس پلٹ آیا..... راجنکار رو طہ حیرت میں اتر گیا.....

آئیے..... ہم کرکٹ کھیلتے ہیں۔ گورنرس نے راجنکار کو بازو سے پکڑا اور گراؤنڈ میں لے گئی۔

تمہیں معلوم ہے کہ درپن کی ولادت میری بی بی ہے۔ سیوک رام کو غصہ آگیا۔

معلوم ہے..... لیکن رام جی ولادت لیکنے سے درپن آپ کا بیٹا تو نہیں ہو سکتا..... کشمکش دیوی نے دور سامنے گورنرس کو راجنکار کے ساتھ کرکٹ کھیلتے دیکھ کر کہا۔

اوہو..... یہ امتیاز تینوں بچوں میں تفرقہ ڈال دے گا۔ سیوک رام دوبارہ کر سی پر بیٹھ گئے۔

آپ سمجھتے کیوں نہیں..... اگر درپن مسلم خون نہ ہو تا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ کشمکش دیوی نے پھر وہ فقرہ دہرایا جو ہمیشہ سے کہنی آئی تھی۔

یہ سب آپ کے اندر کا جو رہے..... ورنہ بات تو ایسی بات ہی نہیں ہے۔ سیوک رام

نہیں پوچھا..... بس یہی ٹھیک ہے۔ وہ بڑی رغبت سے سوسے کھاتی رہی۔
چائے سے فراغت پاتے ہی رتن نے درپن کی طرف دیکھا۔ آؤ..... کیرم بھیلیں۔ وہ
کری سے اترتے ہوئے بولی۔
نہیں..... رتی..... میں اب پڑھوں گا..... درپن نے بنور اس سفید بھورے بالوں
والی گڑیا کو دیکھا۔

میں تو نہیں پڑھتی وہ درپن کے پاس چلی گئی۔
تم چھوٹی ہو نا..... جب بڑی ہو جاؤ گی..... تو تم بھی پڑھا کر وگی۔ درپن نے رتن کے
اچھے بالوں کو اپنے ہاتھ سے سمجھا۔

پوچھا..... پڑھتے کیوں ہیں۔ رتن نے بڑی مصومیت سے پوچھا۔
بیٹا..... پڑھائی جہالت دور کرتی ہے..... ان کتابوں میں علم ہے..... اور ہمیں علم
حاصل کرنا چاہیے۔ پوچھنے درپن کی ایک کتاب اٹھا کر رتن کو دکھائی۔
ایک دم ملازمہ اندر آئی۔ رتی بی بی..... چلو بڑی بیگم صاحبہ بلاری ہیں..... ملازمہ
نے رتن کے پاس جاتے کہا۔

ماما بلاری ہیں۔ درپن نے کہا..... وہ بھی دوسرے بچوں کی طرح ماما ہی کہتا تھا۔
پوچھا..... رتی بی بی کو میرے ساتھ بھیج دو..... ملازمہ بڑی عاجزی سے بولی۔
نہیں جاتے ہم..... ہم بھیلیں گے درپن کے ساتھ..... رتن ایک دم درپن کے
پاس کھڑی ہو گئی۔

پوچھا..... تم جاؤ..... میں لے آتی ہوں۔ پوچھنے درپن سے چپکی تیز فز سانس لیتی
رتن کو بڑی محبت سے دیکھا۔

نہیں جاؤں گی پوچھا..... نہیں جاؤں گی..... وہ بھاگ کر صوفے پر چڑھ گئی۔
ٹھٹکٹا..... تم جاؤ..... میں لے آؤں گی..... ٹھیک ہے..... پوچھا کہنا۔
ہاں..... پوچھا..... ہم چھوڑ آئیں گے رتی کو..... میں جارہی ہوں۔ ٹھٹکٹا کہتی
ہوئی پلٹ گئی۔

آؤ..... درپن کیرم بھیلیں۔ وہ کمرے کے ایک کونے سے کیرم گھینے ہوئی بولی۔
درپن نے بڑی بے کسی سے پوچھا کی طرف دیکھا..... جس کا مطلب تھا کہ میں کیا

نے کہا۔
ایک دھڑکا سا ہے..... جو میری روح قفل کے ہوئے ہے۔ کشی دیوی نے غر حال
ہوتے سر کو پشت کی جانب کر سی پر رکھ دیا۔
Relaxes..... ختم کیجئے بات کو..... بتائیے ہماری گڑیا کہاں ہے۔ بیٹی کو ہمیشہ پیار
سے گڑیا کیجئے تھے۔

وہ آتے ہی بھاگ گئی..... اہلی نے کہا کہ وہ پوچھا کے پاس گئی ہے۔
کشی دیوی حسب عادت ناک چڑھا کر بولیں..... درپن کی وجہ سے ان کو پوچھا بھی
اچھی نہ لگتی تھی۔

ادھر ٹھیک سے دروازہ کھلا اور کام کرتے درپن چونک گیا۔
پوچھا..... اُٹھ ہی آئی..... درپن نے رتن کو دیکھ کر اپنی کتابیں سمیٹ لیں۔
میری رتی آئی ہے۔ پوچھا جگن سے باہر نکل
منہ سے پوچھا..... ننھے ننھے تھوڑے کر رتن مسکرائی.....

آؤ رتی..... ڈرائیگ روم میں..... پوچھا نے غضب کے سوسے اور نمک پارے
بنائے ہیں..... درپن صوفے سے اٹھتے ہوا مسکرایا۔

جگن کھد رہے ہو درپن..... کیوں پوچھا..... وہ سرت سے بھر پور انداز میں بولی۔
ہاں ہاں..... تم لوگ ڈرائیگ روم میں چلو..... میں چائے لاتی ہوں..... وہ وہاں
جگن میں داخل ہو گئی۔

رتن نے درپن کا ہاتھ پکڑا اور ڈرائیگ روم کی طرف چل دیئے۔ مجھے بیٹھا دو نہ
درپن..... وہ کرسی کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

ہاں..... یہ لو..... ٹھیک ہے۔ درپن نے نہایت پیار سے رتن کو دونوں ہاتھوں سے
تھام کر کرسی پر بیٹھا دو لکھاؤ..... سب تمہارے لئے ہے..... وہ سوسوں کی ڈش رتن
کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔

تم بھی کھاؤ..... وہ ایک سوسہ اٹھاتے بولی۔

ہاں ہاں..... میں بھی کھاؤں گا..... درپن نے ایک سوسہ اٹھالیا۔
لو پیٹا..... چائے لے آئی ہوں..... پوچھا نے کمرے پر رکھ دی۔
رتی بیٹی..... چائے پیو گی۔ پوچھا نے بڑے پیار سے کہا۔

کروں۔
 کھیل لو..... بچی ہے..... پو جانے کہتے ہوئے درمیان جگہ پر قائم رہ کر کمر رکھ
 دیا۔ درپن میں جیسوں گی نا..... وہ گھٹ کو اپنا نازک انگلیوں سے ٹھوکر مار کر بولی۔
 ہاں..... تم ہی جیتو گی..... تمہارا جیتنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ درپن محبت سے
 بولا..... درپن نے جان بوجھ کر گھٹ کو کوہن کے ساتھ کھرایا.....
 اور رتن نے بڑی معصومیت اور سادگی کے ساتھ کوہن کو خانے میں ڈال دیا۔
 میں جیت گئی..... میں جیت گئی..... پو جاہاں میں جیت گئی..... وہ دالیاں بجاتی درپن
 کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔
 ہاں ہاں..... رتی تم جیت گئی ہو..... اور میں ہار گیا۔ درپن نے ہنستے ہوئے پو جاکی
 جانب دیکھا۔ پو جا بھی ہنستی رہی
 اس طرح بڑے ہی خوشگوار ماحول میں نصف گھنٹہ بیت گیا۔ ارے..... بہت وقت ہو
 گیا..... پو جانے سامنے وال کلاک کی طرف چونک کر دیکھا۔
 درپن نے پو جاکی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا اور کھیل بند کر دیا۔ وہ پو جاکی آنکھ کا
 اشارہ جان چکا تھا۔
 کیا ہوا..... اب نہیں کھیلو گے۔ وہ ہاتھ روکتے ہوئے بولی۔ نہیں..... اب چلتے ہیں
 وہ بڑی اپنایت سے بولا۔
 اچھا..... گھوڑا بنو..... میں تمہارے کندھوں پر بیٹھوں گی..... وہ حسب عادت درپن
 کے کندھوں پر بیٹھنے کی فرمائش کرنے لگی۔
 بیٹا..... گر جاؤ گی..... اب آپ بڑی ہو گئی ہیں..... پو جانے رتن سمیٹتے پیار سے کہا۔
 کہاں بڑی ہوں پو جاہاں..... درپن تو تجھ سے اتنا بڑا ہے۔ وہ ہاتھ سے اپنا اور درپن کے
 قدم کا موازنہ کرنے لگی.....
 درپن گورا چٹا خوبصورت توانا بدن کا خوبصورت بچہ تھا..... اپنی تیرہ سالہ عمر سے
 قدم و قامت کہیں زیادہ نکال چکا تھا..... اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں ہر وقت رتن کی
 محبت کا عکس نظر آتا تھا۔ وہ اس کی کسی خواہش کو رد کرنا نہیں چاہتا تھا۔
 آؤ رتی..... بیٹھو میرے کندھوں پر۔ وہ پاؤں کے بل قائم رہ بیٹھ گیا..... پو جانے رتی کو
 اٹھا کر درپن کے کندھوں پر بیٹھا.....

جل میرے گھوڑے تک لگ..... وہ دونوں ہاتھوں سے درپن کے بال پکڑتے بولی۔ نہ
 بنا..... تکلیف ہوتی ہے نا بال پکڑنے سے..... پو جاہاں..... میں زور سے نہیں پکڑتی نا.....
 وہاں پر سختی نرم کرتے بولی۔
 کچھ نہیں ہو تا پو جاہاں..... اس کے پکڑنے سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ پو جاہاں کو
 اطمینان کرنے لگا۔
 اچھا ٹھیک ہے۔ پو جا پرے ہٹ گئی..... اور درپن بڑے محتاط انداز میں لان میں اتر گیا۔
 یہ..... یہ کیا بد تمیزی ہے..... گر جاؤ گی نا..... کچھ دیو ی بری طرح تڑپتی
 نہیں کرتی نا..... درپن تو گھوڑا ہے..... نہیں گراتا مجھے۔ وہ شانوں پر اچھلتے ہوئے
 بولی۔
 گراؤ سے گھاناو..... کشمی دیو ی ایک دم رتن کو درپن کے کندھوں سے نیچے اترا
 آیا۔ سیوک رام صرف دیکھتے رہے..... ان کو درپن کس قدر سلکھا اور سمجھ دار بچہ نظر آ رہا
 تھا۔ وہ ابھی سے دلکش شخصیت کا مالک تھا..... جب نوجوان ہو جائے گا تو نہ جانے کیسا ہو۔
 تن کو اتار کر درپن چلا.....
 درپن..... سیوک رام نے پکارا۔
 جی بابا..... وہ پلٹ کر بڑے مودب بچے میں بولا۔
 بیٹھو بیٹا..... چائے پیو گے..... پیانا چاہی..... ہم نے سمو سے کھائے اور چائے بھی پی
 اور ہاں پو جاہاں نے وہ..... وہ کیا ہوئی ہیں۔ وہی پھنکیاں بھی بنائی تھیں..... درپن نے
 فوراً رتن کی مشکل آسان کر دی۔
 ہاں..... یہی بی بی..... وہ کشمی کی گود میں اچھلی
 Very Good..... سیوک رام مسرت بھرے انداز میں بولے۔ اب اجازت ہے
 درپن نے کہا۔
 بیٹھو گے نہیں..... سیوک رام بولے۔
 کام بہت ہے..... پو جاہاں نے جلد آنے کو کہا تھا۔ وہ معذرت خواہی کے لہجے میں
 بولا..... وہ ذریعہ بچہ تھا..... کشمی دیو کی کاچر ہاتھار ہا تھا کہ اس کا دوجو نہیں ایک آنکھ نہیں
 ہاتا۔ اچھا سمجھتی..... جیسا تم چاہو..... سیوک رام نے کہا۔
 اور وہ صبر سے رتا ہوا ٹھہرا۔

میری صحت کیا خاک رہے گی.... جب یہ کشمیری مسلمان میرے سامنے پرورش پاربا ہے۔ وہ جھلا کر بولی۔

ایسا مت سوچیں.... درپن ہمارا ہے.... آپ اس کو کشمیری مت سمجھیں۔ سیوک رام نے اطمینان دلایا۔

میں صاف صاف کہے دیتی ہوں.... مجھے درپن ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ لکشی نے بڑی آگاری سے سر کو جنبش دی۔

مت ایسا سوچیں.... درپن جس ماحول میں پل رہا ہے۔ اب وہ کشمیری ہے نا مسلم.... وہ صرف ہندو ہے.... ہندو ہر دم کا ختم ہے اس کا۔

میرا من مانے کو تیار نہیں ہوتا.... رام جی.... لکشی دیوی بڑی معذوری سے بولی۔

دیوی جی.... درپن ہمارا کارک ہے دیوی جی.... اس کی وجہ سے ہمارے شہستان حیات اپنا رخ روشن ہوا.... اگر یہ نہ ہوتا تو وہ آرزو گل رہتا.... ہم بے اولاد رہتے۔ سیوک رام نے درپن کی اہمیت کا اندازہ بتا دیا۔

جانے بھی دیتے.... یہ سب بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے رام جی.... کسی شخص کا اداری حیات پر کوئی اثر نہیں پڑتا.... اپنے چہیون کے ساتھ اس قسم کی باتیں منسوب کر لینا سب دقتاؤں کی ہیں رام جی....

سیوک رام نے اضطراب سے خبر پوچھا اور دوسری طرف کرتے دور را بھکار اور رتن کو دیکھا جو گورنس اہلی سے نہ جانے کیا ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کر رہے تھے۔

سیوک رام نے پلٹ کر لکشی دیوی کو دیکھا.... ناگواری کے تاثرات اب بھی اس کی ذی بڑی بادامی آنکھوں میں جھلک رہے تھے اور سیوک رام کو اپنی بیوی سے بے حد محبت تھی۔

ہمیں درپن اچھا نہیں لگتا۔ وہ بیزار سی بولیں۔

کیا کریں.... ہم آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے۔

آپ درپن کو کہیں اور شفٹ کر دیں۔ وہ پھر حسب عادت فرعونیت پر اتر آئی۔

کیا مطلب ہے آپ کا.... یعنی کہ.... محل سے کہیں اور.... وہ چونکے....

ہاں.... پوچھا اور درپن کو سر کی گھریں کہیں بھی.... بے شک اخراجات کی کمی نہ ہونے کی۔

رتن درپن کے جاتے ہی گورنس اہلی کے پاس بھاگ گئی.... جہاں را بھکار اس کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا تھا۔

دیوی جی.... سیوک رام نے ارد گرد لگا ہیں گھمائیں کہ کوئی نہ لے۔ ویسے لہجہ مٹا کر پوچھا۔

فرمائیے.... لکشی دیوی نے کرسی سے ٹیک لگائی۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ درپن سے اکھڑی اکھڑی رہتی ہیں.... بلکہ بچپن سے اب تک آپ نے اس معصوم بچے کو قبول نہیں کیا۔ وہ بیوی کے لئے نرم رویہ ہی اختیار کرتے تھے۔

وہ میرے محل میں رہ رہا ہے.... ابھی بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے قبول نہیں کیا۔ لکشی دیوی ہنسنے والے انداز میں مسکرائی۔

یہ کیا بات ہوئی.... یہ گھراس کا بھی ہے.... وہ ہمارے بچوں کی طرح ہے.... سیوک رام کو اچھا نہ لگا۔

بچوں کی طرح ہے لیکن ہمارا بچہ نہیں ہے۔ لکشی دیوی ایک دم سیدھی ہو کر بولی۔

درپن سے اس طرح خائف ہونے کی وجہ؟.... وہ چونکے

آپ کو معلوم ہے.... وہ مسلمان ہے.... اس کی رگوں میں کشمیری خون ہے۔ ہم طرح مسلمان نے اتنے سال تحریک چلائی اور ایک علیحدہ ملک بنالیا.... کیا یہ نہ ایسا کر گئے.... لکشی دیوی نے دور کو گولہ پھینکے کی آواز سنی....

سیوک رام ہل گئے۔ یہ.... یہ سب کیا ہے.... مجاہدین جنگ کر رہے ہیں.... جتنا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ رات دن کے ہنگاموں نے جینا حرام کر دیا ہے۔

دیوی وطن پرست نظر آنے لگی تھیں۔

خیر.... اس طرح تشویش واپس نہیں ہو سکتا.... یہ تو ناوٹ انگ ہے بھارت کا۔ وہ بولا۔

درپن بھی وہی ہے.... تھوڑی بہت تخریب کاری تو ہو گی.... اسی کا ہے۔

دیوی نے کہا۔

اپنے آپ کو اور گرد کے غموں سے آزاد رکھیے.... اور کسی ٹین شین کو دل میں جگہ دیں.... صحت کا خیال کیجئے.... سیوک رام کو اپنی جتنی کی صحت کا بڑا خیال رہتا تھا۔

اس قے کو آپ چھوڑیں.... درپن کو اپنی مین شین مت بنائیے۔ وہ گھر کے ماحول کو اُنڈہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

بس آپ درپن کو اُدھر آنے سے روک دیجئے.... کشمی دیوی نے دو فوک بات کہہ

فہمک ہے.... ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف دینا نہیں چاہتے.... آج ہی کوئی مناسب وقت دیکھ کر پوچھا کہ کوئی منع کر دیں.... کھانا وغیرہ تو پہلے ہی علیحدہ کر دیا تھا۔ وہ ادھر نہیں لے گا۔ ان کو بھی افسوس ہو رہا تھا۔

وہ سب علیحدہ ہے.... بس وہ جب ادھر آتا ہے.... مجھے اچھا نہیں لگتا۔

Do no worry.... ہم ان کو پوری طرح منع کر دیں گے۔ وہ تیز رفتاری سے اپنے رے میں چلے گئے....

کشمی دیوی نے سیوک رام کا موڈ آف دیکھا.... وہ سیوک رام کی ناراضگی بھی نہیں بتی تھیں.... شوہر سے چٹی لگن تھی.... لیکن اپنے من سے مجبور تھیں.... مسلمانوں ، نفرت ان کی سمجھی میں سماجی تھی۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھی نہ جانے کیا کیا سوچتی رہیں۔

سیوک رام کے لئے یہ بات بڑی تکلیف دہ تھی کہ ان کا وفادار دوست جس نے زمین ۔ اٹھارہ اکاش کا تار اُڑایا.... اس کی دولت سے انہوں نے دہلی میں نام پیدا کیا۔ سری نگر میں لوگ اس قدر عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اگر ان کے گھر میں کوئی داخل ہو جائے جان لیواں لیتا تھا۔ بلند خان کو معلوم تھا کہ بھارتی فوج اس کی جان کے درپے ہے تو اس نے ہائی جانیڈ اور بہت جلد سیوک رام کے نام کر دی.... وہ اپنی آرام کر رہی بیٹھے ماضی دہانے رہے.... بلند خان ان کا جگری دوست تھا۔ بلند خان کے ساتھ جتا ایک ایک لمحہ کسی قسمی تصویر کی طرح ان کی دماغ کی سلائیڈ پر رقص کرتا رہتا تھا۔ ماضی انہیں یاد آنے لگتا۔ یہ شب جب وہ کھانے کے لئے ڈرائیونگ روم میں جانے ہی والے تھے کہ ملازم نے آکر ملازمتی۔

رام جی.... خان جی آئے ہیں۔

ڈرائیونگ روم میں بٹھاؤ.... آ رہا ہوں.... اس کے ساتھ ہی وہ ڈرائیونگ روم میں چل

ہیں۔

کیا بات ہے.... بہت پریشان نظر آتے ہو۔ سیوک رام نے دیکھا.... بلند خان کے

یہ.... یہ تو بڑی بات ہے دیوی جی.... ملٹری والے درپن کو مار دیں گے۔ سیوک رام کے اندر دوسرے جنم لینے لگے۔

یہی تو بات ہے.... وہ کشمیری نظر آتا ہے.... ہندو نہیں.... کشمی دیوی نے بغیر دلائے کی کوشش کی۔

وہ اداس اور اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو گئے.... ان کے چہرے پر کسی رنگ نمودار ہونے اور پھر دوسرے جگہ لینے....

کشمی دیوی نے بغیر اپنے رحم دل پن کی طرف دیکھا۔ وہ بھی جانتی تھی کہ درپن نے سیوک رام بہت محبت کرتے ہیں.... ایسا نہ ہو کہ راجہ گار کی جائیداد کا نصف وہ درپن دے دیں.... درپن سے کشمی دیوی کو بہت سے خدشات تھے۔ وہ جب بھی سوچیں..

دور میں نظر سے سوچیں.... وہ دیکھ رہی تھیں کہ درپن اور تن آپس میں کس قدر مجھ کرتے ہیں.... یہ شک ہے کہ انہوں نے کوئی مصیبت پڑنے کا امکان ہو سکتا ہے۔

کشمی دیوی نے گناہیں اٹھا کر سیوک رام کی طرف دیکھا.... وہ خاموش ہاتھوں کو پوٹہ کی جانب باندھے چپ چاپ کھڑے تھے۔

آپ کیا سوچنے لگے ہیں.... کشمی دیوی نے دیکھا وہ پریشان لگ رہے تھے۔ جان من.... بڑا طویل سفر ہے.... آپ ابھی سے گھبرا گئیں.... وہ لاجت مجھ پر لپکتے ہوئے۔

کیا کروں.... رام جی.... میرے من کے اندر بڑے اندیشے جنم لیتے ہیں.... یہ لڑکیں ہماری لئے مصیبت کا باعث نہ بنیں.... کشمی دیوی کی توجہ اب چھٹ گئی۔

یہ آپ کے دل کی آواز ہے دیوی جی.... حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ پر امن باپ کا بیٹا۔ وہ الفاظ میں زور لگا کر کشمی دیوی کو یقین دلانے لگے۔

ایسا ہو سکتا ہے رام جی.... پر امن تو تھا ہی.... وہ پھر بولیں دیوی جی.... درپن ہمارے بچوں کی طرح ہے.... وہ اپنے باپ کی طرح....

والا ہے۔ سیوک رام نے کہا۔

یہ بھی درست ہے.... رہی بات جائیداد کی بات تو بلند خان نے اپنے تحفظ کے لئے جائیداد آپ کے نام لگا دی تھی.... ورنہ ملٹری والے اس کے ساتھ اس کی جائیداد قبضے میں کر لیتے۔

سیوک رام زوج ہو گئے۔

نہیں..... میں تمہیں معیت میں گرفتار ہوتے نہیں دیکھ سکتا..... ہم کشمیریوں نے تو ہان کے نذرانے پیش کرنے ہی ہیں..... میں تمہیں کیوں اپنے ساتھ ٹھہریں..... بلند مان کواپنے وقت میں بھی دوست کاکس قدر خیال تھا۔
تو چہرہ اب کیا کرتا ہے۔

تم یہاں مخصوص جگہوں پر دستخط کرو..... پہلے یہ پڑھ لو..... بلند خان نے کاغذات کا پلاسٹک کاری پرچہ سیوک رام کے سامنے کر دیا۔ سیوک رام نے ایک ہی نظر میں سارا پرچہ اور زبردست حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ساری دولت اور جائیداد میرے نام کر دی تم نے..... اور تم..... بلند خان نے محبت سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

تم سے بہتر میری نظر میں اور کوئی شخص نہیں ہے..... نہ جانے..... میرے دل میں تمہارے لئے اس قدر احترام اور اعتبار کیوں ہے۔ بلند خان نے سیوک رام کو ساتھ لگایا
یار..... ہماری دوستی کسی مذہب یا نعرے کی مرہون منت نہیں ہے..... دوستی تو بس دوستی ہے..... تم ہمیشہ کی طرح مجھے وفادار ہی پاؤ گے۔ سیوک رام نے بڑی محبت و چاہت سے بلند خان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

میرے پاس وقت نہیں ہے۔ وادی میں مجاہدین میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ تمہاری بمانی امید ہے..... اس کا خیال رکھنا..... لالو اتھ کو میں نے ہر بات سمجھا دی ہے..... باقی تم بہتر جانتے ہو..... اس کے ساتھ ہی وادی میں بھر دھماکا ہوا..... اور بلند خان محبت سے سیوک رام کے ہاتھوں کو چوم کر رخصت ہو گیا..... وہ افسردہ دلیکیر سے بلند خان کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

کاش میں تمہاری مدد کر سکتا رہے دوست..... جو میرے اختیار میں ہو گا وہ میں ضرور کروں گا..... تم مجھ سے ہمیشہ وفا کی امید رکھنا..... تم سے بے وفائی بیگنوں سے بے وفائی ہوئی..... وہ اسی سوچ کے ساتھ جو چمک گئے..... چند لمحوں میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

وہ کسی طور پر بھی درپن کو نہیں نکال سکتے تھے..... لکشی دیوی کی درپن کے ساتھ نفرت ان کو بڑی تکلیف دیتی تھی..... وہ بہت دن اسی اضطراب میں مبتلا رہے۔ آفس میں بھی بس واجبی سا کام کیا۔ کوئی ادراک رکھنے والا ایسا شخص نہ تھا جس سے وہ مشورہ کرتے۔

چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

سیوک یار..... مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے..... میرا دل کہتا ہے کہ تم اپنی قوم مذہب اور طرزِ تمدن کو پس پشت ڈال کر میرا ساتھ دو گے۔

بلند خان بڑی غلت میں نظر آ رہا تھا..... اس کے جیز جیز سانسوں کے زیرِ دم سے گم خطرے کی بو آ رہی تھی۔

ہماری دوستی ان سب چیزوں سے بالاتر ہے یار..... تم بات تو کرو..... سیوک رام..... دونوں ہاتھوں سے بلند خان کے شانے دبائے۔

بہم دھماکے میں اب اور چچا کو ملٹری نے گولی مار دی ہے.....
اوہو..... Very Sad..... یہ کب اور کیسے..... سیوک رام بہت افسردگی سے گہ ہوئے۔

چند دن گزرے ہیں..... میں دن کی روشنی میں تم سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا..... کیونکہ تمہاری پوزیشن خراب ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ بلند خان جلدی جلدی کہہ گیا۔

اب کیا کرنا ہے۔ بلند خان کے ہاتھ میں فائلوں کا پلندہ دیکھ کر سیوک رام حیرت ہوئے۔ اب بہت کچھ کرنا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ سیوک رام کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔

یہ کیا ہے۔ سیوک رام نے کہا۔

یہ جائیداد کے کاغذات ہیں۔ تمہارے لئے لایا ہوں..... بلند خان نے اپنے درست کیا۔

پہلے بھی تمہارے کافی کاغذات میرے پاس ہیں..... تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اب میرا نہیں تمہارا ہے..... بلکہ میں اب سب کچھ تمہیں سونپنے آیا ہوں..... وہ فائلوں اپنے قریب کرتے ہوا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ سیوک رام ایک دم اچھلے۔

ملٹری میرا پیچھا کر رہی ہے..... اور میں جانتا ہوں..... مجھے گرفتار کر کے زندہ نہیں چھوڑیں گے..... بلند خان گھبراہٹ کے عالم میں ہوا۔

تمہیں کئی مرتبہ کہا ہے کہ اپنے عزیز و اقارب کو لے کر میری حویلی میں بٹھ ہو..... لیکن تم سنتے ہی نہیں۔

ایک دم انہیں خیال آیا کہ دہلی جا کر سنتوش سے مشورہ کیا جائے اور اس طرح انہیں فیکس یا بھیج چیک ہو جائیں گی چنانچہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

رام جی..... سب سامان تیار ہو گیا ہے۔ ان کے ذاتی ملازم جو کاروباری دورے میں ہمیشہ ساتھ رہتا شکر نے موڈب ڈرائیونگ روم میں داخل ہو کر کہا۔

Good..... وہ بولے..... اور کشمی دیوی کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

رام جی..... اچانک دہلی جانے کا پروگرام بنا لیا آپ نے۔ کشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔ بہت دیر ہو گئی ہے..... اچانک خیال آیا کہ دہلی میں ٹھہرے کاروبار کو دیکھ آؤں۔ سیوک رام نے کشمی دیوی کا داس سر جھانے ہوئے پھول کی طرح چہرہ دیکھ کر کہا۔

مسٹر درمن سب سنبھالے ہوئے ہیں..... آپ کو کیوں فکر لاحق ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... اسی لئے تو سری نگر میں بیٹھا ہوں..... مسٹر درمن بہت فہیم ہیں۔ وہ بولے۔

نہ جانے کیوں رام جی..... ہم آپ کی جدائی سہہ نہیں سکتے۔ کشمی دیوی نے نیم لگا ہوں سے سیوک رام کو دیکھا..... اور سیوک رام اپنی چپتی بیوی کی دلربائی سے سا جان فریفتہ کر بیٹھے۔ جلد آ جاؤں گا..... میں چاہتا ہوں اب کارکنوں کی تنخواہیں بڑھا جائیں۔ وہ محبت سے بولے۔

ہائے رام جی..... جی نہیں سکتے آپ کے بغیر..... کشمی دیوی نے ادا سے دلربائی سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

دیوی جی..... اگر ہم اس سنسار میں نہ رہیں تو..... سیوک رام نے کہا۔

رام جی..... بھگوان نہ کرے..... ہم آپ کی ارتھی کے ساتھ ہی چتا میں مر گے..... ہم جیون امر کر لیں گے۔ کشمی دیوی نے بے قرار مضطرب انداز میں سیوک کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ جدائی تو ہمیں بھی منظور نہیں۔ مسکرائے۔

رام جی..... اس طرح تو ہم نہیں جاسکتے۔ بچوں کا ساتھ ہے تیاری بھی تو کرنا ہے سوچنے لگیں۔

دوسرے روز پھر کئی روز بیت گئے۔ یوں ہی افق کے درپے لال گوں ہونے لگے۔ ماحول لاپتہ صحرانہ تھا، خاموش اشاروں سے بغل گیر ہونے لگا۔ طائر جیڑوں میں شام کا نسیرا کرنے کی خاطر دریاؤں کے اوپر سے گزر کر اپنے گھروں کا رخ کرنے لگے۔ گنگا بہتی رہی۔ ہناکانا قارو بی رہی..... یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا۔ میں بہاری بیت گئیں۔ کوئٹہ نکل کر پھول بن گئیں۔ بچپن کی معصوم محبت حقیقی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ درپن کشمی دیوی کی عادات و اطوار کو اچھی طرح جان چکا تھا۔ اس لئے بچپن میں کہے گئے الفاظ ہمیشہ اس کی ساتھوں پر پھرا دیتے رہتے۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا شاید کبھی کبھ سوچ رہا تھا۔

پو جا..... درپن کو محل میں کم ہی بھیجا کرو..... سیوک رام خاصے شکر نظر آ رہے تھے۔

میں جانتی ہوں رام جی..... درپن محل کی طرف نہیں جائے گا۔ پو جا ایک دم بولی۔

اور وہ باہر سے آتے ہوئے ٹھٹھکا۔ وہ اداس پٹے..... اور درپن کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر لوٹ گئے۔

پو جا.....

ہاں..... آگئے۔ بہت دیر لگا دی..... پو جا بری طرح چونک گئی..... شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ درپن سب کچھ سن لیتا۔

پو جا..... وہ پریشان سا قریب بیٹھ گیا..... اور معنی خیز لگا ہاں پو جا کے نرم و ملائم ہنرے پر ڈالیں۔

رام جی کی باتیں سن لیں تم نے..... پو جا نے اسے دیکھ کر کہا۔

سن لیں..... وہ لاہر دہائی سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔ یہ الفاظ بابا کے نہیں ہیں..... ماما کے ہیں..... بابا ایسے نہیں ہیں۔ بارہ تیرہ سال کے بچے نے سنی بڑی الجھن الجھا دی تھی۔

اپنے پیٹھے ہوئی۔

نبی..... دیوی جی نے اسے منع کیا ہے۔ پوجانے صاف صاف کہہ دیا۔

تو یہ بروں کی بات کیوں نہیں مانتا..... وہ شری لکھے میں چنگی۔

ایکھا..... پوجاں..... مجھے ہی الزام..... ملانے کہا ہے کہ میں تم سے کوئی بات نہ

دن..... میں نہیں کروں گا۔ وہ جھلا گیا

تب کرتے ہو تم مجھ سے بات کہہ دیا کرو..... میں خود تم سے ہم کام ہوتی ہوں۔ وہ غر

ہ میں ہوئی۔

تمہیں تو کسی کا خوف نہیں..... بس تم مجھ سے مت بولا کرو۔ وہ ایک جھٹکے سے رتن

ہ دیوں کو ہناتے بولا.....

اوس اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی..... بری طرح گ۔ جاتی اگر درپن اسے تھام نہ

.....

بائے رام..... تم کہتے اچھے ہو..... رتن نے نہایت پیار سے درپن کے شانے پر بوسا

ایچ جا مسکرا کر دوسرے کمرے میں چل دی۔

زیادہ بے شرم نہیں ہو گئی تھی۔ درپن نے مسکرا کر رتن کو اپنے بازوں کے حصار میں لے

آؤ کھانا کھائیں۔

چلو..... اور دونوں ڈرائیگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

پوجانے ایک پلیٹ رتن کے سامنے رکھی اور دوسری درپن کے سامنے رہنے دیکھنے پوجا

..... میں درپن کے ساتھ ہی کھائوں گی۔ وہ جواب کا انتظار کئے بغیر ہی درپن کے ساتھ

مانے لگی۔ پوجانے رتن کا دلہانہ پن دیکھ لیا تھا..... اس کی محبت بڑھتی جا رہی تھی.....

اس کی کا خوف نہیں رہتھی تھی۔ سیوک رام صرف کلشی کے خوف سے اسے محل میں آنے

لے روکتے تھے۔ ورنہ درپن کے ساتھ ان کی مکمل ہمدردیاں تھیں..... درپن میرا

..... میرا واحد آخری سہارا..... پوجاں..... کیا سوچ رہی ہیں۔ ایک دم کھانے

باجھ بنا کر درپن نے کہا۔

دھ نہیں..... تم کھاؤ..... صبح ناشتہ بھی ڈھنگ سے نہیں کیا تھا..... پوجانے بغور

پہ کی آنکھوں میں جھانکا..... اس کی نیلی آنکھیں اپنے اندر جیسے کشمیر کی پوری تاریخ سو

ہیں تھیں۔

میرے چاند..... تم اوہری رہا کرو..... نہ جایا کرو..... وہ بڑے مستانہ بھرے انداز
میں درپن کی پیشانی چوم کر ہوئی۔

میں کب جاتا ہوں..... رتی لے جاتی ہے..... مجبور کرتی ہے مجھے۔ وہ عاجزانہ انداز
میں بولا۔ جیسے رتن کے سامنے بے بس ہو۔

بس اب رتی کا کہنا بھی نہیں مانتا..... چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

ٹھیک ہے..... پوجاں کی بات میں کیسے ٹال سکتا ہوں۔ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

چلو کپڑے تبدیل کرو..... میں کھانا لگاتی ہوں۔ وہ پکن کی طرف چل دی۔

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا.....

درپن..... وہ بری طرح ہڑ بڑا گیا..... جب رتن نے اس کے کان میں اسے آواز دی

..... اور اس کے ساتھ ہی فزقی قبضوں کی جیسے برسات ہو گئی۔ وہ پونچکا سا اس ساحرہ کو

دیکھتا رہا..... جس کا چادر سو چڑھ کر بول رہا تھا۔ پندرہ سولہ سال کی حسین و جمیل رتن ہمیشہ

سے درپن کے دل میں اترتی جا رہی تھی۔

کیوں نہیں رہی ہو..... کوئی جو کر دیکھ رہی ہو۔ وہ دلچسپی سے دیکھتا ہوا بولا۔

تمہیں ڈرا دیا نہیں..... اور تم جو کمرے میں ہو..... وہ ہنسنے ہوئے بولی۔

میں تو تم سے ہمیشہ ڈر رہا ہوتا ہوں۔ وہ جیسے خواب میں بولا۔

کیا بات ہے..... آج تمہاری باتوں میں شوفی نہیں..... ست دکھائی دے رہے

ہو..... وہ حیرت سے بولی۔

کوئی ایسا بات نہیں۔ وہ سادگی سے بولا۔

پھر بھی..... وہ درپن کی چھپی چھپی باتوں سے کچھ کچھ اندازہ لگا چکی تھی۔

کچھ نہیں ہے رتی..... جاؤ پناہ کام کرو۔ یہاں نہ آیا کرو۔ وہ جیسے جھلا کر بولا۔

ارے واہ..... ایسے چل جاؤں..... جلدی بناؤ کیا بات ہے..... وہ اچھل کر میز پر بیٹھ

گئی..... اور جوتا تار کر پاؤں درپن کی گود میں رکھ دیئے۔

یہ کیا..... پاگل ہو..... وہ رتن کی شرارت سے مسکرا دیا..... اور اپنی گود کی طرف

اشارہ کیا۔

آؤ بیٹے..... پوجانے رتن کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی۔

پوجاں..... آج اس کا منہ کیوں پھولا ہوا ہے..... جھگڑا ہو گیا اس کا کسی سے۔ وہ دیوں

کو تم تو کھاتا رہا..... لیکن سو نیا تکلف سے کام لیتی رہی..... سو نیا کے لئے دلچسپی کا مٹ صرف اس وقت آئے تھا..... وہ اسے کو پسند کرتی تھی اور اسے رتی کو رتن کو گوتم ہی دل و جان سے پسند کرتا تھا۔ رتن کا درپن کے ساتھ اس قدر بے تکلفانہ انداز گوتم کو اہل پسند نہیں آتا تھا لیکن یہ اس کو علم تھا کہ آئی کشمی کبھی بھی درپن کو رتن کے لئے پسند نہیں کریں گی..... ایک طرح سے درپن سیوک رام کا ملازم ہی تو تھا۔ بالکل اب تو سیوک رام کے تمام اندرونی بیرونی کام درپن نے سنبھال لئے تھے اور سیوک رام کو اکثر محل میں رہتے.....

کشمی دیوی کو یہ بات بڑی شاق گزرتی کہ درپن کو سیاہ و سفید کا مالک کیوں بنا دیا ہے۔ یوک رام نے اپنی چیچتی جتنی کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہا۔

میں زیادہ کام نہیں کر سکتا..... طبیعت ٹھیک نہیں رہتی..... وہ بوسے میں جاتی ہوں رام جی..... آپ زیادہ کام نہیں کر سکتے..... میرا تو صرف یہ مقصد ہے کہ درپن کو سب اختیار کیوں دے دیئے ہیں..... کشمی دیوی اپنی فحشی سازھی کو سنبھالتے یوک رام کے قریب بیٹھ ہوئے بولیں۔

اس لئے کہ وہ سب کام احسن طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔ سیوک رام نے جو اس کا لائن کشمی دیوی کو تھا دیا۔ اگر کل ساری دولت پر قابض ہو گیا تو..... کشمی دیوی کے اندر اندیشہ جنم لے رہے تھے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی اپنی کافی جائیداد ہے۔ سیوک رام اٹھتے ہوئے بولے۔ ہو سکتا ہے..... جب وہ مختار محل ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔

وہ مختار محل نہیں ہے..... ساری جائیداد میرے نام ہے..... بلکہ اکاؤنٹ میرے نام ہے..... اور میرے دستخط کے بغیر کوئی رقم نہیں نکلوا سکتا..... سیوک رام نے کشمی دیوی کو اندیشہ ختم کرنا چاہا۔

وہ بڑا ہوشیار اور چالاک ہے۔ بالکل بے پناہ اور ک کا مالک بھی..... کشمی دیوی نے

آپ بے فکر رہیں..... وہ ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتا..... وہ دھوکے باز نہیں ہے۔ ناک رام نے مطمئن کرنا چاہا۔

کچھ تو ہے ماں..... میں دیکھ رہا ہوں..... آپ نے ابھی تک ایک لقمہ بھی نہیں لیا وہ پلیٹ میں رکھا سانس دیکھ کر بولا۔ اور وہ کھانے جا رہی تھی.....

درپن..... وہ ڈونگا پکڑانا..... بڑے مزے کی چٹکیاں بنائی ہیں پو جاہاں..... غصہ کے کھانے بناتی ہیں..... وہ پھارے لیتی ہوئی درپن سے بولی..... جہیں تو بس کھانے کی ضرورت ہے..... اور کچھ نہیں..... درپن نے کر دیکھا..... اور ڈونگا اس کے سامنے رکھ دیا..... او ہو..... بیجا مت روکو..... یہ وہ چٹکیاں میں بنائی اس کے لئے ہوں..... رتی پسند کرتی ہے نا..... پو جانے بے پناہ محبوب سے کہا۔

سن لیا..... سب میرے لئے ہے..... وہ اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولی..... ذرا ہوش سے رتی بیگم..... پیٹ تو اپنا ہے..... وہ ہستا ہو ایو لالا۔ پو جاہاں..... مجھے نظر لگا ہے گا..... اسی وجہ سے تو کھایا نہیں جا رہا..... وہ ایک بڑا چیخ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

اس سے کھایا نہیں جا رہا نا..... صبر سے کام لو..... رتی..... سنتے ہی درپن کا شکاف قہقہہ بلند ہوا..... پو جاہی دونوں کی ہنسی میں شریک ہو گئی۔

اچھا..... تم یہاں ہو..... رتی کی بچی..... ملے جلے کئی قہقہے بلند ہوئے..... گوتم..... سو نیا..... اور حردی سے سنسنو کا بیٹا ہے بھی آیا ہوا تھا..... تینوں اندر د ہوئے۔ اے..... تم کب آئے..... درپن ایک دم کھڑا ہوا۔ ابھی.....

اچھا..... درپن حیرت سے بولا۔ آؤ سو نیا..... وہی چٹکیاں کھاؤ..... رام پو قسم پو جاہاں نے غصہ کی بنائی ہیں۔

تمہارے پتھوں سے بچیں کی تو یہ لوگ کھائیں گے۔ درپن نے پھر پھینچا..... پو جاہاں..... وہ پھر احتجاج کرنے لگی۔ خاموش رہو..... میری بیٹی کو مت ٹوکا کرو..... پو جاہاں نے غصہ کر درپن کو ڈا

آؤ سو نیا..... گوتم آ جاؤ..... جلدی جلدی رتن نے سب کے سامنے پلٹیں رکھ دیں نہیں..... رتی..... ہم کھانا کھا کر آئے ہیں۔

اشارہ کیا۔
 شکر یہ..... وہ پیٹھے ہوئے بولے.....
 پہلے..... فرمائیے..... چوہا چلے گیا جائے..... سیوک رام نے قریبی میز پر کال تیل
 پر انگلی رکھ دی.....
 سرکاری ملازم حسب دستور ہاتھ باندھ کر داخل ہوا۔ سیوک رام نے کھپت رائے کی
 جانب دیکھا۔ کشمیری قبوہ ٹھیک ہے..... وہ بولے۔
 کیا بات ہے کشمیری قبوے کی..... کھپت رائے نے دلچسپی کا اظہار کیا۔
 چندر..... کشمیری قبوے لے آؤ..... اور ساتھ خشک میوا بھی۔ سیوک رام نے چندر
 سے کہا۔
 بہتر رام جی۔ چندر واپس لوٹ گیا۔
 اب فرمائیے..... کس لئے آتا ہوا..... یہ خیریت تو ہے نا..... سیوک رام گھبرا
 سے گئے.....
 ارے سب ٹھیک ہے..... آپ کوئی چٹانہ کریں..... پہلے بتائیے آپ یعنی کف نصیب
 دشمنان کی طبیعت کی سازشی کا کیا بنا..... کھپت رائے حسب عادت بڑی خوشامندانہ
 انداز میں قہقہہ لگا کر بولے۔
 بھگوان کی دیا سے ٹھیک ہوں..... سیوک رام بڑی اچھی طرح محبت اور پر خلوص لہجے
 میں بولے.....
 بھگوان کا کر م ہے..... میں نے سو چار ام جی سے ملے بہت دن گزر گئے آج ہی ہو آؤں
 تو اچھا ہے۔ کھپت رائے نے کہا۔
 کر م تو اڑی ہے آپ کی..... جو ہماری یاد آئی۔ سیوک رام فہم دیے۔
 ابی..... یاد تو آپ کی ہمیشہ بسن میں رہتی ہے..... بس وقت آؤے آجاتا
 ہے..... آج ہی نہیں ہوتا..... آج ضروری ملنا تھا۔ وقت ٹال کر آگیا۔
 زبے نصیب..... کھپت رائے صوفے پر پہلو بدل کر بیٹھ گئے۔
 کیئے..... سیوک رام دل میں شکر ہو گئے۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ وہ سوچنے لگے.....
 گویا کھپت رائے کا آنا کسی حد سے کم نہ تھا۔
 آپ کو درپن نے کچھ نہیں بتایا۔ کھپت رائے کے چہرے پر اصرار دیکھ کر سیوک

خیر..... آپ راجی کو تمام کام سونپ دیں..... درپن کو صرف ایک معمولی تنخواہ
 ملازم ہی رکھیں۔
 راجنکار کو پیار سے سب اہل خاندان راجی ہی کہتے تھے۔
 راجی اب قابل نہیں ہے۔ سیوک رام بولے.....
 کشمیری دیوی خاموش ہو گئیں..... سیوک رام کئی دنوں سے صاحب فرما رہے تھے.....
 ایک عرصے سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے..... اب بڑھاپے کی وجہ سے مرض بڑھ
 رہا تھا۔ بڑے بڑے قابل ڈاکٹروں کا علاج ہو رہا تھا۔ طبیعت بگڑتی جا رہی تھی۔ کچھ دنوں
 انگریز ڈاکٹر بہتری لورنس کا علاج جاری تھا..... جو حال ہی میں برطانیہ سے آیا تھا۔ اس
 علاج سے سیوک رام کو خاصہ افادہ تھا۔
 ایک دم کال تیل پر سیوک رام چونک گئے۔
 رائے صاحب..... خیریت..... سیوک رام نے ایک دم اٹھتے ہوئے کہا.....
 ریسور کان کو لگایا۔ کشمیری دیوی نے آنکھیں پھیلالیں..... آجائے..... میں منتظر رہا
 گا۔ سیوک رام نے ریسور رکھ دیا۔
 رائے صاحب کیا کہہ رہے تھے..... کشمیری دیوی نے استفسار کیا۔
 بڑی غلٹ میں تھے..... معلوم نہیں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔
 عجیب عجیب خبریں..... اگر تو نے میری چاہا..... رائے کشمیری دیوی لا پر وہی سے
 سیوک رام پلٹ سے اتر کر جوت پینے لگے۔
 جا رہے ہیں..... کشمیری دیوی نے سازشی تاڈ پورست کیا۔
 ہاں..... کھپت رائے سے ملنا بہت ضروری ہے شاید..... سیوک رام نے کھانہ
 طرف نظر دوڑائی۔
 شب کے آٹھ بج رہے ہیں..... یہ کوئی وقت ہے بھلا۔ کشمیری دیوی کو یہی عادت تھی
 رائے کی ناپسند تھی۔ بے وقت آمد ہوتی تھی ان کی۔ کوئی خاص بات ہوگی..... یوں ہی
 نہیں کیا انہوں نے۔ سیوک رام (چادر) دو مثالہ کاندھے پر رکھے ڈرائنگ روم کی طرف
 بڑھ گئے۔
 نمستے..... سیوک رام کو اندر قدم رکھتے ہی کھپت رائے اب سے کھڑے ہو
 نمستے..... خیریت تو ہے۔ سیوک رام نے سامنے صوفے کی طرف

کیا..... رائے چاچا..... وہ چھوٹا سا دلہا کھول کر حیران رہ گئی.....
کل بیٹے..... باہر مٹھی ہوں گی باہر..... درپن کے ساتھ..... سیوک رام نے یاد
ہاں..... چپا..... مٹری نے ہماری گاڑی روک لی تھی۔ وہ چونک کر بولی۔
..... وہ خود بڑ بڑا گئے۔

کیا..... وہ میجر بھون سنگھ..... جو اکثر آیا کرتے تھے..... رتن نے یاد
..... گزشتہ دنوں ان کی ڈیوٹی ڈوڈھ میں تھی۔ سیوک رام کو یاد آیا۔
رام رام رام..... بڑا خالام ہے..... کشمیریوں کو جن جن کر مارا ہے۔ کھیت رائے
ہانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کے انداز میں ہاتھ جوڑے۔ ان کی گاڑی روکنے کا مقصد کیا
..... وہ گہری سوچ میں مصروف ہو گئے۔ سیوک رام نے کہا۔
درپن کے روپ میں اسے..... سیوک رام نے ہاتھ کے معمولی اشارے سے کھیت
کو خاموش رہنے کو کہا..... وہ شاید رتن کے سامنے کوئی بات نہ کرنا چاہتے تھے۔
ہاں..... اس نے درپن سے کہا تمہارے پتا نام کیا ہے۔ کہیں بلند خان تو نہیں..... پھر
ہن نے کیا کہا..... وہ افسر اہلیت کے ساتھ بولے۔

درپن نے کہا..... نہیں سیوک رام! میرے بابا ہیں..... وہ بولا..... تم جھوٹ
نہ ہو..... تم بلند خان کے بیٹے ہو..... درپن نے کہا..... میں کسی بلند خان کو نہیں
..... اس کے ساتھ ہی درپن نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔
ہاتھس جاؤں..... وہ بڑی جلدی میں نظر آ رہی تھی۔

ہاں ہاں..... جاؤ..... وہ سیدھی گہری مٹی کی طرح چوڑیاں بھرتی درپن کی طرف جانے
لے جانے کی طرف بڑھ گئی۔
رامی..... یہ لڑکا آپ کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہ کرے۔ کھیت رائے کے انداز میں
..... سی پانی گئی تھی۔

درپن کے بارے میں زیادہ لوگوں کو علم نہیں ہے..... دراصل وہ بھون سنگھ اس کیس
..... غریب واقف ہے۔

وہ بلند خان کو جانتا ہو گا۔ کھیت رائے نے قیافہ لگایا۔

اس کی گولی سے بلند خان قتل ہوا تھا..... اس نے ٹھان لی تھی کہ بلند خان کے گھر والوں.....

رام اور بھی پریشان ہو گئے۔
نہیں..... درپن نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ سیوک رام چمکے
اپنی بنیا بھی ساتھ تھی..... وہ آگئی..... رتی بیٹا..... کھیت رائے اچانک رتن کو
اند ر آتے دیکھ کر اچھلے.....
منسے رائے چاچا..... وہ حسب عادت بولی۔
جیتی رہو..... جیتی جیون رہے..... کھیت رائے نے رتن کے سر
پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

چپا..... رتن نے سیوک رام کے گلے میں اپنی کوئل نازک بانجیس ڈال دیں۔ کوئی
فرمائش ہے..... پیسے بانجیس..... سیوک رام نے محبت سے کہا۔
چپا..... شاپنگ کے لئے جانا ہے..... دیوالی آ رہی ہے نا..... وہ ایک ہی سانس میں
بولی۔ سیوک رام ہنس دیے۔
پٹا کی جان..... ماما سے لے لو..... جتنے بھی درکار ہیں..... وہ مسکرا کر بولے۔
چپا..... ماما نہیں دیتیں نا..... آپ دے دیں..... وہ اصرار کرنے لگی۔
ایسے کرو..... درپن سے لے لو..... وہ بولے.....

وہ..... وہ ماما سے بھی زیادہ کجس ہیں..... بس آپ میرا اکاؤنٹ میرے نام منتقل کر
دیں۔ وہ پیار سے سیوک رام کے شانے پر سر رکھ کر بولی۔
ہو جائے گا..... اب تو درپن تمہاری ضرورت پوری کر دے گا..... وہ رتن کو یقین
دلانے ہوئے بولے۔

میں آپ کا نام لوں گی..... آپ جانتے نہیں ہیں..... وہ کس قدر کجس ہے.....
ایک ایک پیسے کا حساب کرتا ہے..... کہتا ہے حلال کا پیسہ ہے..... وہ منہ بوسے بولی۔
بیٹا..... ٹھیک کہتا ہے..... تمہیں معلوم ہے..... کتنی محنت کرتا ہے..... میں تو
اب کچھ نہیں کرتا..... دیکھو فارغ ہی رہتا ہوں..... سیوک رام درپن کے احسان مند
نظر آ رہے تھے۔

ہاں بیٹا..... بھائی کی طرح فضول خرچ نہیں ہے..... رتن نے اقرار کیا ہو جیسے۔
رام جی..... اپنی بنیا کو علم ہے..... بتاؤ نارتی بیٹا کل کیا ہوا تھا۔ کھیت رائے شاید
انتظار کرتے تھک چکے تھے۔

درپن میرے ساتھ شملک ہے..... اس کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ سیوک رام نے۔
اسی لئے تو میں کہتا ہوں..... شفت ہو جائیے..... سفید محل میں سری نگر میں سو خضرہ
نی خطرے۔

نہ جانے کشمیر کے حالات کب درست ہوں گے..... سیوک رام نے کہا۔
حالات نہیں درست ہوں گے..... مسلمان کثیر پیٹ رہے ہیں کہ کشمیر ہمارا ہے.....
حالانکہ..... اس پر ہمیشہ سے قبضہ ہمارا رہا ہے۔ کشمیر تو بھارت کا انوٹ انگ ہے۔ ہندو ہی
دارت ہیں..... کھیت رائے نے اپنے الفاظ میں زور لگایا۔
ادھر کشمیری کہتے ہیں..... کشمیر ہمارا ہے..... آزاد کرو..... اس پر مسلمان بھی
بڑے عرصے حکمران رہے ہیں۔ سیوک رام نے کہا۔

مسلمان وراثت میں نہ چھوڑ کر مرے..... اس کے اصل حق دار تو ہم ہیں.....
کاب سنگھ نے ہنسنے لاکھ سکہ ٹانگ شاہی (روپے) کے عوض انگریزوں سے لیا تھا۔ کھیت
رائے نے جیسے اپنا حق جتا دیا۔
یہ رقم تو معمولی تھی..... انگریزوں نے تو کاب سنگھ کی وفاداری سے عوض کشمیر ہزارہ
کو ہستانی علاقے بخش دیئے تھے۔ سیوک رام نے کہا..... ان کو کھیت رائے کی بات میں
حقیقت کا پہلو نظر آیا۔

زبردست دھماکا ہوا..... اور دونوں بری طرح چونک گئے۔
دیکھا..... یہ سب مجاہدین کی شرارت ہے..... میں تو کہتا ہوں کہیں آئے کے ساتھ
ہن نہ پس جائے..... دہلی چلے جائیے..... کھیت رائے لرزے ہوئے ہوئے۔
سوچتے ہیں..... وہ بولے۔
سوچنے میں وقت گزر جائے گا۔ بچوں کو لے کر نکل جائیے۔ کھیت رائے نے پھر اصرار
کیا۔

میں خیال ہے میرا..... سری نگر کو چھوڑنا ہی پڑے گا.....
ہاں..... ہانگل ہانگل..... چھوڑ دیجئے..... کھیت رائے نے دونوں ہاتھوں سے
چھوڑنے کا پھر پورا اشارہ کیا۔

کو جن جن کمرے گا..... ایک نہیں رہنے دوں گا..... سیوک رام افسردہ ہو گئے
فطری طور پر وہ رحم پر دور تھے..... وہ ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔
میرا خیال یہ بلند خان کی نسل سے صرف اب درپن زندہ ہے۔ کھیت رائے کا
معلومات کو ظاہر کیا۔

یہ تو ٹھیک ہے..... وہ اب بلند خان کا نہیں..... میرا ہے..... اور اس کی پردہ
ایک ہندو عورت نے کی ہے..... سیوک رام مطمئن ہونا چاہتے تھے..... لیکن
رائے کے لئے یہ بھرم رکھنا مشکل نظر آ رہا تھا۔
سب ٹھیک ہے..... سیوک رام ہی..... جو علیحدگی ان مسلمانوں کے اندر گم
ہے نا..... اسے کوئی نہیں نکال سکتا..... اب دیکھیں..... ان کو ہندوستان میں کب
تھی..... محمد علی جناح نے ایسی طاقت و تحریک چلائی..... ہندوستان کے ٹکڑے کر
..... ایسا غور لگایا..... پاکستان لے کر ہی دم لیا اس نے..... آخر میں کھیت
آواز میں بولے.....

اب کیا کریں..... درپن تو کسی سے الجھتا بھی نہیں۔ سیوک رام نے کہا۔
آپ اس کو دہلی بھیج دیں..... کھیت رائے نے مشورہ دیا.....
یہ نہیں ہو سکتا..... سیوک رام نے مجبوری ظاہر کی۔
کیوں؟ کیوں نہیں ہو سکتا..... کھیت رائے نے قبوے کا ایک لمبا گھونٹ
مڑک کرتے طعن سے اتارا۔

آپ جانتے ہیں نا..... درپن میرا سیدھا ہاتھ ہے..... سارا بزنس اس نے
ہے..... سیوک رام نے کہا۔
اب باقی بزنس بھی دہلی منتقل کر لیجئے..... یہ میرا پر خلوص مشورہ ہے۔
کشمیر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں..... کل راجوڑی میں پھر دھماکا ہوا ہے.....
بہت جوان مارے گئے ہیں..... مجاہدین نے ناک میں دم کر دیا ہے..... رام
کھیت رائے نے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے رگڑا.....
آپ کی بات درست ہے..... بڑی قس و عارت ہو رہی ہے..... سیوک
سوج میں اتر گئے۔

منہ تو صرف درپن کا ہے..... آپ کو کسی نے کیا کہنا ہے..... کھیت

تھا..... اس کے توانا تو منہ جسم پر سیاہ سوٹ کس قدر دلکش اور چمک رہا تھا۔ سرخ و سپید
ات بڑی بڑی نیلی آنکھیں جو ہر وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبی رہتیں.....
آؤ آؤ..... درپن بیٹے..... بیٹھو..... سیوک رام نے کہا۔
Thank You بابا..... وہ سیوک رام کے پاس بیٹھ گیا۔
دیکھا..... رام جی..... اس وقت درپن بالکل اپنے.....
رائے جی..... بات سننے..... سیوک رام ایک دم سخت لہجہ میں بولے۔
او ہو..... ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... او او..... بڑی خجالت سے لکھتے رائے
اپنے ہونٹ ہاتھوں سے بند کرتے بولے۔ انہیں شاید یہ احساس ہو چکا تھا کہ وہ غلطی پر ہیں۔
ہاں تو تو..... کیسے آئے..... سیوک رام نے اس کی طرف پلٹ کر کہا۔ اگلے سیٹر کو
میں نے ڈاکٹر رابرٹ گلڈ سے ٹائم لیا ہے.....

کس لئے؟..... سیوک رام بولے
وہ ماہر امراض قلب ہیں بابا..... اٹلی کے مانے ہوئے ڈاکٹر ہیں..... میں آپ کو دکھانا
ہاں ہوں..... درپن کو سیوک رام سے شدید محبت تھی۔
اب تو میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ سیوک رام مسکرائے۔
آپ نہیں ٹھیک..... وہ بڑی محبت سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔
All Right..... جیسے تم کہو..... سیوک رام کسی فرمانبردار بچے کی طرح فس کر
بالے۔

Thank you Baba..... آپ نے کہیں نہیں جانا..... وہ اٹھتے ہوئے بولا۔
کہیں نہیں..... جو حکم جناب کا..... وہ شریار انداز میں درپن کے شانے پر چھکی مار کر
س دے اور درپن بھی ہنس دیا۔
رہی تھی تھی تمہاری طرف..... سیوک رام بولے۔

معلوم نہیں..... میں تو باہر سے آرہا ہوں۔ وہ حیرت سے بولا۔
اچھا خیر..... جتنے روپے مانگے دے دینا..... شاپنگ کے لئے کہہ رہی تھی بابا
رہی آپ کے پاس آئی تھی..... کل تین ہزار لئے تھے اس نے..... اور پتہ ہے اس
نے کیا کئے..... وہ احتجاجاً بولا۔
کیا کئے..... سیوک رام بڑے محفوظ ہونے لگے۔

سنئے..... لکھتے رائے..... ایک بات بہت ضروری ہے..... سیوک رام کو بھی
کچھ یاد آیا۔
کہئے..... ہم تن گوش ہوں..... بھلا رام سرکار کی بات نہ سنوں..... وہ پدم
میں بچھا جا رہا تھا..... لیکن ابھی تک ایسا نہ عیاں نہیں کر سکا تھا۔
درپن کے بارے میں لوگوں کو علم نہیں ہے..... سیوک رام شاید مطمئن تھے۔
ابھی علم کیوں نہیں ہے..... بھول ہے سرکار کی۔ لکھتے رائے نے اپنی چندی آنکھیں
آہٹ پر چمکائیں۔ آپ جانتے ہیں..... یا پھر بھولن سنگھ..... اور کون کون جانتا ہوگا.....
سیوک رام غامضہ نظر آ رہے تھے۔
ابھی چھوڑے اس قصے کو..... اگر کوئی جانتا بھی ہوگا..... تو کیا کرے گا۔ لکھتے رائے
نے سیوک رام کی تسلی کرنی چاہی۔
رام جی بہت فرق پڑتا ہے..... میں نہیں چاہتا درپن میرے حلقہ ارباب میں عام ہر
جائے۔ سیوک رام نے کپ کو ابھیں میز پر رکھا۔
ابھی رام سرکار..... عام تو ہے..... سب کام انجام تو دی دیتا ہے۔ لوگ اسے آپ کا
بیٹا بھی خیال کرتے ہیں..... لیکن..... لکھتے رائے لیکن کہتے رک گئے۔
لیکن..... کیا..... بات مکمل کیجئے..... اس طرح مجھے وحشت ہوتی ہے۔ وہ جھلک کر
بولے۔

میرا مطلب یہ ہے سرکار..... کہ یہ تو بلند خان کا بیٹا..... جناب کو بابا کہنے سے کچھ
ہوتا ہے۔ لکھتے رائے نے آنکھیں چھپکا لیں.....
اس قصے کو چھوڑئے..... آپ نہ کسی سے کچھ کہہ دیجئے..... سیوک رام کو لکھتے
رائے کی اگلی دیے والی عادت سے خاصی واقفیت تھی۔ میں کہاں کہتا ہوں..... رام رام
.....

ہاں خیال کیجئے گا..... درپن مجھے بہت عزیز ہے۔ اور پردا اٹھا کر درپن داخل ہوا.....
سیوک رام اور لکھتے رائے نے ایک دم پلٹ کر دیکھا.....
آداب..... وہ جھک کر تعظیم بجالایا۔
سیوک رام نے چوک کر اسے آپ کو سیدھا کیا..... لیکن لکھتے رائے ابھی تک
درپن کی مردانہ دلکش وجاہت میں کھوئے ہوئے تھے..... وہ حسن میں بالکل تاج محل

لہجی سی شام وصل پہنچی تھی..... سرد ہوا چلنے لگی تھی..... موسمِ قدر نے خشک ہو رہا تھا سارے دن کے خطرے ہوئے پچھلی اپنے اپنے گھوٹلوں کی جانب لوٹ رہے..... اور وہ آتش دان کے پاس بیٹھی آگ تپ رہی تھی.....

درپن آگئے تم..... انجی دیر لگا دی..... کب سے بیٹھی ہوں تمہارے انتظار میں..... اب دم اٹھتے ہوئے درپن کے بازو سے جھولتے ہوئے بولی.....

کوئی کام ہو گا..... یوں ہی تو میرا انتظار نہیں کر سکتی..... وہ اس کے ساتھ ہی آتش کے قریب دوسری کر سی پر بیٹھ گیا.....

نہیں..... ایسا بھی کوئی کام نہیں ہے..... دیے تم ہو بڑے اچھے..... جلد آیا..... وہ اس کے شانے پر سر رکھے بڑی اباتیت سے بولی.....

ہام تو ہے..... یوں ہی خوشامد نہیں ہو رہی..... وہ نظر جھکا کر تن کے رخساروں کو رولا جو آگ کی تھمازت سے اتاری ہو رہے تھے.....

جا..... تیری خوشامد کیوں کروں گی..... وہ سیدھی ہو جی.....

درپن نے بڑی گہری نظروں سے رتن کو دیکھا..... انجانے میں نظریں ملیں..... وہ مڑا سا گیا..... لیکن اسے احساس نہ ہوا..... وہ پھر اس کے شانے سے چٹکی..... یوں نہ چپا پناہ تلاش کرے.....

درپن..... وہ اپنے بازوؤں کے حصار میں درپن کے وجود کو لئے بولی.....

فرمائیے..... درپن نے دل سے مغلوب ہو کر اسے اپنے بازوؤں میں پکڑا اور اپنے اپنے بٹھا لیا.....

اولیٰ رام..... درپن..... بڑے وہ ہو..... وہ کسماسی مچی.....

اب بولو..... کیا چاہئے..... وہ بڑی محبت سے اس کے بکھرے بال سنوار کر بولا.....

کچھ بھی نہیں.....

کوئی بات تو ہے..... مجھے معلوم.....

درپن تم کہتے اچھے ہو..... من کہتا ہے..... جیون بیت جائے اور یوں ہی تمہارے.....

نہیں بیٹھی رہوں..... وہ اٹھ کر دوسری کر سی پر بیٹھ گئی.....

درپن نے اپنی نظروں سے اس کے حسین ترین معصوم چہرے کو چومنا اور غس دیا.....

پا جانا کہاں ہیں..... درپن نے کہا.....

اس نے سب سیڑیوں کو باکر اپنے گمبے کی شادی کی اور کھانا کیا اور تین ہزار اڑا دیے اب ایک پیہہ نہیں دوں گا..... وہ شکاریتا بولنا.....

سیوک رام اور نکچیت رائے قہقہہ لگا کر ہنس دیئے.....

میں وہ بہ تھی..... رتنی بٹھا کر رہی تھی کہ درپن بڑا کجس ہے..... پیسے نہیں دے گا.....

نکچیت رائے نے ہنسنے ہونے کہا.....

جیسے تہباری مرضی..... با اختیار ہو یا..... سیوک رام بڑی محبت سے ہنس دیئے.....

دو درپن باہر نکل گیا.....

رائے بی..... آپ کی زبان رکتی نہیں ہے..... اسی طرح درپن کی بات نہ اگل دیتیے گا..... سیوک رام نے خبردار کیا.....

رام رام..... ابی نہیں رام سرکار..... غلطی ہو گئی..... میں چلوں..... وہ کھڑسا ہو گئے.....

رکتے..... رات کا کھانا کھا کے جائیے گا..... سیوک رام بھی کھڑے ہو گئے.....

نہیں نہیں..... میں اب چلتا ہوں..... جس کام کے لئے آیا تھا وہ تو.....

رائے نے جیسے سیوک رام کو یاد دلایا.....

مجھے معلوم ہے..... اس کے ساتھ ہی کال تیل پر انگلی رکھ دی..... رام سرکار ملازم اندر آتے بولا.....

دیو بی بی سے = 2000 لے آؤ..... کہنا نکچیت رائے آئے ہیں بہتر.....

ملازم آیا اور چند لٹوں پر ہی لوٹ آیا.....

بیٹھے..... ایک سفید لفافہ سیوک رام کو پکڑا دیا.....

بیٹھے..... سیوک رام نے لفافہ نکچیت رائے کو تھما دیا.....

تھکا ہوا خوش رکھے..... سرکار کا آسرانہ ہوتا تو بھوک نہ مٹی اپنی..... نکچیت رائے نے نوٹوں بجا لفافہ اپنی قمیض کے اندر صدری میں ڈال لیا..... آپ سب کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے رائے بی.....

اچھا..... میں چلتا ہوں..... وہ دروازے سے باہر نکل گئے.....

اور سیوک رام اپنے کمرے میں چل دیئے.....

کام..... اسے کیا کام ہوگا..... پوچھا..... یہ تو گزریوں سے کہیاتی ہے۔ درپن شریہ
نہا۔

اس کی عمر بے بیٹا..... کل رتی بیٹی..... کس کی شادی تھی..... پوچھا ملاحظہ ہو کر بولی۔
پوچھا..... تین ہزار اس نے گزریا کی شادی پر لگا دیئے..... درپن نے کرسی سے
نئے ہوئے کہا۔

وہ بھی کہتے تھے پوچھا..... اتنی تو مہنگائی ہے..... کیا بڑتا ہے..... دھسکر اکر پوچھا
لے ساتھ لپٹ گئی.....
ہاں..... بیٹی..... واقعی مہنگائی ہے..... اور ضرورت تھی تو مجھ سے لے لیتی.....
ہاں آتش دان کے پاس بیٹھ گئی۔

لاں..... یہ بڑی فضول خرچ ہے..... ایک پیسہ نہیں لے گا اس کو..... وہ بڑے
نیش انداز میں رتن کو ڈانٹنے لگا۔ فضول خرچ کہیں گی..... درپن نے رتن کے اچھے بالوں
کو چرے سے ہٹا کر شدید محبت کے ساتھ ایک دو گنش شرارت کی۔
دیکھا..... پوچھا..... کتنا برا ہے درپن..... میں فضول خرچ ہوں..... بولو
..... کیا کی ہے فضول خرچی..... وہ دونوں ہاتھوں کو نکلوں کی صورت میں درپن کے
ٹانگوں پر مارنے لگی۔

درپن نے دونوں ہاتھوں سے رتن کے نازک کوئلہ مرمریں ہاتھوں کو تھام لیا۔
پوچھا..... درپن چھوڑنا نہیں ہے..... رتن نے پوچھا کی مدد طلب کی۔
پوچھا جس کراٹھی..... اور ڈریس تبدیل کرنے کمرے میں چلی گئی۔ کوئی مدد کو نہیں پہنچے
درپن نے شریہ گاہیں رتن کے چہرے پر ڈالیں۔
چھوڑ دو مجھے..... ورنہ اور مار دوں گی..... وہ چھٹھلاتے ہوئے بولی۔

ان سے کیا ہوگا..... یہ تو پھول ہیں پھول..... درپن نے جھک کر رتن کے ہاتھوں کو
ہاتھوں سے لگا کر چوم لیا۔

درپن..... وہ دیکھتی رہ گئی..... درپن کی آنکھوں میں محبت و چاہت کی جو چمک آج
تیسھی تھی..... وہ پہلے نہ دیکھی تھی..... ایسے کیا دیکھ رہے ہو
کیا؟ وہ مدہوش سا چوٹا..... ایسا حسن و گنش خدو خال اور شریہ جاذب نظر منکھوتی حسن۔
وہ اس کے جنم کا ایک حصہ محسوس ہوتی تھی..... جیسے اس کے ہاتھ میں محال ہوگا..... رتن تو

وہ مندر مگر تھیں..... رتن نے کہا۔

مندر..... اتنی دیر لگا دی..... میں پیچہ کرتا ہوں۔ وہ اٹھا
لیکن رتن نے ہاتھ کھینچ کر بٹھالیا۔
آجائیں گی..... تہ نہ جاؤ..... وہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔
رتی..... یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اتنی سنجیدگی تم میں کب سے آگئی..... وہ
نے اپنی انگلی سے رتن کے چہرے کو اوپر کیا۔

ارے..... یہ آنسو..... موٹے موٹے آنسو لڑھک کر درپن کے ہاتھ پر گرے۔
رتی..... کس نے کہا تمہیں..... درپن نے بے ساختہ رتن کو ساتھ لپٹ لیا۔
اور وہ اس کے سینے سے لگی سکیاں بھر نے لگی۔
رتی..... بھئی..... تمہارا رونا نہیں دیکھ سکتا میں..... پیسے جتنے چاہے لے لو۔
لیکن رونا نہیں۔ وہ اپنے رونا لے رتن کی آنکھیں صاف کرنے لگا۔

نہیں..... جیسوں کی بات نہیں ہے۔ وہ معموم بیچ کی طرح سسکی لیے ہوئے بولی۔
اور کیا بات ہے..... بتاؤ..... درپن نے بڑی چاہت سے اس کے حسین چہرے کو
ہاتھوں کے پیلے میں تھام لیا۔

مجھیں شاید پیادہ ملی بھیج دیں..... وہ بولی
کس لئے..... وہ چونکا.....

ان کے خیال میں بھون سکے جو سہری گھر آیا ہے۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔
بھون سکے..... کیا مطلب..... کون ہے یہ..... وہ دھن پر زور دیتے بولا۔
ملٹری میں ممبر ہے..... اس نے تمہیں گاڑی روک کر کچھ کہا تھا نا..... رتن
کر دیا۔

او..... اچھا..... وہ ممبر بھون سکے..... جس نے مجھے کہا تھا کہ میں
ہوں..... کیا بھلا سامان تھا..... ہاں بلند خان..... اسے ایک دم یاد آیا.....
داخل ہوئی۔

مستے پوچھا..... رتن نے آتے ہی پوچھا کہ
جیسی رہو بیٹی..... کہاں تھی صبح سے..... پوچھا جانے کہ۔
بس کام تھا..... وہ معمومیت سے بولی۔

..... پہلے کھانا کھائیں آ جاؤ شاہاش وہ رتن کو بڑی محبت سے
ہاؤزوں کے حصار میں ڈرائیگ روم کی طرف لے گیا دوسرے ہی لمحے دونوں
..... دوپٹے پر بازو چھوڑ دیے۔
..... بابا نے کرشنا پوچھا: ملازمہ کو اندر آتے دیکھ کر کہا۔
..... بی بی بی کو بلانے آئی ہوں۔ کرشنا بولی۔

..... تن سہمی سی اسے دیکھنے لگی۔ درپن نے پہلے ماں کی طرف پھر رتن کی طرف
..... پوچھا: میں ابھی آئی تھی نا وہ بچوں کی سی معصومیت سے ہنس

..... ہاں ابھی تو آئی ہو دس منٹ بھی نہیں گزرے درپن نے تعذیب کر

..... بی بی بی دیوی جی بلاری ہیں۔ کرشنا نے موڈ پر صرف اتنا کہا۔

..... اماں میں چلتی ہوں وہ اس کی بولی۔

..... ہاں نہیں کھاؤ گی پوچھا: دیوی جی کتنی رتی کا ادھر آپنا بند نہیں کرتی
..... سیوک رام کی ہستی راستے میں حائل ہے ورنہ وہ آج شاید درپن اور اسے نہ

..... ہاں اس مخالفت کی وجہ وہ بخوبی جانتی تھی۔

..... بے کرشنا نہ کہا۔

..... بے زبان پاؤں کی طرح ملازمہ کے ساتھ چلی دی۔

..... لمبی دیوی اب پھر ڈانٹیں گی۔ کیوں آئی ہے جب منع مخرج کرتی ہیں تو رک

..... وہ سنجیدگی سے بولا۔

..... پوچھا: اس کی طرف دیکھا اس کے لیے کاکر پوچھا: اچھی طرح محسوس کر لیا

..... ہاں اور رتن بھی اپنی توجہ درپن پر مرکوز کئے ہوئے ہے وہ بچپن سے ہی درپن سے

..... اندر مانوس ہو چکی تھی کہ اب علیحدگی کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔

..... پھر سب پر واضح تھا کہ سیوک رام بھی درپن کو بہت چاہتے تھے لیکن کشمی دیوی کے

..... اس سے اٹھارہ کم ہی کرتے تھے۔ وہ صلح کن اور پرامن ماحول پسند کرتے تھے کوئی

..... حدود درجہ معصوم تھی شاید محبت کے معنی جانتی ہے کہ نہیں
..... میں کہہ رہی ہوں اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو پہلے کبھی نہیں دیکھا
..... سوالیہ انداز میں درپن کے شانے پر پھر ہونکا دے کر بولی۔

..... بہر وقت میرے پاس رہتی ہو لیکن آج تمہیں اس روپ میں پہلی بار دیکھا ہے۔ وہ
..... بڑی محبت سے بولا۔

..... درپن چھوڑ ساری باتیں مجھے پیسے دو وہ اضطرار ہوئی بولی۔

..... کتنے کے وہ پینٹ کی پچھلی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔

..... دس ہزار وہ بولی۔

..... دس ہزار پچاس گلو ہو گیا کیا کرو گی اتنے پیسوں کا وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

..... بس من گئی جان پر پیسہ مانگو تو مصیبت آ جاتی ہے مجھے نہیں معلوم
..... جلدی سے پیسے نکالو۔ وہ اس کی میووں کو تلاش کرنے لگی۔

..... رتی عقل کے ناخن کو کچھ کم کر لو وہ نرمی سے بولا۔

..... دیکھو نا دیوالی ہے سہیلیوں کے لئے شاپنگ اور پھر رنگین چراغوں

..... گی جن کی روشنیاں بھی رنگین وہ انکی ادھر ادھر پھیرتی درپن کو جتانے لگی۔

..... بس دیوالی ہی ہے اتنے روپے ضائع کرو گی وہ ان رسوم کے لئے روپیہ خرچ

..... کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

..... ضائع نہیں ہوں گے پیسے بابا تم سے تو بیٹھوں بھی توبہ کریں گے وہ

..... واپس نہیں کر بظاہر غصے سے بولی۔

..... ٹھیک ہے ابھی کھانا کھاتے ہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا وہ ہنس کر

..... بولا۔

..... ٹھیک ہے اچھا ہے زیادہ کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ کھل کھلا کر ہنس

..... دی۔

..... زیادہ جی چاہتا ہے تمہیں کیا چاہاؤں تم نے سارے سری نگر کا سودا کرنا ہے

..... درپن نے جبکہ کراس کی بڑی بڑی سرمئی آنکھیں جھپٹی آنکھیں دیکھ کر کہا۔

..... پوچھا: درپن سے پیسے لے دیں۔ وہ احتجاجاً بولی۔

..... بیٹیاں نہیں دیتے رتی کو کپسے پوچھا فرخ کار وازہ کھولتے ہوئے بولی۔

پوچا کی آواز بھرا گئی۔

میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ وہ باپ سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ درپن نے کہا۔

وہ خاموش کھانا کھاتی رہی.....

میرا باپ کون تھا..... کیا واقعی بلند خان..... نہیں ایسا نہیں ہو سکتا..... بلند خان تو

شمیری ہو گا۔

ہاں..... وہ شمیری کی تھا اور بہت بھادر..... تم..... وہ رک گئی..... شاید وہ خود ساختہ

ارضی داستان کو بنانہ سکتی تھی۔ بولو تاناں..... وہ ہاتھ کھانے سے ہٹا کر بولا۔

وہ بات کو ختم کرنا زیادہ بہتر سمجھتی تھی..... کیونکہ انجینئرز زیادہ بڑھنے کا امکان تھا۔

بلند خان کو میں نہیں جانتی..... ویسے تم مجھے اپنی جان سے عزیز ہو..... میں نے تمہیں

..... ماں اور باپ دونوں کا پتہ دیا ہے۔ درپن نے بغور دیکھا..... اسے پوچا کے الفاظ

میں حقیقت نظر نہ آ رہی تھی.....

کھانا کھاؤ بیٹا..... یہ لو..... آلو کے کباب..... تمہیں پسند ہیں نا.....

Good..... بڑی چاہت سے اس نے پلیٹ سے کباب نکال کر اپنی پلیٹ میں

رکھے..... وہ یہ بھی جان چکا تھا کہ پوچا ماں اس کی توجہ اس مسئلے سے ہٹانا چاہتی ہے.....

ہٹانچے اس نے اس بات کو کسی اور وقت کے لئے چھوڑ دیا..... وہ زیادہ تفصیل میں نہ جانا چاہتا

تھا لیکن اسے جس بات کو جاننے کی اشد ضرورت تھی کہ اس کا باپ ہندو تھا یا شمیری.....

کئی راتیں اس نے اسی مذہب میں ڈوبے ابھرتے گزار دیں..... اگر وہ شمیری کی نہیں تو ہندو

مذہب سے لگاؤ کیوں نہیں..... اگر وہ ہندو ہے تو شمیریوں کے لئے پریشان کیوں ہے

..... ماں تو آخر ماں ہے..... چاہے کسی روپ میں ہو..... وہ سوچتا ہوا خاموش اپنے کمرے

میں چل دیا.....

دفتری امور تمام درپن سیوک رام کے دستخط سے چل رہے تھے۔ ارد گرد کے حلقوں

سے تو یہی ظاہر ہو تھا کہ درپن سیوک رام کا ہی بیٹا ہے۔

چند دن یوں ہی گزر گئے..... کاروباری سلسلے میں وہ سیوک رام کو ملنے اس کے پاس

گیا..... بالکل ہی بیرون منظر سے لطف اندوز ہوتے اس نے کشمی دیوی کو دیکھا.....

ہستے..... وہ کہتا ہو آگے بڑھا.....

آؤ کیسے آئے ہو..... کام ہے..... وہ انتہائی خنوع اور رعایت سے پلٹ کر بولی۔

ایسی بات زبان سے نہ نکالتے جس سے کشمی دیوی کی طبع پر گراں گزرے۔ وہ محبت کا

سمندر تھے..... ہر شخص کی محبت کے ان کے دل میں مختلف گوشے تھے اور پھر کشمی

جوان کی دیرینہ محبت کی واحد امین تھی..... اس کی بات کو نالٹا گویا ان کی نظر میں ایک

بڑا پاپ تھا۔ سیوک رام فطرتاً بے ضرر اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ وہ سوچوں

اتھا سمندر میں اترتی چلی گئی..... درپن کی پیدائش سے لے کر اب تک کے تمام حالات

کی نگاہ میں میں تصویر کی مانند رقص کرنے لگے..... درپن اس کی روح اور محبت کی

نقانی تھی۔

پوچا ماں..... کہاں کھو گئیں..... درپن مسکرا کر پکارا۔

ہاں..... آؤ بیٹا کھانا کھائیں۔ وہ چونک گئی۔

جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئی ہو۔ پوچا نے کھانا میز پر لگایا۔

درپن بغور پوچا کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا..... اب بھی مسلسل سوچے جا رہا

تھی۔

پوچا ماں..... ایک بات پوچھوں۔ درپن نے ڈونگے میں سے ساکن اپنی پلیٹ میں ڈالا۔

ہاں..... کہو۔ پوچا نے ہاتھ روک لئے۔

یہ بلند خان..... کون تھا.....

بلند خان..... تمہیں کس نے کہا..... معلوم نہیں..... وہ ٹھٹھکی سی گئی.....

لغظوں کی روانی کو قائم رکھتے انکار کر دیا۔ اس دن ملٹری نے مجھے روک لیا تھا۔ درپن نے

روک لیا تھا..... میں سمجھی نہیں..... کس لئے..... وہ بری طرح ہڑبڑائی گئی۔

ملٹری کے سمجھنے مجھے کہا کہ تم بلند خان کے بیٹے ہو..... تم نے کیا کہا۔

میں نے کہا..... نہیں..... سیوک رام میرے بابا ہیں..... وہ بولا

اچھا کیا تم نے..... ورنہ ملٹری والے تمہیں مار دیتے..... آئندہ تم اپنے آپ کو

سیوک رام کے ہی بیٹے کہلوانا پوچا جانے خیر دار کیا۔

وہ تو میں بنی کہتا ہوں..... ویسے کچھ پوچا ماں..... سیوک رام میرے باپ تو

ہیں۔ وہ آج پوچا سے اقرار کرنا چاہتا تھا۔

ہاں میری جان..... جینک سیوک رام تیرا باپ نہیں ہے لیکن تو ہمیشہ ان کو اپنا

جان کر عزت کرتا۔

بابا سے ملنا چاہتا تھا۔ کسی کاروباری امور پر مشورہ کرنے آیا ہوں۔ وہ بولا
کیسا مشورہ۔
وہ گہری نظر درپن کے سر ہار ڈال کر رہ گئی۔ نفرت و حقارت کی چنگاڑی پھو
کشی دیوی کی خرمن مبر و قرار کو جلا کر بھسم نہ گئی۔
کیسا مشورہ۔ جو بھی ہے مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔ ویسے وہ اس وقت ڈرائیونگ روم میں
ہیں۔۔۔۔۔ وہ بولی
مہمان ہیں۔۔۔۔۔ وہ سادگی سے بولا۔
ارے واہ۔۔۔۔۔ درپن۔۔۔۔۔ یہ آج ہمارے محل کے نصیب جاگ اٹھے۔۔۔۔۔
نصیب۔۔۔۔۔ کیسے آئے ہو۔۔۔۔۔ وہ خاموش مشرقی انداز میں شرارت بھرے انداز
درپن کے پاس کھڑی ہوتے بولی۔۔۔۔۔
رتی۔۔۔۔۔ کشمی دیوی نے ڈانٹ بھرے لیے میں کہا۔ لیکن معصوم بے ضرر لڑکی نا
کو مل رتن کو ایسی ڈانٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا۔
بابا سے ملنے آئے ہو۔ وہ درپن کے قریب جا کر بولی۔
ہاں۔۔۔۔۔ بابا کے پاس ہی آیا ہوں۔
وہ ڈرائیونگ روم میں ہیں۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ میں تمہیں لے جاؤں۔ وہ بے تکلف انداز
درپن کا بازو سمیٹ کر بولی۔
آؤ۔۔۔۔۔ وہ کشمی دیوی کی پرواہ کئے بغیر درپن کے ساتھ ڈرائیونگ روم میں چل دی
اور کشمی دیوی نے رات پیتے ہوئے اپنا کمرہ دوسرے ہاتھ کی جھٹیل پر مارا۔۔۔۔۔
درپن سے زیادہ رتن پر غصہ آ رہا تھا۔
تم اندر جاؤ۔۔۔۔۔ رتن نے درپن سے کہا۔
آؤ نا۔۔۔۔۔ وہ مسکرا کر بولا۔ اندر بھی آ جاؤ۔۔۔۔۔ درپن نے رک کر کہا۔
تم جاؤ۔۔۔۔۔ واپسی پر آنا۔۔۔۔۔ میرے کمرے میں۔ وہ تاکید کرنے لگی۔
وہ چلی۔۔۔۔۔
رتی۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے گوتہ نے آتے پکارا۔
کیا ہے۔۔۔۔۔ وہ معصومیت سے بولی۔
تھوڑا سا وقت ہمیں بھی دے دیا کرو۔۔۔۔۔ کتنی دور سے آئے ہیں۔۔۔۔۔ گوتہ کے

میں بے تکلفی پائی جا رہی تھی
کیسا مطلب ہے تمہارا۔ وہ تھکھی۔۔۔۔۔
ارے بھئی نظر اتفاقات ہم پر بھی ڈال دو۔۔۔۔۔ آخر ہم بھی تمہارے اپنے ہیں۔ گوتہ اس
کے قریب چلا گیا۔
میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکی۔ وہ معصومیت سے بولی۔
مطلب تو صاف ظاہر ہے کہ جب بھی دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ تم درپن کے ساتھ ہوتی ہو۔
میں تو ہمیشہ سے اس کے ساتھ رہی ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں نہیں معلوم۔۔۔۔۔ وہ شریرا انداز
میں بولی۔
سب جانتا ہوں۔۔۔۔۔ اب تم بڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ گوتہ کی نگاہیں اس کے حسن لازوال کو
دیکھ کر پھیل گئیں۔ وہ چونک گئی۔
پھر کیا ہوا۔۔۔۔۔ وہ گوتہ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔
گوتہ نے زیر دست ندامت بھرے انداز میں پاؤں زمین پر مارے اور مخالف سمت چل
دیا۔
وہ دست برنی کی طرح چوڑیاں بھرتی پھر واپس لوٹ آئی۔
رتی۔۔۔۔۔ کشمی دیوی کی آواز پر وہ تھکھی۔
جی مانا۔۔۔۔۔ وہ رک گئی۔ زبردست رعب و جلال اس پر کرخت لہجہ۔۔۔۔۔ ادھر آؤ
وہ جانتی تھی کہ رتی اس وقت کہاں سے آرہی ہے۔۔۔۔۔
جی۔۔۔۔۔ وہ قریب جا کر بولی۔
چھوڑ آئی ہو۔۔۔۔۔ اس مسلمان کے بچہ کو۔۔۔۔۔ کیا اسے ڈرائیونگ روم کا راستہ نہیں
آتا۔ کشمی دیوی نے زبردست غصے کی حالت میں دانت پیسے۔
مانا۔۔۔۔۔ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔۔۔۔۔ وہ مسلمان کا بچہ ہے۔۔۔۔۔ وہ حیران رہ گئی۔
میرا مطلب کہ وہ مسلمانوں کا بڑا ہندو بنتا ہے۔ کشمی دیوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور
بات بدل گئی۔
اس نے میرے سامنے کبھی ایسی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔
چھوڑ اس بات کو۔۔۔۔۔ تم وہاں گئی تھیں۔

گئی تھی ماما..... مجھے کام تھا۔ وہ برجستہ بولی۔

کیوں..... جہیں منع کیا ہوا ہے کہ وہاں مت جایا کرو.....

ہائے رام..... میں کیا کروں..... کیوں منع کرتی ہیں آپ۔ وہ شہنا کر بولی۔ اور پاؤ

زمین پر مارتی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

☆ O ☆

کاشی دیوی کے پاس گوشہ استراحت میں بیٹھ، وہ ہڑبڑاسے گئے۔ دروازے پر دستک
”آئی ہے۔“ کاشی دیوی نے کہا۔

آؤ..... دروازہ کھلا ہے۔

سرکار جی..... ملٹری والا ہے کوئی..... ملنا پڑتا ہے۔ راویو سنگھ مودب بولا۔

ملٹری والا..... کیا نام ہے..... سیوک رام کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔

معلوم نہیں رام سرکار..... نام نہیں بتایا اس نے

ٹھیک ہے..... سہماں خانے میں بٹھاؤ.....

بہتر سرکار۔ راویو سنگھ واپس لوٹ گیا۔

کون ہو سکتا ہے۔ کاشی دیوی نے عالم، بیٹائی میں سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

خیال ہے میجر بھون سنگھ ہو گا..... سے آج کل دورہ پڑا ہوا ہے..... سیوک رام نے

خیال ظاہر کیا اور نفرت بھی.....

بھون سنگھ..... وہ کیوں آگیا..... کاشی دیوی کی آواز حلق میں اٹک گئی۔

پر بیٹائی اس کی میں کیا بات ہے..... ہو گا کوئی کام..... سیوک رام نے اپنی چادر

ٹانے پر ڈالی۔

میرا امن گھبرائے لگا ہے..... یہ کیوں آگیا..... اسے تو کشمیریوں کے گھروں میں جانا

ہا ہے تھا۔ وہ بری طرح وحشت زدہ نظر آ رہی تھی۔

آپ آرام کریں..... معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیجنگ روم کی طرف

بھاگ گئے۔

نستے رام جی۔ میجر بھون سنگھ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا۔

نستے..... سیوک رام نے حسب دستور کہا۔ تشریف رکھیے۔ وہ سامنے صوفے کی طرف

اُٹھ کر بٹے ہوئے۔

تلاش ہے..... وہ میرے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔
سیوک رام کے لئے اے جھوٹ کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ بلند خان میرا دوست تھا.....
اس کی موت کا مجھے بہت افسوس ہے لیکن میں اس کی بیوی اور ملازم کو نہیں جانتا۔
بلند خان کا بیٹا درپن زندہ ہے نا۔ میجر بھون سنگھ بڑے وقوف سے بولا۔
بالکل زندہ ہے..... اس کی تربیت اور پرداخت میں نے ہی کی ہے۔ آپ اس کو میرے
دوالے کر دیں..... وہ کسی وقت بھی آپ کے لئے مصیبت بن سکتا ہے۔ بھون سنگھ کھڑے
ہوئے ہوئے بولا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے..... وہ بے ضرر پڑے..... اس کو آپ کے حوالے کیسے کر دوں۔
سیوک رام ایک دم کھڑے ہو گئے۔

آپ کی چٹون پر ملی مجھے ہرگز منظور نہیں..... دراصل وہ تخریب کاری کا اولاد ہے۔
وہ تخریب کاری کا اولاد ہے..... درپن تو تخریب کار نہیں..... وہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے
آپ کے حوالے کیسے کر سکتا ہوں۔

ٹھیک ہے..... خیال رکھیے گا..... کوئی ایسی دیکھی..... بھون سنگھ نے دونوں ہاتھوں
کو اپنی بندوق کی نالی پر پھیرا..... اور جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

رکئے..... بھون سنگھ.....
سیوک رام نے کہتے ہوئے کال تیل پر انگلی رکھی۔

رام جی..... راڈیو سنگھ اندر داخل ہوا۔
دیوی جی سے چیک بک لائو۔

بھتر سرکار..... راڈیو سنگھ لوٹ گیا اور چند ہی لمبے گز سے وہ چیک بک لے کر آیا۔
سیوک رام نے چیک بک پکڑ کر راڈیو سنگھ کو جانے کا اشارہ کیا۔ چند لمبے خوشاک سکوت
کے ساتھ گزرے..... سیوک رام نے چیک بک کو کھولا اور پچاس ہزار پر دستخط کئے۔ یہ
میری طرف سے قبول کیجئے..... سیوک رام نے چیک کو بھون سنگھ کو تھماتے ہوئے کہا۔
اجی..... رام جی..... اس تلفک کی کیا ضرورت تھی..... درپن کو آپ اس قدر عزیز
ہے تو کون اسے کچھ کہہ سکتا ہے۔ پردوش تو آپ کی ہے نا..... بھون سنگھ کی گرسنہ نظریں
بیک کاٹواف کرنے لگیں۔

ضرورت پڑنے پر اور بھی دے سکتا ہوں..... کوئی بڑی بات نہیں.....

Thank you..... وہ جھٹپٹے ہوئے بولا۔
کیسے آتا ہوا..... سیوک رام نے کہا۔
مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ میجر بھون سنگھ اپنی داڑھی پر ہلکا سا ہاتھ پھیر کر بولا۔
پوچھیے..... سیوک رام مطمئن ہو گئے۔
یہ لڑکا جو آپ کے گھر میں رہا ہے..... کون ہے..... بھون سنگھ نے ایک آہ
کرتے ہوئے کہا۔

کون لڑکا..... نام لیجئے..... سیوک رام نے کہا لیکن انہیں کھٹک چکا تھا۔
ہی..... اپنا نام درپن بتاتا ہے اور آپ کو اپنا باپ بتاتا ہے۔ بھون سنگھ گہری سوتا
اجرا۔

بالکل وہ میرا بیٹا ہے لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ سیوک رام کو بھون
کی گفتگو پسند نہ آئی۔

رام جی..... وہ لڑکا بندو نہیں ہے..... نام بے شک اس کا درپن ہے۔ بھون سنگھ
موضوع کی طرف آ رہا تھا۔

آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں..... کھل کر کہیں۔ سیوک رام بولے۔
میں یہ کہنا چاہتا ہوں..... کہ یہ لڑکا جو اپنا نام درپن بتاتا ہے..... یہ آپ کا
سکتا۔ بھون سنگھ ہال کی کھال اتارنے پر قتل کیا۔

دیکھیں..... من مانا بچہ ہے..... اس کی ذمہ داری میں نے جو لے لی۔
سیوک رام کا ہاتھ ٹھکا۔

یہ رام جی..... بلند خان کا بیٹا ہے..... جو گزشتہ کئی سالوں میں ہم دھماکے میں
تھا..... اب بھی اسی کی پاری نے راکٹ کو آتش گیر مادے سے لڑا دیا ہے۔

بلند خان کو ایک عرصہ گزرا مگر ختم ہوئے۔ سیوک رام نے افسوس ظاہر کیا۔
بے شک..... وہ..... لیکن اثرات باقی ہیں۔

اس کو آپ نے قتل کیا تھا بلکہ اس کے سارے خاندان کو..... سیوک رام کو یاد آیا
آپ درست کہتے ہیں..... بلند خان بہت بدوا تخریب کار تھا۔ اگر اس کو ختم نہ کیا جا

اور کوئی بڑا کام کرنے سے گریز نہ کرتا اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ سیوک رام نے
میں چاہتا ہوں کہ بلند خان کی ایک بیوی اور اس کا بیٹا..... غالباً ایک ملازم جس کی

Thank you .. Thank you .. آپ درپن کے بارے میں ہے ا
ر ہیں.....

بھون سنگھ نے دروازے کی طرف لرزے پردوں کو بغور دیکھا۔ میرا خیال ہے میرا
اور آپ کی گفتگو کوئی سن رہا ہے۔ بھون سنگھ نے چیک کو وردی کی اندرونی جیب میں ڈالا
لیا۔

بے فکر رہنے..... باہر سے کوئی نہیں آ سکتا..... کوئی ملازم ہوگا۔
All right..... بھون سنگھ نے جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

سیوک رام بھی کھڑے ہو گئے۔
دروازے کا پت کھول کر بھون سنگھ پھر پلٹا..... ایک بات کا خیال رکھتے رام جی...
بھون سنگھ نے اپنی گھٹی سیاہ برادیک طرف سے اٹھا کر کہا۔
سیوک رام نے صرف آنکھیں اٹھائیں۔

درپن کو سمجھ راون سے بچائیے گا۔

کیا مطلب؟

مطلب یہ ہے رام جی راون دشمن ہے بلند خان کا..... وہ جہاں بھی درپن کو دیکھے
کردے گا.....

بھون سنگھ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

میں اسے دیکھ لوں گا۔ سیوک رام نے ٹیش میں کہا۔

بابا..... دروازے پر درپن کی آواز سن کر چونک گئے۔
درپن..... تم..... کہاں تھے..... میں نے تمہیں کل سے نہیں دیکھا۔ سیوک
کے انداز میں بے ساختگی اور دالہاندہ پن تھا۔
کیا بات ہے..... بابا۔ آپ پریشان نظر آتے ہیں۔ درپن بڑی محبت و چاہت کے
سیوک رام کے پاس بیٹھتا ہوا بولا۔
کچھ نہیں..... وہ چھپا گئے۔

کچھ تو ہے بابا..... یوں تو افسردہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

درپن نے دیکھا بغور سیوک رام کی آنکھوں میں محبت کے دودیپ جلنے دیکھے۔
آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں بابا..... وہ آگے جھک کر بولا۔ اور سیوک رام

ت کو اپنے بازو کے حصار میں لے لیا۔

تم میرے بیٹے ہو نا..... وہ بیٹنی اور غیر بیٹنی کے اعراف میں ڈولنے لگے۔

اس میں کیا شک ہے..... میں سیوک رام کا بیٹا ہوں..... آپ کی روح کا حصہ..... وہ
الہانہ انداز میں بولا۔

لیکن لوگ جنہیں میرا بیٹا نہیں سمجھتے..... میں جانتا ہوں لوگ کیوں نہیں سمجھتے.....
انہائی کرب سے سیوک رام کی طرف دیکھ کر بولا۔

پھر بھی.....

جی ہاں بابا..... پھر بھی آپ میرے پتا ہیں..... میں آپ کا ہوں..... صرف آپ کا
... آپ میرے پتا..... درپن بے ساختہ سیوک رام سے لپٹ گیا۔

جنہیں معلوم ہے جنہیں پیدا کسی نے کیا ہے۔ سیوک رام نے۔ ویران نظریں درپن کے
پہرے پر ڈالیں۔

جانتا ہوں مجھے پیدا کرنے والا بلند خان ہے۔ اس ٹاٹے سے وہ میرا باپ کہلاتا ہے.....
اس سے کیا ہوتا ہے بابا..... صرف پیدا کرنا تو سب کچھ نہیں ہوتا..... آپ نے مجھے پاؤں
اس چلنا سکھایا زندہ رہنے کا شعور عطا کیا..... میں ایک بہتر زندگی گزارنے کے قابل
ہوں بابا..... سویت بابا..... پرورش ہی سب کچھ ہے..... بڑی عقیدت اور محبت کے
ساتھ درپن جھکا اور سیوک رام کے ہاتھ چوم کر باہر نکل گیا۔

وہ ساکن..... کسی غیر متحرک بت کی طرح صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھے رہے۔
راکتار بھی ان کا بیٹا تھا..... اس نے کبھی ان کی خبر نہیں لی اور نہ ہی ہمدردی کے دے بول
کے ہوں..... درپن دن میں ایک مرتبہ ضرور ان کی خبریت معلوم کرتا اور ہر طرح سے
ان کی صحت اور ضرورت کا خیال رکھتا۔ وہ درپن کو ہر قیمت پر ملٹری کے عتاب سے بچانا
چاہتے تھے۔ درپن کو زندہ رہنا ہے۔ بھگوان اس کی حفاظت کریں گے..... وہ زندہ رہے گا
میرے لئے..... دیوی کے لئے..... ہمیں اس کی ضرورت ہے..... ادھر کھانا سے
درازہ کھلا اور کشمی دیوی بری طرح چونک گئیں۔

کیا بات ہے..... دروازہ بغیر آواز کے کھولا کرو..... اس قدر شور..... کشمی دیوی
نے راجکار کو اندر آتے دیکھ کر ناگوار ہی سے کہا۔

میرے اندر کے شور کو خون دہائے گا..... ایک طوفان برپا ہے میرے اندر.....

نہ لگا۔ سیوک رام یا کشمی دیوی کا ڈیرا خوف رستے کی رکاوٹ نہ بناتا تو وہ کبھی کا درپن کو لے سے نکال چکا ہوتا۔ صد آفرین درپن پر جس کو سب علم ہونے کا باوجود بھی اپنے ہی قابو میں رکھنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ جس دن اس کو یہ علم ہوا کہ وہ واقعی بلند خان کا باپ ہے تو حیرت اور بے پناہ مسرت سے وہ دیوانہ ہو گیا۔۔۔۔۔ لیکن وہ نمک حرام یا خود غرض ہے۔ بے مروت نہیں تھا اس کا اتنا خیال تھا کہ اس کی بہتر تربیت و پرداخت محل میں ہوگی مگر۔۔۔۔۔ سیوک رام نے کس قدر اس کے آرام اور سکون کا خیال رکھا تھا۔ وہ یہاں رہ کر تعلیم حاصل کر چکا تھا۔۔۔۔۔ اگر سیوک رام اسے پناہ نہ دیتے تو آج وہ گندی میاں میں بیٹھنے والے کپڑے کی طرح کسی ہندو کی چوٹ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر زندگی کے دن گزار رہا ہوتا۔ ہر کام نے اسے اعلیٰ زندگی اور عقل و شعور عطا کیا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔۔۔ اور وہ چونک گیا۔ اسے معلوم تھا یہ دستک سوائے رتن نے اور کسی کی نہیں ہے کیونکہ موسم قدرے ابر آلود تھا۔۔۔۔۔ چند دنوں سے بارشوں کا ایل چل رہا تھا۔۔۔۔۔ کبھی کبھی چھم چھم تیز بونچاڑ پڑنے لگتی تو کبھی گرم بھجھ بھجھ۔۔۔۔۔ وہ نادمہ اپنے کمرے میں کئی دنوں کا چھوڑا ہوا حساب کتاب مکمل کر رہا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔

اُجاڑ۔۔۔۔۔ دروازہ کھلا ہے۔ وہ یوں ہی بولا۔
اور وہ بالائے نگاہی کی طرح آدھمکی۔۔۔۔۔
ارے۔۔۔۔۔ پائل ہو گیا۔ ٹام دیکھا تم نے۔۔۔۔۔ چھ بچ رہے ہیں۔ اور سردی
ن قدر بڑھ رہی ہے۔ وہ کھاتے اور فائلیں ایک طرف رکھنا حیرت سے بولا۔ چھ ہی تو
ہیں۔۔۔۔۔ رات تو نہیں بیت گئی۔۔۔۔۔
وہ بیٹکی اوڑنی کو جھاڑی اس کے سامنے والی میز پر بیٹھ گئی۔

رتی۔۔۔۔۔ اس قدر سردی میں۔۔۔۔۔ ان کپڑوں کے ساتھ۔۔۔۔۔ مرنے کا ارادہ تو نہیں
اُبارا۔۔۔۔۔ وہ رتن کی بیٹکی اوڑنی کو دیکھ کر بولا۔

مرتی نہیں ہوں میں۔۔۔۔۔ بڑی سخت جان ہوں۔۔۔۔۔ وہ ہاتھ سے اپنی پیشانی سے پانی
ن قطرے صاف کرتے ہوئی۔۔۔۔۔

غصہ۔۔۔۔۔ میں تو یہ لاؤں۔۔۔۔۔ تم بہت بھگت چکی ہو وہ دھمکے لگا۔
نہیں۔۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔ تم سے ایک بات کہنا ہے۔ ایک دم رتن نے ہاتھ بڑھا کر درپن

را بجکار شدید غصے کے عالم میں اندر آتے بولا۔
کیا۔۔۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔ بیٹا۔۔۔۔۔ اتنا غصہ صحت کے لئے مضر ہے۔ کشمی دیوی

نے جس کا خالی گلاس دایس تپائی پر رکھا۔
ماما۔۔۔۔۔ وہ بڑے دھماکے سے صوفے پر بیٹھا۔۔۔۔۔

کشمی دیوی نے بغور اس کے مجڑے تورو دیکھے تو حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔
کیا بات ہے۔۔۔۔۔ مجڑے ہوئے لگ رہے ہو۔۔۔۔۔ جھگڑا ہوا ہے کسی سے۔

نہیں۔۔۔۔۔ وہ مختصر سا جواب دے کر جھپٹلائے ہوئے بالوں کو درست کرنے لگا۔
پھر کیا بات ہے۔ کشمی دیوی کو الجھن ہوئے تھی۔

ماما۔۔۔۔۔ درپن کی بلند خان کا بیٹا ہے۔۔۔۔۔ اپنا تو کچھ نہیں۔۔۔۔۔ وہ ایک دم کہہ گیا
تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کشمی دیوی کا ماتھا خشک۔۔۔۔۔ را بجکار تیز طبیعت کا لالہ والی جوان

تھا۔ اس نے کہاں سے معلوم کر لیا۔۔۔۔۔ حالانکہ۔۔۔۔۔ وہ بھی اب محتاط ہو چکی تھیں۔
سوچنے لگیں۔

معلوم ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ درپن ہندو نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ کشمیری ہے اور کشمیری یہاں نہیں
رہ سکتا۔ وہ انتہائی نخوت سے بولا۔

راج بیٹے۔۔۔۔۔ ایسا مت سوچو۔۔۔۔۔ درپن اس محل میں ملی کر جوان ہوا ہے۔۔۔۔۔
تمہارے ساتھ کھلیا ہے۔۔۔۔۔ تمہارے پیار کا ہمدرد ہے۔ کشمی دیوی جانتی تھیں کہ درپن

ایک بھروسہ دار وادعیت کرنے والا نوجوان ہے۔۔۔۔۔ اور سیوک رام کی خاص عنایت اس پر ہے
تو کیا ہوا۔۔۔۔۔ وہ تیاراد غصے سے۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ وہ ہاتھ لٹکے لگا۔

تم اسے کچھ نہیں کہو گے۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ کشمی دیوی نے حکم صادر فرمایا۔
لیکن۔۔۔۔۔ اس کی وجہ۔۔۔۔۔ وہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

سب سے بڑی بات کہ اگر وہ بلند خان کا بیٹا ہے۔۔۔۔۔ بھی تو اب نہ وہ بلند خان ہے اور نہ اس کو
پیدا کرنے والی عورت۔۔۔۔۔ وہ ہندو عورت کی آغوش میں پرورش پا چکا ہے۔۔۔۔۔ اور ہندو

دھرم رکھتا ہے۔ کشمی دیوی نے را بجکار کے دل سے تمام قسم کے پرانہ خیالات صاف
کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہندی ہمت اور اکلڑ طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے دل میں

نفرتی نفرت و حقارت کھر کر چکی تھی روز افزوں تر تھی ہی کرتی رہی۔ یوں تو وہ کبھی درپن سے
بات کم ہی کرتا تھا۔ لیکن اب کے تو حالات نے ایسا پائندہ پائنا کہ وہ درپن سے شدید نفرت

کو بھڑایا۔

کبوتر..... جلدی سے۔ وہ بیٹھ گیا

ہم سب لوگ دہلی جا رہے ہیں۔ رتن نے کہا۔

دہلی..... ماما بھی جائیں گی۔

نہیں..... بس ہم سب۔ وہ بغور درپن کو دیکھ کر بولی۔

یعنی کہ تم اور باقی لوگ۔ درپن کے انداز میں اداسی کا غصہ غالب تھا۔

تم بھی چلتا..... درپن بڑا مزہ آئے گا..... وہاں بڑے مندر کے پچھلی طرف

کے کزن ہیں..... بڑے مزے کے آدی ہیں..... وہاں بھی چلیں گے۔

خیر..... شوق سے جاتا..... لیکن..... وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

لیکن کیا؟ وہ جھک کر بولی

میں نہیں جاؤں گا۔ وہ ایک دم بولا۔

کوئی تکلیف ہے..... تم کیوں نہیں جاؤ گے..... وہ ایک ہاتھ درپن کے شانے پر مار

بولی۔

تمہارا دماغ چل گیا ہے..... بابا کیسے جانے دیں گے..... یہاں کام کون کرے گا.....

اور جو تھی فیکٹری لگائی ہے..... درپن نے کام کی زیادتی کا احساس دلایا۔

بھڑا میں جائے تمہارا کام..... بس تم چلو گے..... میں کچھ نہیں جانتی..... وہ لبرل انداز

میں بولی۔

تم نہیں سمجھو گی..... دیوانی لڑکی..... تجھے اپنی پڑی ہے۔ وہ محبت سے رتن کا شانہ

بولا..... پھر نہں دیا

تجھے نہیں معلوم تم چلو گے..... ورنہ.....

ورنہ کیا..... کیا کرو گی تم..... وہ چونکا..... اور آگے کو جھک کر بولا۔

میں تمہارا گھارہ یاد دلاؤں گی..... ہاں..... وہ دونوں ہاتھوں سے درپن کی مردانہ گرن

دو بچ کر بولی۔

اچھا..... ان ہاتھوں سے..... یہ..... نازک اور کمزور..... پھول..... جیسے ہا

درپن نہایت عقیدت کے ساتھ رتن کے ہاتھوں کو چوم لیا..... ان سے نہیں مر سکتا.....

وہ مسکرا دی۔

درپن..... کیا کروں..... جی چاہتا ہے..... تمہارے پاس ہی بیٹھی رہوں..... تم

اے سامنے رہو..... بس ہر جگہ تم ہی میرے ساتھ ہو..... وہ اپنے سر کو درپن کے

ناتے پر ٹکا کر بولی۔

کون کا فر..... تم سے جدائی کا تصور بھی کرے..... مجبوری ہے..... وہ پرمردہ رتن

کی طرف دیکھ کر بولا۔

کیا مجبوری؟ وہ بولی۔

اب تو راجکار بھی طنز کرنے لگا ہے مجھ پر..... جب بھی سامنا ہوتا ہے..... عجیب

اب نظروں سے دیکھتے ہیں..... درپن کے لہجے میں عجیب قسم کی اداسی تھی۔

میں جانتی ہوں..... تم کوئی اور خیال من میں ملتا..... رتن نے درپن کو اطمینان

دلا دیا۔

تم جانتی ہو..... وہ ایسا کیوں کرتا ہے..... درپن نے کہا۔

ہاں..... میں جانتی ہوں..... بھائی کیوں ایسا کرتا ہے۔

کیا..... بھلا.....

تم بلند خان کے بیٹے ہو..... وہ تمہیں کشمیری جان کر ایسا کرتا ہے..... وہ مسکرائی.....

اسے علم ہو گیا..... وہ درط حیرت میں اتر گیا۔

تمہیں حیرت ہوئی ہے کہ تم ایک کشمیری کے بیٹے ہو..... اور میں تم سے محبت کرتی

ہوں..... وہ بڑی پانیت سے درپن پر اپنے نازک دھڑکا دھڑکا کر بولی۔

ہاں..... رتنی..... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا..... مر جاؤں گا..... تم میرے

انسان کی پرچھائیں سے بھی قریب ہو.....

محبت کسی مذہب کی پابند نہیں ہے درپن..... محبت تو بس محبت ہے..... مسکرا دی۔

رتنی..... میری جان..... درپن نے پرسکون انداز میں اپنا سر رتن کے ریشمی بالوں پر

ٹکایا..... باہر آہٹ ہو رہی ہے..... درپن ایک دم سے چونکا

درپن بیٹا..... سو گئے..... برآمدے سے پوچھنے پکارا.....

آجائے پوچھا..... آفت نازل ہو چکی ہے..... سونا کہاں ہے..... لہجے میں

اداسی ہی شراعت تھی..... اور رتن اٹھ کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

اسے رتنی..... تم..... اس وقت پوچھا گھر آکر بولی۔

داخل ہوئی..... اس کی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔ کشمی دیوی قہر و جلال کی مورق بنی سامنے
ن پر بیٹھی تھیں.....
نی۔ کشمی دیوی گرج کر بولیں.....
نی مانا..... وہ سہم گئی۔
نہاں سے آ رہی ہو..... اس وقت..... کشمی دیوی کی آواز کی کڑک اس کے رگ
ہاں اتر گئی۔

اما..... ادھر..... درپن کے ہاں اور کہا جاتا ہے۔ وہ معصومیت سے بولی
یوں جاتی ہو..... درپن کے پاس..... تھیں منع کیا ہے کہ اب تم وہاں نہیں جاؤ گی۔
ہا کر بولیں۔
اما..... کیوں نہ جاؤں درپن کے پاس..... درپن میں یا برائی ہے..... وہ بے ساختہ
نی۔

اس میں برائی ہے..... تھیں معلوم نہیں..... کشمی دیوی نے طنز اکھا
یا برائی ہے..... یہی کہ وہ بلند خان کا بیٹا ہے۔ رتن نے کہا۔
کیا یہ برائی کس ہم..... دو ایسے انسان کا بیٹا ہے..... جس کے خیالات نظریات ہم سے
ا جدا ہیں..... اور یہی اختلافات ملک تقسم کا باعث بنا.....
وہ ہمارے ساتھ ہیں کہ جوان ہوا ہے..... مجھے تو اس کی کسی حرکات و سکنات میں
ال نظر نہیں آیا..... بلکہ برائی بھی کوئی نظر نہیں آئی.....
تہاڑی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے..... تمہیں اچھے برے کی پہچان نہیں رہی.....
نی دیوی کے تیرے بدلے بدلے سے نظر آ رہے تھے۔

ٹب کے گیارہ بج چکے تھے.....
اب سو جاؤ..... اور اپنے لباس کو تبدیل کرو..... جیسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ تیز
نی سے کمرے میں سے نکل گئیں.....
تہر دم مندر کی کھنٹی بجنے لگی..... محل کے لوگ جانے کی تیاری کرنے لگے.....
د دھیرے دھیرے ضروریات سے فارغ ہو کر سب ڈرائنگ روم میں ناشتے کے لئے موجود تھے
ہک رام..... راجا اور کشمی دیوی موجود تھی..... لیکن ایک کرسی خالی تھی.....
راشا..... رتی کو ناشتے کے لئے کھو

اس وقت کیا ہے پوچھاں۔ درپن بولا۔
بیٹا..... دیکھو تو سہی..... کتنی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ پو جانے بند کھڑی کی
طرف دیکھا۔
بارش..... رتن گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔
گھبراؤ نہیں میں تمہیں چھاتالے کر چھوڑ آؤں گا..... جیسے..... درپن نے دلا سا دیا۔
دیکھو..... آٹھ گھنٹہ بج گیا..... جاؤ چھوڑ آؤ..... رتن نے درپن کی طرف دیکھا

.....
ذرا کرو..... میں چھاتالے آؤں..... وہ کمرے سے نکل گیا۔
اب کیا معلوم دیوی بی..... کیا کہیں..... پو جاؤ اسی پیرا کر دینے والے لہجے میں بولی۔
کچھ نہیں کہتیں..... اب بارش ہو گئی تو میرا کیا قصور..... یہ تو سے کا قصور ہے یا پھر
بھگوان کی مرضی..... وہ اندر آتے درپن کو دیکھ کر ہنس دی۔
پوچھاں..... یہ تو نہ جانے کون سی مٹی سے بنی ہے..... اسے ڈری نہیں لگتا..... نہ
رات سے اور نہ دن سے..... وہ پھر اصل موڈ میں آ گیا۔
میں کوئی تیری طرح ڈر پوک تو نہیں..... جو ہر گام پر ڈرتی رہوں..... وہ اٹھتے ہوئے بولی۔
چل آ..... درپن نے رتن کا نازک ہاتھ تھام لیا۔
جلدی آ جانا..... پو جانے جاتے ہوئے درپن نے کہا۔
OK.....

دونوں باہر نکل گئے..... وہ تیز بارش میں درپن سے چپکی لہنی اپنے کمرے تک پہنچ گئی.....
ہے بھگوان..... وہ دروازہ ادھر نظر گھما کر بولی۔
میں جاؤں..... وہ باہر سے ہی بولا۔
آ جاؤ..... درپن..... ٹھہر کے چلے جانا..... وہ پھر اسے روکنے لگی.....
سو جا ب..... دروازہ بند کر لے
ٹھہر جاؤ۔ رتی نے لپک کر درپن کا ہاتھ پکڑ لیا۔
نہیں..... رتی..... اب جانے دو..... تم جاؤ کمرے میں..... سردی بڑھ رہی
ہے..... شاباش.....
اچھا ہائے..... وہ جاتے جاتے درپن کو پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ دروازہ کھول کر

بہتر دیوی دی..... کرشار تن کے کمرے میں چل دی۔ اور چند لمحوں کے بعد، انا بلی۔

دیوی جی..... رتی لپی تو بخار میں پینک رہی ہیں..... اوئی رام آگ کی طرح ہو تپ رہا ہے..... کرشاد درجہ گہرا رہی تھی.....

بخار..... ہونا ہی تھا..... کشمی دیوی پریشان صورت کرسی دھکیل کر انھیں لکین سیوک رام کو چین کیسے نصیب ہوتا..... لاڈلی بیٹی بپار ہو تو..... وہ بھی اٹھے..... رانہ بکار بپار۔

راج بیٹے..... تم ناشتہ کرو..... ہم رتی کو دیکھ کر آتے ہیں..... ٹھیک ہے ماما..... مطمئن رہا۔ راجکار نے اپنے کپے میں چائے بنائی۔

رتی جانی..... کشمی دیوی اس پر جھک گئیں۔ ارے بہت بخار ہے..... سیوک رام ہوئے..... صوبائل نکال کر ڈاکٹر سے بولے.....

دیکھا..... سردی اور بارش..... بخار تو ہونا تھا..... کشمی دیوی نے دام کچکچائے.....

ماما..... شہنشاہ گ رہی ہے..... مر جاؤں گی..... ہائے رام..... رتن نے کشمی دیوی کے ہاتھوں کو اپنے ہونے پکڑا۔

مریں تیرے دشمن..... میری جان..... ماما کی زندگی..... کشمی دیوی نے آہ دان کی آگ کو روشن کر دیا۔ جو بچہ چھٹی تھی۔

رتن کیا بپار ہوئی سارے محل کی دنیا اٹھل پھٹل ہو گئی..... آج کئی روز ہوئے..... پو جاہر ان سی محل چل دی۔

مٹسے دیوی جی..... مٹسے..... آؤ پو جا..... کیسے آئی ہو..... کشمی دیوی غلام گردش میں آتے ہوئے سے بولیں۔

بہت دن ہو گئے دیوی جی..... رتی نظر نہیں آئی..... طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی پو جاہر بیان سی بولی۔

رتی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... کشمی دیوی لا پر واہی بولیں۔ کیا بات ہے رتی کو۔ پو جانے کہا۔

معمولی بخار ہے..... پریشانی کی کوئی بات نہیں.....

پریشانی کی بات تو ہے دیوی جی..... درین یہاں نہیں ہے..... اس لئے مجھے کسی بات کا غم ہی نہیں ہوتا..... درین بہت دنوں سے دہلی گیا ہوا ہے۔ پو جا کا افسوس ہوا کہ بروقت نہ رتی کی بپاری کا علم کیوں نہیں ہوا۔

رتی کو اسی دن سے بخار ہے..... جس دن تمہارے ہاں بھیسکی ہوئی آئی تھی۔ کشمی دیوی نے جیسے زبردست ٹھوکہ دیا..... رتی کا بخار تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔

دیر ہو چکی تھی..... درین نے کہا کہ رک جاؤ..... لیکن وہ آنے کے لئے ہند تھی دن..... وہ قریبی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

اپنے کمرے میں ہے..... پو جانے کہا ہاں..... دیکھ لوں..... وہ اجازت طلب نگاہیں کشمی دیوی کے رخسار پر ڈال بولی۔ کشمی دیوی نے اقرار میں صرف گردن ہلائی اور پو جارتن کے کمرے کی طرف چل دی۔

رتی بیٹا..... پو جانے محبت سے اسے دیکھ کر لطف بنایا..... پو جانے اس کے ہتھے ہوئے چہرے پر سے ہال بنائے۔

پو جاہاں..... ہاں..... کہی طبیعت ہے..... پو جا محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دلی۔

پو جاہاں..... درین نہیں آیا..... وہ ایک دم یاد کر کے بولی۔ نہیں بیٹا..... وہ تو دہلی سے واپس نہیں آیا..... پو جانے کہا۔

اتنے..... اتنے دن ہو گئے..... وہ آہستہ سے بولی..... ہاں بیٹی..... دن تو بہت ہو گئے ہیں۔ آجائے گا..... پو جانے رتن کے دیکھتے چہرے کو

بلور دیکھا..... اس کا سرخ و سپید رنگ اناری ہو رہا تھا اور پاقوتی ہونٹ خشک تھے۔ من پر پانی کی جھلکی تھی۔

وہ چند لمے خاموش رہی۔ پو جاہاں..... کو بیٹا..... پو جانے کہا۔ جب بھی درین آئے..... اسے میرے پاس بھیجتا..... وہ بولی۔

یہ سب کچھ ایتھے ہوا تھا۔۔۔۔۔ نیکو۔۔۔۔۔ ڈاکٹر کر رہے ہیں۔ وہ دیویاں اب
تاہیں کر رہا تھا جسے بچی سے مخاطب ہو اس قلیل عرصہ میں کشمی دیوی جان ہیتم
رتی اور درین ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن گاہک کیا۔۔۔۔۔ رتی خدی کا
بات پڑ جانے والی لڑکی تھی۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔۔ دیکھا جائے گا۔ وہ انجی
چلیں۔۔۔۔۔ تابش خندا ہو چکا ہوگا۔۔۔۔۔ سوک رام پولے

رتی نے صرف آنکھیں چمکائیں.....

لینادوں..... ہاں..... وہ نگاہت سے صرف اتنا ہی بولی۔

درپن نے ایک معصوم کو مل پھول کی طرح بڑی محبت حفاظت سے نرم انداز میں رتن کو بستر پر لیٹایا..... اس کے کھمرے بالوں کو دوست کیا..... رتن کا بخارا بڑھ رہا تھا درپن کو وہاں کھڑے کھڑے بڑی تشویش لاحق ہوئی..... آخر یہ بخارا رتکیوں نہیں... ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق اسے عموماً کا اثر تھا..... اور سردی کا اثر غالب تھا۔ نازک رتنی اس بات سے لاعلم ہے کہ موسم بھی انسان کی طبیعت پر اثر انداز ہوتے۔ رتنی اس دن سے بیمار تھی جس دن شدید بارش میں وہ اس کے پاس آئی تھی اور وہ اسے نہانے آیا تھا..... اسی دن سے وہ بیمار تھی۔

ننید درپن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی..... سامنے کرسی پر بیٹھا کسی رسالے کی ورق دہانی کر رہا تھا..... شبن سے شب کے بارہ بجے درگشی دیوی اندر داخل ہوئیں۔

درپن..... انہوں نے اندر آتے پکارا

بی بی ما..... وہ ایک دم مودب کھڑا ہو گیا۔

تم سوئے نہیں..... وہ حیرت سے بولی.....

نہیں..... رتنی کو دوائی دی ہے..... اور ایک گھنٹہ کے بعد سیرپ دینا ہے۔ وہ بالوں کو ت کرتے بولا۔

لکشی دیوی رتنی کے قریب آئیں..... اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ بخار توب بھی تیز ہو رہا ہے۔ وہ پریشان نظر آنے لگیں۔

میرے خیال میں رتنی کی دوائی تبدیل کرنا پڑے گی..... بخار کیوں نہیں ٹوٹ رہا۔ وہ اپنا شک انداز میں بولا۔

اس سے فرق تو پڑا نہیں۔ لکشی دیوی نے دوائی دلی شیشی کو دیکھا جس میں محسوس کر رہا تھا..... کہ اس دوائی سے کوئی خاطر خواہ افادہ نہیں ہوا۔ وہ کھڑے کھڑے ہی بولا۔

اما..... وہ کچھ سوچ کر بولا۔

لکشی دیوی نے صرف آنکھیں اٹھائیں..... میرے خیال میں رتنی کو ہسپتال داخل کرنا ہائے..... وہ رتن کی بیماری سے آگاہ ہو چکا تھا۔

صبح..... رام جی سے بات کروں گی..... دیوے کو زیادہ بیمار ہے۔ وہ گھبراہٹ میں تھیں۔

میں کیا کروں..... میری ہمت جواب دے چکی ہے۔ درپن کو وہ اچھا نہیں سمجھتا..... بڑنس میں خاک اٹھنے کا..... راجنکار کے بس کا روگ نہیں ہے۔ سیوک رام نے سر ہلکایا۔

بات کہاں سے شروع ہوئی اور ختم کہاں ہوئی۔

آرام کیجئے..... مت سوچئے..... لکشی دیوی لیٹے ہوئے بولی۔ اور سیوک رام نے اپنے ہی سائڈ لیپ کی جلی گل کر دی۔

پوچھا..... ننید آ رہی ہے۔ وہ خلاف اٹھائے اندر داخل ہوا۔

ہوں..... پوچھا گو گھر رہی ششی..... یہاں لیٹ جایئے ماں..... قالمین پر بستر بچا کر خلاف رکھا.....

آگئے چنا..... وہ صوفے سے کشن سر کے نیچے رکھتی لیٹ گئی۔

آپ سوچائیں..... رتنی کا خیال رکھا..... وہ ننید میں ہی بولیں۔

رتنی کا کیوں نہ خیال رکھوں گا..... بھلا کون اپنی ہستی کا خیال نہیں رکھتا..... وہ اسی کے ساتھ اٹھا..... رتن چنگ سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے لیٹنے کے انداز میں بیٹھی تھی

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ قریبی میز سے میز بیکل چارٹ اٹھایا..... اور دو اور بگے کاکا دیکھا..... دو دانی کا وقت ہو چکا تھا۔ چھوٹی سی شیشی سے گولیاں نکال کر اس نے گلاس میں

انڈیا۔

رتنی..... دوائی لے لو.....

کڑی ہے..... بخار سے سرخ آنکھیں کھول کر رتن نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ نہ..... نہ..... یہ دیکھو..... تمہارے لئے شہد لایا ہوں..... دوائی لینے کے

ایک گچھ شہد..... ٹھیک ہے..... وہ بڑے ہی پیار سے پاس بیٹھ گیا۔..... درپن نے بڑھایا۔ اور رتن نے چھوٹا سا ہنہ کھولا۔ درپن نے گولیاں اس کی زبان پر رکھ دیں۔

گلاس اس کے ہونٹوں کو لگا دیا۔

شبابش..... اچھا ہے..... رتن کو گولیاں نگلنے دیکھ کر وہ محبت سے بولا..... گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھ دیا.....

لرزتے ہاتھوں سے رتن نے اپنا ہاتھ درپن کی طرف بڑھایا۔ ایک دم درپن سے رتن ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں گھیر لیا۔ یہاں جان کر تمام لیا۔ کیسی طبیعت ہے..... وہ بڑی

بیٹھ کر محبت سے بولا۔

میں دہلی لے جایا گیا۔

محل خالی ہو گیا..... صرف ملازمین کی فوج موجود تھی..... رات کے دس بج چکے تھے..... راجکارا پتی طویل سیر و تفریح کے بعد شعلے سے لونا تھا۔ محل کی جان لیوا خاموشی اور کمبیر سناٹا اس بات کی دلیل تھی کہ کوئی موجود نہیں ہے۔ وہ گاڑی سے اتر کر سیدھا کشمی دہلی کے کمرے کی طرف دوڑا..... مہاراج..... رتنی بی بی کو دہلی لے گئے ہیں..... اسے آتے دیکھ کر اپنی ملازمہ بولی۔

کیوں..... وہ ایک دم رک گیا۔

سرکار..... رتنی بی بی بہت بیمار تھیں..... رام جی اور دیوی جی..... درپن بابو کے ساتھ دہلی لے گئے..... وہ کہنے لگی ہوں..... وہ وہاں پناہ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

سرکار..... جاگیں گے نہیں..... وہ پھر بولی۔

صبح..... اس وقت بہت تھک چکا ہوں..... وہ میز و فراری سے اپنے کمرے میں چل گیا.....

ادھر سنوٹش اور ایشا کو بھی بھر بیچ چکی تھی۔ تمام وہاں پہنچ چکے تھے۔ رتن کو امیر چمنی وارڈ میں لے جایا گیا۔ چند لمبے کے بعد نرس نے ایک چنٹ درپن کے ہاتھ میں تھمادی..... درپن بیٹا خون کی ضرورت ہے۔ سیوک رام قریب آئے

بابا..... اس خون کا گروپ کہیں نہیں ہے..... وہ پڑمردگی کے عالم میں بولا۔

اس اثناء میں راجکارا اندر داخل ہوا۔ آؤ راجکارا..... ہم خون ٹٹ کر دوائیں..... ٹائیڈ نمبر مل جائے۔ درپن نہ کہا۔

تم جاؤ..... میں خون دینے کے حق میں نہیں ہوں..... کشمی دہلی اور سیوک رام نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

Relakes..... کوئی بات نہیں..... درپن کو شش کر رہا ہے تا..... سیوک رام

نے کشمی دہلی کو قتل دی۔ درپن اندر جا چکا تھا۔

نرسوں اور ڈاکٹروں کا تانہ بندھا تھا..... رتن کو ہوش میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی۔ دو گھنٹے کی جدوجہد کے بعد نرس نے مڑا اسٹایا۔ آپ کے مریض کو ہوش آگیا ہے رام جی.....

میں اس بات سے پریشان ہوں کہ رتنی کا بخار کیوں نہیں اتر رہا..... اس میڈیسن نوٹنا چاہیے تھا..... اور اس پر بے ہوشی..... وہ کشمی دہلی کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔ ہوں..... وہ ہوں کہتے ہوئے پوجا کو گہری نیند سوتے دیکھنے لگیں۔ تم بھی سو جاؤ درپن..... تمھے ہوئے دہلی سے آئے ہو..... وہ پلٹ کر بولیں انہیں درپن پر اس وقت رحم آ رہا تھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں ماما..... صرف رتنی کو آرام آنا چاہیے۔ وہ بڑی چاہت سے، ضرور آرام آئے گا..... کالی دیوی نذرانہ مانگتی..... سینگوان اسے آرام دیا تو بڑے مندر میں چڑھا دیا چڑھانے سب چلیں گے..... وہ باہر نکلیں گیں۔

لیکن اس کا دل دیوی کو نہیں مانتا تھا..... وہ مندروں کو پسند نہیں کرتا..... والد خان کا بیٹا ہے۔ بلند خان مسلمان تھا..... خدا کو ماننے والا۔ اے خدا..... اے خدا..... فرحت کے ساتھ اس نے منہ پھلایا اور چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے وہ جیسے زندگی سزا سے آزاد ہوا ہو..... وہ اگر بلند خان کا بیٹا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ وہ سوچوں کی حدوں کو چھو رہا تھا..... تمام شب وہ اپنے لئے اور رتن کے لئے سوچتا رہا۔

درخت پر بند ہو گئے۔ شاخوں کے جھکے سوکھ گئے۔ پتوں نے درختوں کی شاہد م ناٹ توڑ لی۔ جس طرف دیکھو ایک سبب ویرانی ہے۔ ایک ملنگی سی اداسی۔ ایک سفاکی..... ایک روح سمجھنے لینے والا منظر..... ایک روح فرما سوا حل.....

اب کیا ہوگا..... کشمی دہلی نے کھینک لیگیں اور پراٹھا لیں۔ سینگوان نے دعا کر دیا کہ کھن..... وہ اچھا ہی کریں گے..... سیوک رام نے لاش کے کاندھے پر ہاتھ رکھا..... اور خود اپنی نگاہیں بے ہوش رتن کے بے حس و حر پر ڈال دیں۔

بابا..... جلدی کیجئے..... چلنے ماما آپ گاڑی میں بیٹھئے..... میں رتنی کو لے کر..... دور تن کی طرف بڑھا.....

کام مکمل ہو گیا..... سیوک رام امیدی کی کرن دیکھ کر بولے..... سب کام مکمل ہیں..... میں نے مسٹر واسکو کو سمجھا دیا ہے..... وہ سمجھ کہتے ہوئے درپن بے ہوش رتن کو متاع عزیز بن کر اپنے ہاتھوں پر اٹھا دیا گاڑی میں..... ملازمین نے دروازہ کھولا..... گاڑی میں لٹا دیا..... اور پھر رتن کو نیم

بھگوان تیرا کرم.... سیوک رام جوش مسرت سے بولے.... اور کشمی دیوی وہ کئے لئے انھیں۔

ابھی نہیں... کچھ دیر کے بعد... نرس نے مسکرا کر کہا۔
راجنکار نے نرس کو دیکھا.... اگر بروقت دروہین کا بلڈ نہ میسر آتا تو مشکل ہو... نرس نے کہا۔

کیا خون دروہین نے پایا ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔
تی دیوی جی.... بھگوان کی دیا سے مسر دروہین کا بلڈ نمبر وہی تھا۔ جس کی ضرورت... نرس کہتے ہوئے واپس لوٹ گئی۔

راجنکار نے اپنے بتائے چرے پر جو طہانیت دیکھی آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی م اس نے محسوس کیا جیسے دروہین اس کے تمام اختیارات پر قابو پا رہا ہے۔ اس کا باپ اس سب کچھ چھین کر دروہین کو دے گا.... اس کو یہ سوچ کے ساتھ ہی نفرت و رکا کا ایک لاوا اس کی روح کو جلا کر رکھ کر گیا۔ وہ ایسا نہیں ہونے دے گا....

چند دن یوں ہی پریشانی کی گزر گئے.... رتن نے بہت جلد طبیعت ہونا شروع کیا.... آج ڈاکٹر نے چھٹی دے دی تھی۔ اور یہ چھوٹا سا قافلہ سنٹوش اور اس کے ساتھ کے ہاں مل کر گھر آ گئے۔ اس وقت ڈرائیوگ روم میں سب ہی موجود تھے.... سامو نے صوفے پر سیوک رام اور کشمی دیوی پر اجماع تھے.... اور ایک طرف رتن 'سونیا' دے بیٹھے تھے.... سامنے اسے اور دروہین بیٹھے تھے....

چند لمے گزرے تھے کہ شیشیل اور آتما زبردست چائے کے ساتھ داخل ہوئیں۔ وہ... زبردست بڑی طلب محسوس ہو رہی تھی چائے کی.... گوتم نے دلچسپی کا کیا۔

رتن نے دروہین کو دیکھ کر ہنزون پر تبسم نکھیرا....
راجنکار نظر نہیں آ رہا.... سیوک رام نے متلاشی نگاہیں ادھر ادھر گھمایں۔
میں نے صبح سے نہیں دیکھا۔ کشمی دیوی بولیں۔

پھر کہاں چلا گیا۔ سیوک رام بولے
میرا خیال ہے سری عمر واپس چلا گیا ہے راج....
دروہین نے سیوک رام کی پریشانی کو کم کرتا چاہا۔ تمہیں بتایا اس نے۔ کشمی دیوی نے

نہیں.... بتایا تو نہیں.... ویسے میرا خیال ہے کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔ دروہین نے کہا۔
میںے اور طیش میں سیوک رام نے دانت پیسے.... متے لوگوں کے سامنے وہ کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ تاخلف بیٹے نے انہیں ذہنی اذیت سے دوچار کر دیا تھا۔ اس کی طبیعت... میا شانہ انداز شرب نوشی جسے وہ ہمیشہ سے ناپسند کرتے تھے۔ اور روپے کا ناجائز استعمال... ان کی تربیت میں کہاں کی کہہ تھی جو اس کی شخصیت میں دروہین پر چکی ہیں.... لیو ج نے ان کو عارضہ قلب میں مبتلا کر دیا تھا۔

نیپاتی.... چائے پیجئے نا.... سنٹوش نے بڑے مودب انداز میں سیوک رام سے ان سامنے رکھے کپ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ایک دم چونکے.... اور کپ پکڑ لیا۔
آپ راج کے لئے پریشان نہ ہوں.... وہ جہاں بھی ہوگا۔ ٹھیک ہوگا۔ کشمی دیوی نے

لیکن وہ خاموش ٹھہر ٹھہر کر چائے کا گھونٹ زہر کی طرح حلق سے اتارتے رہے۔
رتی.... تم زیادہ دیر مت بیٹو.... جھک جاؤ گی.... دروہین نے ایک دم کہا۔
میں ٹھیک ہوں۔ وہ دروہین سے بولی۔

نہیں ٹھیک.... صوفے پر ہی لیٹ جاؤ.... سونیا.... ادھر آ جاؤ.... رتن لیٹ جائے.... وہ اٹھتا ہوا سونیا سے بولا جو رتن کے پاس بیٹھی تھی۔
ایک ناگوار نظر سونیا نے دروہین کے شفاف چہرے پر ڈالی اور اپنی دانست میں زمین کو دلتی ہوئی اٹھی.... سونیا ادھر آ جاؤ.... ابے نے اپنے پاس ایک آرائشی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

Thank you۔ امدے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔ وہ بڑی دلربائی سے اس کرسی پر بیٹھ راز راہ تنکر بولی۔ دروہین نے رتن کے لئے صوفے پر کٹن رکھ دئے.... لیٹ جاؤ.... جی.... تمہیں ریٹ کی ضرورت ہے۔ وہ کب دروہین کا کہاں لکھ سکتی تھی۔

ہاں بیٹا.... لیٹ جاؤ.... تمہارے لئے زیادہ دیر بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔ اُٹھانے کہا اور... مسکراتی ہوئی سمجھتی ہوئی لیٹ گئی۔
اُٹھانے اٹھ کر سب کے لئے چائے بنائی اور شیشیل نے سب کو باری باری ان کے ہاتھ میں

تہائی۔
شیشیل ایک سمجھ دار اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی.... کشمی دیوی کی ہمیشہ سے خواہش تھی

نہیں آتا ہو گا۔ اٹھا بولی۔

ابھی سوچ رہے ہیں..... اب کشمیر میں کیا رکھا ہے..... ہر وقت کی چکڑو چکڑو زندگی
نہاڑی ہے۔ کشمیری دیوی بولیں۔

میں تو درپن کی وجہ سے پریشان رہتا ہوں..... سیوک رام بولے۔

گناہ ہے..... درپن کشمیری ہے..... پریشانی تو ہے..... اب کیا بے گادرپن کا.....
نہ کہا۔

ابھی تک تو چاہا ہو ہے..... سیوک رام نے کہا۔ کشمیری دیوی خاموش رہی۔

درپن ہمارے لئے بڑا بھلا گناہ ہے..... رتن کی زندگی بچانے میں اس کا کردار..... سچ
میں تو اس نے خرید لیا ہمیں۔ سیوک رام نے کہا۔

رام جی..... اتنے بھی مشکور نہ ہوں اس کے..... اگر اس نے ایسا کیا ہے تو انسانی فرض
ہے..... کشمیری دیوی تو درپن کی احسان مند تھی لیکن سیوک رام کے منہ سے بار بار
یہی تعریف نہیں سن سکتی تھی۔

ایسی جی..... یہ انسانی فرض آپ کے بیٹے نے کیوں ادا نہیں کیا..... لالہ سیوک رام
مگر غم نظر آنے لگے۔

ابھی دیوی نے رعنیت کے ساتھ لگاؤ میں اٹھائیں اور اٹش کی طرف بھرا دیں۔ خیر
یہ اس قصبے کو..... جھگوٹ کو منظور تھا..... کہ رتن کی زندگی درپن کی وجہ سے بچ
تو اچھا ہوا۔ اٹش حسب عادت بات فحش کرنا چاہتی تھی۔ چند قدموں پر قہقہوں کی آواز

ہن..... سو نیا رتن اور شیتل اور گوتم جیتے ہوئے غلام گردش کا زینہ چل رہے تھے۔ آؤ
..... کہیں جانے کا پروگرام بن رہا ہے ہو۔ سیوک رام نے اسے کے سر پر چہرے کی
ایکھا۔

ابھی رام..... ہم شیلے جانا چاہتے ہیں..... مگر..... اسے نے کہا۔

نیلے..... سیوک رام نے حیرت سے کشمیری دیوی کی طرف دیکھا۔

..... نہیں بیٹا..... پہلے ہی بہت دن ہو گئے ہیں..... اب تو ویسے بھی ہمیں چلنا
..... ناشمیری دیوی نے کہا۔

انی..... آپ نے بھی وہی بات کہہ دی..... جو درپن کہہ رہا تھا۔ اسے نے درپن کو

کر دیا بھار کے لئے شیتل بہتر ہے۔ رتن کے لئے وہاں کو تو پسند کرتی تھیں لیکن یہاں بات
بدلے کی بن جاتی تھی..... سیوک رام اور کشمیری دیوی بدلے کی شادی کے قائل ہی نہیں
تھے..... وہ صرف ایک شادی کر سکیں گے۔ سب سے زیادہ شیتل کو پسند کرتے تھے
..... رتن کے لئے رشتوں کی کمی نہ تھی..... اس لئے خاموش ہو گئیں۔ اٹھا بھابی.....
رمیش نظر نہیں آ رہا۔

کشمیری دیوی کو رمیش کی غیر حاضری عجیب لگ رہی تھی۔

رمیش اپنے سر لایا گیا ہو ہے..... اس کی سانس پیار ہے۔ اٹش نے فریاد کر دی۔

جتنی اور اپنے تھوڑے ہوں گے۔

جی ہاں..... رمیش اور اس کا خاندان وہ ہیں۔ ویسے خوش ہے وہ اپنے گھر میں۔ اٹش نے
کہا۔

ماتا جی نے رمیش کی زندگی کو ستر بنادیا۔ ورنہ وہ کہاں ٹھیک ہونے والا تھا۔ سنشوش کو بنیم
جواہر لعل کو یاد کرتے تھے حد افروز سے بولا۔ ماتا جی کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ کشمیری دیوی
کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ان کا جیون ایک پسینا دکھائی دیتا ہے۔ بڑی جلد بچھر گئیں ہم سے۔
سیوک رام بولے۔

ماحول کو افسردہ دیکھا تو اسے نے درپن کی طرف اشارہ کیا۔ سب اس کے کمرے کو
طرف چل دیئے۔ اپنا اپنا کپ اٹھائے۔ اسے نے قالین پر کیرم رکھا۔ آؤ ایک باڑی
جائے گوتم بولا۔

اور چاروں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ گوتم اور درپن آئے سانسے بیٹھ گئے۔ اب ہمارا سامنا
کون ہے گا۔ اسے نے سو نیا کو دیکھا۔ سو نیا بے گئی تمہارا سامنا۔ درپن نے کہا۔

چلو آ جاؤ..... اسے نے بالے خواستہ کہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سو نیا کو کیرم کہا
نہیں آتا۔

دوسرے دن رات کے کھانے پر پھر بات چیز مچی۔ ابھی چند دن اور ٹھہریں.....

جی..... ابھی دن نکلے ہوئے ہیں۔ اٹش نے کہا۔

بہت دن ہو گئے نکلے ہوئے..... کشمیر کے حالات خراب ہیں..... کاروبار کا کچھ

نہیں چل رہا۔ سیوک رام بولے۔

آپ بیسوں دہلی میں مقیم ہو جائیے..... وہاں ہر وقت دھڑکا سا لگا رہتا ہے..... کسی

مصنوعی غصے سے دیکھا۔
 درپن چلا جائے۔ ہم لوگ تو ہیں..... رتن ہے یہاں.....
 واہ..... درپن کیوں چلا جائے..... درپن رہے گا تو میں رہوں گی..... ہاں
 درپن نے بڑی محبت سے رتن کی طرف دیکھا۔
 تم تو جیسے بندھی ہو درپن کے ساتھ..... گوتم جل کر بولا۔
 ایسا ہی جان لو..... ویسے اس کے ساتھ ہم سب بندھے ہیں۔ رتن نے کہا۔
 ایسے کرو..... تم سب لوگ ہمارے ساتھ چلو۔ کشمی دیوی نے کہا۔ وہ ماحول میں
 پیدا کرنے کے موذ میں نہ تھیں۔
 نہ نہ ہمیں وہاں دھماکوں سے خوف آتا ہے..... رات کو دھماکا..... دن کو دھماکا.....
 شیشل نے کانوں پر ہاتھ رکھے..... اور اس کے ساتھ ہی سب نے قہقہے مٹھل کو زعفران
 اچھا..... آئی..... رتن کو رہنے دیجئے..... شیشل نے رتن کے گلے میں بانٹیر
 کر محبت سے کہا۔
 رکھ لو..... میں کب روکتی ہوں۔ کشمی دیوی نے بڑا فراخ دلی کا ثبوت دیا.....
 تھی کہ درپن نہ رہے گا تو وہ بھی نہ رکے گی۔
 کیوں رتی..... رہو لو ہمارے ساتھ..... شیشل نے کہا۔
 درپن روئے..... میں بھی روہوں گی..... وہ پھر بولی.....
 چلو رام انکل درپن کو چند دنوں کے لئے رہنے دیں۔ اسے نے کہا۔
 کاروبار کو کون سنبھالے گا..... درپن کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا..... سو
 نے مجبوری ظاہر کر دی۔
 اسی لئے تو کہہ رہی ہوں..... راج کو ساتھ لگائیے..... آخر کب تک درپن کی
 رہے گی..... کشمی دیوی ایک دم طوطا چشم ہو گئیں
 آؤ درپن..... شہر چلیں..... وہ ماحول کی نزاکت بھانپتے ہوئے درپن کو بازو سے
 لے گیا اور شیشل رتن کو لے گئی۔ باقی گوتم اور سونیا تو پہلے ہی شیشل کے کمرے میں
 تھے۔
 ارے..... تم یہاں..... رتن ہنس دی۔

گوتم نے جھک کر باہر کی طرف دیکھا..... درپن کو نہ دیکھ کر تھکین سی ہوئی۔ اسے کہاں
 نہ..... سونیا نے کہا۔ وہ اور درپن باہر شہر گئے ہیں۔ رتن نے کہا۔
 درپن کے ساتھ تم نہیں گئیں۔ گوتم نے طنز کیا۔ اس کے ساتھ ہی رتن ہنسی
 رتن اپنی سمجھ کی وجہ سے گوتم کا مذاق جان گئی تھی۔
 او..... ٹوٹ یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ گوتم نے زبردست طنز کے تیر برسائے..... اور
 ہانے تہقید لگایا۔ دیدی شیشل آپ اس کو منع کر لیجئے..... وہ معصوم بچوں کی طرح شیشل
 سے شکایت کرنے لگی۔ شیشل ہنس دی۔
 میں نے نہ..... ٹریری بات کہہ دی بھلا..... گوتم نے بے گناہی کا ثبوت دیا۔
 یہ تو کوئی بات..... سونیا نے اپنے بھائی کی حمایت کی۔
 بات کیوں نہیں ہے..... تم لوگ ہر وقت درپن کے پیچھے پڑے رہتے ہو..... بات.....
 بات اس میں کیڑے نکالے ہو..... تمہیں معلوم ہونا چاہئے وہ تم سب سے اچھا ہے
 ذہانت میں بھی اور کام میں بھی..... رتن کو غصہ آ گیا..... اور وہ اپنے کمرے میں
 نے کے لئے انھی..... وہ غصے سے جانے کے لئے قدم اٹھانے لگی۔
 رکھو..... رتی..... ٹھہرو۔ گوتم کو دیکھ کر شیشل نے جاتی ہوئی رتی کو پکارا..... لیکن وہ
 اپنی چٹائی چھٹی تھی۔
 جب آپ کو علم ہے کہ وہ درپن کی مخالفت برداشت نہیں کرتی تو مت کرو ایسی بات۔
 فینل بھی چند دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ گوتم اب کھلم کھلا درپن کی مخالفت پر اتر آیا
 کوئے لڑلے ہیں درپن میں..... جو ہم میں نہیں ہیں۔ سونیا نے کہا۔
 یہ بات نہیں ہے..... شیشل نے کہا۔
 تو پھر کوئی بات ہے..... گوتم نے پر زور انداز میں کہا۔
 اسے بھی..... وہ بچپن سے درپن کے ساتھ کھلی بلی بڑھی ہے..... اس نے اپنی
 اوش مندی میں درپن ہی آس پاس دیکھا ہے۔ اس لئے وہ اس سے بڑی مانوس ہے۔ شیشل
 نے اسے دلائل سے ان دونوں مبینہ باتوں کو قائل کرنا چاہا۔
 ہم بھی بچپن سے رتی کے ساتھ کھیلے ہیں..... ہمیشہ آتے جاتے رہے ہیں۔ سونیا بولی۔
 یہ انکل رام نے سر پر چڑھا رکھا ہے..... حالانکہ ایک کشمیری کی ہمارے نزدیک کیا

بہ اختیار ہے اپنے کمرے میں ہوگی..... شیشیل جانے لگی۔

اپنے ٹمبرے..... میں دیکھتا ہوں..... گوتم نے سونیا کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔
بی..... درپن نے رتن کے کمرے میں جاتے ہی پکارا..... تم آگے..... کہاں تھے
..... رتن نے درپن کے گلے میں بازو حاصل کر دیے۔

ایک بات ہے..... طبیعت تو ٹھیک ہے..... ڈرائنگ روم میں نہیں آئیں۔ درپن نے
محبت دچاہتے رتن کے بکھرے بالوں کو درست کیا۔
بی نہیں چاہ رہا تھا..... تم جو نہیں تھے۔ وہ اداس لہجے میں بولی۔

کمی نے کچھ کہا۔ وہ اور قریب ہو گیا۔
بہیں..... وہ درپن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔
ضرور کوئی بات ہے..... یونہی بے چہول سا چہرہ دکھایا ہوا نہیں ہے۔ رتن کے پڑمردہ
کو دیکھ کر درپن کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... وہ گوتم کی طبیعت کی خفاہت کو بھی
اگر طرح جانتا تھا۔

رام قسم..... کوئی بات نہیں ہے..... میں تو تمہاری راہ دیکھ رہی تھی دانستہ جھوٹ کا
الے کر بولی۔

اچھا چلو..... کھانے کے کمرے میں سب منتظر ہیں..... چلو..... شاہناش۔ وہ بچوں کی
ناس کو بھلاتے پیکار تے ہوئے بولا۔ اور وہ خوشی خوشی اس کی بانہوں میں بانہیں ڈال
ڈرائنگ روم کی طرف چل دی۔

رتن اور درپن کی محبت کو سب ہی محسوس کر رہے تھے..... لیکن ہر سوچنے والے کی
مختلف نوعیت کی تھی۔ کوئی اسے درپن کا خلوص کہتا..... کوئی وفا شعاریت کو تو کوئی جائے
تہور کرتا اور کوئی اسے خوشامد اور چالچی سے تعبیر دیتا۔ لیکن وہ اپنی دھن میں مست
نہ لودل و جان سے چاہ رہا ہے۔ رتن اس کی زندگی اس کے جسم کا ایک حصہ بن چکی تھی۔
نہ سے دوری گویا اس کے سہم سے اس حصے کو کاٹ دیا گیا ہو..... جوں جوں وقت گزرتا

اتما شہیر کے حالات سنگین ہوتے جاتے تھے۔ مٹری کو جہاں بھی شک گزرتا وہیں
انہاں پر گولیاں چلاتے شہید کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کا جینا دو بھر ہو گیا ہے۔ اس
انگریز میں کون جانتا ہے کہ جو گوئی کے سامنے آ رہا ہے وہ کون ہے..... ادرہ بھون سنگھ
ظلم کا بازار گرم کر کر تھا۔ کشمیر کا نام لینے والوں پر اندھا دھند فائرنگ..... حالات

جیت ہے۔ گوتم کے اندر رقاہت آگ بن کر بھڑکنے لگی۔

اب تو وہ انکل رام کا ہی ہے..... ہندو حریت حاصل کی ہے اس نے..... شیشیل بولی۔
سب ٹھیک ہے..... لیکن کشمیر یوں میں جو فرقہ پسندی کا تضاد ہے..... وہ مت نہیں
سکتا..... گوتم نے کہا۔

بھائی بالکل ٹھیک کہتا ہے..... دیکھیں نا دو سو سال مسلمان اور ہندو اکٹھے رہے..... اس
کے باوجود کیا ہوا..... ہندوستان کی تقسیم کروالی..... ان فرقہ پرستوں نے۔ سونیا کے
اندر نفرت سر اٹھا رہی تھی۔

یہ بات تو درست ہے..... خیر چھوڑو..... آؤ باغ میں چلیں..... کل بھی سیر
ٹھیک گئے..... فلم بھی دیکھیں گے..... شیشیل دونوں کو لے کر باغ میں چل دی موسم بہت
دکھن تھا۔ پھولوں کے کچ کے پاس رتی پہلے سے ہی موجود تھی۔
ارے..... رتی..... تم..... موسم کا لطف اٹھا رہی ہو۔ گوتم اور سونیا کے ساتھ
کھڑے شیشیل نے کہا۔

میں اکہلی تھی..... سوچا باہر چلی جاؤں..... کمرے میں جی نہیں لگ رہا تھا۔ رتن نے
اداس لہجے میں کہا۔

رتی I am sorry..... فہس کے دکھاؤ..... گوتم اور سونیا کا مطلب تمہیں اداس
کرنا نہیں تھا۔ شیشیل نے محبت سے رتن کے بال سنوارے۔ رتن مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

رات کے کھانے پر سب اکٹھے تھے..... بڑے ڈرائنگ روم میں اجتماع کیا گیا تھا.....
سب اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ بہرے نے کھانا جن دیا تھا..... درپن نے دیکھا
..... اسے اتنے سارے لوگوں میں رتن نظر نہیں آتی تھی..... دکھی دیوی اور سیوک رام
تو چند دنوں کے لئے درپن اور رتن کو چھوڑ کر کشمیر چائے تھے۔ ریش اور اس کے بیوی۔ ہم
بھی آئے ہوئے تھے۔ شیشیل.....

yes..... شیشیل برتنوں کو درست کرتے ہوئے۔

رتن کہا ہے..... کھانا نہیں کھانے گی۔ وہ سوالیہ انداز میں بولا۔

رتی..... آئی نہیں..... کہا تھا..... شیشیل نے پلیٹ اٹھا کر رکھتے ہوئے کہا۔

..... سب موجود ہیں..... وہ نہیں..... درپن کو رتن کی عدم موجودگی کی بڑی شاق

گزری۔

خراب سے خراب ترین ہو رہے تھے۔ سب عزیز رشتہ داروں کی مرضی یہی تھی کہ۔
رام دہلی میں رہائش اختیار کر لیں حالانکہ کشمیر سے زیادہ کاروبار
ان کا دہلی میں تھا۔ یہی کچھ سوچتے سوچتے کشمیری دیوی اور لالہ سیوک رام واپس تو
گئے تھے وہ خود ہاں بے سکونی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ اس تھے.....
پریشان تھے..... آنے والے حالات سے۔

☆ ○ ☆

رتی..... وہ چوڑیاں بھرتی بڑی تیز رفتاری سے جاتے جاتے ایک دم رکی..... چپے
پل لگ گئی ہو۔ کیا ہے بھائی۔ راجیکار کی تیز دھند کانوں کو چھری بن کر کانٹے والی آواز سے
لی کر بولی۔

درپن کے ہاں جا رہی ہو۔ وہ قریب آگیا۔
ہاں..... اوھر ہی جا رہی ہوں..... کوئی کام ہے مجھ سے..... وہ معصوم انداز سے
پرائی۔

نہیں.....

تو میں جا رہی ہوں..... وہ جانے کے لئے قدم اٹھاتے بولی۔

رکو..... وہ گرج دار آواز میں چلایا۔

کوئی کام نہیں ہے تو کیا بات ہے۔ وہ حسب عادت نرم لہجے میں بولی۔

تم ادھر نہیں جاؤ گی..... بلکہ مت جایا کرو..... وہ حکم صادر فرمائے لگا۔

کیا..... اوھر نہ جاؤں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... وہ بے ساختہ راجیکار کی آنکھوں
نہ آنکھیں ملا کر بولی۔

آج سے تمہارا درپن سے ملنا بند..... وہ حکم چلانے لگا۔

واہ جی واہ..... آج سے تمہارا درپن سے ملنا بند..... میں تو جاؤں گی۔ وہ شریر انداز

میں اسی لہجے میں نقل اتارتے آگے بڑھ گئی۔

Oh my good..... راجیکار نے بڑے زور سے اپنا دایاں مکہ پائیں ہاتھ کی

سلی پر مارا اور غصے سے دانت کچکا کچکا۔ اور غلام گردش کے بڑے زبے کی طرف بڑھ گیا وہ

پانے کے کمرے کے باہر رکی۔ دروازہ بند تھا۔ رتن نے آہستہ سے بغیر آواز کے دروازہ

ملا۔

درپن کو فائلیں کھولے کام میں مصروف پایا۔ اس وقت درپن کی پشت دروازے کی

بھلا سنا ہم ہے اس کا..... لعلیا کوئی..... ہاں..... وہ..... وہ بڑی اچھی لگتی ہے..... وہ گہری نظر سے درتن کے دہانے کو حیرت سے کھلا دیکھ کر بولا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو ہونٹوں میں دہانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگر وہ نہ ہنسی کو دبائے تو رتن اس وقت حراساں صورت دیکھ کر فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس دے۔

تمہیں وہ بہت اچھی لگتی ہے..... لعلیا کوئی..... اس کے بال دیکھے تم نے..... وہ منہ سو کر سیدھی ہو گئی۔

بالوں کا کیا ہے..... بس من میں جو سما گیا۔ درپن بری طرح رتن کو پریشان کرنے کے دوڑ میں تھا۔

اچھا..... ٹھیک ہے۔ اب تم مجھ سے بات نہ کرنا..... وہ کوئی ہی تمہیں اچھی لگتی ہے..... میں تو بس ایسے ہی ہوں نا..... وہ بچوں کی طرح روتی ہوئی میز سے اتری اور باہر کی طرف بھاگی..... میں جاری ہوں..... مجھ سے بات نہ کرنا..... جاؤ..... وہ تمہیں انہی لگتی ہے۔ وہ آدھ صاف کرتی ہچکیاں لیتی باہر بھاگ گئی.....

رتی..... رتو تو..... رتی..... رتی..... وہ پکار تارہ گیا۔ لیکن وہ لگتی ہوئی دروازہ پار آگئی.....

درپن بیٹے..... کیا ہوا..... دوسرے کمرے سے پوچھا باہر نکلی کچھ نہیں ماں..... میں تو مذاق کر رہا تھا..... وہ پوچھا کہ ہنس دیا۔

کیسا مذاق..... ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپڑے پوجانے قرعہ میز پر رکھے.....

اماں..... وہ پوچھی ہاں سن کر گئی..... وہ ناراض ہو گئی ہے مجھ سے۔ وہ خود ادا ہو گیا..... دلی میں اپنے آپ کو کسے لگا۔

تم نے ضرور اکیسی بات کہہ دی ہوگی..... جو راماں لگی..... پوچھا جانتی تھی کہ درپن مذاق مذاق میں اسے تنگ کر رہا ہے..... ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات کہہ دی ہو.....

بس غلطی ہو گئی ماں..... وہ عالم پریشانی میں کف دست ملتا رہا اور پیچھے بھٹتا رہا ہو۔

جاؤ..... اسے منا کر لے آؤ..... پوچھا نے کہا۔

نہیں..... اب تو وہ مجھ سے بات بھی نہیں کرے گی..... فوراً اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو منالوں کا..... وہ واپس کمرے میں چلا گیا..... کمری پر دھپ سے بیٹھا اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا..... رتن تو اس کے جسم کا ایک حصہ ہے..... کیوں اس کے نازک

طرف تھی۔ دبے قدموں سے درپن کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کی آنکھیں بنا دیں.....

درپن نے مسکرا کر اپنے ہاتھوں کو رتن کے سر میں ہاتھوں پر پھیرا..... رتی.....

ایک دم ہنس دیا۔

تم نے بچپان لیا۔ وہ اس کے سامنے میز پر بیٹھ گئی اور اپنی کوئل ہاتھیں رتن نے درپن کے گلے میں جامل کر دیں۔

تمہیں تو میں لاکھوں کروڑوں میں بچپان دے سکتا ہوں.....

ہوں..... وہ کل کھلا کر ہنس دی۔

درپن..... وہ یوں ہی بولی۔

کہو..... درپن نے فائلیں ایک طرف رکھ دیں..... تمہیں سب سے زیادہ کس محبت ہے۔ وہ بڑی دلربائی سے مسکرائی۔

بگوان سے.....

او ہو..... بگوان سے تو سب کو محبت ہے..... وہ جھنجھلا گئی۔ تمہارا کیا مطلب..... وہ ستانے پر تلا ہوا تھا۔

میرا مطلب کہ بگوان کے بعد تمہیں کون پیارا ہے۔ وہ اس کے اور قریب ہو گئی۔

مجھے..... اپنی پوجا ماں..... وہ ہنس کر اس کے رخ روشن کو اپنے ہاتھوں کی اوکھ قہقہہ کر بولا۔

ہائے رام..... تم سمجھتے کیوں نہیں..... ماں سے تو ہو گی۔ وہ بھلا کر بولی.....

کیا سمجھنا چاہتی ہو..... سمجھاؤ نا..... تم کیا کہنا چاہتی ہو..... وہ ہنس دیا.....

کو چھیڑنا اچھا لگ رہا تھا..... وہ جانتا تھا کہ رتن کیا کہنا چاہتی ہے اور اس سے کیا سن رہا ہے۔

میرا مطلب ہے کہ تمہیں پوجا ماں کے بعد کوئی اچھا نہیں لگتا..... وہ پھر اصل کی طرف آنا چاہتی تھی۔

کہہ تو رہا ہوں..... مجھے سب ہی اچھے لگتے ہیں..... مثلاً..... وہ ہنس دیا۔

مثلاً کیا؟..... وہ ایک دم سے بولی۔

یعنی کہ بابا..... ماما اور نوکر چاکر..... بلکہ وہ جو ماما کی پرائیوٹ سیکرٹری ہے نا۔

رہی..... کچھ کہو نا..... کیا ہوا..... ضرور درپن سے جھڑا ہوا ہے۔ وہ قیاس لگانے کا تھا۔
 نہیں کس نے کہا..... وہ معصوم بچوں کی طرح آنکھیں صاف کرتے ہوئی۔
 کہا کس نے ہے..... نظریہ آ رہا ہے..... وہ ہنسی ہنسی کوکڑھانے لگا..... اور اچھے لہجہ کو..... وہ رتن کو گہری نظروں سے گھورتے ہوا۔
 نکلیں..... وہ بھلا مجھ سے جھڑا کیوں کرے گا..... وہ نظریں چراتے ہوئی۔
 تو تم رتن کے رخ متباب کو دیکھ کر ساری جان سے فریفت ہو گیا۔ اس نے ہندی حسن کا قدر جازیت اور کشش نہ دیکھی تھی..... رتن کی آنکھوں میں وہ ساری تھی کہ رتنی مٹھنے لگ دے۔ وہ دل چھیننے والی سادہ تھی۔ کون کا فر ہو گا جو اس کی اک اک ادا پر نہ لاتا ہو گا۔ اس کے زانی رخسار ہنر روشنی میں قیامت ڈھا رہے تھے۔
 تو تم..... رتن چوک کی گئی۔ کیا دیکھ رہے ہو..... وہ گوتم کی محویت توڑنے میں آپ ہو گئی۔
 نہیں دیکھ رہا ہوں۔ بولو..... وہ اسی مدہوش کیفیت میں ہوا۔
 اچھے..... کیا ہے مجھے۔ وہ اپنے ارد گرد دیکھ کر مسکرائی۔
 نہاری متورم آنکھیں اور بھی حسین نظر آتی ہیں..... روٹی کو نا..... وہ رتن کے ہاتھ پر چبھ کر گھسیٹنے لگا۔
 نہیں غلط نہیں ہوئی ہے۔ وہ چھپانے کی ہلکائی کو شش کرنے لگی۔
 یہ وہ دل کا آئینہ ہو تا ہے..... اور تمہارا چہرہ سب کچھ دکھا رہا ہے۔ وہ بڑے رومانی ہیں رتن کے چہرے کو چھونے کے لئے ہاتھ بڑھا کر ہوا۔
 تو تم..... مجھے یہ بے تکلفی بالکل پسند نہیں۔ رتن نے بری طرح گوتم کا ہاتھ جھٹک لیا۔
 کیا ہمیں اتنی بھی اجازت نہیں۔ اسکا لہجہ بڑا برہنہ تھا۔
 اجازت..... کیا مطلب ہے تمہارا..... کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ وہ چہرہ اٹھا کر سوالیہ لہجہ کرتے ہوئی۔
 بلکہ..... ہم مستقبل قریب میں ایک ہو جائیں گے..... ہماری شادی..... گوتم رتن کی غلط فہمی دور کرنا چاہتی۔

سے دل کو توڑ دیا میں نے..... درپن.....
 پوچھا نہ ردا دل ہوئی..... درپن کو اس دیکھ کر وہ خود کو بے قرار محسوس کر رہی تھی۔ جی اماں..... وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اگر میں نے غلط نہیں سنا تو..... تم لہجہ کوئی کا ذکر کر رہے تھے..... پوچھ جانے کہا۔
 میں نے کہہ دیا کہ لہجہ کوئی مجھے اچھی لگتی ہے..... بس وہ رٹھ کر بھاگ گئی..... وہ چوہا ماں کے سامنے خفت محسوس کرنے لگا۔
 یہ تم نے اچھا نہیں کیا بیٹا..... میں تو اس کی محبت کو دیکھتی ہوں تو خوفناک اندیشے ناگ بن کر مجھے ڈستے ہیں..... وہ تمہیں بہت چاہتی ہے پوچھ جانے درپن کے بازو پر ہاتھ رکھا.....
 میں جانتا ہوں اماں..... Realty میں سچ کہہ رہا ہوں..... میں رتنی کو مذاق کر رہا تھا..... وہ یقین نہ لانا چاہتا تھا۔
 محبت مذاق کو نہیں مانتی بیٹا..... آئندہ احتیاط برتنا..... پوچھ جانے درپن کے شانے پر چھکی دی۔
 اب کیا ہو گا پوچھا..... وہ اضطرابیت کے ساتھ پہلو بدل کر ہوا۔
 کچھ نہیں ہو گا..... کل میں لے آؤں گی..... رتنی کو..... کام کرو..... وہ تسلی دینے باہر نکل گئی.....
 وہ سسکیاں بھرتی ہوئی غلام گردش کو عبور کر کے اپنے کمرے کی طرف بھاگی..... ارے..... رتنی..... کیا ہوا آنکھیں..... غمزدہ..... گوتم آتے آتے ٹھہر گیا..... لیکن اس نے کسی کی نہ سنی اور اپنے کمرے میں بستر پر گری اور جگ جگ کر روتی رہی..... بچوں کی طرح رو رہی تھی۔
 گوتم کو زبردست جرت ہوئی..... خیریت تو ہے..... گوتم نے رخ دیکھا..... درپن کی طرف سے آ رہی ہے..... ہو سکتا ہے..... کوئی بات ہوئی ہو..... ضرور جھڑا ہوا ہے..... دیکھتے ہیں..... شیطانی ذہنیت کا مالک وہ دبے قدموں رتن کے دروازے پر دکا۔
 رتن کی دہلی سسکیاں گوتم کی ساعت سے ٹکرائیں..... رتنی..... گوتم نے پروا سراسر کر کے رتن کو تکیے پر چہرہ رکھے روئے دیکھا..... کیا ہوا..... وہ قریب چلا گیا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی.....

کیا..... کل کر بات کرو..... پسلیاں مت بھجواؤ۔ سونیا کی پھٹی حس بیدار ہوتی
اوس ہوتی۔
جس مقصد کے حل کرنے کو مانا نہیں یہاں بھیجتی ہیں..... وہ مقصد پورا نہیں ہو گا۔ وہ
دور سونیا کو دیکھ کر بولا۔
تم..... کہیں دور ہیں اور رتی کی بات تو نہیں کر رہے۔ سونیا نے ذہن پر زور دے کر
ہا۔

ہاں..... درپن کا جادو چل چکا ہے..... اور تن پر اس کا حصار مضبوط ہے۔
میں بھی یہی دیکھ رہی ہوں۔ سونیا نے کہا۔
وہ اس کی بات سنا گوارا نہیں کرتی..... گو تم دھکے دے لو۔
اس کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے۔ سونیا سوچتے سوچتے بولی۔
کیا؟ گو تم جو نکا..... جیسے ڈوبے کوٹنے کا سہارا۔
بھئی..... ایک ساتھ دونوں پلے بڑھے ہیں..... ساتھ کھیلے ہیں۔ درپن سب رتی
نے بچپن گزارا ہے..... بے تکلفی تو ہو ہی جائے گی..... سونیا لا پرواہی سے بولی۔ شاید وہ
بہ نہ دھتھی..... تمہارا مطلب ہے کہ..... گو تم نے آنکھیں کھولیں۔
مطلب یہ کہ..... یہ اندازہ لگانا بہتر نہیں کہ وہ درپن کو پسند بھی کرتی ہو۔ شاید یہ سارا
قربت کا ہو۔ سونیا کا اندازہ منظر اٹھتا۔
میرا تو خیال یہی ہے کہ وہ درپن کو چاہتی ہے..... گو تم نے سونیا کو آنکھیں کھول کر
نہیں..... سونیا نے سر ہلایا۔
نہیں..... تم نہیں کتنی آسانی سے کہہ رہی ہو..... اور وہ ہے کہ درپن کے بغیر کہیں
نہیں..... گو تم ایک دم جیسے سونیا کو پار کر دانا چاہتا تھا۔
چھوڑو..... پھر بھی ڈسکس کریں گے..... مجھے بھوک لگی ہے..... میں کھانے کے
لے جا رہی ہوں..... تم بھی آؤ۔
نہیں..... مجھے بھوک نہیں ہے۔ گو تم کا بچہ شکستہ تھا۔
یہ کیا بات ہوئی..... جو تمہاری بھوک ختم ہو گئی ہے..... اٹھو..... وہ گو تم کا بازو پکڑ
اٹاتے ہوئی۔
میں مصیبت میں گرفتار ہوں..... تمہیں کھانے کی پڑی ہے۔ وہ جھلا کر سونیا کا ہاتھ

یہ تمہاری بھول ہے..... وہ غصے میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
رام قسم رتی..... تمہاری محبت میرے دل میں.....
بکواس مت کرو.....
رتی..... کیا تمہیں اچھا.....
نہیں..... مجھے اچھا نہیں لگا..... سوائے درپن کے..... گو تم نے بات
دی۔
ہاں..... بس درپن ہی اچھا لگتا ہے۔
وہ بڑے اضطراب میں صوفے کی پشت پر ٹیک لگا کر بولی.....
تمہیں معلوم ہے..... وہ کس کا بیٹا ہے..... گو تم نے رتن کے اندر سوسے ا
پیدا کر نے چاہے۔
جانتی ہوں..... بلند خان کا۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ فوراً بولی۔
پھر بھی..... گو تم رط حیرت میں اتر گیا۔ ہاں..... پھر بھی..... اور اپنے
مسحری کی پشت سے نکالیا۔
لیائی..... رام جی کھانے پر بلارہے ہیں۔ ملازم نے اندر آتے ہوئے کہا۔
اور جاتے ہوئے بڑی معنی خیز نظروں سے گو تم کو دیکھا۔
چلو..... رتن ملازم کے ساتھ باہر نکل گئی۔
سنو..... مایا فوراً چلی۔
میرا کھانا..... میرے کمرے میں پہنچا دینا۔
اچھا صاحب جی..... مایا جاتے جاتے صوب بولی۔
اور گو تم بد دل سا ہو کر اپنے کمرے میں داخل ہوا..... اسے رتن کی گفتگو میں
نظر نہیں آیا جس سے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو سکے کہ رتن اسے چاہتی ہے.....
میں اس نے دلیاں مکہ پائیں ہاتھ کی تھیلی پر ارا..... اور دانت کچپچائے۔
کہاں تھے تم..... سونیا اندر آتے حیرت سے بولی۔
وہ خاموش صرف اسے دیکھتا رہا۔
تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ سونیا اس کے پاس بیٹھ گئی۔
یہاں میری دال گنتی نظر نہیں آتی۔ وہ بھجا بھجا سا لگ رہا تھا۔

اچھا..... اوسر آؤ..... گوتم نے اپنے بچے کے بیچے سے ہاتھ ڈال کر نونوں کی گلدی
 ما کی طرف بڑھائی..... یہ کیا صاحب جی..... مایا ہم کر دو قدم پرے ہو گئی۔
 تم پکڑو تو کسی..... کام بتاؤں گا..... او ہو..... پکڑو..... گوتم نے اٹھ کر نوٹ مایا
 کے ہاتھ پر رکھ دیے..... مایا حیران و ششدر تھڑی رہی.....
 تم صرف رتی کے سانسے اس بات کا اقرار کر لو..... کہ..... گوتم جھپکتے ہوئے بولا۔
 کیا..... مایا نے آنکھیں پھاڑیں.....
 کہ درپن تمہاری عزت پر.....
 جی..... رام..... رام..... اوئی رام..... مایا تو جیسے دیوانی ہو گئی..... نونوں کی
 گلدی قالین پر پھینکے ہوئے ہے ساختہ باہر کی طرف بھاگی..... اور کچن میں دم لیا۔ بے رام
 چاہتو.....
 جنہیں کیا ہو گیا..... مایا..... ڈر گئی ہو..... باورچی دیوال نے دیکھی کی طرح مایا کی
 ہنس چڑھی دیکھ کر کہا۔ پانی..... وہ سانسوں کے زبردست میں رک کر بولی۔
 یہ لو..... پانی پو۔ دیوال نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا۔ مایا نے غٹاٹ یوں پانی
 چاٹتے صدیوں سے تشنہ ہو.....
 بات کیا ہے..... بتاؤ نا..... وحشت زدہ نظر آ رہی ہو۔ دیوال اور پریشان ہو گیا.....
 آج گوتم ہابو نے بڑی بری بات کہہ دی..... وہ بولی.....
 تمہیں کچھ کہا..... میری جتنی کو..... مایا کو..... دیوال کی روح جھنجھٹا اٹھی..... مایا
 اس کی پیاری جتنی تھی..... دونوں کی محبت قابل ستائش تھی..... جہاں بھی کام کرتے
 اہل ساتھ ہی کرتے تھے.....
 گوتم ہابو نے کہا کہ تم سب کے سانسے بات کہہ دو..... کہ..... وہ رک گئی۔
 کیا..... بک وے اب..... میرا تو کھون ہو گیا..... بول بھی..... دیوال
 ہابا.....
 گوتم ہابو نے کہا کہ درپن ہابو نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے..... وہ جلدی سے کہہ
 لی.....
 پھر.....
 دیوال کی گرفت مایا کے شانوں پر اور سخت ہو گئی..... اس نے مجھے نوٹ بھی دیئے

اپنے ہاتھ سے چھڑا کر بولا۔
 دیکھو بھائی..... میں شین والی بات نہیں ہے..... آخر کو جیت تمہاری ہو گی.....
 سو نیا کالجی نرم پڑ گیا۔
 میں محبت میں رہیں گا قائل نہیں ہوں..... شروع میں ہی رتن کو اپنا نا چاہتا ہوں
 وہ کھڑے ہوتے ہوئے تنہید ہو گیا۔
 اور دوسرے لمبے ملازمہ مایا کھانا لے کر اٹھ رہی تھیں..... تم جاؤ..... میرا کھانا آ گیا.....
 دیوال۔
 OK..... سونا گردن میں سرکاف بھلاتے باہر نکل گئی۔
 صاحب جی..... میں جاؤں..... مایا نے کہا۔
 سنو..... مایا..... رتی کہاں ہے..... وہ ڈرائی اپنی طرف تھپتھپتے ہوئے بولا۔
 وہ تو رام جی کے ساتھ ان کے کمرے میں چلی گئی جی..... مایا مودب آنکھیں اٹھا
 جواب دیا اور آئی دیوی.....
 وہ تو ابھی کھانے ڈالے کمرے میں ہیں۔ مایا نے کہا۔
 ہوں..... وہ سوچنے لگا.....
 کوئی کام ہے جی..... مایا نے سوچ کر کہا۔
 تم سے کام ہے وہ بولا۔
 مجھ سے..... میں کیا کام کروں گی..... وہ حیران رہ گئی۔
 ارے واہ..... تم بہت کام کر سکتی ہو..... سب کچھ تو جنہیں معلوم ہے۔ گوتم نے
 خوشامدی۔
 آپ کام کیا کروانا چاہتے ہیں صاحب جی..... مایا نے کہا۔
 ارے کوئی خاص کام نہیں..... بس معلوم ہونا چاہئے کہ رتی درپن کو پسند
 ہے..... گوتم نے مایا کی طرف دیکھا.....
 جی..... سنتے ہی مایا کے تاثرات تبدیل ہو گئے۔
 جنہیں معلوم ہے درپن کے رتی کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں۔ گوتم پہلے معاملے کی
 میں جانا چاہتا تھا۔
 صاحب جی..... درپن ہابو..... تو سب کے ساتھ ہی اچھے ہیں..... مایا نے کہا۔

”وہ دیوال داخل ہوا۔ برتن لے جاؤں سرکار۔ دیوال بندو گوتم کے چہرے پر ساری ہی پڑھ کر بولا۔

لے جاؤ۔ گوتم نے نظریں چرا کر لینے کی کوشش کی۔
لہانا نہیں کھایا سرکار۔ دیوال کو بچین کہاں آتا جب تک بال کی کھال نہ اتارتا۔
نہیں۔ وہ صرف اتنا ہی بولا۔

یوں۔۔۔۔۔ دیوال بولا۔
میری مرضی۔۔۔۔۔ بس نہیں کھایا۔۔۔۔۔ تم برتن لے جاؤ۔۔۔۔۔ وہ دیوال کے سوالات

پٹٹا سا گیا۔
لوٹی پریشانی ہے آپ کو۔۔۔۔۔ دیوال برتن اٹھانے کے لئے جھکا۔۔۔۔۔
پریشانی۔۔۔۔۔ پریشانی کیا ہوگی۔۔۔۔۔ بس تم جاؤ۔۔۔۔۔ گوتم کو یوں لگا جیسے اس کے دل کا

بڑا گیا ہو۔
صاحب جی۔۔۔۔۔ ہم ہندو ہیں۔۔۔۔۔ کالی ماتا کے چروں میں جیون گزارتے ہیں۔ ایسا کام
نہ کریں گے جو رازش میں دخل جائے۔ دیوال نے خرابی تھپتھپ کر دو دروازے کی طرف

ان کا مطلب کہ مایا نے جنہیں بتا دیا۔ گوتم نے کر دیا۔
ہاں جی۔۔۔۔۔ ہم جس کا نمک کھاتے ہیں اسی کے ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ دیوال باہر نکل گیا

غیبت۔۔۔۔۔ سب جان گیا۔۔۔۔۔ گوتم نے دانت پیسے۔۔۔۔۔ اور ہارے ہوئے جواری کی
ٹائٹ گیا۔۔۔۔۔ وہ ہراس کڑی کو جوڑنے کی کوشش کرتا جو برتن کے ہاتھوں میں تھی
لیکن دوسرا سر اور دپن کے ہاتھ میں تھا۔ وہ پھر تھپتھپ کر دست کا تھم دست۔۔۔۔۔ کوئی چال

نہ ہو رہی تھی جس سے درپن اور رتن کو علیحدہ کیا جاتا۔۔۔۔۔
”نہ یوں ہی گزر گئے۔۔۔۔۔ نہ ہی رتن نے اوھر جانے کی سوچی اور نہ ہی درپن اوھر
۔۔۔۔۔ درپن تھل مزاج اور بردبار نوجوان تھا لیکن رتن کی عادت میں ابھی تک شر اور

اپنی پچی چھپا ہوا تھا۔۔۔۔۔ وہ ان چند دنوں میں ہر ایک کو کاٹنے کو دوٹی۔۔۔۔۔ اسے محل کا
مقصود اچھا نہ لگتا تھا۔۔۔۔۔ کھانا بھی کم کھا رہی تھی۔۔۔۔۔ بس ہر وقت اپنے کمرے میں پڑی
اس سختی رہتی۔۔۔۔۔ ان دنوں میں ضد کی مار کی وہ پوچا سے بھی ملنے اس کے ہاں نہ ملتی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ جو میں وہیں بیٹھ آئی۔۔۔۔۔ مایا نے آنکھیں صاف کرتے دیوال کی طرف دیکھ

اچھا کیا۔۔۔۔۔ ہم گریب لوگ بھی بخت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم کس
ٹھاکر کے ہاں کام کریں۔۔۔۔۔ اور اس طرح کی رسوائیاں اپنے اوپر۔۔۔۔۔ وہ شدید پیش میں
سیدھا کھڑا ہو گیا۔

تو اب غصے میں نہ آ۔۔۔۔۔ بھلا میں درپن بابو پر یہ تہمت کیوں لگاتی۔۔۔۔۔ مایا نے مسکرا کر
دیوال سے کہا۔

ہاں۔۔۔۔۔ ہماری رہائش میں لکھا ہے کہ تہمت لگانے والے کا نام جہنم میں ہے۔ دیوال
نے بڑے اضطراب سے اپنی مایا کی طرف دیکھا۔
مجھے سمجھ نہیں آئی کہ درپن بابو پر یہ الزام لگا کر گوتم بابو کو کیا فائدہ۔۔۔۔۔ مایا نے

ری تھی۔
فائدہ۔۔۔۔۔ بڑا فائدہ۔۔۔۔۔ تمہیں علم ہے کہ گوتم بابو رتی بی بی سے شادی کرنا چاہتا ہے
۔۔۔۔۔ اس سے درپن بابو کی ساکھ میں کمی آجائے گی اور رام جی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ درپن بابو

براجان کے محل سے نکال دیں۔۔۔۔۔ دیوال کی سمجھ میں جو کچھ آیا کہہ دیا۔
ہاں۔۔۔۔۔ یہ تو بات ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ پر ہم درپن بابو کے خلاف کیوں کہیں گے۔۔۔۔۔
تو اتنے اچھے ہیں۔۔۔۔۔ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ مایا نے کہا۔

ہاں۔۔۔۔۔ درپن بابو بہت اچھے ہیں۔۔۔۔۔ رام جی کا سارا کام ان کے سپرد ہے۔ مگر
کو تو اپنے عیش سے ہی فرصت نہیں ہے۔ دیوال نے کہا۔
ایک کپ دے چائے گا۔۔۔۔۔ سر میں درد ہے۔ مایا نے کہا۔

ہاں۔۔۔۔۔ ابھی تانا ہوں۔۔۔۔۔ دیوال نے چائے کی کیتلی چولے پر رکھی
نونوں کی گڈی یوں گرا کر چلے جانا گوتم کے چہرے پر لعنت ڈالنے کے مترادف
۔۔۔۔۔ گھبرا کر اٹھا اور نونوں کو اوھر اوھر دیکھتے ہوئے دوبارہ ٹھیکے کے پیچے رکھ دیا۔۔۔۔۔ اگر

نے کسی سے کہہ دیا تو ساری بی بی مائی خاک میں مل جائے گی۔ وہ سوچنے لگا۔۔۔۔۔ کھانے کا ایک
لتر اس کے حلق سے اترنے کا نام نہ لے رہا تھا۔۔۔۔۔ اگل نکل کرتے اس نے ایک دو لٹ
لے اور خرابی کو برے سمجھ دیا۔۔۔۔۔ اور خود پانی کا گلاس اندر کی بھڑکی ہوئی آگ کو
کرنے کے لئے اس نے سارا اپنے منہ میں اٹھ لیا۔۔۔۔۔ بہت وقت گزر جانے کے بعد

اپہرہ رقص کر گیا۔

..... رتی نے اس قدر سنجیدگی سے اس بات کو لیا..... میرا تو من اس کو پھینچنے لگا تھا..... پروہ..... درپن خاموش ہو گیا۔

..... بڑی ضدی ہے..... پوجانے اصرار ابھرے لہجے میں کہا۔

..... وہ بولا۔

..... ان دونوں مہن بھائی کو تو مستقل ٹھکانہ یہی محل ہے..... اب نیلالت ہیں..... گزارا کر ہی جائیں گے۔ پوجانے کہا۔

..... شعلے چلے جائیں..... کشمیر کیوں نظر آتا ہے..... وہ

..... اس کی بھی ایک وجہ ہے..... تم جاؤ..... رتی کو لے کر آؤ..... پوجا

..... لڑا رہی تھی۔

..... دیکھ رہا ہو گیا۔

..... اسے لے کر آؤ..... پوجانے محبت سے درپن کے توتانا شانے پہا تھ رکھا

میں دراصل ماما سے بولنا خائف ہوں..... وہ سنجیدہ ہو گیا

Donot worry son..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... رام جی کی موجودگی میں

..... کچھ نہیں کہہ سکتیں..... پوجانے تسلی دلائی۔

..... شاید بابا کی وجہ سے برداشت کے جاری ہیں..... وہ کچھ سوچنے لگا۔

..... وہ نرم ہو جاتی رہی ہیں..... پوجانے اس کے ذہن سے شکستہ تمام

..... نیلالت نکالنے چاہے جو اس کو باعث اذیت لگتے تھے۔

..... وہ بڑبڑاتے ہوئے گیٹ کی طرف چل دیا۔

..... میں بیٹن کے کچڑے بناتی ہوں..... رتی بڑے شوق سے کھاتی

..... وہ پٹن میں جاتے ہوئے بولی۔ اور وہ باہر نکل گیا۔

..... اس وقت دس بج چکے تھے۔ محل میں چہل پہل کم تھی۔ ملازم اپنے اپنے کام میں

..... تھے۔ سیوک رام اور کشمیری دوسری عزیزی میعاد کو باہر لگے ہوئے تھے.....

..... تو مرنو نیا حسب معمول جمیل کی سیر کو باہر تھے۔ وہ سیدھا رتن کے کمرے کی طرف

پوجا کو بھی بڑا افسوس ہو رہا تھا..... رتن اسے اپنے بچوں کی طرح عزیز تھی..... وہ

مرتبہ محل گئی تھی لیکن رتن سے ملاقات نہ ہو سکی..... وہ رتن اور درپن دونوں

ساتھ کو مستحکم بنانا چاہتی تھی..... آج دونوں ہو چکے تھے..... درپن کسی کام کے سلسلے

جوں گیا ہوا تھا..... آجائے تو میں دونوں کی صلہ کروادوں گی..... وہ برآمدے میں

کرکھی پر ٹپک لگاتی یہی کچھ سوچ رہی تھی۔

اماں..... مخصوص آواز نے اس کی پشت سے ٹکرا کر اس کی سماعت میں رس

درپن بیٹا..... تم آگئے۔ وہ بے ساختہ پلٹ کر کھڑی ہو گئی۔

ہاں پوجا ماں..... آنا ہی تھا..... لیکن آپ..... کوئی بات ہوئی ہے.....

کے چہرے پر اداویسوں کی اگھٹت گیسر دیکھ کر بولا۔

کوئی بات نہیں ہوئی..... پوجا ماں نے درپن کے وجہ دگلش چہرے کو بغور

..... جس پر اب بلند خان کی بھرپور جوانی کا عکس نظر آتا تھا..... آج تو وہ بلند خان کا

تصویر نظر آ رہا تھا..... بالکل حسن کا تاج محل.....

کیا بات ہے..... وہ مسکرا کر بریف کس اور بڑا سائیکٹ ایک طرف رکھ کر کمری

گیا۔

بات بڑی بھی ہے..... اور معمولی بھی..... وہ ہنسنے ہوئے بولیں۔

آپ کہیں تو سہی..... وہ تیزی سے بولا۔

بات یہ ہے کہ رتن کو ماما..... وہ نہ جانتی تھی اس ہوگی..... پوجا کو دکھ ہوا

اماں..... میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں کہا..... بس ذرا ادھر جانے کا وقت نہیں

وہ ہنس دیا۔

ٹھیک ہے..... وہ تمہاری شرارت اور لا پرواہی سے بہت پشیمند ہے۔ اسی دم

تمہارے بعد میرے پاس بھی نہیں آئی۔ پوجانے بغور درپن کو دیکھا..... جس کا شفا

ہر قسم کے پرانگندہ خیالات سے مبرا تھا۔

انتاثر لیا..... دیوانی..... حالانکہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ وہ پھر رتن کے خیال

دیا۔

پیار کرنے والے بڑے حساس ہوتے ہیں..... ہوا بھی چھو جائے تو چاہنے والے

وہ دیتے ہیں..... وہ تو تمہیں دل دجانے چاہتی ہے..... پوجا کے تصور میں

ام ہے..... اس کا..... وہ غصے میں نام بھولی گئی۔

اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

کیا نام ہے اس کا..... مجھے بھی یاد نہیں رہا۔ وہ جان بوجھ کے بولا۔

تھیں تو یاد ہونا چاہئے تھا..... کیوں بھولی گیا۔ رتن کی آنکھوں میں غصہ بھڑک رہا

تہمارے سوا مجھے کچھ یاد نہیں رہتا..... رتنی..... چھوڑنا اب ناراضگی وہ اپنے دونوں

انگوں میں رتن کے نازک وجود کو تھام کر بولا۔

تم..... تم..... اسی کے پاس جاؤ..... ہاں..... وہ لہجہ کوئی..... درپن نے دیکھا

اس کی نیم باز آنکھیں ہرچک سی گئی تھیں۔

معاف کر دو رتنی..... میں تو مذاق کر رہا تھا..... وہ ہاتھ جوڑ کر زانو بیٹھ گیا.....

جیسے کوئی بیماری دیوی کے حضور بیٹھا ہو.....

یہ مذاق تھا..... درپن..... اس کے ساتھ ہی وہ بلک بلک کر رونے لگی..... اور

درپن کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا.....

رتنی..... دیکھو..... تمہارے آنسو بہت قیمتی ہیں..... صاف کرو..... درپن نے اپنی

بتیلیوں سے رتن کے آنسو صاف کر دیئے۔

رتنی..... اصرار دیکھو..... رام قسم میں تمہیں جیڑ رہا تھا..... وہ محبت سے بھرپور

آواز سے بولا۔

آہستہ سے متورم آنکھیں اٹھیں پھر جبک گئیں..... وہ اس قیامت کا متحمل نہ ہو سکا

..... اٹھا کر گرانا تو اور بات تھی لیکن گر کر آکر اٹھانا اور بھر جھکانا..... یوں جیسے ساری کائنات

کو مخر کر گیا۔

رتنی..... اصرار دیکھو.....

کیا ہے..... درپن..... رتن نے اپنے آپ کو درپن کے ہی سینے میں چپانے کی

کوشش کی..... درپن نے گور نہایا پ کو اپنے ساتھ سمیٹ لیا.....

مجھے کیا معلوم تھا کہ مذاق کو اس قدر سنجیدہ لوگی..... وہ بڑی نرمی سے رتن کو علیحدہ

کرتے بولا۔

ایسا مذاق مت کرنا..... میں مر جاؤں گی..... وہ نیم باز نگاہیں درپن کی نیلی آنکھوں میں

بڑھا..... مایا..... راستے میں مایا کو دیکھا تو بولا۔

جی بابو جی..... آپ..... مایا حیران ہو کر بولی

رتنی بلی کرے میں ہیں..... وہ بولا۔

ہاں جی..... وہ تو بڑے دنوں سے زیادہ کمرے میں ہی رہتی ہیں۔ مایا نے حیران حیران

انداز اڑا دیا۔

اچھا..... وہ ہنس کر آگے بڑھ گیا۔

مایا جس کر آگے کی طرف چل دی۔

دروازہ کھلا تھا..... لیکن دروازے پر گرہوا ہوا دیز پر داس بات کا آغاز تھا کہ اندر جو کون

بھی ہے خاموش ہے..... درپن نے آہستہ سے پردا ہٹایا۔

وہ دروازے کی طرف پشت کئے تاکیں درمیان میز پر رکھے بیٹھی تھی۔ چہرہ جھکا ہوا

..... شاید کوئی چیز اس کی گود میں تھی۔ وہ بے ہوش آگے بڑھا..... ڈر سا جھکا.....

یہ دیکھ کر اسے بڑا افسوس ہوا کہ وہ اس کی تصویر گود میں رکھے اب تک دیکھے جاری تھے

..... اس کے دروازہ گیسو کی نازک کرپر پھیل چکے تھے..... جیسے شام سے پہلے سا۔

کائنات کے وجود کو ہانپ دیں۔

بڑے پیار سے درپن نے رتن کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنے ساتھ

لیا.....

وہ درازا تلہ لائی..... لیکن اس کو یہ احساس کرنا مشکل نہ تھا کہ سوائے درپن کے

کوئی اور اس کی حرکت نہیں کر سکتا۔

میں جاتی ہوں..... تم کو ہوں..... ہٹاؤ اپنے ہاتھ..... وہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے بولی۔

ہنسنے..... نام لو..... وہ ہنس کر اپنی گرفت کو مضبوط کرتے بولا۔

پوچھاں کا بیٹا..... اور کون..... رتن نے اپنے ہاتھوں سے درپن کے ہاتھ کو پکڑ لیا

وہ سامنے بیٹھ گیا۔

اب تک ناراض ہو..... وہ اپنی آنکھوں میں ساری جھینٹیں سمیٹ کر بولا۔

تھیں کیا..... وہ لا پر وادی سے بولی۔

مجھے کیوں نہیں..... وہ اس کے پردیدہ بالوں کو سمیٹ کر بولا۔

ہاں..... کیا ہے تمہیں..... تمہیں تو بس وہ سیکر ٹری اچھی لگتی ہے نا..... وہ

درپن کو مجرم ٹھہرا تا جاتی تھیں۔

ہاں ماما..... میں باہر سے آکر پہنچے بابا سے ملتا ہوں..... ساری رپورٹ دینے کے بعد کہیں اور جاتا ہوں..... اب بھی پہنچے بابا سے ملتا ہوں..... درپن نے بڑے مضبوط انداز میں کہا۔

میرا مطلب کہ آج لے..... وہ کب سے تمہارے منتظر ہیں۔ کہنا ماما..... انہیں سے مل کر آ رہا ہوں..... بعد میں ادھر گیا تھا۔ درپن نے رتن کی طرف دیکھا۔ ٹھیک ہے..... جاؤ..... رتنی..... انہوں نے فوراً جانی رتن کو آزدی۔

جی ماما..... رتنی پلٹ کر بولی۔

واپسی پر میرے کمرے میں آتا..... وہ بڑے کرخ انداز میں کہتی قیامت ڈھاتیں آگے بڑھ گئیں۔

پو جاہاں..... دیکھو کون آیا ہے۔ وہ رتن کے ساتھ محسن میں داخل ہوتے ہی پکارا۔ آگنی بیٹا..... مجھے معلوم ہو گیا ہے..... رتنی بٹیا آئی ہے۔ وہ سامن سے بھرا ڈونگا لے باہر آگئیں۔

پو جاہاں..... سویت ماں رتن پو جا کے گلے پلٹ کر محبت سے بولی۔

میری بچی..... اچھا کیا تو آگئی..... ورنہ میں تو تیرے بن بہت اداس ہو گئی تھی۔ پو جا نے رتن کی پیشانی پر چوم لی۔

میں تو آپ کی وجہ سے آگئی ورنہ..... وہ خمر انداز میں ٹھہر گئی۔

ورنہ..... ورنہ کیا..... وہ مصنوعی انداز میں شدید غصہ دکھاتے رتن کے پاس بیٹھ گیا۔

ورنہ..... تمہیں جان سے مار دیتی..... وہ درپن کی گردن دیوچ کر بولی۔

دیکھ لو پو جاہاں..... تیرے بیٹے کٹا جان کا دشمن تیرے ہی عمر میں..... درپن نے اپنے دونوں ہاتھوں سے رتن کے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔

ہائے رام..... پو جاہاں..... وہ احتجاج کرنے لگی۔

آ جاؤ بچو..... کھانا خنڈا ہو رہا ہے۔

پو جا انہیں کہتی ہوئی ڈرائیگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

آؤ رتنی..... ماں نے بڑے حے مے کی چیزیں بنا دی ہیں تمہارے لئے۔ وہ رتن کے

ڈال کر بولی۔ انہی یہ تصادم کس قدر محبت کی دنیا میں لپٹ چکا گیا..... وہ ریزہ ریزہ بکھری اور یوں جیسے سنگی ہو گئے تھے اب بھی تھکے سمجھا کیوں نہیں..... میں اپنے ارد گرد صرف اور صرف تمہارے وجود کو محسوس کرتا ہوں..... بچپن کا ساتھ اب اس قدر مستحکم ہو چکا ہے کہ ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا..... درپن نے بے پناہ خلوص اور چاہت سے رتن کے حسین چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹکھ ہانک کر قلم لیا۔

درپن..... تم میری کمزوری ہو..... تمہیں کوئی چھو بھی جائے تو میری روح ٹوٹنے لگتی ہے..... میں..... مر جاؤں گی تمہارے بن..... بس تیرا ساتھ ہو..... وہ شکوہ کرنے لگی۔

اوہو..... اب تو بڑی احتیاط کرنا پڑے گی۔ وہ شریو ہو گیا۔

اور کیا..... بس تم میرے ہو..... کسی کے نہیں..... اور ہمیشہ میرے رہو گے..... وہ اپنی نازک آنکھیں درپن کی گردن میں جمائے کرتے بولی۔

تو بہ بھی..... آئندہ بندہ یہ غلطی نہیں کرے گا۔ درپن نے ہنس کر کانوں کو ہاتھ لگایا اور رتن بھی اس کے ساتھ جھولتی ہوئی ہنس دی۔

ok

دونوں پو جاہاں کے پاس چل دیئے..... یقین کرو..... رتنی..... پو جاہاں سے روز ڈانٹ پڑتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ قدم بدم چلتے ہوئے بولا۔

اچھا ہوا..... تمہارا جرم ہی بڑا سنگین تھا..... پو جاہاں نے مارا نہیں تمہیں..... وہ تیز چلتے بولی۔

طویل غلام گردش کا زینہ اتارتے دونوں ٹھکے..... لکشی دیوی حسن و جمال کی بارعب تصویر پاؤ قار قدم اٹھائیں ذاتی ملازمہ کے ساتھ ادھر ہی آ رہی تھیں۔

رتنی..... لکشی دیوی نے لکشی طرح تیز نظریں اور درپن کے سر پر اپڑا لی۔

ماما..... رتنی کو پو جاہاں نے بلایا تھا۔ درپن نے کہا۔

کیوں..... وہ کہتے ہوئے درپن کے دلکش مردانہ وجاہت کی قد و قامت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

معلوم نہیں۔ اب بھی درپن نے کہا۔

تم مجھوں سے واپسی پر رام جی سے لے..... لکشی دیوی کسی طریقے سے رتن کے سامنے

اما..... مجھے تو درپن ویسا ہی نظر آتا ہے..... جیسا پہلے تھا۔ وہ بڑی محسوسیت سے

ہلی۔

بات کو سمجھا کر وہ درپن یا تم..... پہلے جیسے نہیں ہو..... وہ بچپن کا دور تھا.....
 نازم کیا..... وہ ایک دم کھڑی ہو گئیں۔

رتن نے کھڑے ہو کر سوچا..... تم اونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہو..... سیوک
 ام کی سہری ہو تم..... ہم سب نہیں چاہتے کہ کوئی نیارنگ نکل آئے۔ ان کو اندیشے
 اسے لگے۔

اما..... وہی درپن ہے..... جو مجھے اپنی گود میں کھلایا کرتا تھا..... میرا بچپن اس کے
 ساتھ گزرا ہے..... اور اب..... وہ چپ سی ہوئی۔
 تمہاری بات بھی ٹھیک ہے بیٹی۔ لیکن تمہیں درپن سے لاطعلق اختیار کرنا پڑے گی۔

کشی دیوی اس

وہ اچھوت ہے کیا..... وہ بھٹ پر اتر آئی۔

وہ اچھوت ہی ہے..... وہ بولیں۔

وہ شور ہے..... ہرگز نہیں..... وہ جیسے تڑپ اٹھی.....
 وہ مسلمان ہے..... اور یہ شور ہے بمی اچھوت..... کشی دیوی نے نفرت کا پہلو

کالا۔

وہ پوچھا کہ بیٹا ہے۔ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسے رتن ماننے کو تیار نہ تھی۔

پوچھا جانے اسے جنم نہیں دیا۔ وہ پلٹ کر بولیں۔

تو پھر درپن کو کس نے جنم دیا ہے..... اتنا مہمان پوڑیٹیا کس باپ کا ہے۔ رتن کی نگاہیں
 عقیدت سے جھک گئیں۔

وہ کٹھیری بلند خان کا بیٹا ہے..... اور تمہارے پاپائے..... کشی دیوی نے کہا۔

آئندہ کے لئے..... میں میجر بھون..... سب کچھ سن چکی ہوں۔ وہ بڑے تسکین
 کے ساتھ بولیں۔

پھر بھی تم..... کشی دیوی کو زبردست جبرت ہوئی۔

ہاں اما..... یہ ساری کٹھن میں ادھر ادھر سے سن چکی ہوں..... رام قسم میرے من
 میں درپن کے لئے کوئی کیش نہیں ہے۔

ساتھ اندر داخل ہوا..... او..... دیری لگے..... رتن زبردست مسرت کا اظہار کرتے
 ہوئے اپنی مرغوب غذا کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔

شب کے فوج لگے..... وہ درپن کے پاس بیٹھی رہی۔ رتن سن شعور کو پہنچ چکی م
 وہ اب محبت و چاہت کے معنی اچھی طرح سمجھ چکی تھی..... اسے اس بات کا احساس
 تھا کہ وہ درپن کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتی..... درپن سبک جینے کا زیادہ لطف ہے.....
 نہ کہ کسی اور کے سبک.....

درپن..... مجھے چھوڑ آؤ..... وہ اس کے پہلو سے ایک دم چوکی
 یوں ہی بیٹھی رہ سورتی..... زندگی کی تمام کلتیں دور ہو جائیں..... وہ اپنی آنکھوں م
 سارے جہاں کا کرب سیٹ کر بولا۔

ماننے والی پوچھی پڑایا تھا..... وہ جیسے مایوس سی ہو گئی۔
 اچھا..... چلو..... دونوں محل کی طرف بڑھ گئے۔
 By..... وہ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئی۔

By..... وہ بہتا ہو پلٹ آیا۔
 رتن اس کے چاروں جانب تھی..... وہ جس طرف بھی دیکھا رتن کو اپنے قریب
 عجیب عجیب سوچوں کے گرداب میں ڈوبے ابھرتے واپس لوٹ گیا۔

اما..... آپ..... اس وقت..... وہ لرز مگنی..... رتن نے اندر قدم رکھتے
 دیوی کو صوفے پر بیٹھی دیکھا۔

وقت دیکھو..... کشی دیوی نے قیمتی آئینہ لاک کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔
 جی..... وہ طائرانہ نگاہ لاک پر ڈالنے خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ تبھو
 کشی دیوی قدرے لہجے میں نرمی اختیار کرتے بولیں۔

Thank You Mama..... وہ ہنستے ہوئے بولی۔
 میں تمہیں پہلے بھی کر چکی ہوں کہ درپن سے کم لا کر وہ ان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ۱۱
 آدمی نہیں ہے۔ رتن نے بغور کشی دیوی کی طرف دیکھا۔

یہ بات نہیں ہے۔ وہ جھلا کر بولیں۔
 پھر کیا بات ہے اما..... وہ انجان سی بن گئی۔ تم اب بچی نہیں ہو..... جوان ہو
 وہ بھی بڑا ہو گیا ہے۔ وہ سمجھانے کے موازیں بولیں۔

آپ ٹھیک ہو جائیں گے..... کیوں دل چھوٹا کرتے ہیں۔ کشمی دیوی نے گلاس میں ٹرٹ ڈال کر دوئی تیار کی۔
اٹھیں..... وہ بولیں

اٹھیں پیارے رتن نے سیوک رام کو اپنے سہارے سے اٹھایا۔
وہ ایک ہی سانس میں دوئی لپی کر لیت گئے۔

ان پر غنودگی سی عاری ہوئے لگی تھی..... رتن کی طرف کر دے لے کر انہوں نے پھر انھیں کھول لیں۔ کشمی دیوی نے بغور دیکھا..... وہ کچھ سوچتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

نیز آ رہی ہے نا..... آپ سونے کی کوشش کریں رام جی..... کشمی دیوی نے کبل درست کیا۔

میں جاؤں پیار..... رتن محبت بھری نذر ڈال کھڑی ہو گئی۔ سیوک رام نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ لاڈلی بیٹی کو الوداع کیا۔ وہ کمرے سے نکل گئی۔
دیوی جی..... ادھر آجائیے..... وہ ہستہ سے پکارے۔
میں آپ کے پاس ہوں رام جی..... کشمی دیوی قریب ہو گئی اور ان کے کمرہ ہاتھوں کو تھام لیا۔

میں بچوں کے لئے بہت فکر مند ہوں..... کیا ہے گا..... وہ بولے
مگر فکر مند ہوں..... بھگوان کی کپا ہے صحت مند ہوں گے تو شانتی سے سب کچھ سنا جائے گا۔
میں سوچتا ہوں کہ ابھی تو جیون کا دپک روشن ہے..... راجنکار کچھ خیال نہیں کرتا..... میرے بعد.....

رام جی..... مت ایسی باتیں کریں..... ہمارا من دیکھی ہو جاتا ہے۔ کشمی دیوی نے زپ کر سیوک رام کے ہاتھوں کو زور سے دیا..... یوں لگتا ہے جیسے گنگا ہماری منتظر ہے..... وہ کشمی دیوی کے دلکش چہرے کو بڑے اضطراب میں دیکھ کر بولے..... گنگہ تو ہر دم منتظر رہتی ہے..... جو بھی سنسار میں آیا ہے..... ایک دن بھگوان کے پاس جائے گا..... کوئی سے منتظر نہیں ہے۔ کشمی دیوی نے محبت سے کہا۔

ہوں..... دیوی جی..... آپ بجا کہتی ہیں..... لیکن ہماری عینا جند حار میں اتنا نظر

رہتی بی بی..... سرام کار بار رہے ہیں۔ نہ رات دن بولی۔
چلو..... کئی سے گزر گئے..... تمہارے پیارے قلب میں جیتا ہیں..... ان کا
صدمہ نہیں پہنچا چاہئے۔

پیارے میرا جیون قربان..... رتن باہر نکل گئی۔
دونوں ماں بیٹی ایک ساتھ داخل ہوئیں۔
پیارا جانی..... رتن بڑی محبت سے سیوک رام سے لپٹ گئی۔
کہاں تھی..... سب سے منتظر تھیں تمہارا..... وہ بہت کمزور اور پڑمردہ دکھائی
رہتے تھے۔

درہن کے ہاں گئی ہوئی تھی..... کشمی دیوی نے کہا۔
ماما..... رتن کو اچھانہ لگا..... لیکن سیوک رام پر کوئی اثر نہ ہوا۔ کیسی طبیعت ہے
وہ محبت سے بولی۔

ایک آگ ہے تو پھمکتی رہتی ہے۔ میرے اندر..... وہ افسردہ بولے۔
ہمارا جیون تو آپ کے ساتھ ہے..... ہم کسی کام کے نہیں ہیں۔ وہ بولی۔ اور
رام مسکرا دیئے۔

دیوی جی..... وہ بولے
کہئے..... دیوی جی نے ان کے لرزے ہاتھوں کو تھام لیا۔ آپ کا لاڈلا آج بھی
نہیں آیا..... اسے گھنے لگی ہنستے گزر گئے ہیں۔ وہ بڑے باؤس لگ رہے تھے۔
رتن اور کشمی دیوی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔
کتنی آشا دہشتہ تھیں اس کے ساتھ..... سب نراش میں ڈھل گئیں۔ سیوک رام
چہرے پر ناامیدی اور کرب کے سائے منزل لانے لگے۔

آپ من کو میلا نہ کریں..... آپ کا بیٹا ہے..... اسے آپ کا خیال نہ ہو گا تو
ہو گا۔ کشمی دیوی نے سیوک رام کو اطمینان دلانا چاہا..... لیکن وہ راجنکار کے
پریشان رہے.....

پیارا جانی..... آپ مت سوچا کریں..... اپنی صحت درست رکھیں۔ وہ بولی
میں تو کسی اور وقت کے لئے سوچتا ہوں..... وہ نگاہ بدل کر کشمی دیوی کی
دیکھنے لگے۔

بابا..... نئے..... وہ حسب دستور مودب ہاتھ جوڑ کر قریب آیا۔

بیٹو..... میں بیٹھ گیا ہوں..... پہلے آپ اپنی طبیعت کا بتائیں..... کیا Farn کرتے سی..... درپن بڑی محبت سے سیوک رام پر جھک کر بولا۔

اچھا محسوس کرتا ہوں..... وہ مسکرا کر بولے..... اس کا مطلب کہ بیگوان کا کرم ہے..... ڈاکٹر کیڈی نے بہتر تشخیص کی ہے۔ وہ مسکرایا..... اس کے انداز میں سارے ان کی کچاہٹ اور محبت بھری ہوئی تھی۔

ہاں بیٹا..... ایسا ہے..... گھبراہٹ کم ہے..... وہ اپنا ہاتھ درپن کے شانے پر رکھ کر لے۔

تمہاری ماما کہاں ہیں..... وہ دروازے کی طرف دیکھ کر بولے..... وہ آگئیں..... ماما کے پاس آئے..... وہ اندر آئی کشمی دیوی کو دیکھ کر بولا.....

بی.رام جی..... وہ হাস بیٹھ گئی۔

مجھے دیکھئے..... میں بابا کو بلا رہا ہوں۔ اس نے کشمی دیوی کے ہاتھ سے پیالی پکڑ لی۔

درپن نے گاؤں کے سہارے سیوک رام کو اٹھا کر بٹھادیا..... بیٹے بابا..... وہ جھجانا پڑتے بولا۔

درپن بیٹا..... ابھی ہاتھوں میں اتنا دم ہے..... خود کھا سکتا ہوں..... وہ درپن کے انہ سے پیالی پکڑ کر بولے۔

بابا..... اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے..... بیگوان صحت دے..... نہایت بڑا نقشہ کرادوگا..... وہ سرت کا پھر پورا اظہار کرتے بولے۔

نہیں وہ اس ہو گئے۔

آپ کیا کہنے والے تھے رام جی..... کشمی دیوی نے درپن کی طرف دیکھا۔

بابا..... میں جاؤں..... درپن نے محسوس کیا کہ شاید کشمی دیوی اس کی موجودگی ان کوئی بات کرنا چاہتی ہیں۔

نہیں..... تمہارے سامنے سب باتیں ہوں گی..... بیٹے..... بوسانے چند منٹ طلق سے اتار کر پیالی درپن کو پکڑائی..... جسے درپن نے پکڑ کر قریبی شیشے کی میز پر رکھ لیا۔

میرے پاس ہو جاؤ۔ درپن نے قہقہہ حکم کے لئے سیوک رام کے دونوں ہاتھ تھام

آ رہی ہے۔ وہ شاید اب اپنے جیوں سے مایوس ہو چکے تھے۔ کشمی دیوی ایک دم اٹھی۔ سیوک رام نے نظر بدل کر دیکھا۔

یہ کیا ہے۔ پھر..... انہوں نے کشمی دیوی کو شیشے کے گلاس میں دوائی بناتے دیکھا بولے

یہ آپ کو سکون دلانے کی دوائی ہے..... کل درپن ڈاکٹر کیڈی سے لایا تھا۔ وہ ان پاس لاتے بولیں۔

اچھا..... فیک ہے..... ہو سکتا ہے اس سے دل کی گھبراہٹ میں کمی ہو گی..... اور نیند بھی آئے گی۔ وہ ان کے ہونٹوں کو گلاس لگا کر بولیں۔

Thank you..... دیوی جی..... ہم ہمیشہ آپ کے احسان مند رہیں گے۔ وہ بے پھر لیت گئے۔ یہ آپ پر احسان نہیں ہے..... میرا فرض ہے..... پھر

سے تو میں نے اتنی محبت اور چاہت لی ہے کہ دوسری مرتبہ بھی جہنم لوں تو اس کی تلافی کر سکتی۔ وہ سیوک رام کے پاس نیم دراز ہو گئیں..... پتنگ سے ٹیک لگا کر سامنے بیگوان مور کی کو بغور دیکھنے لگیں۔

ہم سے محبت لینا آپ کا حق ہے دیوی جی..... آپ ہمیں سنسار سے عزیز موت کا..... پیچہ ہمارے اختیار میں ہو تا تو ہم کبھی جہنم کا تصور نہ کرتے.....

رام جی..... سو جائیے..... کشمی دیوی نے جبکہ کر دیکھا..... وہ نیم خواب رہے تھے۔ سو جائیے..... کشمی دیوی نے ان کے بال درست کئے اور لحاف اڑایا۔

سوئے کی تاکام کو شش کرنے لگیں۔

اگر رام جی کو کچھ ہو گیا..... وہ پریشان انداز میں پہلو بدل کر لیت گئیں.....

رام نے تمام زندگی مجھے کوئی تکلیف نہیں دی..... میری ہر بات کو بسر و چشم کو شش کی ہے۔ ایسا پیار کرنے والا پتی کے نصیب ہو گا..... اس کے ساتھ ہی کو نے پلٹ کر سیوک رام کے پڑمردہ چہرے کی طرف دیکھا..... جو نیند میں ہلکی ہلکی لے رہے تھے۔

چند دن پہلے ہی گزر گئے..... محل کے احوال میں کوئی تبدیلی رونمائی ہوئی۔ البتہ رام آنے والے وقت سے خوفزدہ نظر آ رہے تھے..... اسی وجہ سے انہوں نے ملازمہ

کر درپن کو بلا بھیجا تھا۔

لے۔

ہاں..... کہاں تھے تم..... میں تمہیں سارے محل میں تلاش کر کے آ رہی ہوں
درپن کے آگے دھبے سے بیٹھ کر سیوک رام سے لپٹ گئی..... اور اپنا سران کے
لو لیا۔ وہ مسکرا بھولی سی لڑکی کہ اس کی ماما بھی موجود ہے۔
لڑتی ہو..... بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں..... بخود اصر..... درپن نے ایک ہاتھ
تراسے علیحدہ کرنے کی کوشش کی..... کشمی دیوی نے ناکاری سے دیکھا
اور خاموش رہی۔

..... درپن کو ہٹانے نا..... وہ بڑے لاڈ سے بولی۔

ہے درپن..... رتی کی شرارتوں سے مجھے جینے کا احساس ہوتا ہے۔ درپن نے ہنس
میں گردن ہلائی اور آنکھ سے خبردار کیا کہ ماما بھی موجود ہیں..... مگر رتن کی صحت
اؤٹی اٹھ نہ ہو۔ آپ کیس نا..... کیا چاہتے تھے آپ۔ کشمی دیوی نے کہا۔

بابی چاہتا ہوں کہ درپن تم ان لوگوں کو لے کر رتن محل میں مقیم ہو جاؤ۔ کشمیر چھوڑ
اپنے فیصلے پر پوری طرح قائم تھے۔

ہو ہے..... دہلی حرا آئے گا..... ستوش ماموں..... اور اٹا آئی سے روز
نہ اوارے گی..... سچ..... درپن..... تیاری کرو..... وہ بچوں کی طرح اچھل کر

ماما..... آپ کا کیا خیال ہے۔ درپن کشمی دیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

نہی طرح رام جی چاہتے ہیں وہی ہو گا..... اگر ان کی یہی خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض
آئے۔ وہ اپنے اس قدر چاہنے والے بچی کی بات نہ ٹال سکیں۔

..... وہ کھڑا ہو گیا..... اجازت ہے بابا.....

..... جو کام رہ گیا ہے اسے بھی مکمل کر لو..... سیوک رام نے کہا۔

..... وہ باہر نکل گیا.....

جانے اس وقت راجکار کہاں ہو گا..... اس نے کبھی اپنے پتہ کی حالت کا اندازہ نہیں

نے اصر اصر دیکھا اور درپن کے ساتھ ہی نکل گئی۔ وہ درپن کی وجہ سے ذمہ
الوں ہی نہیں کرتا..... کشمی دیوی نے کہا۔

(اس لڑکے سے اس قدر محبت) (کیا کیا جائے درپن کام بھی تمام کر رہے) (ا
ہے) (کشمی دیوی کے من میں ایک دم خیال آیا۔ وہ انحراف بھی نہیں کر سکتی جب
حالات سے وہ درپن کو محسوس سے قطع تعلق کرنے پر مجبور نہ کرتی تھیں۔ اپنی دانسا
کوشش تو بہت کرتی کہ درپن محل سے دستبردار ہو جائے..... لیکن حالات اس کی
نہ دیتے تھے..... گودرپن سے ضرور نوجوان تھا لیکن ایک مسلمان خون کا وجود ان کی
میں خاری طرح کھٹکتا رہتا..... پوجا کی پرداخت اور ہندو ماحول میں اس کی تہہ
مطمئن کرنے کے لئے نا کافی تھی..... وہ وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فی الحال
تھیں۔

دیوی جی..... ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ وہ ٹیک لگا کر بولے۔

درپن کی آنکھیں پھٹ گئیں..... ریل روزہ پچھل کر آنکھوں کے راستے ا
لگا کہ کوئی فیصلہ اس کے خلاف نہ ہو جائے..... وہ ہندو کی منافقت سے واقف تھا
فرمائیے زام جی۔ کشمی دیوی بھی چونک گئیں۔

درپن نے یہاں کشمیر کا کام خاصا مکمل کر لیا ہے۔ وہ بولے

پھر.....

میں چاہتا ہوں..... دن بدن حالات بہت بگڑ رہے ہیں..... کشمیر میں قتل
بازار گرم ہے۔

قتل و غارت سے ہمارا کیا واسطہ رام جی۔ کشمی دیوی نے کہا۔

واسطہ ہے..... وہ ایک دم معنی خیز لگا ہوا سے کشمی دیوی کو دیکھنے لگے۔ وہ
سے ہو گا..... وہ بے ساختہ بول: تمہیں..... ان کے اندر نفرت کی چنگاڑی پھ
نے محسوس کی لیکن وہ سیوک رام کی وجہ سے خاموش رہا.....

بابا..... وجہ کوئی بھی ہو..... میں تو آپ کا ہی ہوں..... مجھے کیا واسطہ کم

..... وہ شدید چاہت کے ساتھ حق نمک ادا کرنا چاہتا تھا.....

تم میرے ہی ہو درپن..... میرے من میں بسنے والی ایک حقیقت..... لیکن
میں چاہتا ہوں کہ تم سب کو لے کر دہلی چلے جاؤ.....

رام جی..... بابا..... کشمی دیوی اور درپن کے منہ سے ایک ہی بار فو

کب قبول کرے گا..... کم از کم اسے درپن کا ہاتھ ملانا چاہئے..... سیوک رام بولا
 کشمی دیوی خاموش رہی..... کس طرح بیان کرتی کہ وہ درپن کا وجود برداشت لم
 کر..... ہاتھ کیلنا گئے۔

آپ چپ کیوں ہیں..... سیوک رام کو کشمی دیوی کا سستا ہوا چہرہ دیکھ کر دکھ
 کشمی دیوی کو خوش دیکھنا ان کی خواہشات میں شامل تھا۔

میں چاہتی ہوں بیگوان آپ کو وہی پہلے جیسی صحت دے دے..... آپ ہی سب
 سنبھال لیں..... آپ کا یوں بہتر علاوت پر بڑے رہنا سب کے لئے تکلیف دہ ہے۔
 دیوی نے بڑی جاہت سے سیوک رام کی زرد آنکھوں کی طرف دیکھا۔ جن کی روشنی
 آہستہ ماند پڑتی جا رہی تھی۔

میں خود سبکی جا رہا ہوں..... لیکن ایسا نہیں ہے..... میں قطرہ قطرہ زندگی کا زہر
 ہوں..... شاید اب وہ توانائی اخروڈ نہ کر سکوں..... وہ بے مدد ہے ہو گئے۔

رام جی..... ایک تو اب دل بار بیٹھے ہیں..... بیماری تو آتی ہی رہتی ہے۔ کشمی
 نے دلا سادیا۔

میں اب بے بس ہو گیا ہوں..... دل کی دھڑکنیں گنتا رہا ہوں..... نہ جانے
 دھڑکن آخرت کا پیغام لے کر آجائے..... انہوں نے اپنا سر ایک طرف اٹھکا لیا۔

کشمی دیوی کا دل، الجھل کر حلق میں اٹک گیا..... اس کی ساری آسائشیں صرف
 رام کے دم سے تھیں..... سیوک رام کی زندگی انہیں بہت عزیز تھی..... لیکن

حالت اس وقت اس چراغ بھی تھی جس کی جوت دھیرے دھیرے ختم ہو رہی ہو.....
 صرف ٹٹھار باہو..... اور نہ جانے کب اور کس وقت چراغ سحری ہو جائے۔ تمام

پلک سے پلک نہ لگا سکیں..... اس وقت وہ اپنے آپ کو کڑی دھوپ میں کھڑی عمو
 رہی تھیں..... جہاں نہ کوئی سایہ دیوار اور نہ آسرا..... اولاد..... کس کے بل

باقی جیون گزرے گا..... رتن اپنے گھر کی ہو جائے گی..... اور راکھار.....
 آسانکوں اور عیش و عشرت سے ہی فرصت نہیں..... وہ کیا ان کا آسرا بنے گا۔

رہیں..... سوچوں کی عین غار میں اترتی رہیں..... جہاں اژدھے کی طرح پھنکارتی
 ان کے تعاقب میں تھی.....

جب تک وہ تھماری بھاری قیمت نہ ادا کرے گا..... میں تمہیں اس کے حوالے نہیں
 اڑوں گی۔ جندال بائی نے پچر پچر بیان کی گھوڑی چباتے ہوئے ہاتھ ہوا میں لہرا لیا.....
 نفی قیمت چاہئے جہیں..... سنبھلنے لگا۔

تیس لاکھ..... جندال نے ایک ابرو اٹھا کر زور دے کہا۔
 تیس لاکھ..... اتنی زیادہ..... سنبھلنے لگا۔

شکر کرو..... میں نے پچاس لاکھ نہیں کہہ دیا..... تجھے معلوم ہونا چاہئے تیری
 لاراک اور پرورش پر کتنا دیر صرف ہوا ہے میرا..... جندال بائی نے ناک سکیڑی.....

کیوں کیا تو نے ایسا..... چھیک دیتی نا گندی نالی میں کیڑے کی طرح..... میں کونسا
 بلی خاندان سے واسطہ رکھتی تھی..... سنبھل جل کر بولی۔

بس بس..... زیادہ زبان نہ چلا..... جان کو سنبھلی تھی میری..... اس کا کوشا میرے
 لٹھے کے ساتھ ہی تو تھا..... مرنے وقت تمہیں میرے حوالے کر گئی..... جندال بائی

نے ہاتھ میں پکڑی چاہیوں کے سچے کو انگلی میں ڈال کر گھمایا.....
 سب جانتی ہوں میں..... اگر تو میری ماں ہوتی تو کیا سمجھتی نہ کرتی..... سنبھلنے

کا وہاں سے باؤں میں پہنے ہتھکھر وایک چٹا کے سے قالین پر اترتا ہے..... ہمارے دھندے میں
 ماں بہن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جندال بائی نے براہِ اماند انداز میں کہا۔

بائی جی..... سیٹھ روان آئے ہیں..... ملازم نے آکر کہا۔
 بلا بلا..... تیرے ایک ناچ کے بدلے وہ ہزاروں دے دیتا ہے۔ جندال ملازم کو کہہ کر

نہل سے بولی۔
 ایک بات تو بتائی جی..... سنبھلنے لگا۔

پوچھ..... وہ صرف اتنا ہی بولی۔
 تجھے دولت سے کتنا پیار ہے..... انسانوں سے بھی محبت ہے کہ نہیں۔ سنبھلنے

آنکھیں پھاڑ کر دیکھا..... زیادہ مت بول..... کھنگھر و پہن لے..... سینہ جی آرہے ہیں۔ جنداس نے کھڑے ہو کر نظریں بچھا دیں.....

مٹسے..... سینہ راون نے ہاتھ جوڑ کر اپنی ارزقی لگا دیں سنبل کے ٹھیکیں چہرے پر ڈالیں۔ مٹسے کہتے ہوئے قالین پر گاؤ بیٹھے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ایک نظر میں سارے ہال کا جائزہ لیا۔ سب لوگ چلے گئے۔ سینہ راون کی نظر سنبل پر ٹھہر گئی.....

جی ہاں سینہ جی..... کوٹھن خانی ہو گیا۔ آپ کئی مہینوں کے بعد آئے ہیں۔ یوں لگتا ہے چاند اتر آیا..... وہ بڑی پذیرائی کرتے ہوئے۔ میں ملک سے باہر چلا گیا تھا..... کاروباری کام کے سلسلے میں..... وہ سنبل کو گھنگھرا بانہتے دیکھتا رہا۔

آپ حکم تو کریں..... کیا سیشن جمے۔ ضمری یا بھجن..... یا پھر تاج کے ساتھ کوئی غزل وغیرہ.....

سنبل ہائی دو گام میں جی چل دے تو سرور آجائے..... تاج توبہ کی بات ہے۔ راون سینہ..... بن پیچے بٹکنے لگا۔ دیکھو سینہ جی..... ہمیں ہائی نہ کہو..... ہاں..... وہ پیشانی پر ہل ڈال کر بولی۔ جنداس ہائی نے آنکھیں پھاڑیں۔

ہا..... ہا..... کیا بی بی کہوں..... ایسے کاموں میں تو بائی ہی چلے گا..... سینہ راون کا لہجہ بڑا رہنہ سارھا.....

تمہیں کیا..... کوئی ہائی کہے یا بی بی..... اپنے کام سے کام رکھ..... جنداس ہائی نے بری طرح سنبل کو ڈانٹ دیا۔ وہ ہنزون کو چاہتے غصہ ضبط کرتے کھڑی ہو گئی۔

توبہ ہوا..... سینہ راون نے بڑی دلچسپی سے سنبل کی خوبصورت سندرجوانی کو دیکھ کر کہا۔ شراب نہ چلے..... جنداس ہائی حیرت سے بولی۔ نہیں..... آج کشمیری توبہ..... وہ سنبل کے سر پر نظریں گاڑھ کر بولا۔

بہتر..... جنداس ہائی گھردار فرشی غرارہ سنبھالی ہال سے باہر نکل گئی..... وہ رقص

آہی..... سینہ راون دل کھول کے ٹوٹ لٹا تا رہا..... ہر بار سینہ راون نے سنبل ہاتھ لیٹانا چاہا..... لیکن وہ دوا کھیل کر آنے والے دوسرے تماشائی کی طرف ٹوٹ جاتی۔ ہند کھٹے سلسلہ جاری رہا۔ رقص ختم ہوا اور تماشائی رقم لٹا کر چلتے بنے..... سنبل لہاری اپنے کمرے میں چل دی.....

سینہ راون نقشہ نظروں سے دیکھتا رہا۔ سینہ جی..... کیسا تاج ہے سنبل..... جنداس ہائی نے سینہ کی تحویت کو توڑا..... جو ک آج دیکھی ہے..... پہلے کبھی نہیں دیکھی..... یوں جیسے آکاش سے تارے ٹوڑ لی ہو..... آکاش جھوم رہا تھا۔ سینہ راون مدہوش سا بولا۔

یہ تو آپ کی زمرہ نوازی ہے سینہ جی..... جنداس ہائی قالین پر سے ٹوٹ اکٹھے کرتی ایک بات یاد رکھیو بائی جی..... سینہ راون نے پان کی گوری طشتری سے اٹھا کر منہ میں

م ہو سینہ صاحب..... ہمارے ساتھ کوئی دوسرا تماشائی نہ ہو..... آئندہ خیال مٹا۔ سینہ راون تمہاری سنبل کے رقص کے مزے لیٹنا چاہتا تھا۔

آپ کے آنے کا علم جو نہیں تھا..... آئندہ سندہ سنبھو اور بیچے گا۔ کوئی تماشائی نہ ہو گا کے ساتھ۔ جنداس نے نوٹوں کی نوکری اپنے پاس رکھی اور سینہ راون کے پہلو میں بیٹھ

من سے کچھ اور سنا ہے۔ سینہ راون بولا۔ کیا..... جنداس ہائی کا ہاتھ ٹھٹکا۔ تم اس کی شادی کر رہی ہو..... سینہ راون نے کہا۔

تاجہ جی..... آپ جانتے تو ہیں..... ہمارے ہاں پہلے بھتیجی کھلی..... پھر شادی کی رات چلی گی..... جنداس ہائی نے گہری نظروں سے سینہ کے کپکپے چہرے کو دیکھا۔

نیا ریت رکھی تم نے بھتیجی..... یہاں لاکھ تو ہو گی سینہ جی..... لیجئے توبہ آگیا..... جنداس ہائی نے آتے ملازم کے سے طشتری پکڑ لی۔ یہاں لاکھ تو بہت زیادہ ہے۔ سینہ نے پلٹ کر جنداس کے کرخت چہرے کو دیکھا۔

زیادہ ہے سیٹھ جی..... بائی عمریابے سنبل کی..... پچاس لاکھ بھی کم ہے۔ وہ اپنی دا چمکانے لگی۔
کتنی عمر ہو گی سنبل کی۔ وہ بولا۔

بہن کوئی پندرہ سولہ سن..... ایسی عمر میں تو چھوڑی تاگن ہو دے سیٹھ جی..... سو تاگن..... جنداس بائی شس کر بولی۔

ہاں..... تم ٹھیک کہتی ہو..... کسی کی نظر ٹھہری..... سیٹھ راون کے منہ میں ہل گیا۔

نظر تو بہنوں کی ٹھہری..... پر جو رقم دے گالے جا دے گا..... سنبل کے لئے سودا مہنگا نہیں ہے۔ سنبل تو لاکھوں میں ایک ہے..... ایک ایک لاکھ کی تو آنکھ ہے اس جنداس نے کہا۔

تمہارے پاس بس اب سنبل ہی ہے۔ سیٹھ نے کہا۔
سنبل تو ایک ہی ہے..... ویسے..... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں..... جنداس چوٹک گئی۔

میں شادی کرنا چاہتا ہوں..... سیٹھ ضرورت مند نظر آ رہا تھا..... کیوں..... جنداس بائی کو حیرت ہوئی..... سیٹھ نے پہلے ایسا اظہار بھی نہ کیا تھا۔ بچے جو ان ہو گئے ہیں..... لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں چلی گئی ہیں..... میں ان تک ان کو ٹھوس کے چکر لگا رہا ہوں گا..... سوچتا ہوں شادی کر لوں۔

اچھا تو آپ گھر آباد کرنا چاہتے ہیں..... جنداس بائی ازراہ مذاق بولی۔
ہاں..... کوئی لڑی ہے تو قیامت سے دو۔ سیٹھ راون نے کہا۔
تنبہائی دور کرنا چاہتے ہو..... جنداس بائی نے پھر کہا۔

ظاہر ہے..... تنبہائی ہی دور کرنا چاہتا ہوں..... اب تنبہائی نہیں لگتا..... سیٹھ را اچھا خاصہ ضرورت مند اور تنبہائی کا ڈسا معلوم ہو رہا تھا۔

کیا ضرورت ہے شادی کی..... تنبہائی ہی دور کرنا ہے..... آجایا کیجئے..... جنداس درجہ گندگی سے لتھڑی زبان بول رہی تھی۔ دولت کی ہوس نے بے غیرت بنا دیا تھا۔
مجھے بیوی چاہئے..... داشیہ نہیں۔ سیٹھ نے غصہ ہو نونوں میں دبا لیا۔

سیٹھ جی..... اس عمر میں بیوی کون دے گا..... داشیہ تو مل جائے گی۔ جنداس بائی

ہاں سے بولی۔

تم کو شش تو کرو..... بہت لڑکیاں ہیں تمہارے پاس۔ وہ کھڑا ہو گیا۔
ٹھیک ہے..... میں کو شش کروں گی..... اگر مل بھی گئی تو چالیس پینتالیس کے لگ ٹھیک ہوگی۔ جنداس بائی نے سیٹھ راون کی عمر دیکھ کر بات کہہ دی۔

میں عورت سے نہیں لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں..... ظالم تاروی..... کو مل تاروی..... جو میرا دل بھانکے..... میرے من میں راج کرے..... ہاں..... کسی بچی عمر کی موت سے میں شادی نہیں کروں گا..... سیٹھ راون نے انکار میں بری طرح گردن ہلائی۔

سیٹھ جی..... ایک بات کہوں..... وہ ہنسنے ہوئے بولی۔
کہو..... اور کل کر کہو..... سیٹھ نے فراخ دلی کا ثبوت دیا۔

باہر آنا جانا ہوتا ہے آپ کا..... کسی میم سے رچا لیں بیابہ..... جنداس بائی نے خیال لا کر کہا۔

میم تو مل جاتی ہے..... لیکن ہندوستانی عورت کی طرح وفادار نہیں ہوتی۔ اپنے بچہ کی لاش کے ساتھ جل نہیں مرتی..... سیٹھ راون نے بڑا برا سامنہ بنایا۔

اچھا..... آپ من میں آس رکھئے..... میں کو شش کروں گی..... جنداس نے دلاسا دیا۔

جیسے تم کہو..... میں بھگون سے آشاکھوں گا..... وہ ہال کے بڑے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

میں بھی خیال رکھوں گی۔ جنداس بائی نے دروازہ بند کر دیا..... اور واپس پلٹ آئی..... اس کے من میں عجیب عجیب سوال و جواب کا تاننا بندھا ہوا تھا۔ اپنے سر کو جھٹکا دے کر وہ سنبل کے کمرے میں داخل ہوئی۔

سنبل اس وقت دی سی آر لگائے اپنی ویڈیو دیکھ رہی تھی۔
بند کر اسے۔ جنداس نے چاہتے ہی کہا۔

اب کیا ہو اچی جی..... سنبل نے شن آف کرتے ہوئے کہا۔
آج بھی راج بھکار نہیں آیا..... اتنا انتظار نہیں کر سکتی۔ جنداس بائی جھنجھلا کر بولی۔
اس کا پتا بہت تیار ہے..... آجائے گا..... سنبل نے جنداس بائی کو اطمینان دلایا۔

وہ کٹھنر کیا ہوا ہے۔ جنداس بائی نے کہا

ہاں..... کشمیر گیا ہوا ہے..... جلد آجائے گا..... مجھ سے وعدہ کیا تھا اس نے.....
سنبل نے گھبرا کر کہا۔

ایسے لوگوں کے وعدے کا کیا اعتبار..... ایک طوائف کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو بھی آئے
ہے آپس میں اپنا چہرہ دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ جنداس بائی حقیقت سے کبھی روگردانی نہیں کر لے
تھی۔

تم ٹھیک کہتی ہو جی..... طوائف کی جوانی کو جام کب کتنے ہی ہاتھوں میں گردش کر
ہے۔ ہم لوگ تو خود پھول ہیں جسے ہر بار کیر بڑھ کر توڑ لیتا ہے۔ سنبل خاصی اداس لگ
رہی تھی۔

کیا کہتی ہے تو..... تیری جوانی کو جام کب بننے دیا میں نے..... وہ آئے گا۔ میری اہلی
ہو گی قیمت دے کر تجھے لے جائے گا۔ جنداس بائی کو سنبل کی بات اچھی نہ لگی۔

اگر اس کے پاس تیری منہ مانگی قیمت نہ ہوتی تو..... سنبل نے بے ساختہ کہا۔
ہو گی کیوں نہیں..... دہلی میں تھا کہ سیوک رام کا بڑا نام ہے..... اتنی رقم اس سے
لے تو چند نکون کے برابر ہے۔ جنداس بائی نے لاپرواہی سے منہ چلایا۔

وہ تو کشمیر میں رہتے ہیں۔ سنبل نے کہا۔
یہی تو تجھے علم نہیں..... کشمیر کے علاوہ زیادہ کاروبار ان کا دہلی میں ہے۔ جنداس بائی نے

معلومات سنبل کی ساعت میں ڈالی۔
اچھا..... سنبل حیرت سے بولی۔

ہاں.....
جنداس بائی نے بڑے تفاخر سے سینہ پھلایا..... جیسے سارے ہندوستان کی خبر رساں

بہی ایک عورت ہو۔
انتظار کی گھڑیاں طویل سے طویل ہوتی رہیں..... وہ دل کے پٹ کھولے دروازے
نظر میں جمائے راہنما کی نظر رہی..... سارا اونچی نیچی گزر گیا۔ آس بھر زارش میں ڈوبا
گئی..... آنے والا نہ آیا..... وہ طویل پریشان اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔

میں کہتی ہوں چھوڑو اسے ہر جگہ جانی کا خیال..... جنداس بائی نے اندر آتے طعنہ دیا۔
جی جی..... کیا کہہ رہی ہے تو..... سنبل نے اداس چہرے کو جنداس بائی کی طرف گھم
کر کہا۔

میں غلط نہیں کہہ رہی..... چند دنوں سے تو قص نہیں کرتی..... دوسری لڑکیاں
بھی ہوئی ہیں..... ان کو تنخواہ دیتی ہوں..... کئی لوگ تیرا ناچ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جنداس
ایسے ہی لڑکیاں کہنا جیسے سنبل نے کوئی سنگین جرم کا ارتکاب کر لیا ہو۔
تو کیا کہنا چاہتی ہے..... سنبل اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میرا مطلب ہے تم راجہ کا خیال دل سے نکال دو..... وہ تجھ سے وفا نہیں کرے گا۔
پہل پھول کارس چوسنے والا بھروسہ ہے..... جنداس بائی نے اپنی زندگی کا تجربہ بیان کیا۔
اس کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوا کہ وہ وفادار نہیں..... سنبل نے کہا۔

ماتھے پر تو سوائے تقدیر کی لکیروں کے اور کچھ نہیں ہوتا..... انسان کا چلن بتاتا ہے کہ
وہ کیا ہے۔

جنداس بائی نے سامنے بڑے دروازہ کو لبھو سے دیکھا..... جس کی گھنٹی بڑی دیر سے بج
رہی تھی۔

جی جی..... یہ آواز تو راجہ کی ہے۔ سنبل نے کان کھڑے کر لئے۔
دیکھتی ہوں..... وہ ٹھہر گئی۔

اور میں اس وقت خاص ملازم لندن داخل ہوا۔ راجہ جی آئے ہیں۔ لندن نے کہا۔
اچھا..... بھگوان تیرا شکر..... میری آشا پوری ہو گئی..... سنبل سنہری ساڑھی کے
لو کو سینے کی باہر کی طرف بھاگی۔

سنبل..... راجہ کا اندر داخل ہوا۔
راجہ جی..... وہ بے ساختہ محبت کی پیاسی راہنما سے لپٹ گئی۔

راجہ نے جنداس بائی اور لندن کی موجودگی کا اثر لے بغیر سنبل کو لپٹا لیا۔
راجہ جی..... آپ بڑے وہ ہیں..... بڑی راہنما کھائی آپ نے..... وہ اداسے دگر بائی

سے علیحدہ ہوتے ہوئی۔
میں مصروف رہا ہوں۔ دراصل ہم لوگ دہلی شہر ہو رہے ہیں۔ راجہ کا اندر اور سنبل
بڑے ہال میں ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔

اچھا ہوا آپ دہلی شہر ہو گئے۔ کشمیر تو دور ہی بہت تھا۔
جنداس بائی نے ایک آبرو کا اٹھارہ راجہ کا دیکھا۔ شاید وہ جانتا چاہتی تھی کہ
لوٹ کس جیب میں ہیں.....

آدمی دل سے دور نہ ہو پائی جی..... راجہکار نے سنہل کی طرف دیکھا۔
لڈن..... راجہ کے لئے لے بھی جائے لاؤ۔... سنہل نے سامنے کھڑے لڈن کو کہا۔
ابھی لایس رکار..... لڈن لے لیے ڈگر بھر تال کے چھوٹے دروازے سے نکل گیا
پائی جی..... یہ لیجئے..... راجہکار نے تیس لاکھ کے نوٹ جنداس پائی کے سامنے ڈ
کر دیے۔

دیکھا جی جی..... میں نا کتنی تھی۔ راجہ جی ضرور آئیں گے۔
سنہل نے بڑی چاہت سے راجہکار کی طرف دیکھا۔
راجہکار نے سنہل کی طرف دیکھا۔ اب کیا خیال ہے راجہ جی..... جنداس پائی نے کہا۔
آپ تیار کی کریں..... میں کسی دن آؤں گا..... راجہکار کھڑے ہوتا ہوا بولا۔
کسی دن..... آج کیوں نہیں..... سنہل حیران رہ گئی۔
جنداس پائی نے بھی حیران ہو کر آکھیں پھاڑیں..... اس نے ویسے بھی محسوس کر
تھا کہ راجہکار چپ چاپ ساگ رہا ہے۔
مجبور ہی ہے سنہل..... پھر کتنی..... رقم دے دی ہے..... اب انکاری کی مچھا؟
نہیں..... وہ دیکھئے لیجئے میں بولا۔
آخر بات کیا ہے..... آپ اس لگ رہے ہیں..... سنہل نے اپنا سر میں
راجہکار کے شانے پر کھرا۔

پلیا بہت تیار ہیں..... وہ کئی دنوں سے ہسپتال میں ہیں..... اگر وہ ٹھیک ہو گئے تو
لے جاؤں گا..... ورنہ کچھ دن..... وہ سنہل کو دیکھ کر بولا۔
ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... راجہ جی..... سنہل امانت ہے آپ کی..... جب جی
لے جائیے گا۔ جنداس پائی نے ہنس کر راجہکار کو یقین دلایا۔
میں جلد آؤں گا..... وہ باہر نکل گیا۔
افسردگی سے سنہل نے جنداس پائی کی طرف دیکھا۔
جی جی..... ایک بات کا غم میرے من کو کھا رہا ہے۔ سنہل نے جنداس پائی کے شانے
ہاتھ رکھا۔
کوئی غم نہ کر..... بھگوان بھلی کریں گے سنہل نے جنداس پائی کے چہرے پر عجیب
چمک دیکھی۔

جی جی..... کیا سوچ رہی ہو..... سنہل حیران ہو کر بولی۔
یوں لگتا ہے جیسے ٹھاکر سیوک رام مہمان ہے سنہار کا..... جنداس پائی نے قیاس آرائی
لی۔
مہمان..... کیا وہ بہت تیار ہے۔ سنہل بولی۔
بہت تیار ہے..... دل کا پرائمر ایض ہے..... بڑا دورہ پڑا تو داخل کروایا ہسپتال میں۔
جنداس پائی نے شاطرانہ انداز میں کہا۔
تمہیں کیسے پتہ چلا۔ وہ چونکی۔
میری بڑی ہجرتی ہے..... جس دن سے راجہ آنے لگا ہے..... میں اس دن سے اس
ٹی نوہ میں تھی..... جھوٹ نہیں بولا اس نے ہے وہ دولت مند پٹاکا بالک۔ جنداس نے
اس سے پان کی گلوڑی منہ میں رکھی۔
سنہل خاموش رہی..... وہ جنداس پائی کی چالاکی ہو شیاری پر حیران بھی تھی..... اس
مرت نے تمام جیون دوسروں کی دولت سینے میں گزاردی۔
جائے آگئی پائی جی..... لڈن ٹرائل سجا کر لے آیا۔
اب کیا فائدہ..... وہ تو چلے گئے۔ سنہل کو غصہ آ گیا۔
میں چلے گئے..... لڈن وہیں ساکت ہو گیا۔
لے آؤ..... ہم پائی لیں گے..... جنداس پائی نے کہا اور لڈن نے بنا کر سب کو چائے پلا
لی۔

سیوک رام رخصت ہو گئے۔ آج رتن محل کا بہت بڑا نام دنیا سے رخصت ہو گیا۔
اماؤں کے اندر آمدھیوں کی چنگھاڑ..... ماحول کی شوریدہ سری..... جیسے آکاش ٹوٹ
ا فرخ دہلی پر آن رہا ہو..... سیوک رام کی موت کوئی معمولی انسان کی موت نہ تھی۔ ان
سے محل کے ہر شخص نے مختلف امید باندھ رکھی تھی..... کشمی دیوی کا چاہنے والا ہر بات
پر سر تسلیم خم کرنے والا بیٹی..... شفقت والفت کا محمد..... رتن اور راجہکار کے لئے
موت کا پیکر..... اور درپن جس نے چاہت اور انس کی دولت ہی اس نے پائی تھی..... یوں
نہا تھا جیسے درپن اور پوجا کے اوپر سے سناٹا بنایا گیا ہو..... کشمی من مانی کا تاتھاہہ.....
اب وہ خود ہی چھوٹک چھوٹک قدم پر رکھتا تھا..... راجہکار بھوکے چپٹے کی طرح اس کو دیکھتا
..... اور سوال کرنے کی کوشش کرتا۔

میں کس طرح تمہاری بات مان لوں..... کشمی دیوی نے درپن کے چہرے کو دیکھا جس پر محبت احساس اور ذمہ داری کا عکس نمایاں نظر آ رہا تھا۔
دیوی جی..... رتی بی بی کو بہت بخار ہے..... ملازمہ نے فوراً نذر آکر کہا۔
نار..... وہ تپ انھیں۔

Relax..... میں دیکھتا ہوں..... درپن نے کہا۔
تم سے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ..... وہ بے جان سی صوفے پر گر گئیں..... چھوٹ چھوٹ
وہیں..... درپن برق رفتاری سے رتن نے کمرے میں داخل ہوا..... کب سے بخار
..... درپن نے بے ہوش پڑی رتن کے ماتھے کا پتھو کر ملازمہ سے کہا۔
نار کو تو کئی دن ہو گئے ہیں باپو جی..... ملازمہ خوفزدہ سی ہو گئی۔
مجھے بتایا ہی نہیں..... وہ افسردہ سی بولا۔

رام جی کی ارجمندی ایشی بی بی کی طبیعت عجیب تھی..... ملازمہ نے درپن کے پشمرہ
سے کو دیکھا۔

رتی..... رتی..... آنکھیں کھولو..... چلوں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں.....
پان نے بڑی محبت سے رتن کے بالوں کا درست کیا۔
درپن..... فون کرو..... ڈاکٹر! میں بلاؤ..... کہاں جائے گی اس قدر بخار میں رتی
..... کشمی دیوی اندر داخل ہوتے ہوئے ہوئیں۔

Ok Mama..... وہ باہر نکل گیا۔
کشمی دیوی رتن کے پاس بیٹھ گئیں گانڈی کی آواز پر وہ چونک گئیں..... ڈاکٹر..... اس
جلدی..... کشمی دیوی حیران رہ گئیں۔

نہیں دیوی جی..... راج بابو..... ملازمہ کی آواز میں گھبراہٹ پوشیدہ تھی۔
ہوں..... کشمی دیوی خاموش کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔
ملا..... راجبکار اندر داخل ہوا۔

کیا کر رہے ہو تم..... تمہیں تو یہ بھی احساس نہیں کہ ہم سب پر کیا کیا پڑی ہے.....
بی بی دنیا میں مست ہو تم..... کشمی دیوی کے انداز میں ترشی اور بے زاری تھی۔
ملا..... پہلی بات تو یہ کہ میرے احساس کرنے سے کیا ہو گا..... راجبکار چپٹا
لوں جیسوں میں ہاتھ ڈالے ملازمہ کی پشت سے ہوتا ہوا کشمی دیوی کے پاس آ گیا۔

کاش میں رام جی کی چٹائیں چل مرتی..... میں کیوں زندہ ہوں..... صوفے کی
پر سر رکھے رانی کشمی دیوی نے خود سے کہا۔ رام جی..... کیوں چھوڑ گئے آپ
کے سہارے زندہ رہوں گی..... میری راہ کے کاٹنے کون پٹنے گا..... میرے
آسانیاں کون پیدا کرے گا..... وہ صوفے پر چہرہ کے بلک بلک کے روتی رہیں.....
سکیاں کمرے کے ماحول میں ارتعاش پیدا کرتی رہیں..... پوری کائنات کا نظام چمکا
برہم ہو گیا..... اکاش نوٹ کر اُٹرا ہو۔
ملا..... جانی بچائی آواز نے ان کو چوکھایا.....
درپن..... تم..... وہ آنسوؤں کے درمیان ہوئیں۔

آپ رورہی ہیں..... درپن قریب آ گیا۔
کیا کروں..... آج میں اپنے آپ کو بے بس سمجھ رہی ہوں..... میرے ہاتھوں
میری بادشاہت چھین گئی ہے..... میں نہیں دست ہو گئی ہوں..... وہ کھڑے ہوئے
ہوئیں۔

ایسا تم سوچنے..... بابا ہم میں موجود ہیں..... آپ کی سلطنت قائم ہے.....
کچھ آپ کا ہے ملا..... اس طرح دل برداشتہ ہو کر تو بابا کی روح اداس ہو جائے گی
درپن نے نہ چاہتے ہوئے بھی کشمی دیوی کے سفید رزے ہاتھوں پر اچانک رکھ دیا۔
درپن..... وہ آہستہ سے ہنسی پھیل گئی اٹھا کر ہوئیں۔
جی ملا..... وہ بڑی اذیت سے بولا۔

رام جی مجھے ایک دروازے پر چھوڑ گئے ہیں..... کو سنا راستہ اختیار کروں..... وہ جتنی
درپن کے چہرے پر ڈالتے ہوئے ہوئیں۔
جوراستہ آپ کو آسان نظر آتا ہے وہ چن لیجئے..... درپن نے کہا۔
اور دوسرا..... وہ چہرے میں تجسس تھا۔

وہ میرے لئے چھوڑ دیجئے..... میں ہموار کر لوں گا..... کوئی راہ پر خار نہیں ہو
کس راہ کی بات کرتے ہو..... رام جی کی عدم موجودگی راہ پر خار سے کم نہیں.....
کے الفاظ میں حد درجہ کرب چھپا ہوا تھا۔
میں نے کہا نا..... بابا کو اپنے پاس تصور کیجئے..... وہ دنیا سے اوجھل ہوئے ہیں.....
ہمارے احساس سے نہیں..... وہ ہمارے پاس ہیں..... درپن نے کہا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... کشمی دیوی پلٹ کر غصیلے انداز میں بولیں۔

میرا مطلب ہے کہ آپ سب کا احساس کرنے والا وہ ہے..... مسلم کا بچہ.....
زبردست نظر سے بولا۔

دیکھو..... یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے..... رتی بہت تیار ہے..... کشمی دیوی
نرم پڑ گئیں۔

ان حالات میں ایسا ہی ہوا جاتا ہے..... آخر پیار رتی سے محبت بھی بہت کرتے تھے.....
پتا کا غم تو بوجھا۔ وہ لا پرواہ سا بولا۔

تم سے نہیں کرتے تھے..... کشمی دیوی نے کہا۔

کرتے تھے..... اتنا نہیں جتنا درپن سے۔ وہ پھر نثر سمجھو نے لگا۔

بکواس بند کرو..... درپن کو مت بچ میں لایا کرو۔ کشمی دیوی کو اچھا نہ لگا۔

کیوں نہ لاؤں..... وہ میری جگہ لے رہا ہے..... حق چھین رہا ہے میرا..... وہ
آواز میں بولا۔

یہ تمہارا وہم ہے.....

وہم نہیں ہے..... جتنی پر اپنی ہے..... ساری ذمہ داری ہی پر عائد ہوتی ہے.....
وہ سیاہ و سفید کا مالک ہے..... بلکہ..... اس کے دستخط کے بغیر آپ روپیہ نہیں لگواؤ گے.....
..... وہ طیش میں غرایا۔

میرا علیحدہ اکاؤنٹ ہے۔ کشمی دیوی نے راجبھار کی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

میں بزنس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ جیسے بہت پڑا۔

تمہارے پاپا ایک عرصہ بیمار رہے ہیں..... کاروبار درپن ہی سنبھال رہا ہے.....
ہے لیکن دین تو اسی نے کرنا تھا۔ کشمی دیوی حقیقت بیان کرنے پر اتر آئیں۔

اور اسی لین دین میں وہ سب پر قابض ہو جائے گا۔ راجبھار نے اپنے اندر چھپی
غلاطت ظاہر کی۔

ایسا نہیں ہے..... وہ اتنی ہی تنخواہ وصول کرتا ہے..... جتنی تمہارے پاپا نے
مقرر کر تھی۔ کشمی دیوی نے پلٹ کر رتن کی طرف دیکھا۔

اور درپن ڈاکٹر کینڈی کو لے کر اندر داخل ہوا۔ درپن نے کینڈی اور پھر راجبھار
طرف دیکھا..... لیکن اس نے بلانے کی جرات نہ کی..... وہ خود کبھی راجبھار سے کوئی

نہ ہوا تھا۔

رتی..... اٹھ کے بیٹھو..... ڈاکٹر صاحب تمہیں دیکھیں گے..... درپن کسی کی بھی
ادب دہی کا اثر لے بغیر رتن کو بٹھا کر خود بیٹھ گیا۔ اس طرح رتن کی کمر در بٹھا سے جتنی
نئی پشت درپن کے سینے سے ٹک لگائے ہوئے تھی۔

کشمی دیوی پر سکون کھڑی رہیں..... ملازمہ ڈاکٹر کے دوسری طرف بیگ پکڑے
لا رہی تھی..... اور راجبھار دونوں بازو پشت کی طرف باندھے دیکھتا رہا۔

ڈاکٹر کینڈی نے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد کچھ دوائیاں لکھیں اور درپن کی طرف
بمابین۔

ڈاکٹر صاحب کوئی خطرناک بات تو نہیں ہے۔ کشمی دیوی گھبرا اٹھیں

Dont worry .. NO No..... صرف صدمہ کا اثر ہے..... یہ میڈیسن ابھی
لگوا لیں..... مسٹر درپن..... ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں اعصاب پر زیادہ اثر ہوا
ہے۔ درپن ڈاکٹر سے پٹ لے کھڑا ہو گیا۔ اور کشمی دیوی رتن کے پاس بیٹھ گئیں۔

آئیے..... وہ ڈاکٹر سے بولا۔

ڈاکٹر کینڈی نے حسب عادت مریض کو دیکھا..... اور اپنا بیگ درپن کو پکڑا کر خود
اٹھ ہی باہر نکل گئے۔

دیکھا..... کچھ دیکھا آپ نے ماما..... راجبھار بڑے سرکش انداز میں گویا ہوا۔

کیا..... وہ رتن کو لٹاتے ہوئے بولیں۔

نہ نئی ڈاکٹر نے مجھ سے بات کی اور درپن کی نظر میں تو میری حیثیت ہی کیا ہے..... وہ
مازہ نہیں مالک ہے۔ وہ حمل سا گیا۔

دیکھو..... راج..... میں بہت پریشان ہوں..... کسی دقت اس مسئلے پر بات کریں
گے..... کشمی دیوی نے جیسے گزارش کی ہو..... وہ مجبور ضرور تھیں لیکن راجبھار کی

ذہنیت کو متواتر بھی جانتی تھیں..... درپن کی حیثیت ایسی نہ تھی..... جس کو فراموش کیا
ہا ملتا..... کاش راج می کے ہوتے ان باتوں کا خیال کر لیا جاتا۔ کیا واقعی درپن کی وجہ سے

راجبھار کا حق تلف ہو رہا ہے..... نہیں نہیں ایسا نہیں ہے پوری جائیداد کا وارث راجبھار
ہے۔

وہ عجیب عجیب سوچوں کے احمقہ سمندر میں غوطہ زن تھیں..... ان کی سمجھ سے یہ بات

بالا تر تھی کہ کیا کریں یا نہ کریں..... راہنما لاپرواہ، عیاش، عیش پرست، فضول و
نوجوان تھا..... انجان بن کر اس کو ساری چاندی اور برنس کا بھاری کل نہیں بنایا جاسکے
..... اور درپن جس کی خوبیوں اور وفاؤں سے منہ نہیں موڑا جاسکتا..... وہ سیوک را
زندگی میں بھی سب برنس کا اختیار ضرور رکھتا تھا..... لیکن اس نے کبھی اپنے آپ کو
یا مالک تصور نہیں کیا تھا۔ اس بارے میں تو کشمی دیوی بھی مطمئن تھیں..... البتہ
اپنے بچے پر اعتماد نہیں تھا..... بچا ہونے کے ناطے راہنما کی محبت سے مخرف
تھیں لیکن اس کی ناجائز بات ماننا بھی اس اصول میں شامل نہ تھا..... جو اصول انہوں
بنائے تھے۔

سوچوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ رام جی مستقل کشمی دیوی کو پریشانوں
سپرد کر چکے تھے..... جتنی آسائش اور بے فکری میں زندگی گزار رہی تھی..... وہ رام
موت کے بعد اتنی ہی دکھی اور پریشان ہو گئی تھیں۔

☆ ○ ☆

مل میں جان لیوا سنا تھا۔ فضا کی بو جھل سانس ارد گرد کے ماحول کو اور بھی افسردہ بناری
اس سناٹے میں شام کے پانچ بجتے کو آئے تھے..... چائے کا آخری گھونٹ حلق سے
را کشمی دیوی نے نپ داپس تپائی پر رکھ دیا..... آہ..... رام جی..... مجھ میں جینے کا
مل نہیں..... میں تو اس یقین کے ساتھ جی رہی ہوں کہ آپ کے پیار کا ایک خزانہ میرے
موجود ہے۔ وہ سہمی گئیں..... ہو کا سرد جھوٹا کان کی روح تک کو مختصر کیا.....
ماما..... دوسری طرف سے درپن نے ان کو چوکھ لیا۔ وہ سیاہ ڈزموٹ میں لمبوس کتنا
رہ رہا تھا..... کشمی دیوی نے درپن کو اپنی طرف آتے نظر بھر کر دیکھا..... ماما.....
خفتہ میں یہاں بیٹھی ہیں..... خیریت ہے نا..... وہ قریب آگیا۔

ایسے ہی۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکیں۔

مٹنے اندر..... میں آپ کے لئے قبوا بھجواتا ہوں..... وہ سامنے بیٹھ گیا۔

نہیں..... چائے پی ہے میں نے..... وہ مختصر سا کہہ گئیں.....

ٹھیک ہے..... دیے کشمیری قبوا اپنے میں حرج ہی کیا ہے.....

اٹھیں آپ..... خفتہ لگ جائے گی ماما..... وہ زبردست اسیٹ کے ساتھ کہنے
را کشمی دیوی انکار نہ کر سکیں..... وہ ہی تو ان کا خیر خواہ تھا۔ وہ کھڑی ہو گئیں.....

ماما اور ایننگ روم میں آجائے..... درپن نے کہا۔

ہاں کون ہے..... وہ پلٹ کر بولیں۔

اچھے اور سنبھل بھی آئے ہوئے ہیں..... گوتم اور سونیا بھی ہے اور وہ رتی کی دوست بہلا
وہ مسکرا کر بولا۔

اور رامی..... وہ سوچ کر بولیں۔ درپن کی ترتیب وار گردان پر ہلکا سا متحسم ہوئیں۔

نی تو نہیں ہے..... شاید اپنے کمرے میں ہو۔ وہ ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے..... میرے کمرے میں ہی قبوا بھجواتا..... کشمی دیوی کا دل کسی ہنگامے میں

ہا چھائی کیا..... بھگوان انہیں شائق دے..... وہ سامنے قد آدم سیوک رام کی تصویر کو لپک کر بولیں۔

ایک دم پردا اٹھا اور درپن کپ لئے داخل ہوا۔
اما..... لیجئے..... دیر ہو گئی..... دراصل تمام ملازم ڈنر کی تیاری میں مصروف تھے..... میں خود ہنگامے لایا ہوں..... دیکھئے..... وہ کپ کشمی دیوی کے ہاتھ میں تھامتے لایا.....

Thank You..... بیٹا..... وہ کپ پکڑتے بولیں۔
راجہمار تھر آلود نظروں سے دیکھتا رہا..... لیکن کشمی دیوی کے سامنے زبان بند رہی۔
آپ اس کے بعد آرام کیجئے..... کھانا تیار ہوتے ہی اطلاع پہنچ جائے گی آپ کو.....
ادبی چاہت سے کشمی دیوی کو دیکھتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے..... وہ کپ کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے پہلے بولیں۔ اور درپن باہر نکل گیا۔
درپن ہماری زندگیوں میں زیادہ غل نہیں ہونے لگا۔ پہلے تو ایسا نہ تھا..... راجہمار نے ہال کیا۔

حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے ہیں..... اس کے بنا چارا بھی نہیں۔ وہ تہوا پیچے بڑے اطمینان سے بولیں۔

یعنی کپ درپن اتنا ضروری ہو گیا ہے ہمارے لئے..... وہ زہر خند لگا ہیں دروازے کی طرف ڈال کر بولا..... جہاں سے ابھی پردا اٹھا کر درپن باہر گیا تھا۔
آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو..... کھل کر بات کرو..... وہ کپ چٹائی پر رکھتے بڑے اطمینان سے بولیں۔

او ہو Mama Relacs..... سوری..... وہ نرم پڑ گیا۔
تم کس لئے آئے ہو..... کشمی دیوی ہسنا کر بولیں..... وہ جاتی تھیں کہ وہ بغیر کسی اہ سے ان کے پاس نہیں آسکتا۔
مجھے کام ہے آپ سے..... وہ نظریں کشمی دیوی کے چہرے پر ٹکا کر بولا۔

بولو..... کیا کام ہے..... جلدی کو.....
مجھے کچھ رقم چاہئے..... وہ لاپرواہہ سا صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھتے بولا۔
اس دن راجا کس بزرگ تم نے لئے..... اور آج..... کیا کرتے ہو اس رقم کا..... وہ لہجہ تو

شرکت کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔
Ok Mama..... وہ سر تسلیم خم کرتے بولا۔

اور وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔
اما..... اندر آتے راجہمار نے کہا۔

آؤ..... کیسے آئے ہو..... کوئی کام ہے..... وہ جھکے جھکے انداز میں اپنی مسحری لینے کے انداز میں بیٹھ گئیں۔ کیا بغیر کام کے نہیں آسکتا۔ وہ مسکراتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔
تم جب بھی آتے ہو..... کوئی نہ کوئی مسئلہ لے کر آتے ہو..... وہ بڑی تیز باری اٹھ کر بولیں۔

مجھے مسئلوں سے دوچار کر دیا گیا ہے..... وہ ہالوں کو درست کرتے بولا۔
آج بھی کسی مسئلے کے لئے آئے ہو..... اگر ہے تو درپن سے ڈسکس کرو۔ کشمی ارجھلا کر بولیں۔

میں درپن سے ڈسکس کروں..... اپنے ملازم سے..... وہ اپنی دانست میں درپن اپنے قدموں تلے روندتا ہوا بولا۔ اس کو ملازم کہنا..... اس کی محبت انیت اور وفا کی تو ہے۔ کشمی دیوی جوش میں آ گئیں۔

اچھا..... یہ بات ہے..... جادو چل گیا ماناس کا..... راجہمار نے آنکھیں اٹھ کر بدست غصیلے اور طنز بھرے لہجے میں کہا۔ تم مجھے کیوں نہیں..... میری لاکھوں ٹروا کے باوجود وہ بیٹوں کی طرح میرے غم میں شریک رہتا ہے..... مجھے اواس دیکھتا ہے پریشان ہو جاتا ہے..... میں مجبور ہو گئی ہوں..... وہ آخری جملہ ادا کرتے سر ہکا خاموش ہو گئیں۔

اور میں کون ہوں..... وہ کھڑا ہو گیا۔
تم بیٹے ہو میرے..... تمہیں اپنی کوکھ سے جنم دیا ہے میں نے..... تم نے کبھی بن کر میرا خیال نہیں رکھا..... تمہاری بہن اس قدر پیار رہی..... تم نے اس کی ایک عیادت نہیں کی..... وہ اس کے سر پالا کو دیکھ کر بولیں۔

میں تو بات ہے..... روز ناول سے ہی اس کی موجودگی میں میری نفی کرتی رہی ہے..... بھی اس کا دم بھرتے تھے۔
خاموش رہو..... خبردار اس قدر بڑے لہجے میں رام جی کا ذکر کیا۔ انہوں نے درپن

ایک راج..... تم ہمارے اگوتے بیٹے ہو..... اپنے پتا کی دولت کو یوں ضائع نہ
..... وہ صلح کن انداز پنا گئیں.....
ضائع کب کر رہا ہوں..... ضرورت کے لئے مانگ رہا ہوں..... دوسرا اٹھا کر خفیف سا

اپنے اکاؤنٹ سے کیوں نہیں نکلاتے..... کشمی دیوی کو یاد آیا۔
نیر اکاؤنٹ..... ہاں..... دیکھا جائے گا..... بس آج آپ مجھے تیس ہزار کا چیک
..... وہ اب بے باک ہو جا رہا تھا۔

دیوی بی کھانا تیار ہے۔ ملازمہ نے اندر آتے کہا۔
ہلو آرہے ہیں۔ اس موضوع پر پھر بات کریں گے..... آؤ کھانا کھاؤ..... وہ باہر نکل
لیا۔

اور وہ ہاتھ متارہ گیا اور پاؤں پچھتا ہوا باہر نکل گیا۔
کون روک سکتا ہے وقت ریٹنا رہا..... کشمی دیوی حالات کا پائنا پلٹا دیکھ کر حیران تو
رہیں..... سیوک رام کے اس سنار سے جاتے ہی راجکار نے آنکھیں بدل لی
گیں..... ان کی موجودگی میں وہ بے گناہ رہا تھا..... اور اب کھلم کھلا بھڑا ہوا

نہ وہ رہنے کے سارے کاروبار کو سنبھال دے رکھا تھا۔ گوان کو راجکار ہی عزیز تھا لیکن کیا
..... کالی دیوی پر خون کے چڑھاوے چڑھانے کے بعد ناگ دیو تانے اپنے سارے
نے نوازنا تھا..... وہ کسی حالت میں بھی راجکار کو فراموش نہیں کر سکتی تھیں.....
ہلکے رام جس قدم من کے ایلے اور پوٹرتھے بیٹا اتنی ہی من کی میل رکھتا تھا..... شامتی

نے جیون سے غائب تھی..... وہ درپن سے بلا واسطے کا بیر رکھتا تھا۔ درپن اگر کام کرتا
تو ان ہی کے لئے کرتا تھا..... تنخواہ کے علاوہ اس نے کبھی زیادہ لینے کی ضرورت محسوس
نہ کی تھی۔ اس پر بھی وہ اس کے اور تن کو روک دیا تاکہ لئے بہت کچھ لے آتا تھا۔ درپن سادہ

ہمارے ضرورتو جواں تھا۔ جس سے کسی برائی کی توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ وہ کئی مرتبہ
..... وہ کبھی سمجھا سکتی تھیں کہ درپن کے لئے جو دوسرے اور اندیشے تھے وہاں سے من میں ہیں ان کو
.....

میں کیسے بے اندیشہ نکال دوں..... وہ سیاہ و سفید کا مانگ ہے..... ایک دم پلٹ کر
نظر لے گیا۔

ترش اپنا گئیں لیکن بعد میں دھیمی بڑ گئیں۔
ماما سمجھا کریں..... اس دور میں اس رقم کی دلیجو ہی کیا ہے۔ اور پھر میں شاکر سیکر
رام کا اگلو تاپوٹ ہوں..... وہ بڑی لے میں مجھ کو بولا۔

تمہیں معلوم ہے..... شاکر سیکر رام نے دن رات مشقت کرنے کے بعد یہ دوا
حاصل کی ہے..... تمہاری عیاشیوں کے لئے نہیں..... وہ دوبارہ بستر پر بیٹھ گئیں۔
اچھا..... اب پھر پیسے مانگ رہا ہے بھائی..... رتن آج کل انگلیوں پر مروڑتی دالہ

ہوئی۔
کچا بند کر..... وہ جگ آکر بولا۔
ماما..... ایک دن بھائی نے میں ہزار کا چیک درپن سے لیا تھا۔ وہ بے اختیار یاد کر

لی۔
درپن کے باپ کا مال نہیں ہے..... احسان نہیں کرتا مجھ پر..... وہ غرا کر بولا۔
تمہارے باپ کا تو ہے..... کیوں برباد کر رہے ہو اس دولت کو..... کشمی دیوی

بہی کے عالم میں بولیں۔
اور وہ سانپ بن کے بیٹھا ہے میرے باپ کی دولت پر..... نفرت کی ایک لہر ابرار
کے جگر کو جلا کر رکھ کر گئی۔

سانپ بن کر نہیں بیٹھا..... سارا کاروبار سنبھال رکھا ہے اس نے..... بے اند
درپن کی حمایت میں رتن کے منہ سے نکلا۔
دیکھا..... اب اس کی بے جا طرف داری کرنے لگی ہے یہ۔ وہ دانت کچکا کر رتن

طرف بڑھا۔
ماما..... وہ کشمی دیوی کی طرف دوڑی۔
راج..... خبردار..... رتنی کو کچھ کہا تو نے..... کشمی دیوی نے بلند آواز سے کہا۔

رتن کو ساتھ لپٹالیا۔ میں اس کے منہ سے درپن کی طرف داری پسند نہیں کرتا۔ وہ پاؤں
کر بولا۔
بچی بات تو کرو دی لگے گی۔ وہ کشمی دیوی کی اوٹ میں پھر بولی۔

ماما..... وہ چلا اٹھا۔ تم چپ کر رہو..... کشمی دیوی نے رتن کو خاموش کر
میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں..... وہ راجکار کے پاس سے گزر کر باہر نکل گئی۔

ایادہ غصہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہے..... کل لالہ کھپت رائے کیا کہہ رہے تھے
ہاں کو..... وہ پھر بولی۔

رتی..... خاموش رہو..... میں خود ماماے بات کروں گا..... وہ جیسے لہجے میں بولا۔
کبھی دیوی کا سانس رک سا گیا۔

اب تک اس ہے..... یہ لوگ میرے بارے میں محاذ قائم کر رہے ہیں.....
اس کی چال ہے..... یہ بھی کر تا دھرتا ہے..... وہ نفرت و خداحت کی ریکی سی لنگر
تائی پیشانی پر پڑ گئی۔ اگر انجکمار کے اختیار میں ہو تا تو وہ درپن کے پیٹ میں خنجر کھوپ
۹۔ درپن نے کبھی دیوی کے تقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف رانجکمار کو ایک نظر دیکھا
رائی نظرس کبھی دیوی کے سوا لہجے پر مرکوز کر لیں۔
خود انجکمار وہ درپن کو دوش نہ دو بھائی..... کچھ کچھ تو چاچا کھپت رائے کی باتیں میری سمجھ

نہ اٹکی تھیں۔
رتی..... میں کہہ رہا ہوں..... تم خاموش رہو..... خبردار کوئی بات کی ماماے

میں خود کروں گا ناں..... وہ عاجزانہ انداز میں بولا۔
لہیک..... لو چاہئے بیو..... رتی کو بھی سمجھ آگئی کہ ایسی باتوں سے ماما کو دکھ ہوتا

..... رتی نے نیک بھار درپن کو دیا۔
Thank You..... ماما..... رتی سمجھ دار ہو گئی ہے۔ وہ مسکرا کر بیانی پکڑ کر بولا۔

جلدی کیجئے ماما..... وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔
درپن..... میں ہزار کا چیک دے دو رانجکمار کو..... کبھی دیوی نے کہا۔

ماما اب تک پچاس ہزار روپیہ میں بھائی صاحب کو دے چکا ہوں..... وہ مسکرا کر کبھی
بھائی کے گوش گزار کرنا چاہتا تھا۔

پچاس ہزار..... کبھی دیوی کے پیروں سے جیسے زمین نکل گئی..... خبردار تم
لے بھائی کہا..... وہ چلا کر بولا۔

تم میرے بھائی ہو..... اور بھائی ہی کہوں گا..... درپن ہنس دیا.....
کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... کبھی دیوی حیرت و استعجاب کے عالم میں گویا ہوئیں۔

تادوں گا..... اسے کیسے چیک کا لے۔ وہ لا پر سادہ درپن کی طرف اشارہ کرتے بولا۔
بھیا..... اپنے اکاؤنٹ سے نکالو..... رتن نے پھر شہو دیا۔

تمہارا وہ ہم ہے۔ کبھی دیوی نے نیک کو واپس خرابی پر رکھا۔

وہم نہیں ہے ماما..... حقیقت ہے..... وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ رانجکمار نے دور بند
نظروں سے دیکھا۔

رتن درپن کی باتوں میں جھوٹی شریہ انداز میں آ رہی تھی۔ دیکھا..... اب رتی،
کہیں..... بچی نہیں ہے یہ..... وہ شکایتا بولا۔

کچھ نہیں ہو گا..... ابھی رتی میں بچتا ہے۔ درپن شریف نوجوان ہے۔ یہ بچہ
ہے..... دیکھا آپ نے..... رتی کو کھینچتا ہوا لارہا ہے رانجکمار نے پھر کہا۔

کبھی دیوی کھل کھلا کر ہنس دیں.....
جب درپن نے رتی کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کبھی دیوی کے سامنے گھاس پٹا

دیا۔ اسے منع کر لیجئے ماما..... میں ہار دوں گا اسے..... درپن اپنے کار کو ٹھیک کر تا بولا۔
رتن ہنستی ہوئی پکڑے مہماؤں کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی.....

کیا ہوا..... کبھی دیوی کو معلوم تھا کہ ضرور کوئی بڑی شرارت ہی کی ہو گی۔ آج
اس نے تاثر سے ہوا نکال دی ہے..... وہ احتجاجا بولا۔

تم پرانا تاثر بدلو آئیوں نہیں لیتے..... وہ چپک کر بولی.....
دیکھ لیں ماما پلیز..... اس کو منع کر دیں..... وہ بڑے ہی شریف انداز میں بولا۔

کہیں جارہے تھے..... کبھی دیوی نے کہا۔
بک جا رہا تھا..... بابا کے کاغذات تھے بک میں..... وہ پر سکون بولا۔

رانجکمار کو کچھ رقم چاہئے..... کبھی دیوی نے کہا۔
اور رانجکمار سراپا جل کر راکھ ہو گیا..... وہ یہ پسند ہی کب کر تا تھا۔ کتنی رقم۔ وہ حیرت

سے بولا۔
رتن خرابی پر سے چائے بنا کر پینے لگی۔

بہی کوئی جیس ہزار..... وہ رانجکمار کو دیکھ کر بولیں۔
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔

اور کتنے راجہ جی بھیا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔
درپن سے..... رتن ٹھک سے کہہ کر ایک دم بولی۔
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

اٹھ طرف چل دیں۔

اور رتن سوچتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب چل دی۔ بستر پر بیٹھے وہ راجکار کے بارے میں سوچتی رہی..... کسی کام میں جی نہیں لگ رہا تھا..... نہ ہی کتاب اور رسالہ اچھا لگ رہا تھا..... رتن نے کلاک نے شب کے آٹھ بجائے اور وہ چونک اٹھی..... دروازہ کھلا.....

..... رتن بھٹا ہوا اندر داخل ہوا۔

تم آگئے..... اتنی جلدی..... وہ حیران ہو کر بولی۔

آئیائیں..... لیکن تم نے جو ہونا..... وہ اکڑتا ہوا بولا۔

بڑے گرم نظر آ رہے ہو..... فیر پچر دکھاؤ..... وہ درپن کی غبی پکڑ کر بولی۔

چھوڑو..... درپن نے بازو جھٹک کر چھڑا لیا۔

کیا کپڑا ہے کیا ہوا ہے تمہیں..... وہ چلا کر بولی۔

مجھے حیرت ہو رہی ہے..... تمہارے من میں اتنی سی بات نہ سما سکی۔ وہ جوش سے آریب آ کر بولی۔

کوئی بات..... وہ بکسر جیسے بھول گئی۔

راجکار کی..... وہ بولا۔

اواچھا..... بس میرے من سے نکل گیا..... شاکر کو.....

معلوم ہے تمہیں..... اما کو سن کر کتا دکھ ہو گا..... میں تو سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں کہ

سب طرح اما کو تائوں..... وہ افسردہ ہو گیا۔

تمہیں بتانا تو پڑے گا۔ وہ دسا گی سے بولی۔

تم نے اما کا تجس بڑھا دیا ہے..... میں کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ وہ سوچنا ہوا کر سی پر

بنے گیا۔ چند لمحوں خاموش رہے..... ماحول خوف ناک حد تک اداس تھا.....

درپن..... رتن نے سر اٹھایا۔

کہو..... وہ سوچ میں ڈوبا ہوا ابھرا۔

میرا خیال ہے تم اما..... کو سب کچھ بتا ہی دو..... وہ صاف گوئی پر اتر آئی۔

تمہارا مطلب ہے کہ میں اما کو صاف صاف بتا دوں کہ راجکار نے ایک طوائف سے

شادی کر لی ہے..... جو دو بلی کی معروف نانک کی بیٹی ہے۔ درپن ہمت نہ پا رہا تھا۔

ہاں..... روز روز کے مرنے سے بہتر ہے کہ ایک مرتبہ ہی اس زہر کو پی لیا جائے۔ وہ

ان کے اکاؤنٹ میں اب کچھ نہیں ہے اما..... درپن نے اتنی سی خبر لکشی دیوی کو، دی۔

او..... بھگوان..... اتنا پیہ کہاں اڑایا تم نے..... جو اٹھتے ہو..... یا..... وہ رکتیں.....

میں ریس میں ہا گیا..... وہ بغلیں جھانکنے لگا۔

یہ لو..... درپن نے چپک کا رتن کو تھمایا۔ بس یہی ملے گا..... آئندہ امید رکھنا..... وہ پکڑاتے ہوئے بولی۔

کو اس بند کرو..... جھٹا مار کر اس نے چپک جھٹا اور گاڑی کی طرف تیز رفتاری سے چل دیا۔

تم میری گاڑی لے جاؤ درپن..... وہ ڈبے ڈبے بولیں..... راجکار نے انہیں زندہ زمین میں گھاڑ دیا تھا..... آخر کی کوئی بات ہے..... جس کے لئے وہ تم کو دواؤں پر

راہے..... کس مجبوری کا تیدی ہے۔

اچھا اما اجازت..... وہ کھڑے ہوتے بولا۔

ہاں..... جاؤ..... وہ آہستہ سے بولیں..... جیسے گھر سے کنوئیں سے آواز آئی ہو۔ وہ ہل دیا.....

درپن نے گاڑی شارٹ کی اور محل کے گیٹ سے نکل گیا۔

رتن..... لکشی دیوی نے کہا۔

جی اما..... وہ چوکی..... اور ایک دم لکشی دیوی کی طرف پلٹی..... کیا بات ہے..... لکشی نے کہا۔

..... لکشی نے کہا کہ وہ ہے تھے..... لکشی دیوی کا تجس بڑھتا جا رہا تھا۔

مجھے زیادہ نہیں معلوم..... درپن بتاؤ گانا آپ کو..... وہ اٹھتے ہوئے بولی..... ہوں..... لکشی دیوی نے عدال سے انداز میں اپنا سر کر سی کی پشت پر لگا دیا۔ اما.....

ایسی بات نہیں ہے..... آپ پریشان مت ہوں..... وہ پچھتا رہی تھی کہ ایسے ہی بات نہ دی.....

یوں لگتا ہے جیسے راج نے کوئی بڑا کھیل کھیلا..... لکشی دیوی کی چھٹی حس تیز ہوئی..... وہ جانتی تھیں کہ راج کے چور ٹھیک نہیں ہیں..... آپ اندر چلیں..... رتن نے خریب جاکر مجھت سے کہا۔ وہ خاموش اٹھ کر اپنے کمرے

Don worry..... کچھ نہیں ہو دیوی جی کو..... ٹھیک ہو جائیں گی۔ ڈاکٹر کیڈی نے حراساں پریشان رتن کو دلا سا دیوار آلہ اٹھ نکال کر کشمی دیوی کا اچھی طرح ہنکاپ کیا۔ ڈاکٹر نے آلہ واپس رکھتے درپن کی طرف دیکھا.....
ڈاکٹر کوئی ایسی بات..... درپن زبردست فرائش میں بولا۔
نہیں نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... دیوی جی کے دل پر اچانک کسی صدمے کا اثر ہوا ہے..... رام جی کا غم ہے ان کو..... درپن اور رتن نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... (مانے ساری باتیں سن لی ہیں)

دونوں کے دل بار بار اسی بات کو دہرا رہے تھے..... (مانے سن لیا ہے) مسٹر درپن..... یہ میڈیسن ابھی منگوا لیں..... اور ان کو باقاعدگی سے دیں..... ٹھیک ہو جائیں گی ڈاکٹر کیڈی سفید کاغذ درپن کے ہاتھ میں تھما کر باہر نکل گئے..... درپن جلدی جاؤ..... ہائے رام..... وہ بری طرح گھبرا کر بولی۔

تم گھبراؤ نہیں..... جا رہا ہوں نا..... ابھی گیا..... ابھی آیا..... وہ رتن کو بھی پریشان نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ باہر نکل گیا.....
ہائے رام..... رتی بیٹی..... کیا ہو گیا..... دیوی جی..... پوچھا گھبراہٹی ہوئی اندر داخل ہوئی.....

معلوم نہیں پوچھا..... اچانک ہی ایسا ہو گیا..... پوچھا کشمی دیوی کی پانچی چرنوں کے پاس بیٹھ گئی..... اور کچھ لمبے ہی گزرے تھے کہ درپن لوٹ آیا.....
ماما..... لیجئے..... منہ کھولئے..... درپن نے بڑی تیزی کے ساتھ ودائی پانی میں صل لی اور کشمی دیوی کے ہونٹوں سے لگادی.....

ماما..... درپن اور رتن کے ہونٹوں سے ایک ساتھ نکلا۔ کشمی دیوی نے آنکھیں کھولیں۔

میں ٹھیک ہوں بیٹا..... وہ درپن کو بڑی اپنائیت سے دیکھ کر بولیں۔

ماما..... کیا ہو گیا تھا آپ کو..... درپن نے بڑی محبت سے کشمی دیوی کے ہاتھ کو تھام لیا۔

ایک طوفان تھا جو میری ہستی کو زیر و زبر کر گیا..... وہ انتہائی اداس لیجے میں بولیں

اچھ کر درپن کے پاس آگئی۔
نہیں..... یہ سب کچھ ماما کے گوش گزار کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ بے بس ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اور جب ماما کو اچانک معلوم ہو گا تو ان کے من میں طوفان اٹھے گا..... تم ماما کی جا سے بھی واقف ہو..... وہ بڑی حساس ہیں..... رتن نے بڑے خلوص سے درپن شائے پر ہاتھ رکھا۔

درپن نے لازوال محبت کے تحت اپنا بھاری ہاتھ رتن کے نازک کومل ہاتھ پر رکھا۔
اقرار میں گردن ہلائی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ دونوں کوئی اور بات کرتے..... پردے کو کھینچنے کی حد پر سے ہٹا کر کوئی حرام سے قالین پر گر آ.....

ماما..... درپن اور رتن برق رفتاری سے لپکے..... کشمی دیوی بے ہوش ہو چکی تھیں.....

ماما..... میری جان..... ماما..... درپن رتن تڑپ کر درپن کی طرف دیکھ بولی.....

ماما..... چلیز..... ہوش کریں..... کیا ہوا ہے..... درپن نے کشمی دیوی - چہرے کو اپنے گود میں رکھتے ہوئے کہا.....

ماما..... رتن جتنی..... ملازم اکٹھے ہو گئے..... کیا ہو گیا دیوی جی.....

دیوی جی..... ہائے رام..... دیوی جی کو بھگوان شاشی دے۔ ملازمین کی چیخ و پکار میں درپن نے کشمی دیوی کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لٹایا اور لحاف اوڑھ لیا۔

آپ سب لوگ جائیں..... ماما کو اور گھبراہٹ ہوگی۔ درپن کے کہنے سے سب ما باری باری جانے لگے۔

میں ڈاکٹر کیڈی کو فون کرنا ہوں..... درپن نے دیکھا کہ کشمی دیوی نے رتن کی آغوش میں سر رکھے آہستہ سے گہرا سانس لیا تھا۔

ہاں..... جلدی کرو..... رتن نے کہتے ہوئے کشمی دیوی کا چہرہ اچوم لیا۔

چند لمبے بھی نہ گزرے تھے کہ ڈاکٹر کیڈی ملازم کے ساتھ داخل ہوا.....

ڈاکٹر انکل..... ماما کو کیا ہو گیا۔

ہاک رام کے سپوت کا یہ گھناؤنا فعل وہ سوچوں کی دہلیز پر خیالات کی اڑیاں
 بڑکھائی ہو گئی تھیں انہوں نے مسلسل چپ سادھ لی تھی۔ ایک ہی سوال ان
 کا کوزخی کرنے کے لئے کافی تھا کہ ستوش کو کب جواب دے گی بھائی جس نے
 اس قدر محبت دی اس کے چھوٹے سے چوڑے حق کو کبھی فراموش نہیں کیا تھا
 وہ اس طرح کہہ دے کہ اس کے ادبش بیٹے نے ایک بدنام زمانہ سنبھل پائی سے شادی
 کی سری نگر میں بات پہنچنے کے کم امکانات تھے اب تو وہی مہم تھے
 کہ لوں بلکہ سیوک اور لال بہادر دونوں برادر یوں میں ہر وقت آنا جانا رہتا تھا
 چھپ نہیں سکتی وہ بھی سوچ سوچ کر باہل ہو رہی تھیں کیا ہو گا شب
 آج بھی تھے محل کے تمام لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کامروں میں
 چلے گئے وہ گھر کی کاپٹ کھولے بے معنی آسٹری تہا کی کاز برچاٹ رہی تھیں رام
 مجھے کیوں چھوڑے گا وہ لاہور کو سنبھلا دے کہ سیدھی ہوئیں گیٹ
 پر گاڑی داخل ہوئی ان کی نظر کراک پر پڑی اس وقت دس کا عمل ہو گا
 سوائے راجکار کے اور کون ہو سکتا کہنے کی طرح جھوٹے والے ہانے سے
 نے اندازہ لگا لیا کہ یہ راجکار ہے عادت کی طرح اس کا معیار بھی گھٹتا تھا
 شمار حسب عادت گاڑی پورچ میں رک کر خود گول کئے ہوئے سینی بجاتا اپنے
 کی طرف بھاگ گیا پاؤں کی ٹھوڑے سے دروازہ کھولے اس نے لائن آف کی اور کوٹ
 ہال کر پلنگ پر پھینکا
 راہی وہ ایک دم پلٹا
 ہاں آپ اس وقت ؟ دروازے میں کشمی دیوی کو کھڑے دیکھ کر وہ حیرت و
 حیرت کے عالم میں ہی طرح طرح چمک گیا
 ہاں ایک عرصہ گزر گیا ہے تمہیں دیکھے ہوئے سوچا کل شاید ملنا ہو کہ ناہو
 سویت دراصل آج کل Busy رہتا ہوں کوئی علیحدہ بزنس کر رہے
 کشمی دیوی نے چھاپا وہ اظہر کیا
 بزنس کروں گا لیکن ابھی نہیں ٹائم نہیں ہے
 وقت اور دولت ملے تو بزنس ضرور کروں گا وہ لاہور واپس سے کسی پریشنا ہو ابولا

اس کا مطلب ہے کہ آپ نے درپن نے کہا
 ہاں میں نے سب کچھ سن لیا ہے جو تم چھپانا چاہتے تھے کشمی
 بڑی نقاب سے ہوئیں۔ رتن صرف خاموش دیکھتی رہی
 ماما آپ تو بڑے مضبوط اعصاب کی مالک ہیں پھر ہاں بیٹا یہ سارے
 میرے اعصاب سے کہیں طاقتور تھا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ گھار سیوک
 اکلوتا بیٹا ایسی گری ہوئی حرکت کرے گا وہ نہ حال ہی آنکھیں بند کرتے ہوئیں
 پوچھنے والے نگاہیں درپن کے چہرے پر ڈالیں جس کا مطلب تھا کہ کیا سوچ
 گیا۔ درپن نے نگاہیں ہی نگاہوں میں پوچھا کہ چپ رہنے کو کہا
 آپ ٹھیک ہو جائیں ماما سب ٹھیک ہو جائے گا رتن نے کشمی دیوی کے
 درست کئے
 جو ہونا تھا وہ ہو چکا آپ کو اپنا خیال رکھنا ہو گا پلیز ماما ہماری خاطر
 آپ ہماری کائنات کا محور ہیں درپن نے بے پناہ انسیت اور چاہت کے تحت
 دیوی پر جھکتے ہوئے کہا
 بیٹا کاش تم نے میری کوکھ سے جنم لیا ہوتا وہ باپس انداز میں درپن کو
 کر لیں
 میں ہوں تا آپ کا کوکھ سے جنم نہیں لیا تو کیا ہوا میں باپ اور اس کے احساس
 لمحہ لمحہ جنم لیتا ہوں میری رنگوں میں بابا کی محبت، شفقت اور وفا کا خون شام
 ہے میں آپ کا ہوں محبت کے لازوال جذبے کے تحت درپن نے کشمی دیوی
 کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا دیا اور گراں قدر مہر محبت ثبت کر دی
 کشمی دیوی کو ایک باہمت عظمت و جلال کی ہیکر اور مضبوط اعصاب کی مالک تھیں
 بڑی سے بڑی بات کو انہوں نے کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا لیکن راجکار کی اس حرکت
 وہ ٹوٹ کر رہ گئیں تھیں راجکار کی اس حرکت سے ان کا بھائی چھوٹ رہا تھا
 کی دیرینہ خواہش تھی کہ راجکار کی دلہن صرف شیش ہو شیش ہی راج محل کی
 نے لیکن سارے خواب تھوڑے روز گئے راجکار نے پوری برہمن برادری کے منہ پر اپنا
 زمانے دار تحفہ رسید کر دیا تھا تکبر و نخوت کی فلک بوس دیواریں زمین بوس ہو
 تھیں وہ اپنے آپ کو قابل نفرت خیال کر رہی تھیں ایسا اونچا خاندان

مجھے شیش سے شادی کرنے میں کوئی انکار نہیں۔ وہ باکمال ڈھٹائی سے بولا۔
ایا..... کیا کہہ رہے ہو تم..... وہ درود حیرت میں اتر گئیں۔

اگر آپ چاہیں تو شیش سے شادی ہو سکتی ہے۔ میں تیار ہوں وہ پھر بولا۔
ہرگز نہیں..... اس کے لئے ایک شرط ہے۔ وہ معنی خیز انداز میں سوچنے لگیں۔
شرط..... کیسی شرط..... جنہیں سنبل کو چھوڑنا پڑے گا۔ وہ ڈوبنے کو کھٹکے کا سہارا کے
وہ اہی یہ حربہ آزمانا چاہتی تھیں۔

یہ نہیں ہو سکتا..... میں سنبل کو بچ چھوڑنا نہیں چاہتی۔ اس کے
لڑا میں چھٹی شامل تھی۔
تو وہ جنہیں چھوڑ دے گی۔ وہ طنز کے بھرپور تیر چھوڑ کر مسکرائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ماما
وہ مجھ سے محبت کرتی ہے.....
طوائف محبت نہیں سودا کرتی ہے..... تم سناؤ کتنے میں سودا کیا تھا۔ وہ کھڑی ہو گئیں

ماما..... چلیز..... مجھے اور پریشان مت کریں..... وہ جھنجھلا کر بولا۔

ایک بات کان کھول کر سن لو..... اس عورت کو محل میں لانے کی بجائے ہرگز نہ کرنا
اگر ایسا ہوا تو..... وہ شدید پیش میں باہر نکل گئیں.....

ہنہ..... وہ زور سے واپس چلا..... اپنے اندر عقلی آہٹ کو نکالنے کے لئے اس نے
ہری طاقت سے کرسی کو ٹھوکر ماری..... اور ایک کراہ کے ساتھ پٹک پر بیٹھ گیا.....
نام شب کر وٹ بدلے گزری..... لمحہ لمحہ وہ ڈھٹا بھرتا ہوا..... وہ سنبل سے شدید محبت
کر رہا تھا۔ کسی پل سکون نصیب نہ ہوا تو شراب کی بوتل الماری سے نکالی اور ایک ہی سانس
میں چڑھا گیا..... دیکھا ایک زوردار ہچکے لے کر دم سے بستر پر گر اور وہ ہوش ہو گیا۔

کشمی دیوی حالات کے سمجھنے میں ڈوبتی جا رہی تھیں..... راجکار نے ان کو ہمیشہ کے
لئے دکھوں سے ہمکنار کر دیا تھا۔ سیوک رام نے اپنے جیون میں کبھی کشمی دیوی کو ان
ہائیڈروں کے سپرد نہیں کیا تھا..... وہ ہمیشہ کشمی دیوی کو ٹھن شین سے دور رکھتے اور ان کو
ظہول قسم کی سوچوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور اب..... کون ان کے دکھوں کا دوا
رے گا..... رام..... رام جی..... وہ اٹھ کر رام مورتی کے سامنے ہاتھ یک کر
ہیں..... اور آنسو بہاتی رہیں..... رام جی میں تنہائی کی کڑی دھوپ میں کھڑی

کھانا کھا آئے ہو کہیں سے..... کشمی دیوی نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔

جی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا.....
کشمی اس کے سامنے آرام کر سی پر بیٹھ گئیں..... ماما..... آپ کو نیند نہیں آ
جہائی لیتے ہوئے بولا۔

جس ماں کے جوان بیٹے کے ایسے لچھن ہوں..... ان ماؤں کی نیند اڑ جایا کرتی
دھیمے انداز میں بولیں..... بیٹے کی سرش ہی بڑی تکلیف دہ تھی۔
آپ کہنا کیا چاہتی ہیں..... وہ ایک دم کھڑا ہو گیا

میں نے جو سنا ہے..... وہ درست ہے..... مجھے جواب دو۔ وہ جوش میں بولیں۔
کیا سنا ہے آپ نے..... وہ بری طرح چونکا..... مجھے یادوں پر کسی زہر پلے کیڑ۔
کاٹ لیا ہو۔

یہی کہ تم نے سنبل بانی طوائف سے شادی کر لی ہے..... وہ اونچی آواز میں بولیں
ٹھیک سنا ہے آپ نے..... وہ نظریں چراٹا ہوا بولا۔ لیکن اس کے رویے میں
نہیں تھی۔

تمہاری آنکھوں کا پانی ڈھل چکا تھا..... تنہیں اتنا ہی خیال نہ آیا کہ تم کس کے
.....

اپنے ڈھب سے زندگی گزارنے کا مجھے کوئی حق نہیں..... یہی میرے اختیار میں
زوج ہو کر اختیار پر زور لگا کر بولا۔

اپنے ڈھب سے زندگی گزارنے کے لئے تمہیں صرف سنبل بانی نظر آتی۔ یہ
تمہارا..... اتنی بڑی برہمن برادری میں کیا منہ دکھاؤ گے۔ وہ بے بس ہی بیٹھ گئیں۔
وہ میری پسند تھی..... اس لئے میں سے شادی کر لی۔ برادری..... ہنہ۔

بے باک انداز میں بولا لیکن نفرت کا پہلو شامل تھا۔
تمہاری شادی میں شیش سے کرنا چاہتی تھی..... کتنی سندر لڑکی ہے شیش
دیوی کو دکھ ہوا.....

سندر تو وہ بھی ہے..... وہ بولا۔
لیکن شیش جیسا اعلیٰ خاندان اور فہم و ادراک کی مالک نہیں ہوگی۔ کشمی دیوی۔
بنجور دیکھا..... جس پر کوئی اثر نہیں تھا۔

ہوں..... ناگ دیوتا میری مدد کیجئے..... مجھے شاکر دیجئے..... وہ بہت دیر اسی کپڑے
حالت میں یوں ہی ناگ دیوتا مورتی اور رام مورتی کے سامنے ہاتھ بٹکتی رہیں..... آٹا
کے رخساروں پر سے پھسل پھسل کر ان کی سفید ساڑھی کے دامن میں گرتے رہے
چاروں جانب عنقریب منہ پھاڑے ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راجکارا تاگر جائے گا.....
ابھی انہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔ ایک صحرا ختم ہوتا ہے تو دوسرا صحرا شروع ہو جاتا
..... وہ لکھ لکھ پتی ریت میں دھنسی جا رہی تھیں.....

وہ حراساں دیکھتی رہیں..... بادل چھٹ کر دھواں دھواں ہو چکے تھے..... وہ
بھراہٹ کی اذیت کم ہو چکی تھی..... وہ مایوس پلٹ کر دیکھتی ہیں..... شب بھراہٹ
دو بج چکے تھے..... دریا نیاں سیٹ کر دکھوں کی چادر اوڑھے لٹ گئیں..... لیکن
کہاں اور اشکوں کا سیلاب پھوٹ کر رخساروں پر بہتا رہا اور کوسوں دور..... کوئی خدا
کے غبار میں پکار رہا تھا..... دیوی..... دیوی جی.....

☆ ○ ☆

لگ..... میں تمہیں تنگ کر رہا ہوں..... خوش کرنا چاہتا ہوں..... وہ اس کے پاس
لگا.....
میرا کچھ بولے کوئی نہیں چاہتا..... وہ خواہ مخواہ مجھے کے پھول توڑ توڑ کر گھاس پر
پتی جا رہی تھی.....
ادھر دیکھو..... مجھ سے Share کر دو..... آخر بات کیا ہے..... درپن نے رتن کو
وں سے تمام کراپنی طرف کر لیا.....

درپن..... جب ضبط کا چارہ نہ رہا تو وہ درپن کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی
ارے..... ضرور کوئی بات ہے..... رتنی..... تمہیں..... بھگوان قسم..... بتاؤ
درپن نے اسے اپنے ساتھ لپٹا کر دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کئے..... وہ
ان بھی مصیبت کے ساتھ سسک سسک کر رو رہی تھی..... رتنی..... بولو نا.....
لہو..... میں تمہاری پیاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا..... بتاؤ..... وہ بڑی
..... اسے اسے بہلاتے ہوئے بولا..... اور وہ رو رہی..... سسکتی رہی..... وہ مصوم
ما کی سسکیاں سن کر پاگل سا ہو گیا.....

رتنی..... بتاؤ..... نا..... تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے..... لہا کی وجہ سے پریشان ہو

..... وہ دھبت کے لازوال جذبے کے تحت رتن کے بالوں کو سلجھا کر بولا۔

درپن..... وہ سیدھی ہو کر بولی۔

ہاں..... یولو..... کیا بات ہے..... وہ پیار سے بولا۔

تجھیں معلوم ہے..... بھیانے کیا کیا..... وہ درپن کے چہرے کو دیکھ کر بولی۔

بھیانے شادی کر لی ہے..... اس بات سے پریشان ہو..... وہ مسکرا کر رتن

چہرے پر غم پرے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں سے صاف کرتے بولا۔

تجھیں حیرت نہیں ہوئی..... وہ بھی حیران رہ گئی..... درپن پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے..... ٹھیک ہے اس نے شادی کر لی..... وہ باہر

ہے..... زندگی تو اس نے گزاری ہی ہے نا..... درپن نے یوں ظاہر کیا جیسے کوئی بات

ہوئی ہو..... اور نہ ہی وہ رتن کو یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ راجا بھار نے اچھا نہیں کیا۔

رتن کی شخصی جان پر ایسے پرانے خیالات کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

دیکھو درپن..... اس نے ماما سے بھی نہیں پوچھا..... پچھلے سے کسی بری عورت

شادی کر لی..... وہ اپنی معصومیت سے بھرپور ادا کے ساتھ درپن سے بولی۔

پہلے اس نے کبھی کوئی بات پوچھی ہے ماما سے..... جواب پوچھنے گا..... وہ اسے

دیکھ کر بولا۔

ہاں..... اس پر طرہ یہ کہ عورت بھی اچھی نہیں ہے..... بڑی بری ہے.....

اپنی آنکھیں میٹھا کر بولی۔

کوئی برا نہیں ہوتا..... حالات انسان کو چھایا برائیاں ہے..... وہ اس کے دل کو

خیالات سے صاف کرنا چاہتا تھا..... جو اس کے لئے تکلیف دہ ہوں..... وہ رتن کو کسی

حوالے سے دکھ دینا چاہتا تھا۔ بہت دیر دونوں ایک دوسرے کے سہارے بیٹھے خانا

رہے..... آخر کار رتن کے دل کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو چکا تھا۔

درپن..... وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

کہو..... وہ فوراً نہ تن گوش ہو گیا۔

ماما اب اور بھی چپ رہنے لگی ہیں..... کسی کے کام میں دخل ہی نہیں دیتیں

رتن نے ایک اور پریشان کن حالات کا اظہار کیا۔

ابھی زخم تازہ ہے نا..... آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی..... اس نے بھر دلا سا

کہا..... تجھیں کوئی بات سنجیدہ نہیں نظر آتی..... وہ چوہ لگی.....

طر نہیں..... محسوس نہیں ہوتی..... وہ شریہ انداز میں رتن کی غلطی بتاتے بولا۔

ہو..... چلو ہی سہی..... تمہارے دل کو کوئی بات بری نہیں لگتی..... وہ بھر

ب کچھ بیگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... اس سے بہتری کی آشا رکھو..... وہ

ادبازاں بڑی سی رام چندر کی موردی کو دیکھ کر بولا۔

تجھیں برا کیا لگتا ہے..... وہ مسکرا دی۔

برہنات جو تجھیں تکلیف دے..... اور تمہاری آنکھ میں آنسو..... وہ بڑی چاہت

تھی کہ خیار آگے سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں کی جھار میں سے جھاک کر بولا۔

اما آ رہی ہے..... رتن نے دور درخت کے نیچے سے آتے دیکھ کر اپنے آپ کو سیدھا کر

گاہیات ہے بسلا..... درپن چونک کر استفسار کے لیے میں بولا۔

ہا نہ کی چونک سے مہمان آئے ہیں باوسر کار.....

انہی بیٹیاں ہوں گی..... رتن نے خیال ظاہر کیا۔

ہاں جی وہی..... ان کے ساتھ ایک عورت کو مل رہا ہے..... بسلا نے کہا۔

کو مل رہا..... سو نیا تو نہیں..... وہ بولی۔

معلوم نہیں جی..... بسلا نے لاطعلی کا اظہار کیا۔

ماما کہاں ہیں..... انہیں خبر کرو..... درپن نے کہا۔

وہ ان کے ہاں گئی ہیں جی..... بس انہی والی ہیں..... بسلا بولی۔

ان کے پاس..... ماما کی طبیعت ٹھیک تو ہے.....

درپن بڑے دکھ سے بات کاٹ کر بولا۔

ماما ٹھیک ہی نہیں رہیں..... اس پر ستم یہ کہ دل کی بات ظاہر نہیں کرتیں..... رتن

بے اضطراب سے بولی۔

تم ڈانٹ کر دم میں بٹھاؤ..... رتی آ رہی ہے..... درپن پلٹ کر بسلا سے بولا۔

بسلا واپس لوٹ گئی..... جاؤ وہ لوگ تمہارے منتظر ہوں گے..... درپن نے کہا۔

تم بھی آؤ..... وہ اٹھا کر بولی۔

نہیں..... وہ مسکرا کر انکار کی صورت میں بولا۔

میرے ساتھ کیوں نہیں آؤ گے..... میں ہرگز کیلی نہیں جاؤں گی۔ وہ بے اندازہ
دورپن کے سینے پر دونوں ہاتھوں کو رکھ کر بولی۔

جان دوہین..... تمہیں معلوم تو ہے کہ فیضانہ کی طبیعت پر میں گراں گزرتا ہوں.....
تم جاؤ..... شامش..... وہ یوں پچکارتے پچکارتے رتن چند سال کی بچی ہو۔ یہ بات
درست ہے تمہاری..... وہ ہنسنے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے۔

رات کو ملاقات ہوگی۔ دورپن نے وعدہ لیا۔
OK..... وہ کہتی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

نہ کار آئی..... وہ داخل ہوتے بڑے صوبہ انداز میں بولی۔
رتی..... سویت بے بی..... کتنی سندر اور پوتر..... کسی ہو..... فیضانہ نے افر
شدید محبت کے ساتھ رتن کو لپٹا لیا اور ماتھا چوما۔ سویتانہ بڑی بے گلی سے رتن کو ساتھ
لیا۔
ہنسیں..... وہ دونوں کو بیک وقت ہنسنے کے لئے کہنے لگی۔

ہاں..... فیضانہ نے سوچا کہ کون سا رنگ لے کر آئے..... وہ رتن کو پریشان کرنا نہ
چاہتی تھی۔

تم بھی ہنسو..... میرے پاس..... میری سہری..... میرے پاس بیٹھے..... فیضانہ
رتن کو اپنے پاس بٹھا کر ایک بازو کے حصار میں لے لیا (کچھ نہیں آ رہا کہ اس قدر محبت
اظہار کیوں) وہ سوچنے لگی۔

کسی کو ساتھ لے جاتیں..... رتن نے تشویش کا اظہار کیا۔
دورپن کو فرصت نہیں تھی۔ ان کی نظر میں سوائے دورپن کے اور کون تھا۔ خائسماں اگیا

بڑی برکے بعد پھر لگایا آپ نے۔ رتن نے کہا۔
بس لگایا..... تمہیں لکھی کو تو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ ایک ہی شہر میں بس۔

ہے۔ چائے ہوا..... وہ دوسری طرف رتن کی طرف مت کر رہی تھیں۔
ٹھیک ہے ماما..... رتن اٹھ گئی۔

ہیں ہم سب..... فیضانہ ہاں ہی چلے جائیں..... فیضانہ گھوہ کیا۔
اب تو مانگیں بھی نہیں جاتیں..... پاپا ساری خوشیاں اپنے ساتھ لے گئے۔

فیضانہ نے بھرپور غصہ برنی کی طرح چوڑیاں بھرے رتن کو دیکھا۔ بھگوان نے رتی کو کتنا
سندھ بنایا ہے۔ فیضانہ بھرپور جاہت کا اظہار کیا۔

افسردہ ہوئی۔
او ہو..... میری جان..... میرا مطلب تمہیں اس کرنا نہیں تھا..... فیضانہ

کاش..... مقدر کا ستارہ بھی سندھ ہوتا..... لکھی دیوی نے سیوک رام کی قد آدم
قصور کی طرف دلگیر انداز میں دیکھا۔

کی طرف دیکھ کر کہا۔
شاید مانا آگئی ہیں..... ہارن کی آواز پچھلتے رتن نے کہا۔

بھگوان پر کسی کا دوش نہیں ہے..... پھر رتی کا مقدر ان سے تو منسوب نہیں۔
فیضانہ اصل موضوع کی طرف آتا جاتی تھی۔ کتنی پیاری تھی رتی اپنے چاکر..... اور اب

دوسرے لئے لکھی پوی سفید ساڑھی میں لبوس سفید جو تاپنے داخل ہوئیں۔
چند ٹائٹلے فیضانہ اور سوئاد بھتی رہ گئیں۔

..... لکھی دیوی نے آنکھیں صاف کیں۔
ایسا مت سوچو..... مدالے ایک جیسے نہیں ہوتے..... سے گزر جاتے ہیں.....

حسن میں اب بھی بکتا ہو لکھی..... سیوک یوں ہی نہیں مرتا تھا۔ فیضانہ

ہاتی رتوں کو کون واپس لایا ہے۔ فیضانہ نے زمانے کی بے ثباتی کا احساس دلایا۔

رتی کے لئے میں نے کبھی سوچا ہی نہیں..... اے تورتی کو بہن کہتا ہے..... وہ شیش
لی طرح آجے پیار کرتا ہے..... دیے بھی بھول اے کہ اس کی عمر رتی سے بہت زیادہ ہے۔
ماش دیوی نے حقیقت بیان کر دی۔
اے جی نسبت ظہرائی کہیں..... ٹیٹا بالی کی کھال اتارنے پر تلی ہوئی تھیں۔
نہیں..... وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر جانا چاہتا ہے..... ابھی اس کا شادی کا کوئی لداوہ
نہیں ہے۔

بھیا سنسٹوش کی طرح باہر سے پسند کرے۔ ٹیٹا نے کہا۔
یہ تو بھگوان کو معلوم ہو گا..... سنسٹوش بھیا کی شادی تو بڑے ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی
..... یہ بھی اچھا ہو اگر آٹھ ماہ میں تھی..... اگر اور کوئی ذات ہوتی تو شاید میری راج ماتاند
مانتیں..... کاش دیوی کو اس وقت بیگم جواہر لعل شند سے یاد آنے لگیں۔
چند لمبے دونوں خاموش رہیں..... ماحول بڑا سہما سہما لگ رہا تھا.....
لکشمی..... ٹیٹا چونک کر آگے بھگی۔

لکشمی دیوی نے سوچوں کی اتھار گہرائیوں سے ابھر کر سر اٹھایا..... میں بھی تمہارے
پاس من کی آٹھ ماہ کی کروانے آئی ہوں۔ ٹیٹا نے لہجہ عاجزانہ بنالیا۔
کیا مطلب ہے تمہارا..... لکشمی دیوی کو کچھ کلکا۔
رتی تو پورن ماشی کا چاند ہے..... مجھے دے دو..... گو تم رتی کی جوڑی بہت اچھی رہے
گی۔

ٹیٹا نے ہمت کر کے کبھ دیوایا۔
تمہاری بات بھی درست ہے..... گو تم اچھا تو جوان ہے..... لکشمی دیوی نے کہا۔
پھر ارادہ ظاہر کر دنا..... ٹیٹا کو جلدی تھی..... دورتی کو کھوتا نہیں چاہتی تھی۔
ابھی وقت نہیں ہے ٹیٹا..... رام جی کی برسی قریب آ رہی ہے..... دوسری بات کہ
میرا ایک ہی تو بھائی ہے..... ان سے پوچھنا بھی ضروری ہے۔ لکشمی دیوی نے مجبوری ظاہر
کر دی۔

ٹھیک ہے..... تم سنسٹوش بھائی سے مشورہ کر لو..... لڑکیاں اندر آنے کے بعد باتوں
کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ملازم نے خرائی میں انواع و اقسام کی مزے دار چیزیں پیش کی
تھیں.....

ہاں..... ٹیٹا تم ٹھیک ہی کہتی ہو..... لیکن رام جی کے بن میرا جیوں بے معنی ہا۔
ہے۔ لکشمی دیوی کا بیسے اس سنسار ہے جی بھر گیا ہو۔
تجربیں سنسار ہے جی لگانا پڑے گا..... بھی تم نے بہت کچھ کرتا ہے۔ ٹیٹا نے لکشمی
کے جذبے کو ہوا دینا چاہی۔ ٹیٹا نے محسوس کیا کہ لکشمی دیوی بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی۔
تم ٹھیک کہتی ہو ٹیٹا..... میں بیزار رہنے لگی ہوں..... کسی کام میں جی ہی نہیں
لکشمی دیوی نے مجبوری ظاہر کی۔

ابھی وقت نہیں ہے ایسا ہنسنے کا..... ہماری مجبوری ہمارے بچے ہیں۔ ٹیٹا نے کہا۔
میں بچوں کے بارے میں سوچنا چاہنے۔ لکشمی دیوی نے جیسے ٹیٹا سے ہار مان لی ہو۔
میں اپنے بچوں کے لئے کچھ کرنا چاہنے..... ٹیٹا نے کہا۔
کیا کریں..... مہرہ الٹ گیا ہے۔ ٹیٹا..... راجکار نے مجھے بہت زراش کیا ہے۔
دیوی کے چہرے پر پایو کی کے انگٹ سامنے لہرا نے لگے۔

ہاں..... سنا تو میں نے بھی ہے..... ایک طوائف کو شریک حیات بنانے کی بجا۔
..... کہیں شریف برہمن کی لڑکی کو پسند کر لیتا۔ بے شک غریب ہوتی..... ٹیٹا
آہستہ سے کہا۔

ہمارے ہاں باہر شادیاں کب ہوتی ہیں۔ میں رتی کے پاس جارہی ہوں۔ ٹیٹا نے جاتی۔
کو دیکھا اور دوسری طرف لکشمی دیوی کی طرف مخاطب ہوئیں۔
نئی پود..... ایسا ہی کر رہی ہے..... اب تو شور لڑکیاں برہمن لڑکے پسند کرنے
ہیں۔ ٹیٹا نے بڑے رکیک انداز میں کہا۔

رام..... رام..... لکشمی دیوی کے ساتھ ٹیٹا نے بھی کانوں کو ہاتھ لگایا۔
اب کیا سوچا..... ٹیٹا دوبارہ گویا ہوئی۔

میں تو بھیا کو مت دکھانے کے قابل نہیں رہی..... راجکار کے لئے شیش کو لانا چاہا
تھی میں۔ وہ اپنے الفاظ میں تشکی کا عنصر لا کر پولیس..... شیش کو بہو بنانے کی ان کو کس نہ
خوابش تھی..... شیش ہر لحاظ سے لاکھوں میں ایک تھی..... کاش راجکار اس
موٹی کی قدر کرتا۔

لکشمی..... کیا سوچ رہی ہو..... رتی کے لئے سوچا کچھ..... ٹیٹا آہستہ آہستہ
موضوع کی طرف بڑھ رہی تھی۔

بھگوان نہ کرے..... آپ کو کچھ ہو..... میں تو اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں..... کہ آپ کی صحت کیوں گر رہی ہے۔ وہ فکر مند نظر آئے لگا تھا۔

بالکل ٹھیک ہے درپن..... باہر چلیں گے۔ میں بھی جاؤں گی نا..... وہ درپن کا شانہ ہلا کر باہر نکلے۔

میں بھی چلی..... تم بھی چلی..... تمہاری زبان کا بھی چیب اپ کرنا..... نہ روت سے زیادہ بیٹے سی ما..... رتی نہیں..... بس جتنی رتی ہے..... وہ سب رتن کو پڑاتے کشمی دیوی نے۔

دیکھا..... ماما..... منع کریں..... مجھے تنگ کرتا ہے..... میں زیادہ بولتی ہوں۔ رتن نے کشمی دیوی سے شکایت کیا۔

کشمی دیوی نے ہنس کر دیکھا دیکھا..... اچھا ماما..... اجازت..... درپن کھڑا ہو گیا۔

چھو..... چائے اور لے لو..... کشمی دیوی اپنائیت سے بولیں۔

درپن..... چھپ لے لو..... بڑے مزے کے ہیں۔ وہ پلیٹ درپن کی طرف بڑھا کر بولی۔

بس رتی..... اب محتاج نہیں ہے۔ تم کھاؤ..... سو نیا کو دود..... وہ معذرت خواہی کے انداز میں بولا۔

دیکھو تو سہی..... کتنے مزے دار..... کھاؤ..... لے..... وہ پلیٹ اس کی طرف بڑھا کر تحکم آمیز لہجے میں بولی۔

اچھا بھئی..... جان نہیں چھوڑو گی..... وہ ایک ٹکڑا چھس اٹھا کر بولا۔

اب جاؤ..... رتن نے جیسے اجازت دیدی۔ اس معصوم شرارت پر سو نیا بھی بغیر نہ رہ سکی۔

Thank You Sir.. وہ مسکراتا ہوا ہاتھ نکال گیا۔

ایک بات کہوں Feel محسوس نہ کیجئے گا..... دینا سے ضبط نہ رکھا تھا۔

کوئی بات..... بے تکلف کہو۔ وہ جانتی تھیں کہ سوائے درپن کے اور کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ وہ درپن کا دخل ازل سے ہی پسند نہیں کرتی تھیں۔

درپن کچھ زیادہ با اختیار نہیں ہو گیا..... اہل محل پر..... دینا کے انداز میں طنز کی جھین

اورے واہ..... آئی..... خاساں بڑا ہوشیار ہے آپ کا..... سو نیا نے کہا۔

خاساں نہیں..... درپن سے ساری چیزیں مشکوئی ہیں میں نے..... کہتے ہوئے وہ دروازے سے باہر بھاگی۔

درپن..... آ جاؤ..... بڑی مزے کی چائے ہے..... تم بھی لیا لو..... وہ باہر کی ملازم سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے آئے کا اشارہ کرتے بولا۔

جلدی آؤ..... ٹھنڈی ہو جائے گی چائے..... اور وہ پکوریوں بھی..... وہ اونچی آواز میں بولی۔

آ رہا ہوں..... آ رہا ہوں..... بابا..... درپن نے بوڑھے ملازم کے شانے پر ہاتھ مارا..... اور لمبے لمبے ڈنگ بھر تانلا مگر دوش میں اٹھ گیا۔

اونچی آواز میں مت بولا کرو..... گھبراہٹ ہو جائے گا۔ وہ شیر انداز میں رتن کو ڈانٹ کر بولا۔

کچھ نہیں ہوتا..... تم آؤ..... وہ اس کے بازوؤں میں جموا لیتی اندر داخل ہوئی۔ اس کی عادت جو تھی.....

ٹھنٹے..... ٹھنٹے..... درپن نے باری باری دینا اور سو نیا سے کہا۔

ٹھنٹے..... سو نیا نے آہستہ سے جواب دیا..... لیکن دینا نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ وہ رتن کے پاس جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔

کہاں تھے..... صبح سے جھپٹ دیکھا نہیں..... رتن اور سو نیا مل کر چائے پیا تھیں..... اور دینا نے معنی خیز نظریں کشمی دیوی کے سوالات کو سمجھنے کے لئے گھمانا شروع کر دیں۔

میں تو آج جلد لوٹ آیا تھا..... بابا کی برسی کے لئے انتظامات کرنے تھے..... اس کی لست بنا رہا تھا۔ وہ ایک نظر میں سب کے چہرے پر چکا تھا۔

ہوں..... رتن نے سب سے پہلے کپ ٹینا کو پھر کشمی دیوی..... بعد میں درپن کو دیا۔ وہ مسکرا کر کشمی دیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

میں آپ کو باہر لے جاؤں گا..... وہیں تمام ٹیمٹ ہوں گے..... دینا دیکھ رہی تھی کہ کشمی کس قدر انہماک سے درپن کی طرف متوجہ تھی۔ مجھے کوئی خاص بیماری تو نہیں ہے..... وہ مسکرا کر بولیں۔

ٹھیک ہے..... بیٹا نے ڈونگے میں سے سالن نکال کر ڈونگاسوئیچ کی طرف بڑھایا۔
مئی..... ایک دوپہا میں ڈیڑی آنے والے ہیں..... سوئیچا نے حلق سے نوالہ نکل کر
کہا۔
یہی تو میں چاہتی ہوں کہ ان کے آتے ہی گوتم کا سلسلہ حل ہو جائے۔ بیٹا نے گلاس میں
الٹا نظر دیا۔
کیسے حل ہو گا..... درپن کی موجودگی لکشی آنی کے ہاں میری سمجھ میں نہیں آتی
سوئیچا نے حیرت سے کہا۔

What..... بیٹا نے چونک کر کہا۔
یہ تو سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ سیوک محل میں ملی کر جوان ہوا ہے..... اور جو اختیار دینے
تھے ہیں..... ان کی سمجھ نہیں آ رہی۔ بیٹا سوچنے لگی۔

مئی..... ایسا تو نہیں کہ وہ رتن کو درپن کے ساتھ بیٹا چاہتی ہوں..... سوئیچا نے
خیال پیش کیا۔

ایسا نہیں ہو سکتا..... لکشی ایسی بھی بے نکلی عورت نہیں..... ایک مسلمان کے بچے
کو برہمن کی بیٹی دے دے..... میں نہیں مانجی..... بیٹا کے الفاظ میں نفرت کا پہلو شامل
تھا۔

ایسا ہو بھی سکتا ہے..... پوچھا میں نے اس کی پرورش کی ہے۔ سوئیچا کا ٹھک دور نہیں ہو
سکتا تھا۔

جرعہ نہیں..... اولاد تو وہ بلند خان کشمیری کی ہے..... لکشی ایسا برنر نہیں کر سکتی۔
بیٹا کو مکمل یقین تھا۔

دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ سوئیچا نے پانی کا آخری گھونٹ حلق سے اتار کر گلاس
دکھ دیا۔

سوئیچا..... تم نے تو پریشان کر دیا.....
یہ بات مجھے بھی پریشان کن لگتی ہے..... ویسے بھی گوتم رتن کو دل سے پسند کرتا ہے
سوئیچا نے سمجھ گئی سے کہا۔
گوتم کی خواہش کو میں رد نہیں کر سکتی۔ بیٹا نے کہا اور سامنے آتے ملازم کو دیکھا جو قبوے
کی طشتری لا رہا تھا۔

درپن با اختیار نہیں ہے بیٹا..... لیکن ہمارا دائرہ حیات اس کے مرکز پر گھومتا ہے.....
درپن کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لکشی دیو کی صاف صاف الفاظ سے بیان کر دیا۔
وہ کیوں؟ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ سوال کرنے سے نہ چونکیں.....

سارے محل کو درپن نے سنبھال رکھا ہے آنٹی..... بیٹا کے ہوتے ہوئے بھی وہ سب
کچھ کرتا تھا۔ رتن نے ایک دم کہا۔
آپ نے خود اسے با اختیار کیا ہوا ہے..... اب اس سے بغیر گزارہ نہیں آپ کا۔ بیٹا
ناگوار گزارا۔

کونسا کام ہے جو درپن نہیں کرتا..... اب ہم درپن کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لکشی دیو کی جیسے
بے بس لگ رہی تھیں۔

کیوں نہیں کر سکتے..... رتن کی شادی کر دیجئے..... اور ولاد کو سب سوپ دیتجئے۔
آنٹی..... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں..... میری شادی..... سوئیچا سنا تھے..... اس
کے ساتھ ہی رتن محل کھا کر ہنس دی.....

کیوں نہیں بیٹی..... ایک دن تو بیا کے گھر جانا ہے..... بیٹا نے رتن کے سر پر بڑی
شفقت سے ہاتھ رکھا۔

جانے بھی دیں..... سوئیچا کی شادی کریں..... میں تو ملا کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی
۔۔۔۔۔ وہ بڑے مستحکم انداز میں بولی اور برتن سینے لگی۔

اچھا..... لکشی اجازت دو..... لیکن سوچنا جو میں نے کہا ہے..... ہوں..... اور
جب بات کسی طور پر ٹھیک نشتا ہے نہ بیٹھی تو دونوں ماں بیٹی حویلی روانہ ہو گئیں۔

رات کو کھانے کی میز پر پردوں کی ملاقات ہوئی۔ گوتم کہاں ہے۔ بیٹا نے ملازم سے کہا جو
برتن رکھ رہا تھا۔

وہ کھانا باہر کھائیں گے سرکار..... ملازم نے کہا۔

کیوں..... بتایا کچھ نہیں..... بیٹا نے کہا۔

ان کے دوست ہیں ناپال سنگھ..... ملازم کو یاد آیا۔

ہاں..... اسے کیا ہے..... بیٹا چونکی

انہوں نے بلایا ہے دعوت پر..... ملازم نے کہا۔

جاؤ..... سونائے اس کے ہاتھ سے طشتری پکڑ کر درمیانی آرائشی میز پر رکھ، ایک بات جو تشریف طلب ہے..... اس نے مجھے ذہنی نشین میں جلا کر دیا ہے۔ ٹینا سوچنے سوچنے کپ بونوں کو لگایا۔
میں باقی سو..... آپ درپن نے ہا اختیار ہونے پر پریشان ہیں۔ سونائے تیار لیا۔
یہ تو ہے..... لیکن رتن کا اس قدر بے تکلف انداز کہ ہمارے سامنے بھی اس کا پورا خام کرکان میں نہ چائے کیا کہہ رہی تھی..... ٹینا کو رتن کی اس حرکت سے شکایت تھی۔
یہ ایسی بات نہیں ہے ممی..... جس کو مسئلہ بنایا جائے..... درپن دس بارہ برس اس سے بڑا ہے..... روتی اس کی گود میں کھلی ہے..... بہت مانوس ہے اس سے..... کوئی بڑی بات نہیں ہے..... سونیا کے لئے یہ کوئی ایسی بات نہ تھی۔
یہ بھی درست ہے..... ایلی گورٹس نے بہت عرصہ دونوں کی پرداخت کی ہے..... اس وقت بھی درپن کو درپن کے ہا نہیں رہتی تھی..... بھینکا لاجپ پھر تشویش طلب تھا۔
او ہو مما..... مت ایسی باتیں سوچیں..... سیوک محل میں بچے کو تھے..... درپن یا ہم بھی کبھی کبھی چلے جاتے تھے..... رتن کو درپن سے کبھی ملتی تھی..... راجکار..... اس وقت بھی الگ تھلک رہتا تھا۔ سونائے ایک ہی سانس میں رنج ہو کر ٹینا کی تسلی کر دی۔
سونیا..... میرا ایک مشورہ ہے..... اگر ایسا ہو جائے تو..... ٹینا نے گہری سوچ سے ابھر کر کہا۔

کیا..... سونیا چوگی۔
تمہیں درپن کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرنا ہوگی۔ ٹینا نے سونیا کو بغور دیکھا۔
وہ کیسے؟ ٹینا نے آنکھیں کھولیں اور کپ کو دایں فرسے میں رکھ دیا۔
میں چاہتی ہوں کہ رتن سے زیادہ وہ تمہاری ذات میں دلچسپی لے..... ٹینا کی خود غرضی عروج تک پہنچتی دیکھ کر سونیا کھل کھلا کر ہنس دی۔
کیا مطلب کہ میں درپن سے محبت کا ناکہ کیوں..... Imposible ممکن..... تم نے صرف ناکہ کیلنا ہے۔ حقیقت نہیں..... ٹینا نے ہنس کر کہا۔
اگر وہ حقیقت سمجھ بیٹھا تو..... سونیا پھر ہنس دی۔

ممی..... ممی..... میرا خیال ہے گوتم..... کیا..... ٹینا نے کہا۔
آجاؤ..... سونائے اندر سے ہی بولی۔ یہ گوتم کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ وہ آتے ہی.....
..... Thank you
تو اب جو گے..... ٹینا نے کہا۔
کیسا بارگشتہ..... سونائے کہا۔
بہت اچھا..... کشمیر جنت نظیر ہے..... یونہی نہیں مسلمان پیچھے پڑے ہوئے..... گوتم نے کہا۔
بھئی وہ کشمیر کو اپنے ملک کا حصہ سمجھتے ہیں..... سونائے کہا۔
خو احوال..... کشمیر بھارت کا انٹانگ ہے..... ان کا حصہ ایسے ہی..... گوتم اونچی آواز میں بولا۔
یہ کشمیر کی اور مجاہدین سکون سے نہیں بیٹھے..... آزادی کے نعرے لگا لگا کر بھارت کی معیشت ڈاؤن کر دی ہے ان لوگوں نے۔ سونیا پھر افسوس سے بولی۔
Right..... سالانہ رپورٹوں کا اسلحہ استعمال ہو رہا ہے لیکن کشمیر کی شس سے منبہر ہو رہے..... جوجی میں آئے کریں..... لیکن کشمیر ہم نہیں دیں گے..... گوتم نے جوش سے کہا۔

او جو درپن ہے۔ بہرہ تھا۔

..... بلکہ رتن اسے اپنا بربہ میں..... تم سننے کی بات کر رہے ہو..... میں
تہوار اوہم ہے..... کچھ بند نہیں کرتی..... وہ معصوم بچوں کی طرح اس کے شاہ..... پر سر
اگر ہو گیا تو..... گوتم بولا۔

اس کا بندوبست میں نے کر لیا ہے۔ لا۔

..... نک دم بولی۔

.....

Ok Mamā..... وہ اپنی پیٹ پر تکیں
کے کان میں یہ بات ڈالی ہے کسی نے۔ وہ

دلی..... ذرا الگ..... تم نے دیوانہ بنا دیا ہے۔

ہن کر..... حیرے حسن کی کلیاں میرے جیون کی عمارا۔

نکب آئے گا..... محبت تو تھی..... لیکن اب تو تیرے بن رہا۔

ہنی صورت اسے کاٹنی میری تہذیب اڑا رہی ہے..... ایک کراہ کے ساتھ اس نے
اٹلی.....

اور وہ شب بیدار رہنے لگا..... محبت کے مارے کو نہ جین آئے نہ موت آئے..... کئی
ہو اسی طرح گزر گئے..... رتن نے اس کے اضطراب میں زیادتی پیدا کر دی تھی۔ آخر
پہ دن دل بے قرار کو لئے سیوک محل چل دیا..... گاڑی سے اتر سیدھا رتن کے کمرے میں
اٹل ہوا۔

رتی..... وہ آہنے کے سامنے بیٹھی رتی کو بال سنوارتے دیکھ کر محمد سا ہو گیا..... اس
نے دراز گیسو کمرے پھسل کر کوہوں تک لہرا رہے تھے..... (رتی تو اس قدر حسین ہے)
..... دیوانہ سوچ کر آگے بڑھا.....

گوتم..... تم..... اس وقت..... رتن نے پلٹ کر دیکھا..... اور برش کو ایک
دف دکھ دیا.....

کیا میں اس وقت نہیں آ سکتا۔ گوتم آگے بڑھا.....

گوتم..... تم میرے کمرے میں دستک کے بغیر آگے..... رتن کھڑی ہو گئی۔

تو کیا ہوا..... ہم آئندہ ایک ہونے والے ہیں..... اس پر مجھے تمہاری آگیا کی کوئی

مہارت نہیں.....

..... شیری ہمارے نہیں ہیں..... وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں..... سونیا بولی۔

میری ماما جی کتنی تھیں اسی طرح جا میں گواہ پاکستان آ کر دوا مسلمانوں نے۔

بڑا خون خرابہ ہوا تھا..... سونیا کو دیکھ کر مینا نے کہہ دی سب محمد علی جناح کا کیا دھرا۔

..... حیرت ہے..... اتنی بڑی تحریک چانے کے بعد بھی اس نے ایک دن.....

ایک گھنٹہ جیل نہیں کاٹی..... سونیا نے اپنی معلومات ظاہر کی.....

بہت بڑا سیاست دان تھا وہ..... اور وہ اقبال..... ایسا شاعر تو دنیا کے کسی خطے میں.....

نہیں ہوا..... اور نہیں ہوگا..... گوتم نے حقیقت کو بھٹکا پانپند نہیں کیا۔

تم لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہو..... مطلب کی بات کرو..... مینا نے جھنجھلا کر کہا۔

مطلب کی یہ بات کہ اپنے پیارے بھیا کے لئے ہم نے رتی کو جن لیا۔ سونیا نے فہر

لگایا.....

کیا..... رتی کو میرے لئے..... اور ہنگوان..... گئیں تھیں آپ کشی آئی کے بار

..... خوشی کے مارے کو تم اچھا جیسے دیوانہ ہو گیا ہو..... او مانے گاؤ..... وہ دونوں

مضیاں بھیج کر چلائی.....

مینا نے گوتم کی بے گلی اور زبردست چاہت کو مد نظر رکھتے ہوئے سونیا کو دیکھا.....

مہنی..... گوتم کو مایوس نہیں کیا جاسکتا..... وہ زبردست چاہت کے اظہار کے ساتھ

گوتم کو دیکھ کر بولی۔

ایسا وہی نہیں سکتا۔ گوتم گوتم ہے..... درپن نہیں..... جسے معمولی خواہش کے

تقدیر پہنچا رہے..... مینا کے لہجے میں تکبر و نخوت اور ظالمانہ فرعونیت جھلک رہی تھی۔

او ماما..... وہ دن میرے جیون کا عظیم ترین دن ہوگا..... جب حسن کے آکاش کا

ستارہ میری جھولی میں ہوگا..... جسے رتن کہتے ہیں..... وہ مسرت کے بھرپور اظہار

لئے کھڑا ہو گیا۔

ہنگوان سے آشار کھو..... ایسا ہی ہوگا..... مینا نے کہا اور پرسکون انداز میں اس

ترشیدہ بالوں کو جھک کر ایک طرف کیا اور لیٹ گئی۔

ماما..... بڑے پراسرار انداز میں گوتم نے مینا سے کہا..... سونیا اپنے کمرے میں جا

دی۔

اب کیا ہے..... مینا ریٹ کر ناپا جاتی تھی۔

ری..... یہ مے لیا کھد دیا..... مں سے سنا..... کیا یہ سچ ہے..... اے اپنی

فی..... یہ لوگ بیٹھا کر شتہ باہر کبھی نہ کرتے تھے..... ان کا بیٹوگ صرف اپنوں کے ہم
دل لوگوں سے ہی بندھا ہوا تھا۔ دولت ان کے گھر کی ٹوٹی ہوئی ہے..... ہر رات ان کی
دلہالی ہوتی ہے.....

ماں..... کیا سوئے لگیں..... درپن نے کہا۔

یہ سوچیں اب چون کے ساتھ ساتھ چلیں گی..... رتی نے اپنی محبت کے چال میں
بہا کر ہر نکلنے کا راستہ ہی نہیں چھوڑا..... ہم ایسے قفس میں گرفتار ہیں جہاں سے نکلتا
شہر ہے..... اور وہ خاموش نہ جانے کہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ خود کلاہی کرتی رہیں..... بہت
دیر دونوں حالات کا ٹانا پانا بننے رہے..... رتی سے دونوں شدید محبت کرتے تھے۔ لیکن
نوعیت جدا جدا تھی۔ درپن اپنی محبت کے اظہار کے لئے بہت ضرور تھا لب کشائی
سارے حالات کو روز بروز بر کر سکتی تھی..... وہ سن چکا تھا کہ ہندو مسلم ایک دوسرے کے متر
نہیں ہو سکتے..... وہ بلند خان کا بیٹا تھا..... اس کی تعریفیں عرصہ ہوا سیوک رام اور لالہ
کھپتے رائے نے کر دی تھی..... اس پر طرہ یہ کہ بھون نگھ نے اس کی صورت سے اندازہ
لگا لیا تھا کہ وہ بلند خان کشمیر کی کا بیٹا ہے..... یہ وجہ تھی جو باسیوک رام اسے کشمیر چھوڑنے
کو کہتے تھے..... اب جبکہ کشمیر چھوڑ دیا ہے تو اس نئی مصیبت نے گھر دیکھ لیا ہے۔ گوتم
کے حواس ٹھیکہ کرنے پر دوسرے تیسرے دن محل میں آجاتا تھا..... لالہ کارویہ بھی پہلے
سے کہیں نرم اور شفقت آمیز تھا۔ وہ محبت کے اپنے مقام پر کھڑا تھا جہاں سے وہ اپنی چاہت کا
اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لب بستر دل ویراں کے کہاں خانے میں محبوب کی تصویر
تھانے پوچھنے جارہا تھا..... وہ خیالات کے دشت کو عبور کرتے کرتے نہ جانے کہاں پہنچ
گیا.....

پوچھا کہ روح لرز گئی..... ماضی فلم کی ریل بن کر اس کے سامنے گھوم گیا..... بلند خان
کا خوبصورت ایوہل جیسے تاج محل حسن ووجاہت میں یکساں..... وہ خان جو قلبی میں دلہن بنی
پھولوں کی نازک پتھر پر چھو گھٹک کا ادھ میں وسیع و عریض خوبصورت آرائشی ڈرائنگ روم
سے ملحقہ کشادہ خواب گاہ کو دیکھ رہی تھی جو بلند خان کی خواب گاہ تھی..... بلند خان کشمیر کا
معزز ترین انسان تھا..... لاکھوں کا مالک اور لاکھوں ایکڑ اراضی کا واحد ذمہ دار..... اس
کے کئی بیٹوں اور انکھروں کے باغات تھے۔ کشمیر میں اس کا بڑا نام تھا..... وہ زبردست
حریت پسند تھا..... جب سے اس نے عبادت کے ساتھ مل کر آزادی کا نعرہ بلند کیا تھا۔

درپن کی جان..... کہہ دوں گا..... ابھی سے جذباتی ہونے کی کیا ضرورت
..... وہ رتی کے شانے پر محبت سے چھکی مارتے ہوا۔

اس وقت کہنا..... جب تکیل ختم ہو جائے گا..... چہری اتر تھی گوتم کے
جائگی..... تم دیکھتے رہنا..... وہ اضطرابیت کے عالم میں درپن کے شانے سے ہٹ
..... اور وہ خاموش رہا۔

اوہو..... رتی..... کیوں اپنے میں فضاویات کو جگہ دے رہی ہو..... پتہ
ہوگا..... میں سنبھال لوں گا نا..... وہ دل کے زخموں کو دبا کر رتی کو تشفی دینے لگا.....
درپن..... میں مر جاؤں گی..... دینا..... ہاں..... وہ بچوں کی طرح ہلک
روئے لگی..... روتے روتے اس کی ہچک بھ گئی.....

رتی..... اوہو..... وہ اس کو اپنے قریب کرنے لگا۔
بس رہنے دو..... رو کو ماما..... وہ اٹھی.....
بٹھو رتی..... وہ اس کو پکڑنے کے لئے پکا.....

نہیں..... جاری رہوں..... آج ہی ماما سے بات کرنا..... وہ ہچکیوں کے درم
سبک سبک کر رتی بھاگ گئی.....

رتی..... اندر آتے پوچھنے حیران حیران سے دیکھا..... کیا ہوا..... درپن
..... پوچھنے درپن کو اس طول دروازے میں کھڑے دیکھا..... جھگڑا ہو گیا.....
اس طرح کیوں رو رہی تھی..... پوچھنے سبزی کی ٹوکری ایک طرف رکھتے اپنے بکر
بالوں کو درست کیا۔

میرے خیال میں رتی پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ وہ اپنے اس حواس مجتمع کرتے ہوا۔
کیا مطلب ہے تمہارا..... کس قیامت کی بات کر رہے ہو..... پوچھنا اندر آتے بولی
اس نے سن لیا ہے کہ ماما اس کی شادی گوتم سے کرنا چاہتی ہیں۔ درپن نے کہا۔
ٹھیک ہے..... ماما سے ملانے کے لیے ہاتھ..... وہ بڑی افسردگی اور اضطراب
کیفیت کے ساتھ بولی۔

اس بات کا گوتم سے کیا واسطہ..... درپن نے کہا۔
ہے نا بیٹے..... ایک بیٹھی تو دیوی جی کی تم پہلے ہے..... برہمن برادری میں ایسا
ہے جو رتی کا سوال کر سکے..... پوچھنا جوازل سے اچھی طرح سیوک رام کے اصولوں کو

اوں..... وہ بڑی سرعت کے ساتھ دیوار پھلاگ گیا.....
جہاں ہے..... بلند خان..... ہم نے اس رات کی تاریکی میں ادھر آتے دیکھا ہے۔
ہائرسرے شاہ بانو سے کہا.....

ہوں جھوٹ بولتے ہو..... ایک عرصے سے میں اپنے بیٹے کی صورت کو ترس رہی
..... میرے سارے خاندان کو تم نے نارادیا..... اب کیا..... وہ آنسو بہاتے بولیں۔
نظر نہ کرو..... بلند خان کہاں ہے..... وہ ملٹری افسر چلا کر بولا۔
مٹے نہیں معلوم..... ساری حویلی میں تلاش کر لو..... چل جائے تو لے جانا..... وہ
..... حوصلے اور صبر سے گویا ہوئیں۔

..... ملٹری افسر نے سپاہیوں کو ساری حویلی کو اپنی نگرانی میں لے کر ہر کمرے میں
..... ہر طرح چھان بین کرنے کے بعد واپس لے کر۔

NO SIR..... کچھ نہیں..... وہ مظلوم اور بے بس عورت دیکھتی رہ گئی.....
ملٹری افسر بوڑھے ملازم کو دھکیل کر چلے گئے..... اور جاتے ہوئے نوجوان ملازم کو
..... شاہ بانو ان کے جانے کے بعد جگہ سے گریں اور بلک بلک کر خدا سے
..... کہی کے لئے دعا مانگتے گئیں۔

اے خدا..... کشمیر آزاد کر دے..... بھارتی بھٹیروں کے تسلط سے کشمیر آزاد کر
..... اللہ ہماری سن لے..... اے خدا..... وہ روتی جا تھیں تھیں..... حویلی کے ملازم
..... فرما منظر کو دیکھتے اور خود بھی اپنے رخساروں سے آنسو صاف کرتے رہے۔

ہر ایک دن رات کے پچھلے پیر ہی بڑی خاموشی اور اسراریت کے ساتھ زرخونہ اور بلند
..... کا شاہ بانو اور فادار ملازم حسین کے سامنے کلاچ پڑھوا دیا گیا..... سب خوشیاں تاریکی
..... رات کے چند پندرہ گزرا کر بلند خان اپنی مخصوص راہداری سے
..... گشت ہو گیا..... اس کے بعد چند ہی پار آیا ہو گا کہ ملٹری کو خبر ہو گئی کہ رات کی تاریکی
..... بلند خان آتا ہے..... وہ رات گس قیامت کی رات تھی جب چاکا ایک سال بعد حویلی
..... ہا ہر نکلے ملٹری نے اسے گولی کا نشانہ بنایا..... آخری سانسوں کے درمیان اس نے اپنی
..... کو آنے والے فادار بندو ملازم کا لونا تھ کر کہتے کہتے کہا..... زرخونہ اور بچے کو سیوک
..... مہکے پاس لے جاؤ..... وہ اس کی حفاظت کرے گا..... اور اس کے ساتھ ہی اس نے دم

بندو ملٹری اس کی جان کے درپے ہو گئی تھی۔ اسی دشمنی کی وجہ سے جھون سنگھ نے اس
..... گھر پر حملہ کر کے اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی اور بہن کو شہید کر دیا تھا۔ اس
..... شادی کو چند سال ہی ہوئے تھے..... درمیان میں یہ بات بخشنی پڑ گئی تو اس کی ماں شاہ
..... نے مشورہ دیا.....

بلند بیٹے..... کب تک تنہا رہو گے..... شادی کر لو..... بوڑھی ماں کے نواسے
..... پھوٹے الفاظ کی مضبوطی کو جان چکا تھا کہ اب بھی اس کا گھر آباد کرنا چاہتی ہے اور
..... آگسٹ میں پھول کھلانا چاہتی ہے..... لیکن یہ ماں کی خام خیالی تھی..... ماں نے یہ
..... کہا..... بیٹا..... میری بات کا جواب دو..... پھر نہ جانے کب ملاقات ہو..... شاہ
..... بڑے عاجزانہ انداز میں بولیں..... ان کے الفاظ میں خواہش حد درجہ تھی
..... اماں..... کیا جواب دوں..... کچھ نہیں سوچتا..... بلند خان بے بس نظر آ رہا تھا۔
..... ایسا مت سوچو بیٹا..... میری بات مان لو..... زرخونہ اچھی لڑکی ہے..... اور یہ
..... پردریش کی بہن ہے..... شاہ بانو نے بلند خان کو زرخونہ کی طرف مائل کرنا چاہا۔

اماں..... میں ایک سپاہی ہوں..... اپنے وطن کے لئے جان، مال اور خاندان کی بازی
..... لگا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں..... حالانکہ میں پروشہ سے بھی شادی کے حق میں نہیں تھا
..... بلند خان حد درجہ طویل ہو گیا.....

خدا عذاب نازل کرے ان بھارتی بھٹیروں پر..... میری بہو اور بیٹی کو کس بے دردی
..... سے قتل کیا..... اے میرے خدا غرق کر ان کو..... مظلوم کی دلورسی تو ہی کرنے والا ہے
..... وہ پروشہ اور اپنی بیٹی کی یاد آتی ہے.....

اماں..... حوصلہ کریں..... آزادی ان معصوم جانوں کے خون سے لکھا جانے والا ہے
..... ہے۔ یہ قربانیاں رنگ لائیں گی..... باہر گولہ پھینکے کی آواز آئی اور بلند خان تڑپ کر کھڑا
..... گیا۔

بیٹھے رہو..... جب تک مجھے کوئی شیت جواب نہ دو گے..... تمہیں نہیں جانے دوں
..... گی..... ماں کے حکم کے سامنے وہ سر تسلیم خم کر چکا تھا.....

کہئے..... وہ محبت سے ماں سے بولا۔
..... زرخونہ سے شادی کر لو..... وہ ایک دم بولیں.....

ٹھیک ہے کر لوں گا..... باپ اور والدہ زور زور سے جھنجھکے..... خدا حافظ اماں.....

اور چند دن حافظ کے گھر تنہائی کا زہر چاقی رہی..... ایک دن ہاتھ میں اخبار پکڑے
ہائی نے کہا.....

یہ اشتہار ہے۔ اس میں سیوک رام کی حویلی میں اس کے بچے کو ایک آیا کی
امت ہے..... اگر چاہو تو تم وہاں نوکری کی کوشش کر لو برہمن ہے لیکن اچھا آدمی ہے
جہاں ہی عزت محفوظ ہے گی.....

ہاں..... ہاں..... میں وہاں آیا کی نوکری کر لوں..... پر..... وہ سوچنے لگی..... کیا
..... حافظ ہی نے چوک کر کہا۔

ان پکڑوں میں کہاں وہ مجھے نوکری دیں گے۔ وہ اپنے گھیر دار فرار اور کاڑھی ہوئی
اضنی کو دیکھ کر مایوسی سے بولی۔

فرغہ..... سفید ساڑھی تجھیں میں دوں گا..... میری بیوی جو ہندو غور توں کی
از میں پر چنٹ ڈال کرتی تھی..... جب سے بنگالے شرد ہوئے ہیں چند ساڑھیاں پڑی
ما..... وہ بڑے کرب سے بولے۔

اور آپ کی بیوی..... وہ بھی بیٹوں کے ساتھ چلی گئی..... دل کی مریض تو وہ تھی ہی
..... زرغونہ نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا..... کتنا دکھی ہے یہ انسان..... وہ اپنی بیٹکی پلکیں
مال کرنے لگی۔

اور پھر وہ پوچھا جن کر احمد..... یعنی کہ درپن کی پرورش کرنے لگی..... آنسو لڑھک
دھک کر اس کے رخساروں کو تر کر رہے تھے۔

پوچھا..... درپن بے چین و مضطرب قریب آگیا۔ روری ہیں آپ..... اماں
..... مجھے نہیں بتائیں گی..... وہ افسردہ صورت پوچا کے قریب آگیا۔

کچھ نہیں بتانا..... ماضی یاد آگیا تھا۔ پوچا جانے آج سے رخسار صاف کئے۔ کتنا دکھی ہے
ماضی..... مجھے بتائیں ماں..... میں دکھ سمیٹ لوں گا اماں..... دودھ زانو پوچا کے قریب
بٹھ گیا۔

نہیں ماں کی جان..... تیری موجودگی سے دکھ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ مسکرا دی۔
ماضی کو بھول جاؤ پوچا بھانا..... میرے ہوتے کوئی دکھ آپ کے پاس نہیں پھٹے گا.....
تو زندہ رہے..... یہ دکھ کیا چیز ہیں..... پوچا جانے درپن کو بڑی محبت بھری نظر سے

دیکھا۔

اور کالو ناتھ حویلی میں پہنچا..... ایک کھرام بچا ہوا تھا۔ ہر طرف دردناک آہوں
سینہ چھلتی کر دیا تھا۔ اتنے بنگالے کے باوجود بھی سناٹا تھا۔ حویلی کا مگن خون سے لہہ
ترپے ملازم سسک سسک جان دے رہے تھے..... شاہ بانو نے بیٹے سے نکلے خون کو
سے دیا اور جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ کالو ناتھ نے بیٹے کو اٹھایا اور گر تاپڑتا
سے نکل گیا..... زرغونہ دیوانہ وار عزت بچا کر کالو ناتھ کے تعاقب میں بھاگی.....
رات کی ڈروانی خوفناک دہشت زدہ تاریکی میں وہ راستہ کھو گئی۔ قدم قدم پر دل دھلادینے
شور..... ایک خوفناک غیرت پتھڑاتے پتھڑاتے اڑو حوں کی طرح اس کا تعاقب کر
تھی..... چاروں جانب گھپ اندھیرا اور بھواؤں کا شور..... خزاں رسیدہ پتوں
چر مراہٹ..... وہ سہاوینے والے دھاکوں کے شور سے جھپتی چھپاتی تھنی جھڑیوں میں
لپٹی۔ ایک مسجد میں داخل ہوئی..... اس وقت منیچا پانچ کا مکمل تھا..... حافظ صاحب
نوجوان نشیمری لڑا دیکھ کر حیران ہوئے۔

بیٹی تم کون ہو.....

حافظ جی..... میں بلند خان کی بیوی ہوں..... خدا کے لئے مجھے کچھ دن پناہ دے دیجئے
..... وہ گڑگڑا کر بولی۔

بلند خان..... آؤ آؤ بیٹی..... محفوظ تو یہاں کوئی کشمیری نہیں..... آ جاؤ اندر
دیکھو..... کسی کو علم نہ ہو..... وہ اسے ڈرتے ڈرتے اندر مسجد میں لے گئے.....

بلند خان کو مار دیا ملٹری نے..... وہ گہری سانس لیتے ہوئے
جی..... میرے سارے خاندان کو قتل کر دیا ہے..... میرا بچہ..... وہ سک

.....
حوصلہ کر دو..... میرے کام لو بیٹی..... میرے دو جوان بیٹوں کی لاشیں کل ملز
نے میرے سامنے شمشک کی ہیں..... دیکھو میں زندہ ہوں..... زرغونہ نے بالوں کو درسا

کیا.....
بابا..... اب کیا ہو گا..... میں کہاں جاؤں گی..... جیسے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

بڑے کرب سے بولی۔
خدا خود ہی راستہ بنادے گا..... تم چند دن میرے گھر میں رہو..... لیکن معلوم نہ

.....

چھوٹی بی بی..... میں نے وفا کی آتش پرستی میں کی نہیں آنے دی۔ آج موقع ملا تو چلا

اوا کلاؤ تھ..... تم بڑے پو تر ہو..... تم جیسا وفادار انسان کہاں ہو گا۔ وہ بڑی احسان

والی سے دیکھنے لگی..... صاحب زادے آپ کو کھولے..... آج اس راز سے پردہ بھی اٹھ جائے تو اچھا ہے۔ کالو

نے درپن سے کہا۔

درپن حیرت و استعجاب کے عالم میں بڑھا..... اور بریف کیس کھول دیا۔

ارے..... ایک دم دیوانہ وار اس میں بڑی ہوئی بلند خان اور زر غوث کی عروسی تصاویر

مالی۔

اماں..... آپ..... یہ آپ کی تصویر ہے..... اور یہ بلند خان..... اور..... میں

نہیں ہوں..... آپ بتائیے..... میں کون ہوں..... وہ ترپ کر کالو تھ کے قریب چلا

آپ..... بلند خان کے بیٹے ہیں..... اور چھوٹی بی بی..... جسے پو جاکہتے ہیں..... بی

بیار غوث ہے..... آپ کی حقیقی اماں..... آپ میری اماں ہیں..... اور میں بلند خان کا بیٹا

ہوں..... وہ چلا اٹھا..... اور بے ساختہ پو جاکو لپٹا لیا۔

ہاں بیٹے..... میں تمہاری حقیقی اماں..... تمہیں جنم دینے والی..... اور بلند خان تیرا

اپ ہے..... میرا بچہ ہے..... میرا بیٹا..... میرا جگر، میرے دل کا ٹکڑا..... بے

گن ہو کر پو چلائے درپن کی خوبصورت پیشانی کو چوم لیا۔

آپ نے اسی تک مجھ سے چھپائے رکھا..... لیکن آپ کی محبت سے مجھے کبھی کبھی یہ

لگن ہوتا تھا کہ کیا واقعی پو جاں میری اماں نہیں ہے۔

میرے بیٹے..... تیری محبت ہی تو چلتی تلواریں..... کے سامنے میں مجھے یہاں لے کر آئی

فی..... بھگوان سیوک رام، کو شق..... وہ دل سے بولی۔

چھوٹی بی بی..... اپنی امانت دیکھ نہیں..... میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں..... کالو تھ

ہلا۔

دیکھ لوں گی..... تم بیٹھے رہو..... رات کا کھانا کھاے بغیر تم نہیں جاؤ گے۔ وہ

انہایت سے بریف کیس میں رکھی تصاویر اور زیورات کو الٹ پلٹ کرتے ہوئی دل دکھ اور

اماں..... بھگ کر درپن نے پو جاں کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

فرن ٹرن..... باہر والے دروازے پر کال بیل کی آواز پر دونوں چونکے۔

کون..... یہاں تو کوئی نہیں اس دروازے سے آیا میں دیکھتا ہوں..... وہ لپکا

اور گیسٹ کے پاس ایک بوڑھے سیاہ ہندو کو دیکھا.....

خستے.....

خستے..... درپن نے جواباً کہا۔

کس سے ملتا ہے آپ کو۔ درپن نے کہا۔

اپنی ماما کو کہو کہ کالو تھ آیا ہے..... وہ بولا۔

ٹھیک ہے۔ وہ اندر چلا گیا۔

پو جاں..... کوئی کالو تھ ہے..... آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

کالو تھ..... وہ سہمی سی بولی..... درو کی ایک ٹھیس اٹھی..... اور ترپ اٹھی

ہاں..... ڈرائنگ روم میں ٹھہرا..... میں آتی ہوں..... وہ بولی۔

اور ساڑھی درست کرتی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ کالو تھ..... وہ عالم

میں وہیں رک گئی۔

درپن حیرت زدہ سا کھڑا رہا۔

ہاں..... چھوٹی بی بی..... پر نام..... کالو تھ بڑے ادب سے بولا۔

کالو تھ..... تم..... کہاں تھے اسنے برس.....

میں بمبئی چلا گیا تھا..... جب آقا جان رہا تو رہنے کا کیا فائدہ میں تو اسی وقت ہی کٹر

چھوڑ گیا تھا..... کالو تھ نے درپن کی طرف دیکھا۔

جاننے ہو..... یہ کون ہے..... پو جانے کہا۔

محسوس تو ہو رہا ہے..... یہ وہی بچہ ہے جو میں رات کے سنانے میں سیوک رام کی

دے کر گیا تھا..... بھگوان نے کتنا سندر بنایا ہے اس کو..... بالکل آقا بلند خان جیسا.....

درپن نے پچھلی بیٹی جیٹھو سے کالو تھ اور پو جاکو دیکھا..... یہ تمہارے ماں تھ میں کیا ہے۔

پو جانے ایک بریف کیس کو دیکھا جو کالو تھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھا۔

یہ آپ کی کچھ چیزیں جو میں بعد میں سمیٹ کر لایا تھا..... میرے پاس پڑی تھیں.....

کیا ہے..... پو جانے لپک کر بریف کیس پکڑا.....

رام بی بڑے پوتر تھے..... میں جب آتا..... مجھے ضرور انعام سے نوازتے..... وہ یاد
نے بولا۔

میرے جیون میں سارے رنگ بابائے بھرے ہیں..... کیا بات تھی ان کی..... درپن
سیوک رام کو دل سے یاد کیا۔

واقعی درپن جی..... بلند خان بہت اچھے آدمی تھے..... کالونا تھ نے کہا۔
کالونا تھ..... تھوڑی دیر کے بعد پوجا اندر آتے بولی۔ کالونا تھ نے آنکھیں اٹھائیں
آخری وقت تم نے جو بلی دیکھی تھی..... وہ بڑے کرب سے کالونا تھ کو کچھ کر بولی۔
ہاں جی..... میں چھپتے چھپاتے گیا تھا..... جو بلی کو تالا لگا کر چابی رام جی کو دے دی
فی.....

پچیس سال گزر گئے ہیں..... خاک اڑ رہی ہوگی..... پوجا حاد دور چہ طول ہو گئی.....
جو بلی کو چھوڑنے..... کاش باہر اندر رہتے..... وہ بڑے دکھ سے بولا۔
بھگوان جو چاہیں کریں..... انسان کا کوئی دوش نہیں ہے..... کالونا تھ نے کہا۔
بہت دیر یوں ہی اوھر اوھر باضی کی باتیں ہوتی رہیں..... تینوں ہی افسردہ رہے۔
کالونا تھ درپن اور پوجا کے اصرار پر چند دن رہا پھر واپس پہنچ گیا.....

☆ ○ ☆

کرب سے گفتہ اور ٹکلیں آنسوؤں سے بوجھل.....
درپن نے نیک بوا فریم اٹھا کر بغور دیکھا اس میں زر غوثہ دلہن بنی بلند خان کے پہلا
بیٹھی تھی۔

نگاہوں نے اس تصویر کو چوم لیا..... میں بلند خان کا بیٹا ہوں۔ بڑے تھاکر سے.....
نے دیکھا۔ پوجا زیورات دیکھ رہی تھی..... کالونا تھ..... وہ بولی.....
جی بی بی کالونا تھ بیٹھے بیٹھے پتھے چو لگا۔
یہ لو..... اس زیور کو اپنی بیٹیوں کو پہنا دینا..... میرا خیال ہے تمہاری بیٹیاں نہ
ہوں گی۔

بیٹی تو میری ایک ہے..... بی بی..... یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔ وہ پوجا کے ہاتھ میں
زیورات پکڑے دیکھ کر بولا۔ بس تم نہیں بولنا..... یہ لو..... وہ سنے کو دوسٹ جو کہ
نیش کی ہزار کے ہوں گے کالونا تھ کو پکڑاتے بولیں۔

بی بی..... یہ آپ کیا کر رہی ہیں..... اتنا زیور..... وہ سنے میں آگیا۔
تمہاری محبت وفا کے آگے تو یہ سب بیچ ہے..... میں تمہیں اپنا بھائی سمجھتی ہوں
اس لئے تمہیں لینے ہوں گے۔ وہ میز پر اس کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

بی بی..... بہت زیادہ ہیں..... صاحب زادے منع کیجئے تا بی بی کو وہ درپن سے احتیاج
کر لگے۔

کوئی بات نہیں..... آپ رکھ لیں..... اماں کے پاس بہت ہے۔ درپن نے قریب
سے چمڑے کا بیگ اٹھایا۔ یہ ٹھیک ہے..... کالونا تھ اس میں رکھ لو..... درپن نے
خود ہی زیورات اس میں ڈال دیئے۔

اماں..... آپ کھانے کا بندوبست کریں..... پھر جی بھر کے بابا کی باتیں کریں
گے..... درپن اور اس ہو گیا۔

ٹھیک ہے..... دودن رہو میرے پاس..... جانا ہی ہے..... وہ جاتے جاتے بولیں۔
دیوی جی کو پتہ نہ چل جائے۔ کالونا تھ خر فزودہ ہو گیا۔

انہیں کون سی یاد رہا ہے..... پھر اوھر وہ بہت کم آتی ہیں۔ پوجا تسلی دیتے باہر نکل گئی۔
رام جی تو عدم سدھارے..... دیوی جی کا کیا حال ہے۔ کالونا تھ کو افسوس ہوا۔
بیمار رہتی ہیں..... بابا کے بعد ان کو چین نہیں آیا۔ درپن نے کہا۔

امت کرتے ہوئی۔

مندر..... اماں مسجد کیوں نہیں..... اب تو ہم..... تم ٹھیک کہتے ہو..... ہم اس
ات بھی مسلمان تھے..... جب میں تمہاری وجہ سے محل میں آئی تھی۔ وہ ایک دم
حکایت کر ہوئی۔

پھر..... وہ چوٹا۔

پھر..... اس بات کو چھپائے ہی رکھا..... اور وہی ہندو طریقہ اپنا لیا..... مبادہ
معاہدہ..... مل جائے پر یہ لوگ مجھے تم سے جدا نہ کر دیں..... پھر بیگوان اسے جہنم رسید کرے
..... وہ کون ہے..... بھونٹکھ..... جانی دشمن ہے ہمارا..... سوچنے کے بعد ذہن
باز دیتے ہوئی.....

اماں..... اگر کہیں تورتی کو بتا دوں..... کہ آپ میری ماں زر غوثہ ہیں۔ وہ مسرت
سے انداز میں پوچھا کہ اپنے حصار میں لے کر بولا۔

نہ..... بیٹا..... یہ..... نہ کرنا..... لکشی دیوی کی ذفن شدہ نفرت کہیں پھر نہ سر
لے..... اتیر ادا کہ نہیں دیکھا جا۔ نہ گا..... بیٹا..... درپن نے کہا۔ پوچا کی
ہاں آسویں سے لبریز تھیں..... جس میں التجا بھی تھی..... اور راز کو خفیہ رکھنے کی
لواست بھی..... اس کی مانتا تڑپ رہی تھی.....

نہیں اماں..... آپ بے فکر رہیں..... کیا ضرورت ہے..... میں نے تورتی کے
نے میں یونہی کہہ دیا تھا۔ وہ پوچھا معذرت خواہ تھا۔

رتی معصوم اور نا بچھ ہے..... انجانے میں اس سے بات نکل بھی سکتی ہے۔ ٹھیک
..... میرا خیال ہے آ رہی ہے..... وہ محن میں دیکھ کر بولا۔

رتی چلی اور حتیٰ لہرائی اور ادھر ادھر دیکھتی آ رہی تھی.....

اماں..... یہ پاگل ہے..... اس کی بات کا یقین نہ کریں..... دیکھ لوں گا.....
ماغور..... چور..... ایک تو چوری اور پھر سینہ زوری..... وہ بلند آواز میں رتی کو
نے کے لئے بولنے لگا..... پوچھا جانے ہلکی سی مکان کے ساتھ اندر آتی رتن کو دیکھا

ہاں..... یہ مجھے کہہ رہا ہے..... کیا چاہا اس کا میں نے..... میں تو بس یہ.....
مل جاتی ہوں.....

درپن..... پوچھا ساڑھی کے پلو سے ہاتھ پونچھتے درپن سے کہا۔

جی اماں..... وہ فالتوں میں الجھا ہوا ایک دم چوٹا۔ کالو تا کہس قدر اچھا آدمی تھا۔
پوچھا جیرت سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔

ہاں اماں..... اٹھو اور بڑے تو ہر قوم اور مذہب میں لوگ ہیں..... لیکن
مذہب کے حوالے سے تو یہ آدمی بہت ہی اچھا نکلا..... پوچھا کہ۔

کوئی دھرم برائی کی ترغیب نہیں دیتا..... پاپ تو ہر انسان کا خود کردہ فعل ہے اماں
ہوں..... پوچھا خوش رہی۔

چند سیکنڈ ماحول پر سکون رہا..... پوچھا جانے کیا سوچتی رہی..... بغور اس
درپن کے خوبصورت چہرے کو دیکھا..... جس پر ہمیشہ سے بلند خان کی شبیہ جھلکتی تھی۔

اماں..... کیا دیکھ رہی ہیں..... وہ بولا۔
تم میں تیرے پتا کو دیکھ رہی ہوں..... وہ ٹٹکیں ہی ہو گئی۔

کیسا تھا میرا پتا..... تصویر تو اب میں نے دیکھ لی ہے۔ درپن کی آنکھوں سے روشنی
پھوٹ رہی تھی۔

بالکل تیری طرح..... تو آہٹے کے سامنے اپنے آپ میں اپنے پتا کو دیکھ لے.....
پوچھا آنکھیں صاف کیں۔

ایسا تھا میرا پ..... وہ ایک دم اٹھ کر ڈرینگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو گیا۔
بالکل تیری طرح..... بھٹوان نے تجھے ان کی طرح بنانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی

..... وہ کھڑی ہو گئی.....
ٹھیکس نا اماں..... اور باتیں کریں..... وہ پوچھا جاکو شانوں سے پکڑ کر بٹھاتے

..... بولا.....
نہیں..... آج مندر جاؤں گی..... بہت دن ہو گئے ہیں..... وہ ساڑھی کا آجکل

یقین تو ہے..... لیکن..... اتنی چاہت..... کبھی دیکھی نہ سنی..... وہ ہنس دی
اب دیکھ لیتا..... سن تو لیا..... وہ آگے جھک کر بولا.....
ہاں..... درپن..... تمہیں کیا تاؤں بچپن سے ہی تمہاری محبت نے میرے سن
نہا جگہ لے لی ہے..... تیرے بناسن کو کشتابی نہیں ملتی..... وہ چاہت بھری نگاہیں درپن
لے چہرے پر ڈال کر بولی.....
دیکھو رتی..... محبت مجھے ہی کرنا..... یہ مت دیکھنا کہ میں کون ہوں..... وہ جیسے
چاہن ہو گیا.....

مجھے صرف درپن چاہئے..... تم جس کے بھی ہو..... میرے ہو..... وہ بڑے ہی
مطمئن انداز میں درپن کے ہاتھ کو ہا کر اپنی آنکھوں کو لگا کر بولی..... پوچھا جائے لے
لی قسمی.....

درپن نے ایک دم اٹھ کر ٹرے پکڑ لی..... اماں آجائیے..... وہ ٹرے رکھتے ہوئے
آ رہی ہوں بیٹا..... پوچھا ہر جلی گئی.....

میرا خیال ہے تیرے پسند کی ضرورت کوئی چیز بنی ہوگی..... وہ آتی پوچھا دیکھ کر بولا.....
لو بیٹی..... تمہارے لئے..... ڈش پکڑاتے پوچھائے کہا.....
سمو سے..... اور وہ بھی بھرے ہوئے..... اور اور چٹنی..... وہ بھنکارے دار منہ
انہاں دیکھ ڈش پکڑ کر بیٹھ گئی.....

تیوں پاس پاس بیٹھ گئے..... اور مزے مزے کی باتوں کے ساتھ چائے ختم ہو گئی.....
جب سونا اور ڈش کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو ایک دن کشمیری دیوی نے سنتوش سے ملنا
کہہ دیا..... وہ سفید ساڑھی سیاہ جوتے میں بیٹھ کر اپنے بڑے دراز ہالوں کا خوبصورت
اجائے سنتوش کے ہاں روانہ ہو گئیں..... آج انہوں نے اکیلے ہی جانا بہتر سمجھا..... شاید
ان کے سامنے کھل کر بات نہ ہو سکے.....

ہستے بھیا..... وہ صوفے سے اٹھتے ایک دم بولی.....
سنتوش نے بڑے کرب ناک انداز میں کشمیری دیوی کے سر پر ہاتھ
آپ سکھ مجھ سے روٹھ گئے ہیں بھیا..... میرا سب سکھ جین رام جی لے گئے ہیں

اس سے پوچھو بیٹا..... میں کچن میں جا رہی ہوں.....
درپن منہ بسورے کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا..... درپن..... کیا کم ہو گیا تیرا.....
درپن کے پاس آکر بڑے نرم لہجے میں دریافت کرنے لگی.....
کیا کم ہو گیا..... تو نے تو تیرا یاد کر دیا..... کچھ نہیں چھوڑا میرے پاس.....
کچھ لوٹ کے لے گئی..... وہ جھگڑا انداز میں بولا..... ادھر کچن میں پوچھا ہنس دی.....
ہیں..... ہائے رام قسم..... میں نے تو تیری کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگایا.....
یوں بیٹھی..... یوں جلی گئی.....
اجھاتی..... جھوٹ تو کوئی آپ سے سکھے..... ہاتھ لگایا..... تو جھین کے لے.....
ہے..... کچھ نہیں رہنے دیا میرے پاس..... سب اڑا کر لے گئی..... بس خالی.....
خبرہ..... وہ فضا میں ہونٹوں سے پھوٹنے والی ہنسی کو دہاتے انگلیوں کو لگا کر کہا.....
بولا.....

کو اس تو کرو..... کیا چاہیہ..... مجھے بھی پتہ تو پلے..... وہ گرم ہو گئی.....
تو نے..... بتاؤں..... وہ بولا.....

ہاں ہاں..... جلدی بتاؤ..... درپن نے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر رت
بہت قریب کر لیا..... سنو.....

وہ اپنے ہونٹ اس کے کانوں کے پاس لے گیا.....
اب بولو بھی..... وہ انداز خود سپردگی کے عالم میں اس کے قریب ہو گئی.....
میرا دل..... اس کے ساتھ ہی درپن نے اسے پوری طاقت سے سمجھنے لیا.....
ہائے رام درپن..... وہ درپن کے سینے میں ہی منہ چسپا کر لاج سے دوہری ہو گئی.....
ر تو..... تو نے مجھے اپنا چہن نہیں رہنے دیا..... مجھ سے مجھے چھین لیا..... تو
براسے..... وہ ہنس دی.....

بس یونہی ہنسی رہا کرو..... تیرے چہرے پر اداوی اچھی نہیں لگتی..... درپن
بڑے ہی پیار اور چاہت کے ساتھ رتن کے بالوں کو اس کے چہرے سے ہٹایا اور
پاس کر سی پر بٹھا دیا.....
درپن..... کیا تو مجھے اتنا چاہتا ہے..... وہ حیرت زدہ سی مسکرا دی.....
تجھے یقین نہیں آتا..... وہ بولا.....

بنار..... وہ تو ستر سال کی عورت نظر آتی ہے..... بچپانی نہیں جاتی..... سنٹوش
الموس ہو رہا تھا۔

ہائے رام..... دکھاری نمود کھناری..... اسے بھی مرد کی بے وفائی مار گئی.....
مت..... مردوں کے ہی دکھ ہیں..... لیکن نوعیت جدا جدا ہے۔ کشمی دیوی ادا اس
کے میں بولیں۔

اچھا..... بات کرو..... دکھ سکھ تو جیون کے ساتھ ہی چلتا ہے..... وہ بات کا رخ
لیٹے بولے۔

میں تو آپ کے پاس آئی تھی کہ اب میں کیا کروں..... راجبھار نے بدنام زمانہ
ارت سے شادی کر کے مجھے آپ سے بھی شرمندہ کروایا..... کشمی دیوی نے بغور
ڈال کو دیکھا۔

مجھ سے..... راجبھار کا اپنا فعل ہے..... تمہارا اس میں کیا دوش..... وہ حیران ہو
اٹے۔

میں اس کے لئے شیشل جاہتی تھی..... شیشل میرے من کی سیوا تھی..... کشمی
کی انفرادہ ہو گئیں.....

ایمانت سوچو..... تمہارا کوئی اور پینا ہو تا تو شیشل اس کی دہن بنتی..... بھگوان کو
منظور تھا..... کوئی دشواش من میں لانے کی ضرورت نہیں..... سنٹوش کھلے دل کے
لی تھے۔

آپ نے شاکر دیا نا..... وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولیں

او ہو..... کشمن..... ہمارے من میں تو ایسی کبھی موج بھی نہیں آئی.....
ما معطوم ہے میرا یو اور وسیع القلب اور کثیر النظر ہے..... وہ ہنس دیئے.....
کھائی..... وہ خوش ہوتے بولیں۔

اگلے بج..... تم کسی قسم کا فکر نہ کرو..... ہماری محبت تمہارے لئے جوں کی توں
وہ بے لوث انداز میں بولے۔

Thank You..... بہت شکریہ بھائی..... مجھے فخر ہے اپنے بھائی پر..... وہ
کے لازوال دیئے اپنی آنکھوں میں روشن کرتے بولیں۔

من خوش رہو..... تمہارے بسیا کی یہی آشا ہے۔ وہ مسکرا کر کشمی دیوی کے سر پر

کشمی دیوی نے ٹیک ہٹا کر آنکھیں صاف کیں.....

جینا جی سیوک رام کو بھگوان لے گئے..... جنہیں ہم روک نہ سکتے تھے.....
دوش بھی کیا تھا نا پر..... سنٹوش پاس بیٹھے خاصا غزودہ لگتے گئے تھے۔

بس یہی چٹا گئی رہتی ہے..... اس بڑے سنسار میں اکیلے رہ گئی ہوں..... وہ؟
ترب سے بولیں۔

اپنے آپ کو مت اکیلے جان سمجھو..... تیرا بھائی تیرے ساتھ ہے..... تمہیں
ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... دل کی بات کہہ نہ مجھ سے..... وہ بڑی چاہت
کشمی دیوی کو دیکھ کر بولے۔

اسی لئے تو آئی ہوں..... کشمی دیوی بولیں۔
رہی کو نہیں لے کر آئی..... وہ چونکے.....

اسے تائے بغیر آئی ہوں.....
کیوں؟.....

اس لئے کہ اس کے روبرو کھل کر بات نہ ہو سکے گی..... ضروری مشورہ کر:
کشمی دیوی نے ٹیک لگائی۔

یہ ایک دن آئی تھی..... سنٹوش نے کشمی دیوی کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔
پھر تو آپ کو ساری بات کاظم ہو گیا ہو گا..... کشمی دیوی چوٹیں۔

ہاں..... لیکن میں تمہاری زبانی سنا چاہتا ہوں..... سنٹوش نے کہا۔
بھیا..... بھائی اٹھا کہاں ہیں..... آئی نہیں ہے..... کشمی دیوی حیرت زدہ

میں بولیں۔

کو تیا سے ملنے گئی ہے..... رگو کی موت کا کو تیا پر زیادہ اثر ہو گیا ہے.....
سنٹوش نے کہا۔ رگو کو تو شراب نوشی نے مارا ہے۔ زیادہ پی کر اس کے اعصاب
ہو گئے تھے۔

رام..... رام..... کشمی دیوی نے انتہائی نفرت سے کانوں کو ہاتھ لگایا۔
کو تیا تو یوں لگتا ہے جیسے مر گئی ہو..... موت کی منتظر ہے جیسے

بولے۔
کیسی ہے..... بیمار رہے گی ہے۔ کشمی دیوی بولیں۔

’کی نہ کہنے والی بات کی چھایا کچھ کر وہ حیران رہ گئی۔

رتی درپن سے زیادہ نوس ہے..... بلکہ بچپن سے اب تک اس نے صرف درپن کو
دیکھا ہے..... سنشوش نے جیسے کشمی دیوی کے گوش گزار کرنا چاہا۔

یہی میں محسوس کر رہی ہوں..... کہیں رتی اور درپن ایک دوسرے کو پسند تو نہیں
لے..... بلکہ وہ کرتے ہیں..... کشمی دیوی نے سوچ کر کہا۔

میں نے رتی کی آنکھوں میں وہ چمک دیکھی ہے..... اس کی معصوم چمپیر چھاڑ میں
نہن کی چاہت کا غصہ لگتا ہے۔

میں بھی محسوس کرتی ہوں..... کہ رتی دلچسپی رکھتی ہے..... کشمی دیوی اقرار سے
ہار نہ کر سکیں۔

درپن اچھا نوجوان ہے..... سلجھی ہوئی طبیعت کا مالک..... سنشوش کھوٹے گئے۔
وہ مسلمان بھی تو ہے..... اور ہندو مسلم کا میل نہیں ہو سکتا بھیا..... جیسے کشمی

ہی کو درپن کے مسلمان ہونے کا افسر ہو اہو۔
یہی میں بھی سوچتا ہوں..... اگر درپن ہندو ہو تا تو رتی کا جوڑ تھا..... لیکن.....

امن..... سنشوش ایک دم چونک گئے.....
دیکھو..... درپن نے پرورش تو پوجا کی گود میں پائی ہے..... اس کا طرز تمدن سارا

اہ ہے.....
اس سے کیا ہوتا ہے بھیا..... بلند خان کو کون نہیں جانتا..... وہ باقی تھا..... اور

دی ملری اس کی شکل و صورت سے آشنا ہے..... کشمی دیوی نے جمجوری طاہر کی۔
لوگ جانتے ہیں کہ درپن بلند خان کا بیٹا ہے۔ سنشوش نے کہا۔

اور کیا..... ایک تو درپن کی صورت ہو ہو بلند خان سے ملتی ہے..... وہ عام نظر
بلند خان کی شبیہ ہی نظر آتا ہے..... میرا دل نہیں مانتا..... وہ مجبور سر کو انکار

لاتے بولیں۔
پر اہم ہے..... تم رتی سے گوتم کے بارے میں بات کرو..... سنشوش نے کہا۔

رتی ہوں کہ اگر رتی نے انکار کر دیا تو مجھے ٹپس آجائے گا..... اور ہماری بہن انکار
کی عادی نہیں..... سنشوش نے ہنسنے ہوئے کشمی دیوی کی بات مکمل کر دی.....

جی ہاں..... وہ نوس دیں.....

ہاتھ رکھتے ہوئے۔

کشمی دیوی نے ہاتھ پکڑ کر آنکھوں کو لگا لیا۔ میرے پاس بیٹھا آئی تھی۔

وہ ملازم کو دیکھ کر بولے جو انتہائی قیمتی ٹرائل میں انواع و اقسام کی چیزیں رکھے چاہتھا۔

رکھ دو بابا..... میں بناتی ہوں چائے..... کشمی دیوی بوڑھے خانم سے ٹرائل
بینڈل پکڑ کر اپنے قریب کرتے بولیں۔

سکھی رہو..... بیٹیا..... بوڑھا حاجت سے دیکھتا ہل کر گیا۔
چند لمبے دونوں خاموش رہے۔

لیجئے..... کشمی دیوی نے کپ سنشوش کے سامنے رکھا..... اور دوسرا خود لے
کھاؤ..... سب تمہارے لئے ہے.....

بھیا..... اب کہاں وہ وقت..... مجھ سے کچھ بھی نہیں کھایا جاتا..... کشمی
نے مسکراتے ہوئے معذوری کا اظہار کیا۔

کوئی بات نہیں..... ملازم پیک کر دے گا۔ سنشوش نے کہا اور کشمی دیوی مکمل کھا
پس دی۔

وہ بغور دیکھ کر افسردہ ہو گئے۔
بھیا..... کیا دیکھ رہے ہیں آپ..... کشمی دیوی کو حیرت ہوئی۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بہن قیمتی کتنی اچھی لگتی ہے..... کشمیں..... تم خوش
کرنا..... ہو گیا سو ہو گیا..... سنشوش نے جیسے انتہائی۔

کیسے خوش رہوں بھیا۔ میرے جیون میں اب خوشی کہاں۔
ایسا مت سوچو..... اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔ سنشوش نے کہا

میں رتی کے لئے بہت پریشان ہوں..... بیٹا گوتم کے لئے اسے مانگ رہی ہے کہ
رتی کے لئے بعد ہے..... کشمی دیوی نے تشویش ناک انداز میں کہا۔

میرے پاس بھی بیٹا نہ یہی کہا تھا کہ وہ گوتم کے لئے رتی ہی کو پسند کرتی ہے.....
نہیک ہے..... گوتم ہر لحاظ سے رتی کے ہم پلہ ہے۔ عزت دولت سب کچھ

ان کے پاس..... لیکن وہ خاموش ہو گئے۔
کیا مطلب..... آپ رک کیوں گئے۔ کشمی دیوی کو کھکا..... سنشوش کے چہرے

پر

وہ کو بتا سے ملنے گئی تھی..... شیشیل اور اے کے بغیر سوتا سوتا محل لگتا ہے۔ کشمی
 اپنی اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئیں.....
 رتی..... وہ پلٹ کر رتی کو پکاریں..... جو جاری تھی.....
 بی ماما..... رتن چہرے کو موڑ کر بولی.....
 میرے کمرے میں آؤ..... کہاں جاری ہو..... کشمی دیوی نے ذرا تلخ انداز میں

درہن کے پاس ماما..... اس نے شام کو آنے کا کہا تھا۔ وہ بڑی معصومیت سے بولی۔
 نہیں جاتا..... میرے کمرے میں آؤ..... تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔
 مجھ سے..... وہ تذبذب کے عالم میں کشمی دیوی کے ساتھ اندر چلی گئی.....
 بیٹھو..... کشمی دیوی نے کہا۔
 جہیں معلوم ہے ناکہ میں بیمار رہتی ہوں..... وہ چند لمحوں پر غور کر لیں۔
 علاج ہو رہا ہے نا آپ کا..... درہن کہتا تھا ماما بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔ وہ
 پیشان کی ہو گئی۔

ہاں..... علاج تو ہو رہا ہے..... لیکن روح کا کھانا کون مندل کرے گا۔ وہ بڑے
 اکھ سے بولیں۔
 کیوں ماما..... ایسی دل کھنی کی باتیں تو نہ کریں..... وہ بڑے مضطرب انداز میں
 کشمی دیوی کے پاس بیٹھ گئی.....

میرے جیون کے دھوپ ڈھلتی جا رہی ہے بیٹی..... تیرے پاپا کی موت نے میرا اندر
 مہلتی کر دیا ہے..... چند برس بیت گئے..... پھر بھی یوں لگتا ہے چند سے کی بات ہو۔
 ان کی روح میرے آس پاس ہی رہتی ہے..... کشمی دیوی حد درجہ بھری ہوئی لگ رہی
 تھیں..... یوں جیسے اپنے بدن کی کرپیں سمیت رہی ہوں..... جسم کا شیش محل ٹوٹ
 چکا ہو۔

پاپا کی یاد تو محل کے کونے کونے میں بکھری ہوئی ہے..... پاپا بھولتے نہیں ہیں۔ رتن
 مول و پریشان ہو گئی۔

میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ وہ بولیں۔
 کیا..... وہ ایک دم خوفزدہ ہو گئی۔

بھائی..... میرا خیال ہے میں رتی کی دجائے درہن سے بات کروں..... کشمی
 نے ترکیب نکالی۔
 ٹھیک ہے..... ایسا کر کے دیکھ لو..... درہن ضرور رتی کو سمجھا دے گا۔
 سنٹوش نے کہا۔

رتی اس کی بات بھی مانتی ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔
 کو شیش کر لو..... ایک بات ہے..... درہن کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.....
 لیکن رتی کو کسی بھی رشتہ کے لئے مجبور ہرگز نہ کرنا۔ وہ خاموش کھڑی ہو گئیں.....
 آپ کب آئیں گے..... بھائی ایشا کو لایے کسی دن..... وہ جانے کے موا
 بولیں۔

رات کو چلی جاتا..... رتی کو فون کر کے بلا لیتے ہیں..... سنٹوش نے کہا۔
 نہیں بھائی..... چلتی ہوں اب..... بچوں کا فون آیا..... کشمی دیوی نے کہا۔
 ہاں..... شیشل اکثر فون کرتی ہے..... برطانیہ میں اس کی پسندیدہ یونیورسٹی
 داخلہ مل گیا ہے..... اے بھی ٹھیک ہے۔ وہ بڑے قفاخر سے بولے

اچھا کیا..... بھگوان کی دیائے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں گے دونوں بچے.....
 دیوی سنٹوش کے ساتھ چلتے چلتے بولیں..... گاڑی قریب آچکی تھی..... ڈرائیور نے
 دروازہ کھولا..... اور کشمی دیوی بیٹھ گئیں..... وہ سوچتے سوچتے واپس پلٹ آئے۔
 کشمی دیوی گاڑی سے اتر کر غلام کر دوش سے ہوتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل

.....
 ماما..... ماموں کے ہاں گئی تھیں..... مجھے کیوں نہیں ساتھ لے کر گئیں۔ وہ
 ہوئی کشمی دیوی کے پاس منہ بسورتے ہوئے کھڑی ہو گئی.....
 تمہارے ماموں سے ضرور بات کرنی تھی..... وہ ساتھ ساتھ چلتی ہوئی بولیں

میرے سامنے بات نہیں ہو سکتی تھی۔ رتن نے کہا۔
 نہیں بیٹا..... تمہارے سامنے کرنے والی بات نہیں تھی..... آج تو ایشا بھی
 تھی..... تمہارے ماموں اکیلے ہی تھے محل میں..... کشمی دیوی جیسے صفائی پڑ
 رہی تھیں۔

ایشا آئی انہی تھیں۔

اس وقت کیوں آئی ہو..... مانے نکال دیا گھر سے..... اگر نکال دیا تو اچھا
 آ جاؤ میرے پاس..... وہ آخر خیر ہو گیا۔
 اور بن..... مانے کہا ہے..... کہ میں شادی کر لوں..... رتن بخیدگی سے بولی۔
 شادی..... کس سے..... درپن کے بیروں تلے سے زمین نکل گئی۔
 تو نہیں بتایا..... ویسے مانا..... درپن کا بیان بہت ہیں..... درپن کی چھٹی حس بیدار
 ملی تھی..... لیکن وہ ابھی زبان پر لانا نہیں چاہتا تھا..... وہ اندازہ تو لگا چکا تھا۔
 رتی..... مجھے بتاؤ بیٹی..... آخر بات کیا ہے..... پوچھا رتن آتے بولی۔
 درپن خاموش اسے دیکھ رہا تھا۔ قوت گویا جیسے سلب ہو چکی ہو۔
 پوچھا..... ماما میری شادی کر دینا چاہتی ہیں..... وہ آہستہ سے بولی..... جیسے کشمی
 کی لاش کو دیکھ کر رہی ہو۔
 شادی تو ہر لڑکی کی ہوتی ہے..... اس میں ایسی پریشانی کی کیا بات ہے۔ پوچھا درپن کو
 امردہ دیکھ چکی تھی۔
 پوچھا..... شادی ہو جائے تو لڑکی بیبا کے ساتھ دوسرے دیس چلی جاتی ہے نا
 وہ بولی۔
 ہاں بیٹی..... ایسا ہی ہوتا ہے..... راجہ مہاراجے بھی اپنی بیٹیاں گھر میں نہیں رکھ
 سکتے..... سنسار کی ریت ہے بیٹی..... درپن خاموش کھڑا تھا۔
 لیکن..... میں..... تو نہیں جانتی نا پوچھا..... وہ درپن کو دیکھ کر بولی۔
 کیوں پوچھا چوکی۔
 درپن تو یہاں سے نا..... اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں گی..... وہ درپن کے چہرے کو
 مسرت واپس کا مرقع بن کر دیکھنے لگی..... وہ بت بنا سے دیکھتا رہا۔
 درپن..... تمہارے پاس رہوں گی نا میں..... وہ بے خودی کے عالم میں درپن کے
 شانے ہلاتے بولی۔
 بہت دیر ہو چکی ہے رتی..... چل تجھے محل چھوڑ آؤں..... وہ سیدھے سادے
 الفاظ میں رتی کا چہرہ ادا کیا کر بولا۔
 ہاں..... بیٹاری تو چھوڑ آؤ..... شب کے نو بج چکے ہیں۔ پوچھا سانسے آؤ پر اس
 کاک کو دیکھا۔

اس سے پہلے کہ میرے جیون کی شام ہو جائے..... تیرا گھر آباد ہو جائے۔ کشمی
 دیوی نے معصومی سر رتن کو بخور دیکھا..... جس کا چہرہ انتہائی دلکش اور جاذب نظر لگا
 ہے..... وہ تو تازہ گلہب کے پھول کی طرح نظر آ رہی تھی..... اس کے رخساروں
 پھوٹنے والی شفق میں آکاش کا سورج ڈھلتا نظر آ رہا تھا..... یوں جیسے کمرے کا ماحول ابا
 گوں ہو جائے۔ کیا دیکھ رہی ہیں..... اپنی طرف مٹھو رتی کشمی دیوی کو پر سکون انداز میں
 دیکھ کر رتن نے کہا۔
 کتنی پیاری ہے میری بیٹی..... بھگوان تجھے سکھی رکھے۔ کشمی دیوی نے ہاتھ بڑھا کر
 رتن کے بالوں کو سنوڑا.....
 میں..... آپ کہتی ہیں نا..... اور وہ..... درپن جب بھی جھگڑا کرتا ہے.....
 یہی کہتا ہے میں بہت بری ہوں..... لڑتی رہتی ہوں اس سے..... ماما وہ نصیحتیں بہت کرتا
 ہے۔ بس پڑھ کر مرادی لال بناتا رہتا ہے..... اس کے ساتھ ہی وہ ہنس دی۔
 وہ ضرور تمہیں کوئی اچھی بات ہی کہتا ہو گا..... کشمی دیوی بھی ہنس دیں.....
 کیا معلوم..... کیا کیا باتیں کرتا ہے..... رتن ہنس دی.....
 آپ کیا کہتے والی ہیں ماما..... بتائیں نا..... رتن نے اصرار کیا۔
 بیٹی..... میں جانتی ہوں کہ تمہاری شادی کر دی جائے..... کشمی دیوی ایک دہ
 بولیں۔
 شادی..... ہائے رام..... مانا..... وہ انگلیوں پر آنچل لپیٹ کر سے بھاگ گئی۔
 چنگ..... وہ اس کی معصومانہ اداسے مسکراتی ہوئی اپنے بستر پر لیٹ گئیں..... اور
 وہ جھٹ پٹ بھاتی پانی مغربی باغ کو عبور کرتی درپن کے پاس پہنچ گئی۔
 ٹھک ٹھک..... پوچھا..... دروازہ کھولو..... دیکھو..... واپس آگئی ہے رتی.....
 بھگوان بھلا رکھیں..... اپنے کمرے سے پوچھا کہا۔ اور بھاگ کر ایک دم درپن نے
 دروازہ کھول دیا۔
 رتی..... اتنی رات کو..... واپس آگئی..... کیا ہوا..... وہ رتن کو اپنے قریب
 کرتے بولا۔
 اندر آؤ..... بتاتی ہوں..... وہ درپن کے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔
 بڑی جگت میں درپن نے دروازہ بند کیا اور لپک کر اندر داخل ہوا۔ جلدی بتاؤ گی

چلو..... درپن نے رتی کا بازو پکڑا اور محل کی طرف چل دیا۔

چلو..... اندر کمرے میں۔ درپن نے رتی کو اندر جانے کو کہا۔

آ جاؤ نا..... غمبہر کے پتلے چانا..... وہ پلٹ کر بولی۔

نہیں..... تم چلو..... سو جاؤ جا کر..... وہ چلا..... لا تعداد آشاؤں کا۔

..... ایک ایک قدم سو من کا.....

درپن..... وہ پھر اس کی طرف آئی۔

تم چپ کیوں ہو..... درپن کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولی۔

کچھ نہیں..... تم جاؤ اندر..... صبح ملیں گے..... جاؤ شاہاش وہ بچوں کی.....

اسے پیکار کر بولا۔

اچھا..... وہ بادل خواست اسے دیکھتی ہوئی اندر چلی گئی۔

اور دھلے ہوئے جواری کی طرح پلٹ آیا.....

آگے..... بیٹا..... پوچھا ابھی تک مہمن میں کھڑی تھی.....

ہاں..... اماں..... اسے چھوڑ آیا ہوں۔

وہ سست روی سے پوچھا کہ تم اپنے کمرے میں سی آگیا۔

مجھے وہ شواش ہے کہ ٹیٹا نے کوئی پکڑ چلایا ہے۔ پوچھا نہ بیٹھے ہوئے کہا۔

میرا خیال ہے مانا گو تم کے لئے کہہ رہی ہوں گی۔ وہ سوچ کر بولا۔

کیا..... پوچھا جانے چوٹ کر کہا۔

ٹیٹا آگئی ہے گو تم کے لئے رتن کو پسند کیا ہے۔ درپن نے کہا۔

رتن تو ایسا بھول ہے جس کو کون پسند نہیں کرے گا۔ پوچھا بخیر جی سے بولی۔

پوچھا..... اب کیا ہو گا..... آپ نے رتی کے تیور دیکھے۔ درپن نے کہا۔

ہاں..... وہ درہی طرح بوکھلائی ہوئی ہے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ پوچھا کورتن

رحم آ رہا تھا۔

اماں..... ماماں جائیں گی۔ وہ بولیں جیسے ڈوبنے لگا ہو۔

گو تم کے لئے۔ وہ بولیں۔

ہاں..... خیال ہے بیٹا..... سوائے گو تم کے اور اہل محل کے ہم پہلہ کون ہے.....

پوچھا غصہ سا اس نے لیا۔

لیکن وہ تو گو تم کو پسند نہیں کرتی۔ درپن بولا۔

رتن کے پسند کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے..... کشمی دیوی کی مرضی ہے

پوچھا۔ درپن کے چہرے پر بڑا کرب دیکھا..... وہ ٹوٹا ہوا نظر آ رہا تھا..... جیسے

اٹھ سے دھرتی پر کسی غیر مرئی طاقت نے منہ بن دیا ہو۔ اور اس کا وجود ہزاروں کھڑوں کی

ذرت میں کائنات میں سمٹ جائے۔ وہ چاہے بھی تو متحد نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ صرف دیکھتا رہا..... ساکن..... بے حس و حرکت برف کے تودے کی طرح۔

بیٹا..... لیت جاؤ..... اور سونے کی کوشش کرو..... پوچھا جینے بے قرار دل

کی تڑپ دبا کر باہر نکل گئی۔

نیند کہاں ہے اب میری آنکھوں میں..... رتی تم کیا جان لیو اخیر سنا گئی ہو..... میں

اب تمہاری جدائی کیسے برداشت کروں گا..... رتی..... وہ حواس باختہ سائستہ پر گرا

اور آنکھیں موند لیں..... لیکن ذہن پکتے چھوڑے کی طرح رستا رہا..... دل کی ہر

دھڑکن کے ساتھ رتن چاروں جانب اس کو حصار میں لے ہوئے تھی..... جنم لینے ہی

اس نے صرف رتن کو دیکھا تھا۔ رتن اس کے قلب و جگر پر پوری طرح قابض تھی.....

تمام شب اس نے تڑپ کر گزار دی..... اگر وہ جین کھو بیٹھا تھا تو کیا رتن نے جین پنا

لیا ہو گا.....

ہرگز نہیں..... وہ بھگوان کی مورتی کے پاس جاتے ہی تڑپ تڑپ کر رو دی.....

بھگوان..... مجھے چاہیے..... میرا تو بس درپن ہی ہے..... میں اس بن نہیں جیوں

گی..... مر جاؤں گی اس بن..... بھگوان میری آشا کو امرت بنا دیجئے..... میں گو تم

کے ساتھ شادی نہیں کروں گی..... وہ بھگوان کی مورتی کے سامنے روتی ہی.....

بگتی رہی..... نہیں..... میں تو بس درپن کو پیار کرتی ہوں..... وہ یہ میرا ہے.....

درپن تمہیں رام قسم..... بھولنا نہیں مجھے..... وہ خود سے ہی ہم کام رہی..... جہاں

اسے اپنے آپ میں درپن نظر آ رہا تھا.....

دن یوں ہی پرلگ کر پچھی کی طرح اڑتے رہے۔ حالات کی ڈور طویل سے طویل تر

ہوتی رہی..... وہ شب و روز خاموش درپن سے جدائی کے غم میں کھلتی رہی..... کئی

دنوں سے وہ کشمی دیوی سے بھی نہیں ملی تھی..... کشمی دیوی اس کی اداسی کو اچھی

طرح سمجھتی تھیں۔ اپنے کمرے میں صوفے پر دراز ضروری کاغذات کی جانچ پڑتال

کر تے نہیں ایک دم خیال آیا اور فوراً کمال تیل پر انگڑا رکھ دی۔

دیوی جی ملازمہ مودب ہاتھ جوڑے داخل ہوئی۔

راجکارا..... اپنے کمرے میں ہے... اسے کہو..... ہم نے بلایا ہے۔ کاشمی

نے سخت انداز میں کہا۔

بہتر سرکار۔ ملازمہ لوٹ گئی۔

اور دوسرے لمحے راجکارا داخل ہوا۔ آپ نے بلایا ملا۔ وہ سامنے صوفے پر بیٹھ

ہوئے ہوا۔

ہاں..... میں نے تمہیں بلایا ہے۔ وہ صوفے کی پشت پر ٹیک لگا کر بولیں۔

فرمائیے..... کیا حکم ہے۔ وہ مسکرا کر بولا۔

طوائف کی ساحری سے باہر نکلے ہو کہ نہیں۔ کاشمی دیوی نے بغور اس کی طرف

دیکھا۔

اما..... وہ میری جتنی ہے..... میں اس قسم کی گفتگو کم از کم اپنی جتنی کے لئے پہ

نہیں کروں گا۔ وہ ایک برواٹھا کر بڑے باغیانہ انداز میں بولا۔ جس میں ناگواری بھی شامل

تھی۔

تم شاید یہ بھول گئے ہو کہ کس سے مخاطب ہو..... کاشمی دیوی کچھ تھرا سی گئیں۔

اما..... میں نے آپ کو پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ مجھے اپنے ڈھب سے جیون گزارنے

دیں.....

اپنے ڈھب سے زندگی گزارو..... تمہیں کون منع کرتا ہے..... کاشمی دیوی چلا کر

بولیں.....

تو پھر کیا مسئلہ ہے..... مجھے ہر بار ٹارچہ کیوں کیا جاتا ہے..... میرے تمام حقوق

غصب کروائے گئے..... مجھے اپنا حق چاہئے..... وہ اصل موضوع کی طرف آ گیا۔

کیا وہ تم حق مانگ رہے ہو..... شرم آتی چاہئے تمہیں..... کاشمی دیوی طیش میں

بولیں۔

شرم..... کس بات کی..... کیا میں سیوک رام کا سپوت نہیں ہوں..... بتائیے.....

وہ پاؤں پیچ کر بولا۔

تم سیوک رام کے سپوت ہو..... لیکن تم نے مجھے بہت نراش کیا ہے۔ وہ بڑی

باہر سانہ چلے آئے اے دیکھ کر بولیں۔

بس میں نا..... کہ میں نے اپنی پسند سے شادی کر لی..... وہ پھر عداوت پار کر گیا۔

لہجے میں سرکشی تھی۔

تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا..... اس محل میں شیش کو ہی ہونا چاہئے تھا۔ وہ امید

بھرے لہجے میں شکستہ لہجے میں گئیں۔

میں کب انکار کر رہا ہوں..... لے آئیے شیش کو..... وہ کمال ڈھٹائی سے بولا۔

بکواس بند کرو..... تم جس قابل تھے..... تمہیں مل گیا۔ کاشمی دیوی بڑے ریکٹ

انداز میں متنبہ ہوئیں۔

کیا مطلب؟ وہ چونکا

مطلب یہ کہ تمہیں ایک اچھی لڑکی کی بجائے طوائف کی ضرورت تھی..... تمہیں

مل گئی..... بس..... اور کیا چاہئے..... تو مسخرانہ لہجہ اختیار کر گئیں۔

اما..... کیا طوائف اور لڑکی میں فرق ہے۔

وہ ہنس دیا۔ شادی کاشمی دیوی کی باتوں میں اسے رقابت کا عکس نظر آ رہا تھا۔

بہت فرق..... طوائف ایک ایسا جام ہے..... جو کتنے ہی ہاتھوں میں گردش کرتا

ہے۔ وہ ایسا خود رو پھول ہے جسے ہر راہ گیر ہوا کہ توڑ سکتا ہے..... وہ ایک سر راہ جھمرا

ہے۔ جس سے ہر پیا سا لڑکی پیاس بجھا سکتا ہے.....

اما..... چپ ہو جائیے..... میں اس قدر تحقیر برداشت نہیں کروں گا..... مجھے

میرے حصے کی تمام جائیداد دے دی جائے۔ وہ تن گیا۔

ہرگز نہیں..... تمہارے پاس ایک فیکٹری ہے..... بہت ہے۔ وہ جوش میں کھڑی

ہو گئیں.....

میں..... میں..... درپن کو قتل کروں گا..... نہیں چھوڑوں گا اس کو.....

راجکارا..... وہ دل تمام کر دو بارہ بیٹھے گئیں..... ان کی آواز ان کے حلق میں اٹک گئی۔

اما.....

رتن نے آتے ہی کاشمی دیوی کو سہارا دیا..... اما..... کیا ہو گیا ہے آپ کو.....

بھائی کو دے دیں سب کچھ..... وہ کھڑا دیکھتا رہا.....

کیوں دے دوں اس کو..... تیرے ہاتھ کتنی محنت سے اس کا رو پار کو آگے بڑھایا

کشمی دیوی نے احسان مند لگا ہوں سے درپن کو دیکھا..... اور ماضی ایک تصویر کی
ابن کر اس کی لگا ہوں میں پھر نے لگا۔
یہ نوجوان..... کتنا پوڑے..... ماضی میں اس قدر خالص سلوک اس کا کل میں آتا
و تھا..... وہ میرے سامنے سہا سہا سا رہتا تھا..... پھر بھی اس قدر محبت..... ہے
اٹ چاہت..... میری کو کھ سے جھم لینے والا میرا ہمدرد اور نمکسار نہیں ہے..... اس
ہو رام جی نے پرورش کیا ہے..... پو چا کی گود میں پرورش پائی ہے۔ یہ بلند خان کا اچھا
ہے..... بلند خان بھی رام جی کا ہمدرد نمکسار تھا۔ وہ عجیب عجیب خیالات میں اتنی
ذات طے کر گئیں کہ ان کو احساس ہی نہ رہا کہ وہ کہاں ہیں.....

جب رتی اور درپن اس پر جھکے ہوئے تھے.....
اما..... اب سانس کیسا آ رہا ہے..... درپن نے کہا۔
اب ٹھیک ہوں..... درپن بیٹا..... جا گھر چلیں..... وہ بڑی چاہت بھری نظر
پن پر ڈال کر بولیں۔
رتی کہاں ہے..... وہ بولیں
رتی..... ابھی تو یہاں تھی..... رتی..... وہ پلٹا..... کمرے سے نکل کر باہر آیا
..... اس نے دیوار سے ٹک لگائے رتی کو..... دوتے دیکھا۔

دیوانی ہو گئی ہو..... اما ٹھیک ہیں..... آؤ..... وہ اپنے ہاتھوں سے رتی کے
نہاروں پر سے پہنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوا..... اس کی تسکین بند گئی تھی۔
بس..... خاموش..... تمہیں معلوم ہے..... تمہارے اس طرح رونے سے اما کو
کھ ہوا..... وہ درپن کے شانے سے لگی بلک بلک کر رو دی..... بس چپ.....
بچے یوں نہیں روتے ہیں..... وہ بڑے بزرگ کی طرح اس کے چہرے کو اپنے
ہب لا کر محبت سے رخساروں پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے ہوا۔
آؤ..... دونوں اندر چلے گئے۔

دو روزی تھی رتی..... تو پاگل ہے..... ابھی تو تمہیں..... کشمی دیوی بڑے دکھ
..... دونوں ہاتھ پھیلا کر رتی کو ساتھ لپٹا رہے بولیں۔
اما..... مت ایسی باتیں کریں..... کیا ہے..... اچھی سہلی تو ہیں..... وہ جا.....
ہر کہ کشمی دیوی کو مطمئن کرنا چاہتا تھا..... تاکہ کہ جو ڈاکٹر کیڈی اس را.....

ہے..... میں ان کمزور ہاتھوں میں دے دوں..... وہ ہانپ رہی تھیں۔
وہ سب برباد کر دے گا..... ایک فیکٹری کا دیوالیہ نکال دیا ہے اس نے..... تمہارا
کیا خیال ہے سارے کاروبار کا دیوالیہ نکال دے..... وہ سانسوں کے زیرِ دم میں آہستہ
آہستہ بولیں۔
اما..... آپ چپ کریں.....

رتی..... کیا ہوا اما کو..... اس نازک وقت میں درپن کو دیکھ کر کشمی دیوی نے جیسے
سکون کا سانس لیا ہو۔
اما..... طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کی..... وہ کشمی دیوی پر جھک کر بڑی محبت اور
اپناہیت سے بولا۔
مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو درپن..... مجھے سانس ڈک کر آ رہا ہے..... وہ اچھا آئیز
لے جی میں بولیں۔

رتی نے درپن کی طرف دیکھا..... اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔
یو قوف ہو تم..... کیا ہے اما کو..... کچھ بھی..... نہیں شین ہے..... وہ رتی کے شانے پر
تھپکی مار کر بولا۔

درپن..... اما.....
راجہ کو میں نے اندر سے نکلے دیکھا ہے..... وہ بڑی غلت میں تھا..... درپن نے
پلٹ کر.....
درپن..... اما کو سانس کیسے آ رہی ہے..... وہ چہرہ صاف کرتے ہوئی۔

تم مت پریشان ہو..... میں اما کو ابھی کیڈی کے پاس لے جا رہا ہوں..... چلو
.....
درپن..... میں..... مرد رہی ہوں..... کسی باتیں کرتی ہیں..... درپن نے
محبت سے غمخوار..... جذبے کے تحت کشمی دیوی کو بازوؤں پر اٹھایا اور گاڑی تک لے گیا۔
کمرے سے پورے چابک ملا زمین کی ایک لمبی قطار بھلوان سے دعا گو تھی.....
میں چل لوں گی بیٹا..... دور رستے میں بولیں۔
نہیں..... اما..... جب آپ کا بیٹا زندہ ہے تو پھر..... کیوں آپ دکھ کہیں
..... وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹاتے ہوا۔

تم کیا کیا share کرو گے..... یہاں دکھوں کے انبار لگے ہوئے ہیں..... اک
 لہ دھوپ میں نہ ختم ہونے والی مسافت..... میرا جیون خوفناک عفریت کا شکار ہے
 بیٹا.....
 ان کی آنکھوں سے آنسو لڑھک لڑھک کر رخساروں پر بہتے رہے..... جن کو رتن
 پہلی اودھنی میں سموتی رہی۔
 دودن اسی طرح گزر گئے..... ڈاکٹر سے اجازت لے کر درپن لکشی دیوی کو محل
 واپس لے گیا..... ڈاکٹر نے دونوں اور گزر جانے کے بعد آنے کا کہا تھا..... وہ ڈاکٹر
 دیوی کی ہدایت کے مطابق وقت مقررہ پر ڈاکٹر کینڈی کے پاس پہنچ گیا۔
 دیوی جی..... کیسی ہیں آپ..... کیا Feel محسوس کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر نے بیٹھنے کا
 اشارہ کرتے کہا۔

اچھا فائل feel کر رہی ہیں..... درپن نے دیکھا..... ڈاکٹر کینڈی نے اپنے میز کی
 اراڑے سے ایک فائل نکالی.....
 شٹ آچکے ہیں دیوی جی کے..... مسز سیوک رام..... ٹیٹ تسلی بخش نہیں
 ہیں۔ ڈاکٹر نے مجبور کہا۔
 جی..... ماما ٹھیک تو ہو جائیں گی نا..... وہ بری طرح تڑپ گیا۔
 God is great..... وہ سب کچھ کر سکتا ہے..... اس کے اختیار میں ہے۔
 ڈاکٹر کینڈی نے سادہ سے چہرے کے ساتھ اپنی طرف سے درپن کو مطمئن کرنا چاہا۔
 ڈاکٹر..... ماما کو بیماری کیا ہے..... وہ پراصرار انداز میں بولا۔
 سننا چاہتے ہو۔ ڈاکٹر نے کہا۔
 سننا چاہتا ہوں..... آخراں کو آرام کیوں نہیں آتا..... علاج میں تو کوئی کمی نہیں
 آپ بتائیں نا..... بتائیں ڈاکٹر..... وہ ڈاکٹر کینڈی کا شانہ ہلاتے ہوئے بولا۔
 مسز سیوک رام کو پیچھڑوں کا کینسر ہے۔
 کینسر..... وہ چلا اٹھا.....

میں نے ابھی تک اس بات کو چھپانے رکھا تھا..... آپ مریض سے چھپانے رکھیے
 بیماری ایسی ہے کہ سننے ہی مریض آدمی زندگی سے تھک دھو بیٹھتا ہے۔
 ٹھیک ہے ڈاکٹر..... کیا اگر ماما کو باہر لے جایا جائے تو..... وہ ڈوہتے ڈوہتے ابھرا۔

ڈگری پانڈ ہے..... کچھ نہیں بتا رہا..... ضرور ماما کو خاص بیماری ہے..... وہ آہ
 آہستہ برف کے تودے کی طرح پھیل کر اس قدر کمزور نہ ہو جائیں۔
 تم مجھے تراش نہیں کرتے..... درپن..... میں جانتی..... میری سانس کی ڈا
 جگہ جگہ سے شکستہ ہے..... کسی وقت بھی ٹوٹ سکتی ہے۔ انہوں نے آنسوؤں
 اٹھنے والے سیلاب کو روکنے کے لئے چہرہ دوسری طرف کر لیا.....
 اف..... یہ وہ عورت تھی..... جس نے بھی شکست قبول نہیں کی تھی.....
 کمزورپن نے لکشی دیوی کے کمزور سفید ہاتھ کو چوم لیا۔
 ڈاکٹر کینڈی کے اندر آتے ہی درپن اور رتن دونوں ایک ساتھ کھڑے
 گئے۔

God is great..... (خدا بڑا ہے) دیوی جی..... دل چھوڑ دیا..... اا
 کینڈی مسکرا کر بولے۔
 نہیں ڈاکٹر..... ماما ایک مضبوط سسٹم کی مالک ہیں..... درپن نے کہا۔
 مجھے معلوم ہے..... دیوی جی مضبوط اعصاب کی مالک ہیں..... ان میں ضبا
 اور ہونا بھی چاہئے..... ڈاکٹر کینڈی نے درپن کو بہور دیکھا.....
 ڈاکٹر..... میں ٹھہر جانا چاہتی ہوں..... لکشی دیوی نے بوریٹ محسوس کی۔
 دودن اور درپن کا پڑنے کا..... چٹوشتی باقی ہیں۔ ڈاکٹر کینڈی نے خاموش بیٹھی
 کو دیکھا۔
 ڈاکٹر..... مجھے بیماری کیا ہے لکشی دیوی نے چہرے کو ڈاکٹر کی طرف کرتے کہا۔
 آچو کوئی بیماری نہیں..... صرف معمولی معمولی باتوں کو اپنی لائف کا حصہ بنا
 ہیں..... یہ ہی بیماری ہے آپ کو..... آپ سو جیتی بہت ہیں..... ڈاکٹر نے مسکرا
 کہا۔

رام جی مجھے..... ان لا محدود سوچوں کے حوالے کر کے خود عدم سدھار گئے۔
 وہ حد درجہ افسردہ ہو گئیں۔
 ماما..... مجھے بتائیے نا..... میں آپ کے تمام دکھ لینے کو تیار ہوں.....
 سوچیں ہیں..... کیا میں share نہیں کر سکتا..... بیٹا ہوں آپ کا..... وہ
 وہ گارڈ کے ساتھ بولا۔

ماما کو کچھ نہیں ہوگا..... صرف ٹین شین برداشت نہیں کر سکتیں..... جنہیں
طہم ہے نا..... بابا کو..... کبھی کوئی بات در نہیں کرتے تھے..... درپن
نے کہا۔

میری تو بات ہے..... بھائی کے رویے نے ماما کو زیادہ پریشان کیا ہوا ہے۔ رتن نے
کہا۔

راجکار کی بات کو ماما سنجیدگی سے مت نہیں..... دودھی بولا۔

کیا کریں..... ماما کو اپنی بات منوانے کی عادت ہے..... بابا کہاں ٹالتے تھے ماما
بات..... راجکار کیا کہتا ہے۔ درپن کو کھٹکا۔

اس نے کیا کہا ہے..... وہی روز روز کا قصہ..... درپن زبان روکتے رتن کو دیکھ
اٹھا۔

اس دن بھی میں نے محسوس کیا تھا کہ جھگڑا ہے ماما سے۔ درپن نے کشمی دیوی کو
بجھا۔

وہ اب اور کچھ کہتا ہے..... جسے ماما پسند نہیں کرتیں..... رتن نے بالوں کو بٹاتے
کہا۔

کیا کہتا ہے اب وہ..... دوسری فیکٹری کی بات کرتا ہوگا..... پچلی کا تو دیوایہ نکل
ایا..... فیکٹری سے زیادہ قرض ہے..... درپن نے افسوس ناک انداز میں کہا۔

وہ اپنے حصے کی جائیداد لیتا چلتا ہے..... جو ماما نہیں مانتیں..... رتن نے کہا۔
حصہ..... ساری جائیداد کا وہ واحد مالک ہے..... بابا کی جتنی پرانی ہے..... وہ

لی اس کا حق دار ہے۔ صاف دل دو ماغ کے مالک درپن نے کہا۔
اور تم..... رتن کو حیرت ہوئی۔

میں تو ملازم ہوں..... گویا نے مجھے سب کچھ دے کر مختار اعلیٰ تو بنا دیا تھا.....
یہن میں حصے دار نہیں ہوں۔ درپن مسکرایا۔

کھانا گ گیس کار۔ ملازمہ نے آکر کہا۔
چلو..... رتی..... کھانا کھائیں..... وہ بازو سے پکڑ کر رتن کو اٹھاتے بولا۔

ماما..... وہ بولی۔
ماما بال نکل ٹھیک ہیں..... کال تیل ان کے پاس ہے..... ضرورت ہوئی تو جالیں

کوئی فائدہ نہیں..... یہاں بہت اچھا علاج ہے..... بلکہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر
کہا۔

ڈاکٹر..... ماما کی سانس کو ٹوٹنا نہیں چاہئے..... وہ انتہائی دیکھی انداز میں بولا۔
اوپر والا سب کچھ کر سکتا ہے مسٹر درپن..... ڈاکٹر درپن کے ساتھ ہی کھڑا ہو

.....
ایک بات اور ضروری ہے..... مسز سیوک رام کو ٹین شین سے بچانا ہے.....
تسم کی پریشانی ان کے پاس پھٹکنے نہیں پائے..... ڈاکٹر نے بڑی سختی سے ہدایات بنا

کیں۔
جیں..... ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ وہ واپس پلٹ آیا..... گاڑی سے اتر کر سیدھا
دیوی کے کمرے میں خاموش داخل ہو گیا..... کیسی طبیعت ہے..... دودھ پے پاؤں ان

داخل ہوتے ملازمہ اور ایک طرف طول و مضطرب رتن سے بولا۔
دیکھ لو..... رتن نے کہا۔

درپن گہری نیند سوئی ہوئی کشمی دیوی کے پاس چلا گیا۔ بہتر لگ رہی ہیں.....
نے کہا۔

بھگوان بھلی کریں..... جو دیوی جی کو شانتی ملے..... ملازمہ ملانے کہا۔
بس بھگوان سے دعا کرو۔ رتن نے کشمی دیوی کی آتی جاتی سانس کو دیکھ کر کہا۔

درپن..... تم نے کچھ کھایا..... رتن کو خیال آیا کہ تین دن سے وہ ہسپتال اور
میں سرگرداں ہے۔ کھانا پکون کہاں کھایا ہوگا۔

مجھے بھوک نہیں..... تم نے کچھ کھایا۔ فوراً درپن نے کہا۔
رتی بی بی نے کچھ نہیں کھایا..... صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا..... ماما فوراً بولی۔

کیا..... تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا..... ماما..... وہ جاتی مایا کو پکارا..... اس دن
چھ بیٹے والے ہیں..... تم ڈرائیگ روم میں کھانا لگاؤ..... اور سب ملازمین کو کبوتر

کھانا کھائیں..... وہ جانتا تھا کہ جب تک دیوی جی کھانا نہیں کھا لیتیں گھر کا
ملازمہ پہلے کھانا نہیں کھا سکتا۔

اچھا درپن بابو..... بھگوان شانتی دے۔ وہ لاکھ لاکھ شکر کرتی باہر نکل گئی۔
درپن..... ماما ٹھیک ہو جائیں گی نا..... وہ بڑے کرب ناک انداز میں بولی۔

ادب ٹھیک ہیں..... آپ چٹانہ کیجئے گا..... سو رہی ہیں۔ درپن نے کہا۔
 اے دو..... رتن سے موبائل کو پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ رتی بیٹی.....
 اب ہیں نا..... دو رتن کی آواز پہچان کر بولے.....
 جھوٹان کی دیا ہے وہ ٹھیک نظر آتی ہیں..... لیکن آپ ایک کام کریں۔ وہ بولی۔
 درپن نے کان کھڑے کئے..... کام..... کہو..... میرے بچے..... کیا کام ہے
 سنشوش چوک گئے۔
 ماموں..... گوتم ڈرائیگ روم میں بیٹھائے..... اس کو فون کیجئے کہ وہ کس سے ملنے
 دے..... ماما ٹھیک نہیں ہیں..... وہ بڑے عاجزانہ انداز میں بولی۔
 بیٹی..... تمہارا مقصد کیا ہے۔ سنشوش اور اک رکھتے تھے۔
 وہ آپ سے ملنے چلا جایا کرے..... جب تک ماما ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔ وہ منت
 کرے لکھے ہیں بولی۔
 ٹھیک ہے بیٹی..... تم کشن کا خیال رکھو..... درپن کو فون دو..... وہ ادھر سے
 اے۔

ماموں سے بات کر دو..... درپن خاموش صرف باتیں سن رہا تھا
 لو..... وہ فون پکڑ کر گویا ہوا۔ درپن
 جی ماموں..... میں اکٹر کیڈی سے ملتا تھا.....
 ماموں..... میں..... آپ سے ملوں گا..... فون میں اس قدر طویل بات نہیں ہو
 سکتی..... وہ ایک دم بوکھا کر بولا۔
 ٹھیک ہے..... کسی وقت آ جاؤ..... تم سے کچھ باتیں بھی ہو جائیں گی۔ ٹھیک ہے۔
 درپن رتن کے کی آواز آئی۔

بابو جی..... وہ ادھر ہی آرہے ہیں۔ ملازمہ آتے ہی بولی۔
 گوتم..... درپن حیرت سے بولا۔ رتن نے بڑی ناگواری سے دیکھا.....
 بیلا..... رتی..... گوتم اندر داخل ہوتے بولا۔
 درپن ڈرائیگ روم میں چلو..... میں کشمیری تہہ لے کر آتی ہوں۔ رتن نے کہا۔
 نہیں بھی نہیں..... میں ڈرائیگ روم میں نہیں جاؤں گا..... البتہ آگنی کے
 فرے میں جایا سکتا ہے۔ وہ بے تکلف ناہیں رتن کے خوبصورت سرخ و سفید چہرے پر

گی۔ وہ رتن کو بازو سے پکڑ کر ڈرائیگ روم میں لے گیا۔
 درپن نے ایک پلیٹ رتن کے سامنے رکھی اور دوسری اپنے سامنے.....
 تمہارے ساتھ ہی کھالوں گی۔ وہ اپنی پلیٹ کو برے سر کاٹے بولی۔
 ٹھیک ہے..... اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں..... وہ مسکرا کر اپنی پلیٹ اس
 پاس سر کاٹے بولا۔ وہ بھی ہنس دی۔
 لو..... میرے ہاتھ سے کھاؤ..... درپن نے لقمہ بنا کر رتن کے چھوٹے دہا
 کی طرف بڑھایا..... رتن نے بڑی محبت سے درپن کا بڑھایا ہوا لقمہ منہ میں رکھ لیا۔
 دونوں نے ہنستے ہوئے کھانا ختم کر لیا۔
 رتی بی بی..... گوتم بابو آئے ہیں۔ ماما نے چٹائی رکھتے ہوئے کہا۔
 کون ملے گا ان سے..... ماما ٹھیک نہیں ہیں..... میں مل نہیں سکتی..... درپن
 سے ان کو چڑ ہے..... وہ ماموں کے ہاں پلے جایا کریں..... رتن رنج ہوتے بولی۔
 مایا..... گوتم بابو کو ڈرائیگ روم میں بٹھاؤ..... کہو..... درپن آ رہا ہے.....
 درپن نے کہا۔

درپن آ رہا ہے..... یا سیلاب آ رہا ہے۔ رتن ہنس دی۔
 مایا چلی گئی..... تم دیکھنا تمام ایتھنی ہی وہ چلا جائے گا۔ درپن نے گلاس رکھتے ہوئے کہا۔
 وہ بڑا صیٹ ہے..... مجھے ملے بغیر نہیں جائے گا..... وہ جھلائی گئی۔
 تو حرج کیا ہے..... چند لمحوں میں ملنے کیا برائی ہے۔ درپن فراخ دل سے بولا۔
 نہیں ملنا مجھے اس سے..... تم جاؤ..... میں نہیں جاؤں گی..... وہ اٹھتے ہو۔
 بولی۔

ارے رے..... کھانا تو کھا لو..... مجھے چھوڑ کے کہاں جا رہی ہو..... ایک،
 پک کر درپن نے رتن کے بازو کو دبوچا۔
 تم کہہ دو..... ماما تو پیار ہیں..... تم کس سے ملنا چاہتے ہو۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔
 وہ ایک دم چوک گیا۔ موبائل کی گھنٹی بج رہی تھی۔
 ماموں جان..... درپن بول رہا ہوں..... وہ ہنس کر نوالہ نگل کر بولا۔
 کشن کی طبیعت کیسی ہے..... میں ہسپتال کے بعد تم سے ملانی نہیں..... دوسرا
 طرف سنشوش نے اڑراہ مندر کہا۔

لہن میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی..... اپنے بیٹے کی خواہش کو عملی جامہ پہنانا
لہامہ داری ہے۔ وہ بڑے مستحکم ارادے سے ہنس دیں..... ان کی مسکراہٹ میں
ماکی زبردست خواہش شامل تھی..... شاید گوتم سے بھی زیادہ..... ممی..... مجھے
لہن میں تیل نظر نہیں آتا..... گوتم کے چہرے پر ناامیدی کے سائے قہر ہے

قہمیں اس قدر خراش ہونے کی ضرورت نہیں..... بھگون سے آشاکھو..... رتن
دلہن بنے گی۔ وہ گوتم کے شانے پر ہاتھ رکھتے بولیں۔

مجھے یقین نہیں آتا ممی۔ وہ براکزور نظر آ رہا تھا..... اور پاس بھی..... تمہیں مجھ
ہن نہیں رہا اپنے مقدر پر..... ٹینا نے گہری سوچ سے ابھر کر اپنے تراشیدہ بالوں کو

میں رتن کو کھونا نہیں چاہتا..... لیکن میں اپنے مقدر سے بھی پریشان ہوں۔ وہ اس
نقشہ کشہ سالگرہ تھا۔

میں تمہارا مقدر بدل دوں گی..... رتن تمہاری ہوگی وہ دانت چیس کر بولی۔
اگر آئی کشمی نہ مائیں تو..... وہ بولا۔

نہ ماننے والی تو بات ہی نہیں..... رتن تمہارے نام لکھی چاکلی ہے اور درپن.....
اور رتن کی ہوا کو نہیں چھو سکتا.....

ابھی تک تو وہ اہل محل کی تمام ہواؤں کو چھو رہا ہے..... گوتم نے ہنسنے ہوئے کہا۔
جس ہوا کی بات میں کر رہی ہوں..... وہ درپن نہیں چھو سکتا..... ٹینا نے کہا۔

کیوں ممی..... درپن کشمی آئی کو پسند بھی بہت ہے..... اور سب ان کو پیار بھی
ت کرتے ہیں۔

ان سے کیا مطلب؟..... ٹینا نے کہا۔
یعنی پوچھا..... وہی دونوں..... محل والے ان کو پسند کرتے ہیں تم کشمی کی

دوری کو محبت کا نام دے رہے ہو۔ ٹینا نے مسکرا کر کہا۔
جبوری..... کیسی مجبوری ممی۔ گوتم نے چونک کر کہا۔

پنا..... جائیداد کی مجبوری..... کا دوبارہ کو سنبھالنے کی مجبوری..... ٹینا نے اصل
سامنے رکھ کر گوتم کی پریشانی دور کرنا چاہی لیکن رتن کی بے خودی جو وہ درپن کے لئے

ڈال کر بولا۔ ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... رتن نے کہا۔
تو کیا..... وہ ملنا پسند نہیں کرتیں۔ وہ بھرار کے موڈ میں تھا۔

ایسا نہیں ہے..... ڈاکٹر نے زیادہ بولنے اور سنے جلنے سے منع کیا ہے۔ درپن
جان چھڑاتا چاہی.....

رتن بی بی..... دیوی جی ملاری ہیں..... ملازمہ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا
ملانا بلایا۔ وہ پلک جھپکتے ہی کشمی دیوی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

میرا خیال ہے مجھے اب آئی سے ملنا چاہئے۔ گوتم آگے بڑھتا ہوا بولا۔
ٹھیک ہے..... دونوں کشمی دیوی کے کمرے میں داخل ہوئے۔

نستے..... آئی..... کیسی طبیعت ہے..... گوتم داخل ہوتے بولا۔
بھگون کا کمر ہے..... ٹھیک ہوں..... ملازمہ نے قیمتی آرائشی گاؤ نکلیہ

دیوی کے پیچھے رکھ دیا۔
آپ کی بہت ضرورت ہے آئی..... وہ معنی خیز گفتگو کرتے بولا۔

کشمی دیوی صرف ہنس کر رہ گئیں۔
بابو جی..... یہاں لے آؤں..... باڈرائٹنگ روم میں..... ملازمہ مایانے کہا۔

بابو جی..... یعنی کہ ڈرائٹنگ روم میں..... گوتم نے چونک کر ملازمہ کو دیکھا
مجھے اجازت دیجئے..... گوتم کھڑا ہوا گیا۔

بھوویار..... وہ درپن نے بے تکلف انداز میں کہا۔
پھر سہی..... وہ تیز رفتاری سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

ریور رکھتے ایک دم سے وہ جرت زدہ رہ گئی۔
اتنی جلدی لوٹ آئے..... محل میں رتن نہیں تھی..... ٹینا نے خیفے ہوئے کہا۔

تھی..... مگر نہ ہونے کے برابر..... وہ تھکا تھکا سا بیٹھ گیا۔
کیا مطلب ہے تمہارا..... ٹینا نے جھلا کر پوچھا۔

وہ مجھے..... کوئی اہمیت نہیں دیتی..... پہلے تو کبھی بول لیا کرتی تھی..... اب
سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتی۔ وہ بڑی ناگواری سے بولا۔

درپن کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ ٹینا نے قیاس آرائی کی۔
شاید..... ایسا ہی ہے۔ گوتم نے صوفے کی پشت سے ٹپک لگائی.....

دیکھ چکا تھا..... اسے دل سے کون نکال سکتا تھا۔

یہ سب چیزیں ہوں گی مہمی..... لیکن کشمی آئی جس انداز سے اسے اپنے قرینہ رکھتی ہیں..... اس سے اندازہ تو یہی ہوتا ہے کہ وہ رتن کو کہیں درپن کے حوالے نہ دیں۔ گو تم نے کہا۔

رام..... رام..... یہ کیسی بات کرتے ہو وہ کیا کشمی دیوی اتنی جاہل ہے کہ رتن مسلم کے بیٹے سے پیارہ دی کی..... تڑپ کر بیٹا نے کانوں کو ہاتھ لگائے..... زبردست نفرت کا اظہار کیا۔

درپن کی پرورش تو پوجا جانے کی ہے۔ گو تم اچھی طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا..... تمہارا کیا خیال ہے..... کہ پوجا کی آغوش میں پرورش پا کر درپن برہمن برادر کے قافلہ ہو جائے گا..... ہرگز نہیں..... بیٹا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

گو تم خاموش رہا..... اسے اپنی ناکا باتوں میں حقائق کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ دل کے اندر جو سوسے اندیشے گھر کر چکے تھے ان کو نکالنا اس کے بس کی بات نہ تھی..... جیون کی سب سے بڑی خوشی صرف رتن تھی۔ رتن اس کی خوشیوں کا..... گو مہمی کے الفاظ میں خاصی صداقت ہے..... وہ اپنی بات منوانے میں خاصہ رکھتی ہیں..... لیکن درپن ایک ایسی بچان ہے جس کو ہٹانا آسان نہیں.....

کیا سوچ رہے ہو..... اپنے کمرے میں جاؤ..... اور آرام کرو..... بیٹا جان! تھی کہ وہ رتن کے بارے میں سمجیدہ ہو چکا ہے.....

جارہا ہوں مہمی..... میں کسی دن تھی فیصلے کے لئے کشمی کے پاس جاؤں گی دوسرے دروازے سے باہر نکل گئیں۔

لیکن گو تم کو چین کہاں.....

وہی ہی اضطراب، بے چینی بے قرار ی

☆ ○ ☆

ماما..... آپ نے بلایا..... درپن مودب انداز میں اندر داخل ہوا۔

کشمی دیوی نے پانی کے بلوریں گھاس کو ہوٹنوں سے الگ کیا اور قریب ہی تپاکی پر رکھ دیا۔

..... بیٹو..... وہ اپنے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئیں۔

Thank you..... وہ بیٹھے ہوئے بولا۔

ماما..... کیا دیکھ رہی ہیں..... وہ آنکھیں چرا کر دیکھتی کشمی دیوی کو دیکھ کر بولا۔

تم بہت اچھے ہو بیٹا..... یہی وجہ تھی رام کی تمہیں چاہتے تھے۔ کشمی دیوی نے سیوک رام کی قد آدم تصویر کو ہینکلی آنکھوں سے دیکھا۔

بابا کو بھگوان شانتی دیں..... ان جیسا انسان کسی جنم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ افسردہ ہو لہا۔

شاید بھگوان کو بھی ان کی ضرورت تھی..... بابا آپ کو خوش دیکھنا پسند کرتے تھے..... کم از کم ان کی روح کو تو دیکھ سکتے کریں..... وہ بے بہت محبت اور غلو ص سے بولا۔

کیا کروں بیٹا..... ان کو بھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے..... وہ صوفے کی پشت سے لہک لگا کر بولیں۔

ہم کہاں بابا کو بھولے ہیں ماما..... وہ بھولنے والے نہیں تھے..... وہ پیار سے کشمی دیوی کو دیکھ کر بولا۔

میں اپنے آپ کو ان کے بغیر دھرتی کا بوجھ سمجھے لگی ہوں..... لیکن کیا کروں..... جن میرے جیون کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ انہوں نے گہری نظروں سے درپن کو دیکھا.....

..... بیٹے بھرنوں کی طرح شفاف نظر آ رہا تھا۔

کمزوری..... رتن..... وہ آکاش پر روشن چاند کی طرح ہے۔ جس کے نور سے اس گل کا لازار حیات چل رہا ہے۔

وہ پیاب کہہ گیا۔ جنہیں معلوم ہے..... اسے ایک دن اپنے گھر بھی جانا ہے.....

وہ کہہ گئیں..... کونسا گھر۔ اس کا دل حلق سے اچھل کر باہر آ گیا۔
 بچے..... اس کی شادی نہیں کر دے..... اپنی رتن کو سہاگ کا جوڑا نہیں پہناؤ گے
 کشمی دیوی نے درپن کے تاثرات دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ اسے بہت افسوس ہو رہا ہے۔
 ہاں..... آپ ٹھیک کہتی ہیں..... رتن نے اپنے گھر جانا ہے۔ وہ دھمے کبے نہ
 مسکرایا۔
 بیٹیا بار بار آتی ہے..... گوتم چچھا لڑکا ہے..... پھر ہماری بی بی برادری برہمن،
 تعلق رکھتا ہے..... کشمی دیوی کہتی ہیں اور وہ خون کے گھونٹ حلق سے اتار تارہا۔
 آپ نے رتی سے بات کی۔ وہ بولا
 کی قسمی..... پھر..... وہ تپا.....
 وہ نہیں مانتی..... چلا چلا کر روئے گی..... تمہیں معلوم ہے اس کا بچپنا گیا نہیں
 ضدی بہت ہے۔ کشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔
 مان جائے گی..... شروع شروع میں یوں ہی ہوتا ہے۔
 درپن نے دل پر پھر رکھ کر کہا۔
 اس کے بار بار کی ہر بات مانتے تھے..... لاڈ پیار میں پروان چڑھی ہے..... مٹا
 مانے گی۔ کشمی دیوی جانتی تھیں کہ رتی کس قدر اکھڑے۔
 آپ بے فکر رہے..... مانا..... میں اسے راضی کر لوں گا..... مان جائے گی..... وہ ال
 بیٹھو کشمی دیوی نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھا.....
 کاش..... تم بلند خان کے بیٹے نہ ہوتے..... میں ہر قیمت پر رتن تم سے زیادہ
 وہ سوچتی رہ گئیں۔
 نہیں مانا..... مجھے آفس جانا ہے..... اور چند دنوں کے لئے شے جانا پڑے گا.....
 کیوں؟.....
 مزدوروں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے..... دیکھتا ہوں..... جا کر..... وہ دروازہ
 کے پاس جا کر چلا.....
 تنخواہوں کی بات ہو گئی..... کشمی دیوی نے کہا۔
 یہ بات نہیں ہے..... اچھے لوگوں میں کچھ شرنہ لوگ ہوتے ہیں..... جو سکون
 نہیں بیٹھے دیتے۔

ہوں..... یہ بات تو ہے..... اور ہاں..... درپن..... وہ کچھ یاد آتے چو نکلیں۔
 بی ماما..... وہ بھی ایک دم بولا۔
 آج ڈاکٹر کی بی بی سے نام نہیں لیا ہوا تھا۔
 اسواری ماما..... میں بھول ہی گیا..... چلے..... آپ تیار ہو جائیے میں گاڑی نکالتا
 ہوں۔ وہ ایک دم بولا۔
 لیکن تم نے تو..... وہ بولیں۔
 یہ کام سب سے ضروری ہے..... ویسے اب طبیعت کیسی ہے۔ وہ قریب آ گیا۔
 کافی اتفاق ہے..... وہ مسکرا دیں۔
 چلے..... بھگوان آپ کو شافی دے..... آپ ٹھیک ہوں گی تو مجھے بھی سکون ہو گا۔
 وہاں پر نکل گیا۔
 میٹ کے اندر گاڑی داخل کرتے اس نے دیکھا کہ کشمی دیوی اور درپن جارہے تھے
 اور رتن نہیں ہے..... مسرت و انبساط میں بھرپور اظہار کے لئے اس نے مکہ
 شریک پر مارا..... اور گاڑی پورچ میں روک دی۔
 گھر..... کوئی نہیں گوتم باؤ۔ گیٹ پر کھڑے پہرے دار نے مودب کہا۔
 رتی تو ہے نا۔ وہ سانسے فلک بوس محل کی عمارت کو کچھ دیکھ کر بولا۔
 وہ ہو سکتی ہیں..... پہرے دار نے کہا۔
 ٹھیک ہے..... وہ لمبے لمبے ڈبے بھر تا..... رتن کے کمرے کی جانب چل دیا۔
 بیٹلو..... رتی..... اجازت..... وہ خالص ہندوستانی انداز میں جھک کر بولا۔
 گوتم..... وہ ایک ہاتھ سے کیٹ کو ٹیپ سے نکالتے بولی۔
 میں گوتم..... پچپنا نہیں کیا۔ تم نے..... وہ الہانہ لچے کے ساتھ اس کے قریب آ گیا۔
 کیوں نہیں..... پچپنا کیوں نہیں..... ہماری بیٹی ملاقات ہے کیا۔ وہ ٹیپ کو بند کرتے
 کرسی پر بیٹھ کر بولی۔
 تمہیں اب تو اور پچپنا چاہئے..... وہ سانسے بے تکلف بیٹھا ہو بولا۔
 اب کوئی خاص بات ہے۔ رتن نے کہا۔
 بالکل خاص بات..... ہمارا سفید ہو چکا ہے۔ وہ بڑی خوشی سے بولا۔
 سفید..... تمہارے ساتھ..... میں نے تمہارے ساتھ کوئی پرکار نہیں کیا۔ وہ

مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے..... بس وہ پلایا سے محبت کرتا تھا اور کرتا رہے گا..... ہمارے راتوں میں آنے والے تمام کانٹے..... اس نے اپنی آنکھوں سے پچے ہیں..... بگ بگ ہموار کیا ہے اس نے..... وہ دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ سمیٹ کر بولی.....
 وہ بڑی چاہت سے بولی۔

تم سب اس کے حشر میں قید ہو..... اس نے اپنی محبت و وفاداری کا ڈھونگ رچا کر تم کو خرید لیا ہے۔ وہ بڑا درست اشتعال انگیز لہجے میں فرمایا.....
 دیکھو گو تم..... میں تمہارا بھی احرام کرتی ہوں..... اگر تم درپن کے بارے میں ایسی دلی چھالو گے تو جہیں صاف ہرگز نہیں کروں گی..... وہ سچ پا ہو گئی۔
 کیا..... کیا..... تم اس کی برائی سننا پسند نہیں کرتی..... وہ حیرت و استعجاب کے لہجے میں بولا۔

نہیں..... وہ بولتا ہے محبت کا..... اس سے سب پیار کرتے ہیں۔ اس میں بھی درپن کا اضافہ ہے۔ وہ بولا۔

مفاد..... اس میں کیا مفاد ہے اس کا..... رتن نے جھلا کر کہا۔
 یہ دولت..... عزت شہرت کا روپار..... جس پر وہ ناگ بن کر بیٹھا ہے..... اس کو اور زنا نہیں چاہتا..... گو تم نے گوشت کی کہ کوئی کڑور پیلو رتن کے سامنے رکھا جائے۔
 جہیں غلط فہمی ہے..... درپن کیا گزرا نہیں ہے..... بابا اس کے ہتھ کی تمام جائیداد کے حوالے کر گئے تھے.....

درپن نے ایک بڑا ڈھیلیا..... اس پر بھی وہ محل میں رہ رہا ہے۔
 گو تم نے یہ بھی جانا چاہا کہ وہ حصہ محل سے ملتا ہے..... لیکن اس کی جائیداد کا حصہ..... اچھے وقتوں میں بلند خان نے یہ جوہلی ہمارے ساتھ ہی خرید کی تھی..... رتن نے مہذب الفاظ کے ساتھ اس کو یقین دہانی کروائی۔

گازی کی آواز آئی.....
 میرا خیال ہے اما آئی ہیں..... وہ بولی۔
 اور گو تم نے اٹھ کر ایک نظر درپن سے باہر ڈالی..... وہ کشمی دیوی کو اپنے بازوؤں کے حصار میں حفاظت اور اہتمام رکھ کر نظر نہیں آیا۔ گو تم بیٹھنے سے بولے۔
 مجھے کوئی شے تو پیکر نہیں گھرے گئے ہوئے..... رتن اداس..... لہجہ میں بولی۔

چوگر کی.....
 پرکار سے کیا ہوتا ہے..... بیڑوں کا بھی فیصلہ ہے۔ وہ نہیں دیا..... جیسے ساری کا کا..... کنٹرول میں کر ہی ہو۔
 بیڑوں کا فیصلہ..... مانا نے کہا تم سے۔ وہ درپن میں اتر گئی۔

مانا نے کہا..... انگل سنسٹو بھی مان گئے..... بہت جلد ہماری شادی ہو جائے گی..... میں تمہارا بچی..... تمہارا بیٹھوان بن جاؤں گا..... وہ محبت و چاہت کے مہر پر جذبے کے تحت دونوں بازو پھیلا کر بولا۔
 بیٹھوان..... تم ہوش میں تو ہو..... ایک انسان بیٹھوان کیسے بن سکتا ہے..... کھڑی ہو گئی۔

اودان ناری..... بچی بیٹھوان ہوتا ہے..... تم سمجھتی کیوں نہیں..... وہ مسکرایا
 میں نہیں مانتی..... بیٹھوان کو سجدہ کرتے ہیں..... اٹھا بیٹھتے ہیں اور بچی تو انسان..... انسان اور بیٹھوان کا کیا جوڑ.....

تم درپن کے ساتھ رہ کر اپنے دھرم سے باقی ہو گئی ہو..... گو تم میں سے سامنے رکھی رام جی کی مورٹی کا ہاتھ لگا..... میں اپنے دھرم سے باقی نہیں ہوئی..... جہیں دشواری ہو گیا..... وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔
 کیا..... تم میرے ساتھ شادی کرو گی..... وہ نرم لہجے میں بولا۔
 ہرگز نہیں..... وہ چلا کر بولی۔

یہ تمہارا وہیم ہے..... جہیں ہر حال میں مجھے بچی کے روپ میں ماننا ہو گا..... تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ انہی کی زبردست خواہش ہے۔ وہ اسے یقین دلانے کے لئے جھکا.....

ہنہ..... وہ نا پسندیدگی کا بھرپور اظہار کے لئے منہ دوسری طرف پھیر کر بولی۔
 او ہو رتی..... رتی..... جہیں اس بات کا اندازہ کیوں نہیں کہ مسلمان کبھی ہندو کا دنا دار نہیں ہوتا..... یہ ستر نہیں ہوتے۔ گو تم نے نفرت دلانے کے لئے ایک اور حربہ استعمال کیا۔

کون مسلمان..... درپن..... وہ پلٹ کر بولی۔
 ہاں..... وہ کسی ہندو کا نہیں بلند خان کا بیٹا ہے..... وہ بلند آواز سے بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... تم بے بس کیوں ہو گئے ہو..... مجھے کوئی تم سے جھین کے لے جائے گا۔ وہ تپ کر اٹھی
ہاں..... ماما نے تمہارے لئے گوتم کو پسند کر لیا ہے۔ وہ بولا۔
کو اس کرتے ہو تم..... ماما میری مرضی کے خلاف ایسا نہیں کر سکتیں..... درپن
نہیں کر سکتیں۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ بیٹس میں اسی آنکھیں اٹکارہ ہو گئیں۔
ایسا ہو چکا ہے درپن کی جان..... گوتم میرا جگر نکال کر لے جائے گا..... وہ دیکھ کر
دوڑ میں بولا۔

نہیں..... نہیں..... یہ نہیں ہو سکتا..... میں..... میں صرف تمہاری ہوں.....
کو کھولنے میں نے جھینیں دیکھا ہے..... تمہارے بنا کوئی دوسرا میرے جیون میں داخل
لہو ہو سکتا..... سنا تم نے..... رتن نے درپن کے گریبان کو نوچ لیا۔
میں ماما کو صاف صاف کہہ دوں گی..... گوتم ہرگز میرا جیون سنبھال نہیں سکتا۔
نہیں..... رتنی..... ایسا تم کرنا..... جھینیں معلوم ہے..... ماما کو کس قدر دکھ ہو
اوپر پہلے ہی لاییت سے گزر رہی ہیں۔ وہ افرورگی سے بولا۔
لاییت سے..... ماما..... اب ٹھیک تو ہیں..... وہ سن ہی ہو گئی۔
ہاں..... دیکھنے میں وہ ٹھیک نظر آتی ہیں۔ وہ دوسری طرف چہرہ کرتے افسردہ ہو گیا۔

درپن..... تم کچھ چھپا رہے ہو..... بتاتے کیوں نہیں۔ رتن نے ایک ہاتھ سے درپن
پر اپنی طرف کیا۔

کچھ نہیں..... دراصل ماما کو سانس کی تکلیف ہے نا..... اگر ان کو کوئی تکلیف دہ بات
لی گئی تو ان کو دکھ ہو گا۔ وہ بظاہر مطمئن انداز میں کہتا رہا اور وہ خاموش سنی رہی۔
جھینیں معلوم ہے..... راجکار کا دکھ ان کا سکون تباہ کر گیا ہے اور اب اگر تمہاری
ب سے انکار سنا تو..... وہ اس کو اصل راستے کی طرف لانا چاہتا تھا۔
تم چاہتے ہو کہ میں چپ چاپ اس چٹائی میں جاؤں۔ رتن نے دیران نگاہیں تباہ حال
ہن پر ڈالیں۔

اس کے سوا کوئی چارہ نہیں..... وہ دوسرا صحرانے کے گولے میں ڈوبتا ہوا سمندر
..... رتن کو اس کی آواز بڑی دور سنانے سے رہی تھی۔

اس میں بھی درپن کا کیا دھرا نظر آتا ہے۔ گوتم بولا۔
تمہارا خیال ہے کہ بھائی درپن کی وجہ سے باہر رہتا ہے..... ایسا ہرگز نہیں ہے
وہ عیش و عشرت کے لئے باہر رہتا ہے..... کثیر شراب نوشی اسے یہاں رہنے نہیں
..... سمجھے تھے..... وہ بیٹس میں آگئی۔
رتنی..... لکھی دیوی اور درپن داخل ہو۔
ماما آگئیں..... رتنی نے کہا۔
میں اب چلتا ہوں..... درپن کو دیکھ کر گوتم نے جانے کے لئے قدم اٹھائے۔
بٹھو یار..... چائے آرہی ہے..... بیٹھ جاؤ..... درپن با احتیاط انداز میں مسکرا
بولا۔

No Thank you..... وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔
یہ دور کیوں بھانکتے ہو مجھ سے۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے بولا۔
اس کا خیال ہے کہ تم اس کا حق غصہ کر رہے ہو۔ رتن نے غصہ کر درپن کے بالوں
بڑے شریر انداز میں بٹھو لیا۔
کیا کرتی ہو..... ان کو قابو میں رکھو..... وہ محبت کے زوال جذبے کے تحت رتن
دو دنوں ہاتھوں کو چوم کر بولا۔ تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔
اب میرے پاس جواب کے لئے الفاظ نہیں..... وہ بخور رتن کی محو خواب آنکھوں میں
جھانک کر بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا.....
مطلب ظاہر ہے کہ وہ میری کائنات چھیننا چاہتا ہے..... میرے سنبھال کو اپنی مٹھی میں
بند کرنا چاہتا ہے..... وہ جھینیں لے جانا چاہتا ہے..... درپن نے اختیار لیا..... اور پورا
طاقت سے رتن کو اپنے ساتھ بھیج لیا اور دیوانہ وار اس کی پیشانی کو چوم لیا.....
درپن..... کیا بات ہے..... تمہاری محبت میں اتنی اضطرابیت ہے کہ قرار کی اور ترم
..... میں نے کبھی محسوس نہیں کی..... وہ درپن کی گردن میں اپنی بازوؤں کو محسوس کر کے
اسے جکڑ کر بولی۔
شاید آج سے پہلے میں نے اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ انتہائی کمر
سے نظریں رتن کی نظروں میں گاڑتے ہوئے بولا۔

بہت دن گزر جانے کے بعد جب درپن کے چہرے پر مسکراہٹ کا نشان تک نہ دیکھا تو اپنے کی پرمردگی کی تشویش ہوئی..... شام کو دواہی پر بریف کیس لئے سیدھا اپنے گھر میں گھس گیا۔

پتا..... پوجا دل جلا رہی ہوئی..... یوں سمیت پنگ پراوند سے لینے دیکھ کر وہ پریشان سی لگے۔

درپن بیٹے..... کیا بات ہے..... سید سے ہو جاؤ..... وہ پیار سے درپن کے اچھے کانوں سے باتیں کرتے ہوئے بولی۔

کیا ماما..... وہ سیدھا ہوا گیا۔

پتا..... پوجا نے سارے سنساری ویرانیاں درپن کی آنکھوں میں دیکھیں..... اس کی دل کے لال ڈورے پھیلے ہوئے تھے، اور انکھیں خاصی متورم نظر آ رہی تھیں.....

مے جہان کا کرب..... اف..... پوجا کا دل ٹوٹ گیا۔ میں سن کاٹنے سے جیسے لگے۔

میں تمہارا دکھ جانتی ہوں..... لیکن سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ وہ خود بے بس آ رہی تھی۔ میں نے تو زہر کا پیالہ پی لیا ہے..... اور وہ صبر نہیں کر رہی..... وہ کہیں مر گئی..... اس کی تپ نہیں دیکھی جاتی..... ماں..... کیا کروں میں..... وہ بے ہوش ہو کر بولا۔

ماما ہے اب کی طرح تپ کر پوجا ماں کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اپنے جذبات کو دل میں کرنے کی کوشش کر رہی..... میں رتی کو جانتی ہوں..... اس کا سن گوتم کو نہیں کرے گا۔ پوجا بھی افسردہ ہو گئی۔

وہ اتنا جانتی ہے..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا..... اس کا بلک بلک کر رونا.....

ناراج کو زخمی کر رہا ہے..... یوں جیسے میرے زندہ بدن میں میری کھال اوچھڑی ہو رہی ہے..... وہ صبر پر گریٹ گیا۔

فہمیں رتن کے سامنے ثابت قدم رہنا ہو گا..... اگر تم کسی لمحے بھی کر دے پڑھئے تو وہ

میں..... تمہارے بن مر جاؤں گی..... درپن..... ایک بات کہوں۔ وہ صند اس کے پاس آئی۔

کہو..... مجھے کہیں لے چلو..... ہم یہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔

پاگل ہو تم..... جس خاندان کی عزت کے لئے میں نے ساری عمر گزار دی۔

سیوک رام کو جیون بھر پتا کا درجہ دیا..... کیا اس کے ناموس کی آنچھائی ہونے کے

مگدگی تھیں زندہ دھیر بنادوں..... نہیں..... ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ اس کے پہلے

لگ کر سستی رہی..... بچوں کی طرح ہلکتی رہی.....

میرا تو کام تم سے محبت کرنا ہے..... تم ہمہ وقت میرے پاس ہو..... میں کسی

جہیں فراموش نہیں کر سکتا..... شادی ضروری تو نہیں..... محبت یوں بھی ہوتی

لیکن وہ روتی رہی..... اس کی بچگی بندھ چکی تھی۔ لپٹا بیٹہ..... شاہاش..... درپن نے

کو بٹھا کر پاس سے گلہ اس کا ہونوں سے لگا دیا۔

شہر میں بہت بڑی سرکس آئی ہوئی ہے..... دیکھنے چلیں..... وہ گلہ اس کو ایک طرف

بولا۔

رتن نے صرف انکار میں سر ہلایا..... اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

کیوں نہیں..... ماما سے پوچھ کے چلتے ہیں..... چائے آگئی درپن باہر.....

ماما چائے لے آئی تھی۔

Very Good..... ماما..... تم نے بہت اچھا کام کیا..... چائے کی زبرد

طلب..... میں ہورہی تھی۔

رتن صرف دیکھ رہی تھی..... ہر قسم کے جذبات سے عاری چہرے لے۔

کیا بات ہے..... رتی بی بی دوری ہیں کیا..... ماما نے رتن کی متورم آنکھوں کو دیکھ

کہا۔

ماما کی وجہ سے پریشان ہیں

بھگوان دیوی جی کو شادی دے..... اب تو وہ اچھی لگ رہی ہیں..... ماما نے ہاتھ ج

اپنی طرف سے رتن کو مطمئن کرنا چاہا۔

مایا..... شہر کے برتن لے جانا۔ وہ بولا۔

بہتر سرکار باہر اور ماما باہر نکل گئی۔

مج بھی سوائے ایک کپ چائے کے کچھ نہیں کھایا..... کب تک ایسا ہو گا.....
بیٹے کی پریشانی دیکھ کر خود افسردہ ہو گئی۔

دل نہیں چاہتا..... وہ پھر کرٹ بدل کر بولا۔

دیکھو بیٹا..... پیٹ سے دشمنی اس مسئلے کا حل نہیں ہے..... دال چاول پکائے؟
نے..... تھوڑا سا کھانا..... ماں کی جان..... پوچھا لیت گئی۔

کاش جان و دل دے کر تجھے پالوں..... یہ سودا بھنگا نہیں ہے رتی..... وہ رتی
آدم تصویر جو سامنے آویزاں تھی..... دیکھ کر بڑبڑایا۔

نہ جانے اس نے کچھ کھایا ہے کہ نہیں..... مایا اندر داخل ہوئی..... نیم گرم
خوبصورت کپ کشمی دیوی کے پاس سبک سیاہ میز پر رکھا۔

وہ بٹلی.....

مایا..... کشمی دیوی نے کہا۔

جی دیوی جی..... مایا فوراً بٹلی۔

رتی نے کچھ کھایا.....

وہ کچھ نہیں کھائیں..... صرف ایک دو مرتبہ چائے پی ہے..... وہ بھی تیز
دودھ کا توشن کرتی ہیں۔ رتی بی بی..... مایا نے فوراً سب کچھ گوش گزار کر دیا۔

رتی کا بلاؤ..... کشمی دیوی کا دل کٹ کر رہ گیا۔

ابھی لاتی ہوں دیوی جی..... مایا بھگم بھاگ رتی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

رتی بی بی..... دیوی جی بلاری ہی ہیں..... مایا نے کہا۔

تم نے ضرور کچھ کہا ہو گا..... رتی ایک دم بستر سے اٹھ کر بولی۔

نہیں جی نہیں..... میں نے..... میں نے کیا کہا تھا..... مایا خود ہون گئی۔

بہی کے میں نے کھانا نہیں کھایا..... رتی کشمی دیوی سے خوفزدہ تھی۔

انہوں نے پوچھا تھا..... میں نے کہا صرف چائے پی ہے..... مایا نے گج گج کہہ دیا۔

جاری ہوں..... رتی آہستہ آہستہ کشمی دیوی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

ماما..... وہ پرداسر کاٹے آہستہ سے بولی۔

رتی..... آؤ بیٹا..... ادھر آؤ..... وہ کپ واپس رکھتے بڑی محبت سے رتی سے

جو چند دنوں میں خزاں رسیدہ پھول کی طرح مر جھا پھی گئی تھی..... اس کے رخسار

لمب اور آنکھوں کی چٹکتی نہ جانے کہاں غائب ہو چکی تھی..... وہ بیٹی کا دکھ جانتی
..... لیکن اس دکھ کا کوئی مداوا نہیں تھا..... درپن ہر طرح سے اچھا نوجوان تھا لیکن

شادی رتی سے نہیں ہو سکتی تھی..... ہندو مسلم ایک دوسرے کے مٹر نہیں ہو سکتے
..... صدیوں سے ان کی دشمنی چلی آرہی ہے اور پھر شادی..... ایک ہندو لڑکی کی شادی

ایسا مرد سے کس طرح ہو سکتی ہے..... ہمارا دھرم قبول نہیں کرتا..... سیوک رام کی بیٹی
..... مسلمان کے ساتھ..... بہت بڑا پاپ ہے..... رام..... رام..... وہ ایک دم جیسے

اے سی گئیں..... تیری باریک سلاخ اس کے دماغ کو چیر گئی۔
..... آپ نے بلایا تھا۔

رتی نے چند سیکنڈ کشمی دیوی کے خاموش سوچوں میں مصروف چہرے کو دیکھا پھر جرات
..... خوش ہوتا..... کشمی دیوی نے کہا۔

میں..... بہت خوش ہوں..... کیوں آپ کو کیا خیال آگیا..... میں تو خوش ہی رہتی
..... دوڑ رہی مجسم ہو مٹوں سے بالوں کو پشت کی جانب گر کر بولی۔

میں نے تیرے ان رے ربلا جلوں سے اندازہ لگایا ہے کہ تو کیسی ہے..... کئی دنوں سے
..... ابھی اچھی طرح نہیں کھا رہی..... کشمی دیوی نے اپنی تمام تر توجہ رتن کی طرف مبذول کر

..... کھانا تو میں کھاتی ہوں..... البتہ درپن بازار سے میری
..... کی چیزیں جو لے آتا ہے..... وہ میں پسند کرتی ہوں..... سارا دن ان کو کھاتی رہتی

..... وہ کشمی دیوی کی تسلی کے لئے جھوٹ کا سہارا لینے لگی۔
..... پھر تیرے چہرے پر پہلے جیسی چٹکتی کیوں نہیں ہے..... تیرے گالوں کی وہ رنگت

..... نہیں ہے..... سب سے اہم بات کہ اب تم درپن سے لڑتی بھی نہیں ہو..... وہ تہناری
..... فریج کی میرے پاس شکایت بھی نہیں کرتا..... کشمی دیوی نے نڈھال ہو کر گاؤ

..... سے ٹپک لگائی۔
..... رتی صرف ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پکڑ کر مرد و رتی رہی..... کشمی دیوی سانس

..... دہو دم کو کاہو کرتے سیدھی لگ گئیں۔
..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... درپن تو مصروف رہتا ہے..... رتن نے یقین

.....

اپن کو دیکھ کر ہنس دیں۔

تمہارے ساموں کی سند کسی سے کم تو نہیں۔ کشمی دیوی نے بھائی کو دیکھا۔

تمہاری محبت ہے میری لاڈلی بہن ویسے درپن کافی فریڈ ہے۔ درپن نے ہنس کر چہرہ ہچکا لکھیں۔ جی بھائی۔

راجکار کو بہت دن ہو گئے دیکھے ہوئے..... باہر رہتا ہے کیا۔ سنوٹش نے حیران ہو کر کہا۔ ہم برہن ہیں۔ ہمارے ہاں ذات پات کو خاص طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ہم لوگ تو..... کل سے آیا ہوا ہے..... میرے ساتھ اس کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ تم نے بلایا بھی نہیں۔

بھیا..... اس کی جلی کلی دل عرش گفتگو میرے من کو دکھ پہنچاتی ہیں۔ وہ ذہن کرب سے ویران لگا ہیں درپن کے ظلم چہرے پر ڈال کر بولیں۔

لما..... کہا تا..... آپ راجکار کے بارے میں مت سوچا کریں۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا..... دل کا برا نہیں ہے وہ..... درپن نے کشمی دیوی کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔ کشمی دیوی نے احسان مند نگاہیں درپن کے چہرے پر ڈالیں اور اپنا ناک کمر دھاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

سنوٹش نے ایسے شفاف ذہن کے مالک درپن کو بغور دیکھا..... وہ انتہائی دکھوں کے وجود بھی وفا کی آگ میں جل رہا تھا..... اس نے بچپن سے لے کر اب تک آتش پرستی ہی کی نہیں آنے دی.....

مجھے آگ یاد دیتے..... اما..... درپن کھڑا ہو گیا۔

رتی کا زہر تو مکمل ہے نا۔ کشمی دیوی نے کہا۔

بالکل مکمل ہے..... ابھی لانا باقی ہے..... درپن نے کہا۔

اس کی پسند کی کوئی چیز ہوئی۔ کشمی دیوی جانتا چاہتی تھیں کہ رتن کے من سے ہندو کی کاہر موہا کہ نہیں۔

نہیں..... اس نے کسی چیز کے لئے اپنی پسند ظاہر نہیں کی..... میں نے خود بخود اپنا ہے..... آتش ہے کہ آپ کو پسند آئے گا۔

ٹھیک ہے..... تم اس کی پسند کو بھتر جانتے ہو۔ کشمی دیوی نے کہا۔

دلانا چاہا۔

میں جانتی ہوں..... تم دونوں ہمیشہ سے ایک ساتھ رہے ہو..... تم نے صرف درپن کو ہی دیکھا ہے..... اسنے مجھ تمہارے جذبات کا احترام کیا ہے۔ لیکن میں..... مجبور کی دیوار دوہرتی ہے آکاش تک بلند ہے۔ وہ ہم نہیں گرا سکتے۔ کشمی دیوی بے بس آنے لگی۔

رتن نے صرف کشمی دیوی کے چہرے کو دیکھا۔

ہم برہن ہیں۔ ہمارے ہاں ذات پات کو خاص طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ہم لوگ تو..... درپن کو لڑکی دینا پاپ سمجھتے ہیں۔ اور درپن تو مسلمان ہے..... کشمی نے رتن کے دل سے ایسے خیالات کو صاف کرنا چاہا۔ جس میں درپن موجود ہو۔ وہ خاموش سنتی رہی۔

تم بولتی نہیں ہو..... میری بات کا جواب تو دو۔ وہ عاجزانہ لہجے میں بولیں۔ کیا بولوں لما..... تمام راستے بند ہیں..... نجات کا کوئی روزن میری طرف کھلا۔ رتن نے درپن سے باہر دیکھا.....

سب بھول جاؤ..... بھولنا اتنا جیون عطا کر دیں..... جو میں تیری ڈولی سجاؤ..... کشمی دیوی کے رخساروں پر آنسو لڑھک لڑھک کر ان کا دامن بھگونے لگے۔ لما..... ایسی باتیں مت کریں..... رونہ میں رو دوں گی۔ وہ چہرے پر ہاتھ راسک اٹھی۔

تیرے رخصتی کے وقت میری کیا حالت ہوگی..... تمہاری جدائی کے تصور سے کانپ اٹھتی ہوں۔ کشمی دیوی نے رتن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ دن ایک ایک کر کے گزر گئے..... گوتم کے ساتھ رتن کی نسبت بچی ہو گئی..... اس وقت تک شادی طے ہونے میں تاخیر کی گئی جبکہ ٹینا کے شوہر بے بال انگلینڈ سے نہیں آ جاتے اور اے شیشل کے ساتھ نہیں لوٹ آتا..... شادی کی تمام تر ذمہ درپن کے سپرد تھی..... اور کرتا بھی کون..... سنوٹش کاروبار میں اس قدر مصروف کہ انہوں نے خود درپن کو سلیکٹ کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ درپن بیٹے تمہارے پاس ہر کے اختیار ہیں..... بس تم ہماری بہن اور بیٹی رتن کی پسند کا خیال رکھنا۔ کشمی

ہی بیا..... اس کا تو مجھے بھی دکھ پہنچتا ہے۔
 غم..... اب آگے بھگوان اچھا کرے..... تم ذہن پر زور کم دینا۔ وہ کھڑے ہو گئے۔
 ہارے ہیں آپ۔ کشمی دیوی نے دیکھا۔
 خیال ہے اب جانا چاہئے میں پھر آؤں گا۔ ستوش نے کشمی دیوی کے سر پر ہاتھ رکھا۔
 بسا..... اتنا دور بچوں کو جلد لے آئے..... رونق رہے گی۔ کشمی دیوی نے محبت
 کیا۔
 ضرور کیوں نہیں..... بس اسے اور شکیل آلیں..... ہم سب تمہارے پاس شفقت ہو
 گئے..... وہ دیکھ رہے تھے اور ہار کر نکل گئے۔
 کشمی دیوی نے صوفے کی پشت پر سر رکھا لایا..... اور ان کا ذہن ارد گرد کی سوچوں کا محور
 بن چکا تھا۔
 دیوی جی برقع لے جاؤں۔ بابا اندر آتے ہو لی۔
 ہوں۔ لے جاؤ..... کشمی دیوی جھک کر سیدھی ہو گئیں.....
 ستوش وہ ہو لیں۔
 جی دیوی سر کا۔
 راجا بکار کو بلاؤ.....
 بہتری۔ بابا برقع اٹھا کر چل دی
 چند لمحے گزارنے کے بعد راجا بکار دروازے پر نمودار ہوئے
 اجازت ہے ماما..... وہ دروازے پر آیا۔
 اجازت..... اپنی ماما کے کمرے میں کشمی اجازت بیٹھے۔ وہ بڑی محبت بھری نظر ڈال کر
 لیں۔
 ماما..... اگر اجازت نہیں تو صرف درپن کو..... وہ طرے کے حیروں کی بو چھانڈ کر
 در آ گیا۔
 بیٹہ جاؤ وہ مختصر ہو لیں۔
 Thank you..... وہ بیٹھے بیٹھے غیرت کا انداز اپنا گیا۔
 تم میرے بیٹے ہو..... زیادہ وقت گھر میں رہا کرو..... تمہاری ضرورت ہے۔ وہ
 لیں۔

اور کوئی ضروری بات..... درپن نے کہا۔
 میرا خیال ہے ماما کے لئے ایک بڑا رانی ہار بنوا دو تو اچھا ہے۔ کشمی دیوی نے بیٹا کی
 زیورات کا اندازہ لگایا۔
 ماما..... دونوں ماں بیٹیوں کو دس تو لے کے مکمل سیٹ بنوا دیے ہیں۔
 درپن حیرت سے بولا۔
 رہے دو کشمن..... بہت ہے۔ ستوش بولے
 نہیں بھیا..... میں چاہتی ہوں کہ رتی کی ساس ہونے کے ناطے خوش ہو جائے۔
 دیوی کی آنکھوں میں چمک سی بڑھ گئی۔
 تو پھر درپن بیٹا..... دونوں ماں بیٹی کے رانی ہار بنواؤ..... ستوش نے کہا۔
 چلو ٹھیک ہے ماموں..... جیسے آپ کہیں۔
 ہاں..... کشمی دیوی نے اقرار میں گردن ہلائی۔ وہ باہر نکل گیا۔
 کشمن..... درپن کتنا شفاف انسان ہے..... اس کے من میں کسی کے بارے
 میں رانی نہیں ملتی۔
 ستوش نے پسندیدگی سے کہا۔
 اب تو سب کچھ درپن کی وجہ سے ہے..... کاروبار..... گھر سب اس نے سنبھال
 ہے..... میں کئی مرتبہ سوچتی ہوں..... رام جی کے بعد کون تھا جو ذہنی نیا کو سہارا
 کشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔
 درپن تمہارے گھر کے لئے تیار کا کام دے رہا ہے۔ ستوش بولے
 میرا جیون کرنی دیواری طرح ہے..... بعد میں نہ جانے کیا ہو.....
 اچھی ہو جاؤ گی۔ اتنا اچھا علاج ہو رہا ہے..... دل مضبوط رکھو۔
 (مسٹر ستوش مسز سیوک رام کو پیچیدوں کا سرطان ہے..... مسٹر درپن کو علم.....
 آپ ان سے بات نہ کیجئے گا.....) وہ سر لاپاز کر رہ گئے جب ڈاکٹر کینڈی کے الفاظ
 کی ساعت سے ٹکرائے۔
 کیا سوچنے لگے۔ کشمی دیوی نے کہا۔
 کچھ نہیں..... درپن کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اگر بندہ دھرم رکھتا تو ایسا اچھا
 ہاتھ سے نہ جاتا۔ وہ جان بوجھ کے بات کا رخ پلٹ گئے۔

ہاقت را بھکارا کانداز شد یہ تا گوارنگ رہا تھا.....

اما..... میں تو..... وہ بھکاتے ہوئے بولا۔

میں چاہتی ہوں..... اور چاہتی بھی نہیں ہوں کہ اب جانید کا بٹوارہ ہو جائے.....
یہ بعد آنے والے سے نہ جانے کیسے ظالم ہوں۔ وہ بولتی رہیں اور لکشی دیوی کا چہرہ دیکھتا

انہیں معلوم ہے تمہارا پایا اپنے جیون میں ہی ساری جانید کو تقسیم کر چکے تھے.....
تاکہ وہ..... آپ پھر درپن کا ذکر کریں گی..... وہ بات کاٹ کر بولا۔

گو اس بند کرو..... اس کا ذکر کیسے نہ کروں..... وہ پتوہارے اس گھر کا..... سب
لہلا ہوا ہے اس نے..... اگر وہ نہ کرتا یہ سب کچھ..... کون کرتا..... مجھے کون سنبھال
میں مر رہی ہوں..... میرا خیال رکھتا ہے..... میری ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ
میں راستہ کھنک گزرا پگڈنڈی پر لے گیا ہو..... وہ لا پراہہ سادیکتا رہا..... اسے اب
لکشی دیوی کے پاس آنے کی جرات نہ ہو رہی تھی۔

تمہارے پاس ایک جیٹری تو ہے نا۔ وہ سانس پر قابو پاتے بولیں۔

وہ صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

ہاتی تمہارا حصہ..... کسی دن درپن تمہیں دے دے گا..... میں تمہیں مکمل حصہ دے
دیں گی..... کیوں کہ بعد میں کسی جھگڑے کا احتمال نہ رہے۔ میں پسند نہیں کروں گی کہ
وہ بعد تم درپن سے حیرت رکھو.....

Thank you..... وہ مسکرا کر بولا۔

کیا خیال ہے اپنی بہن کا خیال رکھو گے..... تمہیں تو عیاشیوں سے ہی فرصت نہیں ملے
پا..... وہ زہر خنہ مسکرات ہوئیں پر بکیرتے ہوئے بولیں۔

یہ کی بھی درپن پوری کرے گا..... وہ کمری کو ٹھوکر مار تا میز رقداری سے باہر نکل گیا
اے بے غلی اضطرابیت سے ترچے ہوئے انہوں نے اپنا سر تکیے پر گرا دیا اور آنکھیں موند لیں۔

لیکن کیوں؟..... کیا رکھا ہے اس گھر میں..... پھر میری ضرورت..... ہنس
وہ طعناؤں دیا۔

تمہاری بہن کی شادی ہے..... ایسے وقتوں میں بھائی پاس ہونے چاہئیں۔ وہ بغور
سرکش بیٹے کا چہرہ دیکھتیں رہیں۔

اما..... میں نے کہا نا..... اس گھر کو میری نہیں..... درپن کی ضرورت ہے۔ اور
موجود ہے آپ کے پاس..... میرے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

تم اس کا ہاتھ بٹاؤ..... بھائی ہے تمہارا..... لکشی دیوی را بھکارا کے دل سے عدالت
کا کٹا کٹا لپٹا چاہتی تھیں۔

بھائی..... کسی باتیں کرتی ہیں آپ..... وہ میرا بھائی کیسے ہو سکتا ہے پھر ایک مسلم
زادہ..... وہ نفرت کے ریکلے لہجے میں بولا۔

یہ خیال دل سے نکال دو۔ اس کی پرداخت ہندو دھرم میں ہوئی ہے اور ہندو عورت کی
گود میں پلا بڑھا ہے وہ..... دشمن نہیں ہے تمہارا..... وہ ہمارا ہے..... وہ آخر میں ہوا
سبک کر پنر بلند آواز میں..... جیسے تھک چکی ہوں۔

کچھ بھی ہے..... وہ میرا سر نہیں ہے..... آپ نے اور پایا نا اسے اس قدر قریب
دے رکھی ہے کہ اب وہ پورا ہوا اختیار ہے اور..... وہ آنکھیں کھول کر کچھ کہتے کہتے رک
گیا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو..... آج اس کا فیصلہ ہو ہی جائے تو اچھا ہے۔ لکشی دیوی روز روز کی
جنگ جنگ ختم کرنا چاہتی تھیں۔

میں اپنے حصے کی جانید اولیتا چاہتا ہوں..... وہ ڈر گئے لگا تھا۔

اچھا تو یہ بات ہے..... ٹھیک ہے..... تمہارا جو حصہ نکلتا ہے..... تمہیں دے
جائے گا۔ لکشی دیوی نے سینے پر ہاتھ رکھا اور لیٹ گئیں اور گہرے گہرے سانس لے
لیں..... جیسے سانس کی ڈوری ٹوٹنے لگی ہو۔

پانی..... پانی لیجئے اما..... را بھکارا نے ایک دم لپک کر پانی کا گلاس لکشی دیوی
ہوئیں سے لگا۔ وہ کوکھن پینے کے بعد گلاس انہوں نے واپس تپائی پر رکھا۔

اب کیسی طبعیت ہے۔ وہ بولا۔

میں ٹھیک ہوں..... تم فکر نہ کرو..... صرف جانید اولیتا کی بات کرو..... لکشی دیوی

بولی۔

میں نے جمہیں حوالے نہیں کیا..... تمہارا جد اہو ناگیا میرا نصف بدن سولی پر لٹکا دیا گیا ہے..... میں تمام شب کانٹوں پر بسر کرتا ہوں..... نہ نیند آتی ہے اور نہ چین..... رتی میں کیا کروں..... اما کی وجہ سے وہ چٹاب مغرب رتی کو لپٹا کر بھٹ کر رو دیا..... چپے ضبط کے سارے بند منڈ ٹوٹ گئے..... وہ موم کی طرح گرمی عشق سے پکھلا جا رہا تھا وہ اس سے لپٹی بلک بلک کر رو دی.....

تم نے..... درپن ایسا کیوں کیا..... وہ چہرہ اٹھا کر درپن کے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ رہی۔

میں نے نہیں کیا..... تمہارے دھرم نے ایسا کیا ہے..... مجھے قبول نہیں کیا تمہارے دھوم نے..... لیکن میری وفا کومتا ہے..... اور میں باپا کا حق تک ادا کر رہا ہوں..... مجھے تم سے محبت ہے..... اور یہ ضروری تو نہیں کہ محبت میں شادی لازمی ہے..... اور بھی دکھ ہیں زمانے میں وہ رتن کا گلش چہرہ اپنے ہاتھوں میں قدام کر آنسوؤں کے درمیان رک رک کر کہہ گیا.....

درپن..... دو ایک دم چہرہ صاف کرتے بولی۔

کیا؟..... درپن نے آنکھیں اٹھائیں۔

مجھے اب بھی روک لو..... کہیں لے جاؤ..... میں ہر حال میں تمہارے ساتھ رہتا چاہتی ہوں..... آؤ کہیں دور چلے جائیں..... جہاں یہ دنیا والے ہم تک نہ پہنچ پائیں..... وہ اس کے شانے پر سر رکھے بولی۔

نہیں..... درپن کی جان..... تم عزت ہو باپا کی..... تمام ہندو برادری کی..... اور میں ہرگز یہ نہیں چاہوں گا کہ سیوک رام کی عزت پر کوئی انگلی اٹھائے..... ان کے ناموس کی حفاظت میرا فرض ادا نہیں ہے..... وہ محبت کے بے پناہ جذبے کے تحت بولا.....

میں کیا کروں..... یہ دل کہیں ٹھہرا تا نہیں ہے..... تم سے دور جانے کا تصور میری رگ دپہن میں شتر چارہا ہے..... وہ بے سہارا بیچ کی طرح اس کے شانے سے چٹ گئی۔

دیکھو رتی..... میرے پاس وہ الفاظ تو نہیں جو جمہیں یقین دلا سکیں کہ مجھے تم سے کس قدر محبت ہے..... جمہیں کاٹا بھی چبہ جانے تو میں عجب جاتا ہوں..... اور اب مجھے دوسروں کے حوالے کیوں کر رہے ہو..... درپن..... مجھے سمیٹ لو..... نہ جانے دو

جوں جوں شادی کے دن قریب آرہے تھے ان کی ہستی سے قطرہ قطرہ کوئی خون نچڑ تھا..... ان کے آسمان کے تمام ستارے ماند ہو رہے تھے..... آج رتن کو ملے کئی دن بچے تھے..... اس کی صورت کو ایک دن نہیں دیکھ تھا تو بے چین ہو جاتا تھا اور آج اس کر کو دیکھ کئی دن ہو گئے تھے..... کیسے جاتا مغل مہالوں سے بھرا ہوا تھا..... اسے تو کام ہی فرصت نہیں مل رہی تھی..... رتن کو وہ نیچے دیکھتا..... اپنے آپ کو مشینی پرستہ طرح حرف کرتے کام میں جتا ہوا تھا۔

اس وقت شب کے سات بج چکے تھے..... ضروری امور سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں بی لوٹ آیا..... دروازہ کھولتے ہی وہ بوچھا سا رہ گیا۔

رتی..... تم یہاں..... وہ حیرت زدہ سا آگے بڑھا۔

درپن..... وہ اس کے سینے سے گلی سسک سسک کر رو دی۔

کیا ہوا..... کسی نے کچھ کہا۔

درپن اسے بازو کے حصار میں لے کر پٹک پر بیٹھ گیا۔

او ہو..... بھئی رہا بند کر دو..... وہ اپنے ہاتھ سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگا.....

یہاں میرے آنسو پوچھ لو گے..... اور وہاں..... وہ بڑے کرب سے بولی۔

تم باگلو ہو..... خبردار وہاں ایک آنسو بھی خالی کیا..... وہ محبت سے اسے ڈانڈ

بولی۔

میرا اختیار نہیں ہے..... درپن..... میں تم سے دور نہیں رہ سکتی..... وہ پھر اس

شانے پر سر رکھے رو دی۔

ان آنسوؤں کو روک لو رتی..... اور کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے اور میرے

میں کب ہے..... وہ کرب ناک آواز سے بولا۔

پھر تم نے کیوں مجھے اس کے حوالے کیا..... وہ آنسو بھری آنکھوں کو درپن کو

ہاں..... گوتم کی دلہن..... سیوک محل کی بھی آشا ہے۔ سارے دکھ سمیٹ کر
ہلا.....

اور پھر ایک دن وہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گوتم کی دلہن بن کر اس کے ساتھ
سرال سدھار گئی۔ وہ دل تمام کر رہ گیا۔ پورے سنسار میں اس جیسا کوئی نظر نہ آیا۔
اپنے ارد گرد یوں جیسے کائنات نام کردہ بن چکی ہو..... اس نے حالات سے سمجھو تیر کرنا سیکھا
تھا۔ آج بھی وہ سمجھوتہ ہی کر رہا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے دوسروں کے حوالے کیا..... اپنے
جسم کا ایک حصہ گوتم کو دے دیا..... وہ یوں پیسے اپناج ہو گیا ہو..... رتی اس کی مسکرائش
چمن کر لے گئی تھی۔ وہ صرف شکایت کرے تو کس سے کرے..... کوئی اور درد و غمگد
نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں نے رتن کا تڑپا دیکھا تھا۔ وہ سنسار ماموں اور لکشی دیوی ماما سے
لپٹ کر بگ بگ کر روئی تھی..... اس کے اس طرح ٹوٹ کر رونے سے کائنات خرا اٹھی
تھی..... پوچھا جان لے اسے اپنے سینے میں بھر لیا لیکن اس کی تڑپ دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ
وہاں سے ہٹ گیا..... اس کی رخصتی کا منظر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ ایک ڈنڈہ جو جنت
کرنے والے ڈنڈوں کی عمارت مہار کر گیا اور وہ رخصت ہوئی..... سب تہہ دہلا ہوا گیا۔
ایک ظالم جو جنت کے سمندر کو زیر و زبر کر گیا۔

وہ ایک محل سے اٹھ کر دوسرے محل میں چلی گئی تھی..... یوں جیسے کسی منغل شہنشاہ کا
نویا ہوا تاج محل۔ رام جی کی مور کی کاٹھا کھینچنے کے بعد رتن کو پھولوں کی بج پر بٹھایا۔
اور گوتم نے بڑی بے کلی کے ساتھ رتن کا ٹھونگٹ پلٹ دیا..... بنگھوان نے تجھے کتنا
سندر بنایا ہے رتن..... تمہارے حسن کا جو بن پورے سنسار کو حسین بنا رہا ہے۔ گوتم بھی
پہلی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ دونوں ہاتھوں کی اکھ میں رتن کے چہرے کو تمام کر دیکھتا
رہا.....

میں ماضی میں اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کو فراموش کر رہا ہوں..... تم اور
درہن میرے ساتھ کر رہے تھے..... اور تمہیں وہی محبت دوں گا جس کا تمہیں حق ہے
..... وہ لرز گئی.....

رتی..... گوتم تمہارا بچہ ہے اس سے وہی سلوک کرنا جو ہندوستانی عورت کا شیوہ ہے۔
اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ کچھ کہنا چاہتی ہو..... گوتم نے رتن کے یا قوتی ہونٹوں پر اپنی
انگلی رکھ دی۔

مجھے..... وہ احتجاج کرتے جیسے منہ بھرے لہجے میں بولی.....
تم سمجھتی کیوں نہیں رتی..... میری پان سمجھو حالات کی نزاکت کو..... وہ بے
کے انداز میں رتن کے شانے کو تمام کر ڈالا۔
وہ غر حال سی پھر اس کے ہاتھوں پر سر رکھے رودی..... میں ماما کو کسی قسم کا دکھ
نہیں چاہتا..... ماما ماما سے پاس شاید.....
وہ دکھ اور تکلیف سے رتن کے بالوں پر چہرہ رکھے رو دی۔
کیا ہے ماما..... بتاؤ نا..... وہ تڑپ اٹھی.....
وہ خاموش رتن کا چہرہ دیکھتا رہا..... اس کی نگاہیں رتن پر مرکوز تھیں۔
درہن..... ماما کو کیا ہے..... بولتے کیوں نہیں..... اس نے درہن کو پوری طا
سے ہلایا۔

کچھ بھی نہیں..... میرا مطلب کہ وہ شدید بیمار ہیں..... ان کو سانس کی تکلیف
..... ہو سکتا ہے کوئی جان لیوا صدمہ ان کو اور تکلیف نہ دے..... وہ جھوٹ کا سہارا لے
ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔
ہاں..... یہ بات تو ہے..... تم خوش رہو گی نا..... تو وہ بہت خوش ہوں گی.....
طرح ان کو سکون ملے گا..... ان کے من کو آشتی ملے گی..... عمر بڑھ جائے گی ان کی۔
صیحت بھرے لہجے میں بولا۔

وہ اس نوجوان کے خوبصورت ظالم چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی وفاؤں کو ایک ایک
کے یاد کرتی رہی..... کیا ساری قربانیوں کا ٹھیکہ تم نے لے رکھا ہے..... وہ پھٹی
آنکھوں سے دیکھتی رہی۔
کیا دیکھ رہی ہو۔ وہ چونک کر بولا۔

تمہیں..... جس کے چہرے پر خود غرضی کی ایک حکن بھی نظر نہیں آتی۔ وہ بولی۔
تمہاری محبت میری غرض ہی تو ہے..... وہ بڑے کرب سے مسکرایا۔
محبت..... وہ حیرت زدہ رہی بولی۔

ہاں رتی..... محبت صرف شاوی تک محدود نہیں ہوتی..... چاہنے والے محبوب کا
حال میں بیمار کرتے ہیں۔ اس کے ارادے کا استحکام رتی کو چھٹا گیا۔
چاہے..... تمہاری محبت گوتم کی دلہن بن جائے۔ دیولی۔

میں نے کوئی انہونی بات تو نہیں کہہ دی۔ رتن مسکرا دی۔

یہی کہا ہے تاکہ عمل ہو آئیں..... چند دنوں کے لئے۔

وہ بیٹھ گیا وہاں لے جاؤں..... جہاں وہ ہے..... جو مجھے.....

ہاں..... یہ کوئی حیران کن بات تو نہیں۔ وہ آنکھیں کھول کر حیرت سے بولی۔

کیا ضرور ہے..... چند دن ہوئے سب لوگ تو آئے تھے۔ گوتم نے یاد دلایا۔

منو شاہاموں اور ان کے اہل خانہ..... ماماک آئیں تھیں۔ رتن نے اسے یاد دلایا۔

رات کو چلیں گے۔ چند منٹ بیٹھیں گے آجائیں گے۔ وہ بڑی خلالت سے بولا۔

میں بیسیاتے بھی ملتا جاہتی ہوں..... بلکہ سب سے..... وہ دیران نظرس ڈال کر بولی۔

ہوں..... جانتا ہوں ان سب میں کون کون شامل ہے..... ہے بالیسی بات..... وہ

چاند چھپے ہوئے زہر کو اگل کر بھر پور طہر کرتے بولا۔

گوتم..... میں ایسی کھنگو ہرگز پسند نہیں کرتی..... آئندہ خیال رکھئے..... وہ شروع

لی جلیا ہوئی اور بعد میں نرم زدنگی۔

سوری..... سوری..... رتی..... مجھ..... ہے..... خیال رکھوں گا۔ وہ کسی خیال کے

ت عوامت آمیز لہجے میں نرم زدنگیا۔

رتن نے غیبت خیر نظروں سے گوتم کو نکالا۔

نہ جانے کیوں..... میں اس خیال آسن سے نہیں نکال سکتا۔ وہ مجبور نظر آرہا تھا۔

کیا سارا جیون یہ فتر میرے من کو زخمی کر رہا ہے گا..... وہ آنکھوں سے بہتے دالے

ن کو ضبط کرتے بولی۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں میرے بیٹے بہو میں۔ ٹیٹانے آتے ہی کہا۔ رتن کی متورم آنکھیں

ٹوٹلی کا باعث تھیں

کچھ نہیں آئی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی

گوتم..... رتن پریشان کیوں ہے..... ٹیٹانے اپنی چھٹی حس کے ذریعے محسوس تو کر

لاھا۔

رتی کل جانتا جاہتی ہے..... چند دنوں کے لئے۔ گوتم نے کہا۔

چند دنوں کے لئے..... ابھی سے..... ٹیٹانے توری چڑھا لی۔

ایک ماہ ہو گیا ہے آئی..... میں ماما کے پاس رہتا جاہتی ہوں..... رتن نے جرات سے

وہ صرف آنکھیں چمکا کر رہ گئی۔

جو شخص میرے کمرے کے دروازے پر نہیں ہلک سکتا تھا..... اب وہ میری آئی

مالک بن چکا ہے..... بھگوان بن گیا ہے۔ اس کے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات آرہے

تھے۔

جہیں حیرت ہو رہی ہے شاید..... یہاں میری جگہ درہن کو ہونا چاہئے تھا..... گرا

نے کہا۔

رتن نے بے چین نظرس گوتم کے چہرے پر ڈال دیں

I am sorry..... وہ شرمندہ سا لگتے لگا۔

رتن بے کل مضطرب گھٹنے میں چہرہ چھپانے بری طرح رو دی۔

رتی..... بھی صاف کر دو..... اٹھانے میں بات منہ سے نکل گئی..... ایسی غامض

روز تو سڑی ہوتی ہیں۔ وہ معذرت خواہ نظر آ رہا تھا۔ گوتم نے بڑی اچانکیت سے کہا۔

ایک دم دونوں ہڑبواس گئے۔ لڑکیوں نے بلا بول دیا..... اور تمام شب ان کی مذا

مگئی۔

دونوں ہی دھمقوں اور پارٹیوں میں کٹ گئے..... ٹیٹا کا حلقہ احباب بہت وسیع

..... ذرا ان ہنگاموں سے فرصت ملی تو شادی کو ایک ماہ ہو چکا تھا۔ رات کے کھانے

دونوں اپنے کشادہ آرائشی کمرے میں آگئے..... زہرات کو آنے کے سامنے بیٹھے بیٹھے

فرسے میں رکھے رتن نے گوتم سے کہا جو لباس اور جوتوں سمیت لیٹ چکا تھا۔ تھک گئے

وہ پلٹ کر بولی۔

نہیں..... تمہارے ساتھ مجھے حصن کا احساس نہیں ہوتا..... گوتم نے اس کی طرا

پلٹ کر کہا۔

ایک بات کہنا تھی۔ وہ اپنے دراز بالوں کو کھول کر بکھر کر بولی۔

وہ وہوش سا ہو گیا..... ساری کائنات اس کی حسین زلفوں میں سمٹی نظر آ رہی تھی

ایک نہیں سو بات کہو۔ وہ وہوش سا ہو گیا۔

بہت دن ہو گئے ماما سے ملے..... کل چند دنوں کے لئے ہو آئیں۔ وہ رکے

ہوئی..... چاہتی تھی کہ گوتم جانے سے گریز کرتا ہے۔

کیا؟..... گوتم کے توجہ فوراً بدل گئے۔

دیکھو بیٹی..... چند دنوں میں تم ہی مون کے لئے باہر جا رہے ہو..... اپنے موڈ کو اچھا کر رکھو..... بھول جاؤ..... سب باتیں..... بیٹا نے جیسے پیچھے لے جاتا اور انداز بدل دیتا۔

آئی..... بیٹا کمرے سے نکل گئی۔ وہ دکھڑی رہی..... اور ہاں..... اپنی حالت درست کر دو..... کوئی ملنے مارنے والا ہی آ جاتا ہے..... ایسے انا کو اہر سوا ہی ہوگی۔ وہ پلٹ کر بولیں پھر پلٹ گئیں۔
دو موٹے موٹے آنسو لڑھک کر رتن کے رخساروں سے بہہ کر اس کے دامن کو بھگو گئے۔

بہو بیگم..... بہو بیگم..... دوپٹن باؤ آئے ہیں۔ ملازم نے اندر آتے ہی کہا۔
دوپٹن آیا ہے..... وہ بے قرار بے اختیار باہر کی طرف بھاگی جیسے قفس توڑ کر پتھیں نکل آئے..... دوپٹن غلام کر دیش کا زینہ چڑھتے ٹھٹھکا۔

دوپٹن..... وہ دوپٹن دار اس سے پلٹ گئی..... اور بری طرح رونے لگی..... رتی..... تم ٹھیک تو ہو..... ایک بازو کے کوتاہ صدمہ میں لے کر وہ خود حوصلہ گیا۔
ڈرائنگ روم میں آجائے باؤ سرکار۔ ملازم نے موڈ کہا۔

وہ روتی رہی..... ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے دوپٹن نے رتن کے سر پا کو بنوڑ دیکھا۔
ماما..... تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں۔ وہ اپنے خون ہونے والے دل کے ٹکڑے سمیٹ کر نکلیا۔ اس کی حالت سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ خوش نہیں ہے.....

میں تمہیں لینے آیا ہوں..... تیار ہو جاؤ..... وہ دکھ نظر رتن کے چہرے پر ڈال کر بولا..... اس کو یہ احساس ہو چکا تھا کہ رتی خوش نہیں ہے۔
یہ لوگ جانے نہیں دیتے..... وہ بے بسی کے عالم میں دوپٹن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر

بولی۔
نہیں جانے دیتے..... تم ماما سے بھی نہیں مل سکتی..... وہ پریشان ہو گیا۔
نستے..... آئی..... اچانک بیٹا کو اندر آتے دیکھ کر اس نے موڈ کہا.....
بھنحو..... وہ اندازہ اخلاق بولیں۔

Thank you..... وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

کام لیا۔
اتھارہ بیس سال تم وہاں رہی ہو..... اب اپنے گھر میں جی لگاؤ..... بیٹا..... جذبات سے واقف تھیں۔

تو کیا بھی نہ جاسکوں گی۔ وہ ماہر سہی دکھائی دینے لگی۔
کیوں نہیں..... صبح لے جاؤ گوتم..... تمام دن رہو..... رات کو بے کر آ جاؤ۔
وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولیں۔
آئی..... رہنے میں کیا حرج ہے..... وہ پلٹ کر سنت بھرے لہجے میں بولی.....
وہ چاچکی تھیں۔

مجھے نہیں جانا..... وہ دل مسوس کر رہ گئی۔
دیکھو تاریکی تمہاری جدائی ماما سے بھی برداشت نہیں ہوتی..... سب تم سے.....
کر تے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔

وہ خاموش بیٹھ گئی..... چنانے سے سر پھوڑنے سے بہتر ہے خاموش رہا جائے۔
خون کے آنسو رو رہا تھا..... وہ جان چکی تھی کہ یہ لوگ کس وجہ سے اسے محل نہیں دیتے..... کیا یہ جانے نہیں دے گئے..... کیسے کیسے خیالات نے اس کے ذہن کو پرانہ.....

وہ کیوں ہی پریشان رہی..... شاید یہ پریشانی اس کا مقدربن تھی جیسا کہ وہ ہمہ وقت رہنے لگی..... اس نے ہنسنا سونا بھی کم کر دیا تھا..... دروازہ کھلا..... بیٹا داخل ہو کر رتن.....

رتن..... بیٹا نے دیکھا وہ آج صندرو پر چاچا کے لئے نہیں گئی تھی..... اور اسے ایسی اپنی ساس کے چروں کو چھوٹا تھا..... تم بھی تک بستر پر پڑی ہو۔ بیٹا نے انداز میں کہا۔

ہاں..... آئی..... طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔
جب سارا دن بند کمرے میں گزرتے گا تو طبیعت ٹھیک رہ سکتی ہے تو پھر کیا کر دوں وہ بے بسی بولی۔

گھر کے کاموں میں حصہ لو..... دل بھل جائے گا۔ بیٹا نے طنز کیا۔
وہ ہالوں کو ہٹا کر خاموش بیٹھی رہی۔
بیٹا اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔
حصہ..... کیسا حصہ..... باورچی کو چھٹی کروا دیجئے..... رتن جل کر بولی۔

لگا۔

قمر اس کا چچا چھوڑ دو..... اب رتی کی شادی ہو چکی ہے..... نہ جانے کبھی..... وہ حسب
ت چلا کر تمام ادب گنگو فراموش کر گئیں۔

نیا آئی..... میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں..... لیکن جب بابا اور ماما کی بات آ
ئے تو میں برداشت نہیں کروں گا..... وہ رتن کر بولا۔

رتن کا ماتھا ٹھکا..... جنہیں نہیں معلوم شوہر کے بغیر رتن کیسے تہارے ساتھ چلی
..... گوتم قمر اس بارے میں کس قدر حساس ہے..... جانتے ہو..... تم جاؤ۔ وہ سرکش
دھم کر بولیں۔

نہیں..... میں رتی کو لے کر جاؤں گا..... ماما بہت بے چین ہیں اس کے لئے..... اور
ابھی اتنے دن ماما سے دور نہیں رہی۔ وہ بھند ہو گیا۔

درہن..... تم جاؤ..... میں آ جاؤں گی..... تم جاؤ..... نا..... وہ آنسوؤں کے
سماں درہن سے بولی۔

ہاں ہاں..... جتنی مومن جاتے ہوئے مل لے گا کبھی سے..... رتن ساتھ ہو گی۔ ٹیٹا
ہوا سے بولی.....

ہاں..... درہن میں آؤں گی..... تم جاؤ نا.....
رتی..... ٹیٹا چلائی..... جی آئی..... وہ بولی۔

درہن ماما کو منستے کہتا..... گوتم کے ساتھ میں آؤں گی..... رتن نے معاملہ رفع دفع
رہا چاہا..... تم چلو اپنے کمرے میں..... خود ہی چلا جائے گا..... ٹیٹا نے رتن پر حکم
پالتے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کے لئے کہا..... وہ ضبط نہ کر سکی..... اتنی بے
اسی مجبور تو وہ بھی بھی نہ تھی..... وہ سامنے کھڑی سسک اٹھی۔

میں کہتی ہوں جاؤ..... چلی جاؤ..... یہاں سے..... ٹیٹا نے طیش میں رتن کو بازو سے
پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلا..... آئی..... وہ دل کے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے
پٹ پٹا.....

بہنہ..... ٹیٹا باہر نکل گئی۔

اور فرہاد یوس لٹا ہوا اوپس محل لوٹ گیا۔ جیسے ہارا ہوا جواری.....

رتی..... تم بھی بیٹھو..... وہ افسردہ رتی کو کھڑے دیکھ کر بولا۔

نہیں..... میں تمہارے لئے چائے لاؤں..... وہ لپٹ کر بولی۔

ارے نہیں..... تم بیٹھو..... مجھے چلے جانا ہے..... ادھر آؤ..... وہ رتی کی
سے مغلوب ہو کر بولا۔ وہ ٹیٹا کے پاس ایک طرف بیٹھ گئی۔

کیسے آئے ہو..... ٹیٹا نے ایک ابرو چڑھا کر کمال عیاری سے کہا.....
ماما نے بھیجا ہے..... رتی کو لینے آیا ہوں..... وہ ملتا چلتی ہیں..... وہ مسکرا کر

دیکھ کر بولا۔

گوتم کھڑے نہیں ہے..... ٹیٹا نے کہا۔

گوتم تم سب سے گئے ہوئے ہیں..... رتن نے کہا۔

کب آتا ہے انکا..... درہن فوراً بولا۔

کوئی پتہ نہیں درہن! تم مجھے ماما کے پاس لے جاؤ..... میں جاؤں گی..... رتی
پر اصرار بھرے لہجے میں کہا۔

یونہی..... جنہیں گوتم کی اجازت کے بغیر کیسے بھیج دوں..... ٹیٹا بے ساختہ بولی۔
ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... وہ رتی کو یاد کر رہی ہیں..... درہن نے کھڑے

کہا۔

کبھی کی طبیعت قزاق ابھی رہے گی..... کوئی اور بہانہ کرو..... ٹیٹا زور
سفاک لہجہ اختیار کر گئیں۔

آئی..... جھگڑانے سے ڈریے..... بیماری پر کسی کا اختیار نہیں..... درہن کو
گیا۔

دیکھو..... دونوں جتنی مومن کے لئے باہر جا رہے ہیں..... جاتے ہوئے آئیں.....
کے لئے..... ٹیٹا نے پرسکون انداز میں کہا۔

لیکن میں رتی کو اب لے کے جاؤں گا..... ماما رتن کے بغیر بڑی اداس ہیں آؤ
رتی کو میرے ساتھ جانے دیجئے..... وہ اصرار کرنے لگا۔

کیسے جانے دوں..... گوتم کے بغیر میں ہرگز نہیں جانے دوں گی..... ٹیٹا کے
پر فرعونیت ناچ رہی تھی۔

میں نے کہا نا..... ماما سے مل لے..... میں ایک گھنٹے میں چھوڑ جاؤں گا۔ وہ اصرار

گازی سے اتر کر وہ سیدھا چوچا ہاں کے ہاں پہنچا۔ آگے..... رتی ٹھیک تھی..... نہ!
 تھی اپنے گھر..... ایک ہی سانس میں پوچھ جانے لگی سوال کر لے۔
 ٹھیک تھی وہ۔ وہ خاموش چپ چاپ سنبھٹ گیا۔
 بیٹا..... کیا بات ہے..... تم پریشان نظر آ رہے تھے..... کیا رتی اپنے گھر میں نہ!
 نہیں ہے۔ وہ درپن کے چہرے سے اندازہ لگاتے ہوئے بولیں۔
 پوچھا..... وہ سہا سہا سا لگا رہا تھا۔
 بولو..... کیا کہنا چاہتے ہو۔ پوچھنا سبزی ایک طرف رکھ دو۔
 میں نے رتی کو بھی اتنا بے بس نہیں دیکھا..... چنا آج..... وہ دھکے دل کی چیخا،
 بے بس..... کیا مطلب ہے تمہارا..... تم لینے گئے تھے..... پوچھا چوک مٹی۔
 بیٹا آگئی نے نہیں آئے دیا۔ وہ بولا۔
 کیوں..... تم نے کہا تھا کہ دیوی جی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ بولی۔
 کہا تھا..... سب کچھ کہا تھا۔

پھر.....
 لیکن اس گھٹیلے دل پر اثر نہیں ہوا۔ وہ بولا۔
 کہتی کیا تھی..... پوچھا دل دھکے سے بیٹھ گیا۔
 وہ میرے ساتھ رتن کو بھیجی یا نہ چاہتی تھیں..... درپن کو افسوس ہو رہا تھا۔
 تم کہتے تھے کہ مجھے مانے بھیجنا ہے۔ پوچھا۔
 کہا تھا..... رتی نے منے بھیجی کی..... میں نے جلد واپس لانے کا وعدہ بھی کیا۔
 لیکن وہ نہیں مانی..... بلکہ شس سے مس نہیں ہوئی۔ افسردہ صورت ٹیک لگا کر بیٹھے
 انداز میں بیٹ گیا۔

دیوی جی سے ملے..... پوچھا کہہ۔
 نہیں..... میں بہت نہیں پارہا..... وہ افسردگی سے بولا۔
 پھر بھی بتانا تو ہو گا..... پوچھا کہہ۔
 اماں..... ایک کپ چائے بنا دیجئے..... وہ تھکا تھکا سا بولا۔
 ابھی لاتی ہوں۔ وہ چن کی جانب چلتے چلتے بولی۔
 جلدی جلدی چائے بنا کر وہ درپن کے لئے باہر لے آئی۔

لمٹ لو گے۔ وہ کپ میز پر رکھتے ہوئے بولی۔
 نہیں ماں..... کچھ نہیں..... چائے کا ایک گھونٹ حلق سے اتار کر بولا۔
 ہند لے منہ کر پوچھا شتری میں چائے اور لے آئی۔
 نہیں اماں..... بس..... وہ اپنی پر۔ وہ کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔
 ٹھیک ہے..... ساری بات دیوی جی کے گوش گزار کر دیتا۔ پوچھا نے اپنے لئے کپ بنایا
 وہ باہر والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ غلام گردش سے گزرتے وہ ٹھٹھا۔
 راستے میں رتن کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر ٹھٹھا..... دل دھک سے رہ گیا.....
 خود بخود ہی اٹھ گئے۔
 رتی..... وہ داخل ہوتے ہی بڑبڑایا..... کمرہ سنسان پڑا تھا..... وہ جس طرح چھوڑ گئی
 اس کے کپڑے..... جو تے..... رنگین زرد اور سفید پنگ سے لٹک رہی تھی۔
 فوری طاقت نے اسے پکارا..... لیکن وہ کہاں تھی..... اوڑھنی کو اٹھا کر اپنی آنکھوں
 ہوٹوں سے لگایا..... پھر واپس صوفے کی پشت پر نکلا..... یوں جیسے ابھی آئے گی
 اسے پکارے گی..... وہ گھبرا کر باہر نکل آیا۔

اماں..... وہ جاتی ملازمہ بابا کو پکارا
 جی بابو سرکار..... وہ کھڑی ہو گئی۔
 رتی کے کمرے کی صفائی کون کرتا ہے۔ وہ بولا۔
 میں کرتی ہوں درپن سرکار۔ بابا گھبرا کر بولی۔
 تو کیا رتی کے جاتے ہی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئی ہو۔ وہ خفا تھا سا بولا۔
 جن میں بابو سرکار..... بس وقت نہیں..... میں کے دیتی ہوں..... وہ بوکھلائی ہوئی
 ابی۔
 اسی صفائی کرو..... اور روز ایک مرتبہ کر دیکھ لیا کرو..... مت سوچو وہ یہاں نہیں
 ہے..... وہ ہے..... ہمارے آس پاس..... وہ کہتا ہوا کشمی دیوی کے کمرے کی طرف
 اٹھ گیا۔
 اماں..... وہ دروازے میں ہی پکارا..... وہ مسلسل کھانسی رہی تھیں..... سانس غیر
 ازان تھا.....
 اماں..... کھانسی ہوئے کشمی دیوی نے بیسی پکلیں اٹھائیں۔

ہے۔ کشمی دیوی نے درپن کے چہرے پر ویرانی دیکھ کر کہا۔
لپٹا خیال ہے میں رتی کو فون نہ کروں۔ وہ مسرت بھرے لہجے میں بولیں..... نہ جانے
اپی چادر ہاتھارتی سے ملنے کو.....

طرور کیجئے..... وہ جھکا اور کشمی دیوی کو قریبی میز پر سے ریور چھما دیا۔

ہلو..... ہیلو..... کشمی دیوی نے کئی مرتبہ کہا۔

Bell جاری تھی اتھا کوئی نہیں رہا۔ وہ بولیں.....

ہلو..... کون..... ایک دم دوسری طرف سے آواز آئی۔

ہلو..... تم..... کہاں ہو بھی..... کوئی خبری نہیں

رتی کو بلا دو..... میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ کشمی دیوی بولیں۔

رتی تو گھر پر نہیں ہے۔ دوسری طرف سے بیٹا نے کہا۔

گھر پر نہیں ہے..... کہاں ہے۔ کشمی دیوی نے درپن کی طرف دیکھا۔

بھوت..... ملا بھوت ہے یہ..... یہ عورت بھوت بولتی ہے۔ وہ بولا۔ اسے غصہ آ

کشمی دیوی نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔

ہاں ہے رتی..... میرا مطلب کہ کہیں گئی ہوئی ہے۔ کشمی دیوی بولیں۔

نہیں..... تمہیں تو معلوم ہے..... گو تم اسے باہر چھانے لے گیا ہے۔ بیٹا نے کہا۔

اب باہر سے لو میں گے وہ تو..... کشمی دیوی نے عاجزانہ انداز میں کہا۔

ہو..... کشمن تمہیں کس بات کی پریشانی ہے..... تمہیں معلوم تو ہے کہ نئی نئی

ہوئی ہے۔ بچوں کو سیر ہانے سے ہی فرصت نہیں..... بیٹا نے لا پر واہ سالجہ اپنا

کشمی دیوی کی بات کاٹ دی۔

ہلو..... میں رتی کے لئے بہت پریشان ہوں..... میں ایک گھنٹے تک درپن کو.....

فہمیں..... اسے مت یہاں بھیجتا..... دوسری طرف سے بیٹا نے بات کاٹ دی۔

ہلو..... درپن کیوں نہ آئے..... کشمی دیوی کو ناگوار گزرا۔

اں کہہ دینا کہ اسے مت یہاں بھیجتا..... میں خود گوتم کے ساتھ رتی کو تمہارے ہاں

دل کی..... بیٹا نے فون بند کر دیا.....

ہلو..... بیٹا نے فون بند کر دیا۔ کشمی دیوی ٹوٹنے دل کے ساتھ ریور

یہ لیجئے..... اب سکون سے سانس لیجئے..... برق رفتاری سے درپن نے ہیلر کلام
دیوی کے ناک کو لگایا۔ کشمی دیوی نے انتہائی احسان مند لگا ہوں سے درپن کو دیکھا۔ وہاں

بیٹا رہا.....

چند سیکنڈ گزر جانے کے بعد جب سانس بحال ہوئی تو انہوں نے ہیلر کو اتار کر اٹھ

طرف رکھ دیا۔

اب کسی طبیعت ہے۔

نمیک ہوں..... تم سناؤ..... رتی سے ملے..... وہ بیٹھتے ہوئے دروازے کی طرف

دیکھتے ہوئے بولیں۔

ملا تھا..... وہ مختصر سا بولا۔

تمہارے ساتھ نہیں آئی..... کشمی دیوی کے انداز میں اس آس پوشیدہ تھی۔

نہیں..... وہ بولا۔

کیوں..... بیٹا نے شاید نہیں آنے دیا۔ کشمی دیوی بیٹا کی تیز طرار طبیعت سے دانو

تھیں۔

نہیں ماما..... گوتم گھر پر نہیں..... اور اس کی عدم موجودگی میں رتی کا آنا، لو

ناپسند تھا۔

چند لمحوں کے لئے آتے..... میں اسے دیکھ تو لیتی..... وہ بڑے کرب

بولیں۔

میں نے کہا تھا کہ رتی کو تھوڑی دیر کے بعد واپس چھوڑ جاؤں گا..... وہ جیسے خود

کار تصور کر رہا تھا۔

پھر بھی نہیں مانی..... وہ عورت ہی ضدی ہے۔ کشمی دیوی کو بیٹا پر غصہ آنے لگا۔

آپ ریٹیکس رہیں..... وہ ایک دم کشمی دیوی کو خبردار کرنے لگا۔

مجھے یاد پڑتا ہے..... میں نے رتی کو موبائل دیا تھا۔ کشمی دیوی نے ذہن پر زور دیا۔

وہ شاید اس معصوم سے لے لیا گیا ہے۔ وہ بولا۔

رتن خوش تو تھی..... کشمی دیوی کے من میں شک کا گنا بھیجے لگا۔

نمیک تھی..... وہ نظر چا کر بولا۔

اگر نمیک ہوتی تو تم اس قدر غراش نہ لوٹتے..... تمہارے چہرے پر اواسی چھا

ہا نہیں ماما..... درپن نے مطمئن کرنا چاہا۔

ککشی دیوی اس نوجوان کو دیکھتی رہیں..... جس کے ہاتھ پر کبھی ناگوار چمکن انہوں نے
ند دیکھی تھی..... وہ اچھی بات سوچتا اور محسوس کرتا۔ اچھا ماما! کیا دیتے..... پھر ملیں
گے۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

جاؤ..... آرام کرو..... وہ بڑے پیارے بولیں۔

☆ ○ ☆

رکھتے ہوئے بولیں۔

ماما..... پلیز لٹ جائیے..... آجائے گی رتی..... گوتم لے آئے گا..... درپن
ٹسلی دینا چاہا۔

مجھے بیٹا کی باتوں میں بغاوت کی بو آتی ہے۔ ککشی دیوی نے کہا۔

بغاوت..... ککشی بغاوت ماما..... وہ چونکی.....

ان کو رتی چاہئے تھی..... رتی کے عزیز واقارب سے انکو کوئی سروکار نہیں۔ رتی،
لوگوں سے دور رکھنا چاہتی ہے بیٹا..... ککشی دیوی نے کہا۔

اپنی چاہت اور خلوص کا جو ناک کھیلنا تھا وہ جھوٹ تھا۔ درپن بولا۔

ہاں..... وہ جھوٹ تھا۔

ماما..... گوتم احساس کمتری کا شکار ہے۔ درپن نے کہا۔

مجھے معلوم ہے بیٹا..... یہ اس کا وہم ہے..... اگر وہ ایسا سوچتا ہے تو ککشی دیوی
اور اک رکھتی تھیں..... وہ جان چکی تھیں کہ درپن کیا کہنا چاہتا ہے۔

میں تو چاہتا ہوں رتی جہاں بھی رہے سمجھی رہے..... اس نے آج تک کوئی دکھ
دیکھا..... بابا کو تو بھگوان لے گئے..... اس میں انسان کا دوش نہیں ہے۔ وہ غزدہ سا

مجھے تم پر فخر ہے بیٹا..... رام جی تم سے بہت خوش تھے..... تم نے اپنی وفا
نہیں آنے دی..... اپنی خاندانی عظمت کا ثبوت پیش کر دیا بیٹا..... ککشی دیوی نے

محبت سے درپن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ماما..... مجھے اپنے مقدر پر فخر ہے..... اگر میں یہاں نہ ہوتا تو آج زندہ رہنے سے
کوئی ٹھکانہ تلاش کر رہا ہوتا..... یا ملری مین کا غلام ہوتا..... آپ نے مجھے زندہ

سلیقہ سکھایا ہے..... میرے لئے کتنے قافرخ کی ات ہے کہ کاروباری مطلقوں میں لوئر
سیوک رام کے حوالے سے جانتے ہیں..... اور جب لوگ مجھے سیوک رام کا بیٹا

پکارتے ہیں تو میرا سر فخر سے تن جاتا ہے..... ماما..... مجھے صرف آپ کی محبت
..... اور کچھ نہیں..... بڑی اضطرابیت سے وہ جھکا اور ککشی دیوی کے نازک ہاتھوں

فیتہ وار کئی بو سے دے دیئے۔

افسوس را بیکار میری کھوکھ سے جنم لینے والا تم سا کیوں نہیں نکلا۔ وہ چھتاوے کی
پر کھڑی ایک تک در پیچے سے باہر دیکھتی رہیں۔ ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ..... ران

.... وہ جوش سے بولا۔

ایک دم دروازہ کھلا..... تم اس کو اپنے محل میں کیوں نہیں لے جاتے..... جب یہاں
ہے گی تو پرستار ضد کریں گے۔ جندائ بائی زوردار آواز کے ساتھ اندر آتے ہوئے
لے جاؤں گا..... بس کچھ عرصہ درکار ہے..... وہ سوچتا ہوا بولا۔

کیا مطلب؟.....
جائیداد کا پتھر چل رہا ہے..... خیال ہے..... میرے نام ہو جائے تو سنبل کو اپنی کوٹھی
میں لے جاؤں.....

کوٹھی..... ہائے راجہ جی..... ہماری کوٹھی ہوگی..... دیوی جی مان جائیں گی۔ سنبل
نے جندائ بائی کی طرف دیکھ کر زبردست چاہت کا اظہار کیا۔ کیوں نہیں مانے گئیں.....
آخر کو وہ جائیداد راجہ بابو کی توبہ..... ساری نام لگا دیں..... آپ ہی مالک ہیں۔
جندائ نے پرہوش نگاہیں ڈال کر کہا۔

راجہ نے لالچ کی ماری اس عورت کو دیکھا جو برسوں سے دوسروں کی دولت پر
غور و فکر رہی تھی۔
نن سے کلاک نے شب کے نوجائے..... کھانا لاؤں آپ کے لئے..... سنبل نے
کہا۔

نہیں..... صرف کشمیری تہوہ..... وہ صوفے پر بیٹھے تھکے تھکے انداز میں بولا۔
ابھی لائی..... سنبل پازیب کے چھتا کے سے ایک دم اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی جندائ
اُلی باہر آگئی۔

سنو..... سنبل..... دونوں کچن میں داخل ہو گئیں۔
تم چلو..... سنبل نے خانسماں کو جانے کے لئے کہا۔
جارہا ہوں..... خانسماں باہر نکل گیا۔
دیکھو سنبل..... تمہیں ایک ضروری بات بتا دوں..... جندائ بائی اس کے کان کے
پرپ مد کرتے ہوئے۔

کبھی ضروری بات اماں.....
یہ جو ہے ناراجکار..... ہاں..... ہاں..... آگے بول..... کیا بات ہے.....
جندائ بائی کے پرستار انداز سے سنبل کو جہرت ہوئی۔

سنبل..... راجہ اندر جاتے ہی غریبا۔
جی کماری۔ سنبل قرا ہی تھی۔

تمہیں میں نے گانے سے بھی منع کیا تھا۔ وہ قریب آگیا۔
سروراجی اصرار کر رہے تھے اس لئے ہم نے گادیا۔
تم میری جتنی ہو..... اس کا خیال رکھا کرو..... وہ چلا یا۔

کیا ہو گیا مبارکباد..... کوٹھاسر پر کیوں اٹھا یا۔ جندائ بائی نے چشمکیں انداز میں راستہ
سے کہا۔
تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا کوٹھاسر نے سر پر کیوں اٹھایا ہوا ہے۔ وہ چلا کر بولا۔

بس چھوڑ اس کلیان کو..... سنبل نے جندائ بائی سے کہا۔
تمہیں اس بات سے ناراض نہیں ہونا چاہئے..... گانا تو ہمارے دھرم میں شامل ہے۔
جندائ بائی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... لیکن یوں نہیں کہ سرداروں، ٹھاکروں کو خوش کرنے کے لئے.....
وہ ناگوار سے بولا۔
اور کس لئے گایا جائے..... بتاؤ..... جندائ نے جھک کر کہا۔

بھگوان کی سیوا میں گاؤ..... سنجی۔ اور زوردار پاؤں قالین پر مارتا ہوا ہال سے نکل کر
سامنے کمرے میں چلا گیا۔

راجہ جی..... مت من میلا کریں..... ہم تو آپ کے ہیں۔ سنبل نے ناراض
ناراض راجہ کے شانے پر پیار سے ہاتھ رکھا..... میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم اب
کام نہیں کرو گی..... وہ پلٹ کر بولا۔
تم کب کب کرتے ہیں..... رام قسم..... کسی سے نہیں ملتے..... باقی سارا کام تو
کوٹھے کی دوسری لڑکیاں کرتی ہیں..... ہم تو کبھی بھی گانا سناتے ہیں..... وہ بھی نہیں

ہاں..... راجہ جی..... لیجئے تھو..... بڑے مزے کا ہے..... وہ دلچسپ انداز میں
ہاں کی طرف بڑھاتے ہوئے۔

مزے کا تو ہو گا..... جب سہیل جی جائیں گی..... وہ اس کے ہاتھ سے کپ پکڑ کر
اور سہیل نے ادا سے دلہا ہائی سے نظریں پھیر لیں۔

راجہ جی..... سہیل اٹھ کر راجہ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

ہوں..... بولو..... وہ وہ ہوش سا ہو گیا۔

میں لے چلیں نا..... اب آپ کے بھائی نہیں بہتا..... وہ سرشار انداز میں راجہ کے
ہاتھ پر سر رکھتے ہوئے۔

تمہارے بن میں خود اس رہتا ہوں..... لیکن مجبوریاں ہیں..... وہ کپ کو رکھتے ہوئے
ا۔

مجبوریاں..... کیا آپ کے محل میں ہمارا داخلہ ممنوع ہے۔ اس نے جیسے راجہ کی
مٹی رنگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

تمہار..... اماں کو راضی کرنا ہو گا۔ وہ جھج بول گیا۔

راجہ جی..... نیچے سہیل نے ہمت کی۔

آپ سے کچھ کہنا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

کہو..... کیا کہنا ہے۔ اکثر سہیل کی بات کا مقہوم راجہ کو کھٹک جاتا ہے۔

اماں کہتی تھی کہ..... جائیداد نام کروانو..... راجہ نے فوریات مکمل کر دی۔

ہائے رام..... آپ تو واقعی بھگوان ہیں..... کیسے اندازہ لگایا۔ سہیل نے بڑے

ثامند انداز میں راجہ کے شانوں کو ہایا۔

یہی کہا ہے نا چنداں ہائی نے..... بخشتی نہیں کسی کو وہ..... راجہ بے زاری سے بولا۔

سہیل نے صرف ہنس کر دیکھا۔

جب وقت آئے گا نام بھی کروں گے..... وہ مختصر سا بولا۔

اب کیا ہے۔ سہیل نے کہا۔

ابھی تو جائیداد کا حساب ہو رہا ہے..... اماں..... میرے حصے کی تمام جائیداد مجھے دے

گی۔ وہ مسرت بھرے انداز میں پہلو بدل کر بولا۔

اماں کہہ رہی تھیں کہ راجہ محل میرے نام کر دیں..... سہیل نے ایک دم کہا۔

ریش ہے ساری دہلی کا..... ٹھیک ہے اس نے تمہیں جتنی تو بایا لیکن اب جانے۔
پہلے اپنے نام کچھ لگوالے..... چنداں ہائی نے سرگوشی کی۔

سہیل نے حیرت سے آنکھیں کھولیں۔

میرا مشورہ ٹھیک ہے..... یہ جو دولت مند ہوتے ہیں..... کسی کے جن نہیں ہوتے
اور پھر راجہ جیسا تو جوان..... جس کی نظر کسی ایک پھول پر کھنک نہیں..... بلبل کی

طرح ہر خوبصورت پھول کا پیارا ہے۔ چنداں نے ریش زادوں کی فطرت کو ظاہر کر دیا۔
تم ٹھیک کہتی ہو اماں..... اس کی خاطر..... میں نے سب کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں۔

.....
ہاں..... اب تو بھی کچھ جائیداد اپنے نام لگوالے..... دو کو بخشی جس کی وہ بات کر رہا تو
..... اور وہ فیکٹری..... تیرے نام کر دے چنداں ہائی کے منہ میں پانی آ گیا۔

اتنا کچھ اماں..... ابھی تو دیوی جی نے اس کے نام کچھ نہیں لگایا..... سہیل نے کہا۔
سب گئے گا..... دیوی جی کا راجہ کے سوا اور کون ہے..... سب کچھ راجہ جی کا تو ہے۔

چند اں مطمئن تھیں۔
اماں..... تمہیں معلوم تو ہے وہ جو ہے..... کیا نام ہے اس کا..... سہیل ذہن پر زور
دیتے ہوئے۔

وی۔ درپن..... چنداں کو یاد آ گیا۔

ہاں..... اس کے اختیار میں ہے سب کچھ..... سہیل کو تشویش ہوئی۔
وہ تو طماز ہے..... مالک تو راجہ ہے نا۔ چنداں نے سہیل کو تسلی دلائی۔

ہاں..... یہ بات تو ہے۔

ہائے رام..... ایک دم پکتے ہوئے پانی کا تار کر برتن میں اٹھ چلا۔
جلدی کرو..... وہ منتظر ہو گا۔ چنداں باہر آ گئی۔

وہ نیم دراز ساتا گئیں سانسے میز پر رکھے..... نہ جانے کیسی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ اور
ہوٹوں کو بلارہا تھا۔

لیجئے..... تھو حاضر ہے۔ سہیل بڑے خوشگوار موڈ میں فیکٹری رہتے ہوئے بولی۔
بہت دیر لگا دی..... وہ سیدھا حاتو سے بولا۔

اماں باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے پھر کہا۔ وہ قیافہ شامی میں مابہر تھا۔

ات کا اعلان کر رہا تھا۔
 ہمیں کیا جانے مجھے..... ملتا ہے کسی سے۔ وہ دو قدم آگے بڑھتا ہوا بولا۔
 ٹھیک ہے اگر مجبوری ہے تو جائیے..... ہمیں منتظر رہنا ہے آپ کا..... وہ اٹھلا کر
 لہ۔
 دیکھو..... سنبھل کر..... ہمیں سب خبر ہوتی ہے۔ وہ باہر نکلنے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے
 لا۔
 آئے رام کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اب تو آپ کے ہاں..... وہ مسکرا کر بولی۔
 اور راجکار نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔
 میں نے سن لی ہیں سب باتیں..... وہ تمہارے نام کچھ نہیں کرے گا۔ جندناں بائی نے
 لی کو واپس آتے ہوئے دیکھ کر کہا۔
 اماں..... اس نے انکار تو نہیں کیا۔ سنبھلنے والی کے جندناں بائی کے ہمدرد جلدی کرے میں
 لی۔
 میری جان اس نے اقرار بھی نہیں کیا۔ جندناں بائی خالص کاروباری لہجے میں بولی۔
 ابھی تو اس کے نام کوئی چیز نہیں ہے۔ سنبھلنے والی پیش کی۔
 سب کچھ ہے اس کے پاس..... وہ بہانے بنا رہا ہے۔ جندناں بائی کمال ہو شیاری سے
 کھڑا کر کے بولی۔
 اماں..... یہ سچ ہے..... ابھی وہ درپن لڑکا ہے نا..... وہ حساب کتاب کر رہا ہے۔
 لی نے کہا۔
 یہ درپن ہے کیا چیز..... اس نے تو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ جندناں بائی سوچنے لگی۔
 سیوک چائیڈ او کو درپن نے ہی سنبھالا ہوا ہے۔ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے۔ سنبھل
 اہل کو یقین دلانا چاہا۔
 ٹھیک ہے..... بھلا ایک ملازم کے اس قدر اختیارات..... کہ راجہ جی خود اس کے
 ناہیں۔ جندناں بائی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔
 اسی بات نے تو مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے..... سنبھلنے والی نے گہری سوچ کے ساتھ اپنے
 نا فرارے کو ایک طرف کرتے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 اس سے ملنا چاہو گی..... جندناں بائی نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئی..... اور تمہاری اماں سنبھلی گئی ہے۔ راجکار تڑپ کر اٹھ
 بیٹھے زلزلہ آ گیا ہو۔
 ہم نے کچھ کہہ دیا راجہ جی..... سنبھل راجکار کے گلے تیر دیکھ کر سہم گئی۔
 اتنا بڑا محل..... تمہارے نام..... وہ گرج دار آواز میں بولا۔
 کیا..... ہم اس محل کے قابل نہیں..... محبت کرتے ہیں آپ سے..... وہ آنکھوں
 میں آنسو بھرتے بولی۔
 او ہو..... سنبھل..... تم سمجھتی کیوں نہیں ہو..... جو کچھ ہمارا ہے وہ تمہارا
 ہے..... سمجھا کر دنا..... وہ سنبھل کو اپنے قریب کرتے بولا۔
 سمجھ لیا..... آپ ہمیں اپنا ہی نہیں سمجھتے..... وہ منہ بسور کر دھڑے دھڑے انداز میں
 بولی۔
 اچھا اچھا..... من میلانہ کر دو..... کچھ نہ کچھ تمہارے نام ضرور کروں گا..... وہ اے
 یقین دلاتے بولا۔
 اب کیا ہے۔
 ارے بھئی ابھی تو میرے نام کوئی چیز نہیں ہے..... ساری پراپرٹی کا حساب کتاب پنہ
 دنوں میں ہو جائے گا۔ وہ سنبھل کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔
 وہ..... وہ جو ہے نا..... درپن نامی..... آپ کا ملازم..... چرپ کر جائے گا سب کچھ
 سنبھل نے کہا۔
 ایسا نہیں ہو سکتا..... ویسے وہ ایسا فراڈیہ ہے بھی نہیں۔ راجکار نے کہا۔
 کیوں نہیں..... دولت اور جائیداد بڑے بڑے پنڈتوں کو راہ سے گمراہ کر چکی ہیں۔
 سنبھل نے گزشتہ کسی خیال کے تحت کہا۔
 نہیں..... درپن سے مجھے دشمنی ضرور ہے..... لیکن میں اس پر ایسا اصرار نہیں لگا سکتا
 وہ ایسا نہیں ہے۔ راجکار نے ٹھاک کی طرف دیکھا۔
 ایسی کیا بات ہے اس میں..... وہ دشمن بھی ہے..... اور اس پر اعتماد بھی..... حیرت
 ہے۔ سنبھل نے حیرت سے کہا۔
 خیر چھوڑا قے کو..... مجھے چلنا چاہیے..... وہ تیار ہو گیا۔
 اتنی رات کو..... صبح چلے جائیے..... وہ ٹھاک کی طرف دیکھ کر چونکی..... جو نصف

سر..... مس سنبل ملنا چاہتی ہیں۔ اس کی ٹیکہ فری نے اطلاع دی۔

مس سنبل..... وہ حیرت سے بولا۔

وہ یہاں پہلی مرتبہ آئی ہیں..... آپ سے ضروری ملنا چاہتی ہیں۔

بچہ دو..... وہ کھانکھو یا ساسو بے لگا..... کہیں رتی..... نہیں نہیں..... وہ جس

ہا میں ہے۔ اسے کون اکیلے آنے دے گا..... پھر کون ہے..... وہ سوچتا رہا..... کہ

لہ سر ملی دو کش آواز اس کی ساعت سے ٹکرائی۔

ہیستے..... درپن جی..... وہ سر کو جھکا کر خالص ہندوستانی انداز میں ہاتھ باندھ کر

ہیستے..... وہ احزام کھڑا ہو گیا..... کیونکہ عورت کا احترام واجب تھا۔

تشریف رکھنے بلیر..... وہ سامنے بیٹھے کا اشارہ کرتے خود بھیچہ گیا۔

Thank you..... سنبل نے نہایت شائستگی کا اظہار کرتے ہوئے دلربائی انداز میں

نہایت کہا۔ پھر ایک دم انہی..... Beautiful..... کس قدر سندر ہے آفس آپ کا

اونٹنی رام..... رام چندر کی مورتی..... وہ قریب جا کر ہاتھ میٹھتے ہوئے واپس آئے

..... وہ صرف دیکھتا رہ گیا..... اتنی بے باک لڑکی اس کی نظر میں آج تک نہ گزری

لہا پئے..... کیسے آتا ہوا۔ وہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

پھر اتام لیلی ہے..... میں اپنی کچھ جائیداد فروخت کرنا چاہتی ہوں وہ ظاہر داری کا لہادہ

ہنگی تھی۔

نوں فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئی..... باہر جاری ہیں۔ وہ معمولی سا حتم

ایلی ہی بات ہے۔ سنبل نے بغور درپن کے سر پر اٹھ دیکھا..... حسن وہ جاہت میں وہ پکٹا

اتام تھا..... جیسے تاج محل..... وہ اس قدر دوجہہ..... مردانہ وجاہت اس کی پائے کسی

لہ میں نہ دیکھی تھی۔

انہم ایسا کام نہیں کرتے..... البتہ میں آپ کو کسی معقول پر اپنی ڈیڑے سے ملوادوں گا

براہ راست بات چیت ہو سکتی ہے۔ درپن نے ریسمنہ کو لگایا۔

کیا پسند کریں گی..... چاہے یا کافی..... وہ بولا۔

جی تو چاہتا ہے ایسے بھاگوان کو دیکھو جو اتنا زردوش ہے..... سنبل نے کہا۔

اسی زردوش کی وجہ سے راجہ جی زردھن ہو گئے ہیں۔ جندال بانی کو افسوس ہونے لگا۔

زردھن نہیں اماں..... نر جلا کاوشی (یہ ہندوؤں کا ایک جوار ہے) پر راجہ جی میر۔

لے زورات کا سیٹ لے کر آئے تھے۔ سنبل نے یاد کروایا۔

ایسے رئیس زردھن ہوتے ہیں..... یہ زورات تو معمولی چیز ہے..... جندال بانی نے

لا پر وانی کا اظہار کیا۔

اور ہاں..... سنو..... کٹھی کے بارے میں بات ہوئی۔ جندال بانی

جیسے ایک دم یاد آیا۔

ابھی نہیں۔ سنبل نے کہا۔

کبھی بھی نہیں..... وہ بھی تمہارے نام کچھ نہیں کرے گا..... اور اگر ایسا ہوا تو

تمہیں اس کے ساتھ رکھت نہیں کروں گی۔ جندال بانی انکشافی۔

آجئی فیسے میں..... ابھی سے نراش ہو گئی ہو..... کچھ دیر ٹھہر تو جاؤ..... سنبل کوال

کی بات اچھی نہ لگی۔

اور کتنا انتظار کروائے گا..... ہمارا کام تو دینے لینے سے ہی بنتا ہے نا..... جندال بانی

نے اصلیت بیان کی۔

اماں..... اور کیا دے..... اتنا روپیہ تو دے دیا اس نے..... وہ زوج ہو گئی۔

کیا..... کیا دے دیا اس نے..... تمہاری قیمت دی ہے اس نے..... مجھ پر اح

نہیں کیا..... تمہارا دھندہ چھوڑنے سے مجھے نقصان ہوا ہے اب اس نے گانے پر

پابندی لگا دی۔ جندال بانی پیش میں نہ جانے کیا کیا بکری رہی۔

میں سو نے جاری ہوں..... سنبل لا جواب ہی باہر نکل گئی۔

کچھ لوں گی اس کو..... ہنہ..... راجہ جی کو..... دانت کچکا کر وہ ٹیک لگا کر بیٹھ

..... اور منہ میں ڈالی پان کی گھوری کو پچر پچر چبانے لگی۔ تمام شب یوں ہی گزری۔

سنبل اپنے اندازے کے مطابق سوچوں کے محور میں گھومتی رہی..... اور جندال

دولت مند بننے کے پیکر میں دہلی مں سب سے بڑے محل راجہ محل کا سوداگر

رہی..... انہیں سوچوں میں کئی دن اور راتیں گزر گئیں۔

اپنی خوبصورت آفس پیئر کو گھما کر ریسمنہ کو لگایا۔

ابھی کبھی جانتا تھا..... جب سے اس نے رقم بھرنی..... اس وقت سے سب چھوڑ چھاڑ
لیا نزل جتنی کے ہوئے۔ جوشی کو جیسے آفس ہونے لگا تھا۔
تمہیں کسی گیمانی نے مشورہ دیا تھا کہ ایسی عورتوں کے چکر میں پھنسو..... درپن
بڑی سے بولا۔

ابنی..... بابو جی..... جوانی ظالم شے ہے..... شراب و طوائف انسان کو اندھا کر دیتی
..... رام رام..... جوشی نے کانوں کو ہاتھ لگا لیا۔
غیر عورتوں پر نظر رکھنے کی بجائے گھر میں اپنی پوتر جتنی سے بیاہ کر دو..... وہ تمہارے
دلی وارث ہے..... تمہارا خیال رکھتی ہے۔ درپن نے بڑے بوڑھوں کی طرح کہا۔
بہس بھول ہو گئی یا بوجی..... میں نے اس کے چکر میں پھنس کر بڑی دولت کما دی
..... وہ پچھتا رہا ہو جیسے۔

اب بھگوان سے شانتی مانگو..... وہ تمہیں معاف کریں گے۔ درپن نے کھڑے ہوتے
کہا۔
چارہ ہے میں آپ..... جوشی بھی کھڑا ہو گیا۔

کھ جا رہا ہوں..... اگر دیر ہو گئی تو گھر دو رہاؤں..... وہ چاہیاں لہراتا باہر نکل گیا۔
ادھر پنا بابو..... تیرے جیسا آدمی بھی ہندوستان میں نہیں ہوگا..... جسے کسی عورت
..... لکھی ہی نہیں..... کاش تیرے جیسے سارے مرد ہو جائیں..... تو کسی ناری کا گھر
..... نہ ہو۔ وہ آفس سے باہر نکل گیا۔

دنک میں دیر ہو چکی تھی..... سیدھا محل پہنچا اور اندر داخل ہوتے ہی پوچھنے لگا۔
..... رتی کا دوسرا مہر تو فون آیا تھا..... تمہیں ملتا رہی تھی۔
..... کب..... وہ بریف کیس رکھتے ہی فون کی طرف لپکا..... چند لمحے گزرے
..... تم خود کر کے دیکھ لو..... وہ پوچھا جا کہ تمہیں سننے ہی ریسور اٹھانے لگا..... کہ کھنٹی
..... لگی۔ شاید رتی نے پھر فون کیا۔

..... رتی..... تم..... سناؤ کیسی ہو.....
..... ایک ہوں..... تم نے کیسے پہنچا..... دوسری طرف سے رتی نے گھر اسانس لیا۔
..... تمہارے بے ربط سانسوں کا زیر و بم مجھے اپنی دھڑکنوں میں سنائی دیتا ہے۔ وہ فون کو
..... کے قریب لاتے بولا۔

کچھ بھی نہیں..... وہ مسکرایا۔
پھر بھی..... آپ کی پسند چلی گی۔ وہ بہترین مہمان نواز تھا۔
چلیں کافی سہی..... وہ درپن سے بولی۔
کافی..... درپن نے کہتے ہی ریسور رکھ دیا۔
کچھ لمحے گزر جانے کے بعد ملازم خوبصورت فٹنٹری میں کافی کی دو پیالیاں لے آیا۔
..... درپن نے ایک کپ سٹیل کے سامنے رکھا دوسرا خود لے لیا۔ چند سیکنڈ نہ
..... محفل میں باتیں ہوتی رہیں..... کھاک نے دن کے ایک بجنے کا اعلان کر دیا۔

اجازت دیجئے..... میں چلتی ہوں..... Thank you
درپن کھڑا ہو گیا۔
بائے..... وہ محبوبانہ انداز میں کہتی باہر نکل گئی.....
سرکار..... جوشی نے اندر آتے درپن کو حیرت زدہ سا دیکھا.....
آؤ..... مسٹر جوشی..... بیٹھو..... درپن نے ایک دم چونک کر کہا۔
آپ جانتے ہیں اسے..... جوشی تذبذب کے عالم میں بولا۔
میں کیا جانوں گا بھئی..... ویسے میرا حلقہ احباب ہے۔ حلقہ خواتین نہیں.....

..... دیا۔
پھر بھی یہ کون تھی..... جوشی نے کڑیے ناچا۔
کہانا..... میں نہیں جانتا..... ویسے جائیداد فروخت کروانے کے چکر میں آئی
..... درپن نے ازراہ ہمدردی کہا۔

یہ بڑی حرافہ عورت ہے..... چکر تو نہیں دے گئی..... جوشی سنجیدگی سے بولا۔
کیا..... تم جانتے ہو۔ درپن نے آگے جھک کر کہا۔
یہ دہلی کی مشہور و معروف طوائف..... سٹیل بانی..... آج کل اس نے کسی
..... زاوے کو چھانا ہوا ہے۔ جوشی بولا۔

ریٹس زاوے کو..... کیا نام ہے اس ریٹس زاوے کا درپن کے ذہن میں راز
..... ہوا گھوم گیا۔
..... معلوم نہیں..... سنا ہے وہ اس کی زلف گرہ گیر کا سیر ہے۔ جوشی نفرت سے بولا۔
..... تمہیں بڑی ناچ ہے..... اسے جانتے ہو..... درپن نے سرگوشی کی۔

میرے کام لو میرے بچے..... ظلم کو استحکام نہیں ہے۔ پو جانے درپن کے شانے پر
اٹھ کر رکھا۔

وہ ایسی اذیتوں کی عادی نہیں ہے..... اس نے بڑی آسائش اور آزادی سے زندگی کے
اٹھ سال گزارے ہیں..... آپ کو یاد ہے..... بچپن میں ماما سے کتنا منع کرتی تھیں
..... را بیکار جھڑکتا تھا..... وہ پھر بھی میرے پاس آ جاتی تھی..... کبھی مانی تھی اس
لے بات کسی کی..... وہ بے قرار سے اٹھا پیسے پو جا کو سمجھا رہا ہو۔

پو جانے بیٹے کو اس قدر ٹوٹا دیکھ کر اپنی آنکھیں صاف کیں۔ بھٹوان پر بھر و سار کھو
میرے بیٹے..... اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ پو جانے کہا۔

میں نکلتے تسلیم کر لوں..... کیا میں ہار گیا ہوں..... وہ بیٹھی ٹپکیں اٹھا کر بولا۔
ہار تو گئے ہو..... اور نکلتے تسلیم کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ پو جانے اس کا شانہ
دیا۔

پو جا مان..... اس کی دوری تو برداشت کر رہا ہوں..... لیکن جس قسم کا سلوک اس
کے ساتھ ہو رہا ہے..... وہ میری برداشت سے باہر ہے۔ مجھ سے وہ اس قدر آزرہ نہیں
دیکھی جاتی..... وہ قفس میں ہے..... اپنے ہاتھوں پر چہرہ رکھ کر وہ سسکا اٹھا۔
حوصلہ رکھو..... میں تمہارے لے جانے لاتی ہوں..... وہ اسے دلا سادے کر بچن
میں چل دی.....

ٹرن ٹرن.....
ابھی لپک کر درپن نے ریسور کان کو لگایا تھا کہ گو تم کی کرخت و ترش آواز سن کر ٹھٹھکا۔
آئندہ رتن کو فون کرنے کی کوشش مت کرنا..... OK
میں نے تو ہمارا کیوجہ سے کیا تھا..... ورنہ..... وہ ایسا رویہ اپنا گیا جس سے رتن پر آجائے
آئے۔

ورنہ ورنہ کچھ نہیں..... ٹھٹھکے سے فون رکھ دیا.....
رتن اپنے کمرے میں جا چکی تھی..... تمہیں کیا مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ درپن سے رابطہ
فسم کر دو..... تم اب میری چٹی ہو..... درپن سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ چلا کر
بولا۔
گو تم..... میں..... میں.....

ماما کیسی ہیں..... طبیعت کیسی ہے..... ٹھیک ہیں نا..... وہ ایک ہی سانس
گئی۔

ٹھیک ہیں..... تم کب ملو گی اس سے..... تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں.....
برے دکھ سے بولا۔

تمہیں کیا بتاؤں..... میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے..... وہ جیسے سسکا اٹھی۔
میں جانتا ہوں..... بھگرو انہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔
سلو درپن..... ماما تو تم یہاں لے آؤ..... مل لیں گی..... رتی بڑے خوش تھی
میں بولی۔

میں ڈر تا ہوں کہ وہ پریشان ہوں گی..... دوسرے وہ اس قابل بھی نہیں کہ
سکس..... منع کر دیا ہے ڈاکٹر نے۔ وہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا.....
ٹھیک ہے..... چند دنوں میں ہم بنی مون کے لئے نیویارک جا رہے ہیں۔ وہ ادا رہا۔
میں بولی۔

جاؤ..... لیکن خوش رہنا..... وہ بولا۔

ہاں بہت خوش..... تم تو جانتے ہو..... کوئی بات مجھے خوش کرتی.....
کون سی او اس..... وہ ایک دم ٹرپ اٹھی.....
گو تم..... گو تم نے ریسور چھین کر واپس رکھ دیا۔

ہیلو..... ہیلو..... رتی..... یوں لگتا ہے..... گو تم نے ریسور چھین لیا ہے
درپن افسردگی سے واپس رکھتے ہوئے بولا۔
چھین لیا ہے۔ پو جا قریب کھڑی تذبذب کے عالم میں بولی۔
رتی کی آواز میں اضطرابیت اور خوف محسوس کیا ہے میں نے۔ وہ غصے اور غم سے
ہی کر سی پریشہ گیا۔

رتی اتنی غموں سے..... اپنی مرضی سے وہ فون بھی نہیں کر سکتی۔ پو جانے کہا۔
وہ شاید اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لے سکتی..... وہ میری وجہ سے اس کو
اڈت دے رہا ہے..... میں جانتا ہوں ماما..... اس نے سنبھلنے سے شادی کی ہے۔
رتی کے لئے آسٹین کا سانپ ہے..... ڈسٹا ہے اس کو..... کچھ لگاتا ہے.....
بے گلی اور اضطراب میں بے چین پو جا رہا ہے۔

ہاں ہاں..... میں جانتا ہوں..... اس نے آنٹی کیلے تمہیں فون کیا تھا..... وہ مجھے
..... مہی کو اطلاع کرتا..... تمہیں اس نے کیوں فون کیا..... وہ طیش میں بولا۔
میں اسے منع کر دوں گی..... نہیں کرے گا وہ فون..... وہ آہستہ سے بولی۔
اتنی بے بس لاچار..... وہ کب تھی..... صوفے کی پشت پر چہرہ بازوؤں میں چپا.....
بلک بلک کر رودی.....

گوتم..... کیا بات ہے..... رتی کیوں رو رہی ہے..... ٹینا نے جاتے جاتے رتی اور
آواز سن کر اندر آگئی۔
مہی..... میں نے کچھ نہیں کہا..... صرف منع کیا تھا کہ درپن تمہیں فون مت کر۔
..... وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔
وہ اس کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتا..... کیوں کرتا ہے اسے فون..... ٹینا اونچی آواز پر
بولی۔

آنٹی..... اس نے ماما کی اطلاع دی تھی کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ وہ روتے روتے
بولی..... وہ گھبی گھبی تھی کہ درپن نے اسے پچانے کے لئے یہی کہا کہ اس نے ماما کی طبیعت
کاتا ہے۔

آئندہ خیال رکھو..... اور گوتم چند دنوں میں تم جانے والے ہو۔ تیاری کرو..... ٹینا
آنکھ کے اشارے سے اسے خاموش رہ۔ تاکہ کرباہر چل دی۔

☆ ○ ☆

وہاں سے اس سکت کو توڑا۔

مہی..... چپ کیوں ہیں..... بھائی کی وجہ سے اواس ہیں۔
ہاں..... بھگوان نے چاہا تو کل آئی جانے گا..... وہ دھیرے سے متہم ہو گئیں۔

بھائی کی رونق بہت ہے..... سونیا نے چائے کی پیالیوں میں جینی ڈالی۔
وہ سب رونقیں اپنے ساتھ لے گیا..... ٹینا نے اواس لیے میں کہا۔
کبھی ہم سے جدا نہیں ہوا..... اب آجائے گا..... کتنا خوش ہو گا۔ سونیا نے فحس کر
پالی ٹینا کے سامنے رکھی۔

اس نے تو خوش ہی ہونا تھا..... اپنے ڈیڑی سے ملنے کی خوشی پھر رتی اس کے ساتھ
نہی۔

مہی..... رتی کی پالی کہ بھینا نے پورے سنسار کو پالیا۔ سونیا نے کہا۔

شام کی ملٹی روشنی پھیل چکی تھی۔ وقت تیزی سے گزر گیا..... ہردن ایک نیا سورج
بے کر نکلا..... چاند بھی اپنی چاندنی سے کائنات کو منور کرتا رہا لیکن ان تین ماہ میں دل کی
ہالی نہ گئی..... ٹینا مدرد سے اواس ہی رہتی..... لان میں کرسیاں بچھی ہیں.....
الوں میں بیٹنی بیٹنی ہیں..... ملازم کب سے چائے چھوڑ گیا تھا..... لیکن ٹینا خالی خالی
ہوں۔ فضا کو دیکھ رہی تھی..... جس پر وانی ڈیرا بٹائے تھی۔ دروہار پر یوں لگ رہا تھا
..... جیسے اواسیاں بال بکھرانے ماتم کناں ہوں..... یہ فضا سے تھیں کیوں بلند ہو رہی
ہیں۔ ٹینا نے چونک کر سونیا سے کہا۔

چھین..... کسی چھین..... آپ بھیا کی وجہ سے اواس ہیں نا..... آپ کو ہوا بھی
ال لگ رہی ہے جیسے دستک دے رہی ہو۔ سونیا مسکرا دی۔
فضا کو باہر ماتم کناں تو اس نے بھی محسوس کیا تھا لیکن ٹینا نے کوئی جواب نہ دیا۔
بہت لمبے دنوں خاموش رہیں کسی نے بھی اس جود کو توڑنے کی کوشش نہ کی۔ آخر
وہاں سے اس سکت کو توڑا۔

مہی..... چپ کیوں ہیں..... بھائی کی وجہ سے اواس ہیں۔
ہاں..... بھگوان نے چاہا تو کل آئی جانے گا..... وہ دھیرے سے متہم ہو گئیں۔

بھائی کی رونق بہت ہے..... سونیا نے چائے کی پیالیوں میں جینی ڈالی۔
وہ سب رونقیں اپنے ساتھ لے گیا..... ٹینا نے اواس لیے میں کہا۔
کبھی ہم سے جدا نہیں ہوا..... اب آجائے گا..... کتنا خوش ہو گا۔ سونیا نے فحس کر
پالی ٹینا کے سامنے رکھی۔

اس نے تو خوش ہی ہونا تھا..... اپنے ڈیڑی سے ملنے کی خوشی پھر رتی اس کے ساتھ
نہی۔

مہی..... رتی کی پالی کہ بھینا نے پورے سنسار کو پالیا۔ سونیا نے کہا۔

ہاں جی..... باوجودی..... وہ عورت یہاں آگئی..... جس کو دیوی جی سمجھتے نہیں دینی
میں..... ذرا برابر غم نہیں اس کو..... ایسا نہ کہو..... ملایا..... وہ اب تمہاری مالکن ہے
..... تمہیں اس کے ساتھ رہنا ہے۔

درہن نے دونوں بازو پشت کی جانب کرتے افسردہ سے ایک لہسا سانس لیا۔ ہائے رام
..... باوجود کار..... وہ ہماری مالکن ہو گئی..... آپ رتن بی بی کو لے آئیے گا..... ملایا
لے منت کی

ایسا نہیں ہو سکتا ملایا..... رتنی پر اب اور بھی زیادہ پابندیاں عائد ہو چکی ہوں گی..... بیٹا
لے اس معصوم کا دائرہ حیات تنگ کر دیا ہے..... گوتم کی موت کی ذمہ دار اس بد نصیب کو
تمہا جا رہا ہے۔ رتن کے چہرے پر ہوا یوں سی اڑنے لگیں۔

یہ سب تو جھوٹا معاملہ ہے..... رتن بی بی کا اس میں کیا قصور..... قریب سے
نور سے ایک بوٹے ملازم راہنڈر سٹھنے نہ کہا۔ وہ صوفے پر نیم دراز بیٹھا تھا.....
ایک دم پر اٹھا..... اور سنبھل داخل ہوئی۔

آپ..... سنبھل..... اور پین بھونچکا سا رہ گیا۔
وہ اس وقت سنہری ساڑھی میں ملبوس قتل کے تمام ہتھیار سجائے داخل ہوئی۔ ملازم
اسے دیکھ کر باری باری کھسک گئے۔

سنبھل..... وہ ہے تکلف سامنے صوفے پر دراز ہو گئی۔
نام تبدیل کرنے کی وجہ..... وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز میں غیریت تھی۔
آپ بیٹھیں..... وجہ بعد میں بتاؤں گی۔ وہ بڑھ کر درپن کے بازو کو پکڑ کر بولی۔

مجھے دو چہروں والے انسان ایسے نہیں لگتے۔ ظاہر باطن ایک ہونا چاہئے۔ درپن نے اس
کا ہاتھ جھٹکا اور باہر نکل گیا۔

درپن..... وہ پر لطف انداز میں اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں وہ بیٹھا تھا۔ ایک آوارہ حسن پرست
عورت تھی..... درپن کی دلکش جوانی نے اس کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیا تھا۔ وہ اپنے
حسن کا جال بچھا کر درپن کا دل مومہ لینا چاہتی تھی..... لیکن ایسا نہ ہو سکا..... درپن نے

عمل جانا نہ کر دیا تھا..... ویسے بھی اب تمام تر کنٹرول راہنڈر کے اختیار میں تھا..... تمام
قسم کی بندشیں ختم ہو چکی تھیں۔ کاروبار تقسیم ہو چکا تھا۔ رتنی کے حصے کی جائیداد کے تمام
کاغذ درپن کے پاس محفوظ تھے۔ وہ ہر قیمت پر وہ جائیداد رتنی کو دے دینا چاہتا تھا۔ وہ یہ تو جانتا

ہاں..... خوش رہیں..... مجھے ہر حال میں گوتم کی خوشی چاہئے۔ بے سدھ سی دنیا
کر سی کی پشت سے ٹپک لگائی۔

آپ کی طبیعت ٹھیک ہے..... سوئیائے ٹیٹا کو دیکھا۔
ٹھیک ہوں..... دل ڈوب رہا ہے.....
ناشتہ کیا آپ نے..... میرا خیال نہیں کیا..... سوئیائے ٹیٹا ایک دم ہیا کیا۔
جی نہیں چاہا..... وہ افسردگی سے بولی۔

یہ بات تو ٹھیک نہیں مئی..... آجائے گا نا بیٹا..... آپ نے ان تین مہینوں
روگ لگایا ہے۔ اگر یہی بات تھی تو نہ جانے دیتیں۔ سوئیائے ٹیٹا بے انس سے ٹیٹا کو دیکھا۔
فرن..... فرن..... فون کی کھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

فون سرکار..... ملازم نے تیز رفتاری سے فون ریسیور سمیت بیٹا کے سامنے رکھا۔
بڑی تیزی کے ساتھ بیٹا نے ریسیور کو اٹھالیا۔
کیا..... جہاز کریش ہو گیا..... گوتم..... ایک فلک شکاف چیخ بلند ہوئی..... اور

دھڑام سے فرش پر گر گئی۔
مئی..... سوئیائے ٹیٹا کو اپر جھکی..... مئی..... بیٹا بے ہوش ہو چکی تھی.....
گوتم کی موت کی خبر دہلی میں پھیل چکی تھی اور رتنی کا معجزانہ طور پر بچ جانا ایک عجیب

غریب حادثہ تھا۔ کسی فنی خرابی کی وجہ سے طیارے میں آگ بھڑک اٹھی اور طیارہ تباہ
بلے کا ڈھیر غیر آباد جگہ پر گر گیا..... طیارے میں دو سو کے قریب مسافر سوار تھے جن
صرف دس زندہ بچ سکے..... جن میں رتنی بھی شامل تھی۔ قدرت کے عجیب کھیل چر
رتنی کو خراش تک نہیں آئی تھی..... یہ خبر سیوک محل میں پہنچ چکی تھی.....

رتنی بے ہوش گئی..... اس کا سہاگہ اڑ گیا..... درپن..... رتنی کا خیال رکھنا۔ تیسرا
ان کو کہا نصیب نہ ہوا..... وہ نوٹے درخت کے تنادر سے کی طرح گر گئی اور ہمیشہ ہمیشہ
لے منہ موڑ گئیں..... کشمی دیوی کی موت نے سیوک محل کا شیرازہ حیات درہم برہم

دیا تھا..... ہر طرف ماحول میں سکسپاں سنائی دے رہی تھیں..... درود دیو سے ادا
تک رہی تھی۔ سب سے حیرت انگیز واقعہ جو رونما ہوا..... وہ راہنڈر کی دیدہ دلیری تھی
اپنی ناگہانی دیوی کی موت اس کے لئے بہتر ثابت ہوئی..... وہ سنبھل کو محل میں لے آ
..... اور جب یہ خبر ملازمین نے درپن کو سنائی تو وہ سکھنے میں آ گیا۔

میں والی رتی آج اس قدر آزرہ ہو گئی..... کیا بیوہ عورت کو جیسے کا کوئی حق نہیں۔ نہیں... اگر گوتم موت کی وادی میں چلا گیا ہے تو اس میں مصوم رتی کا قصور..... کیا وہ اب بھی نہیں جانتی..... شور سے بھی زیادہ اچھوت ہو گئی۔

بابو سرکار..... ایک شخص ملنا چاہتا ہے..... اپنا نام گولی داس بتا رہا ہے۔ ملازم نے کہا۔

گولی داس..... جیجیو جیجیو..... جلدی کرو..... وہ بے چین سا ہو گیا۔

بہتر سرکار اور چند لمحوں کے بعد گولی داس داخل ہوا۔

تمسے بابو جی..... گولی داس نے اندر آتے کہا۔

تمسے..... آؤ..... گولی داس خیریت تو ہے..... کیسے آئے ہو۔ رتن کا افسردہ سراپا

بی کی نگاہوں میں گھوم گیا۔

سب ٹھیک ہے سرکار..... گولی داس خود بڑا پریشان لگ رہا تھا۔

پھر کیا بات ہے..... پلیز جلدی بولو..... میں انتظار نہیں کر سکتا..... سرکار گوتم بابو

ہم مدد حاصل کر رہے ہیں..... گولی داس نے کہا۔

انتا عرصہ تو ہو چکا ہے۔ درپن بولا۔

آپ نے رتن بی بی کے بارے میں کیا سوچا..... گولی داس کھل کر بات نہیں کر رہا تھا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو..... درپن نے کہا۔

میں ایک نوکر ہو کر سرکار..... لیکن دل کے اندر کوئی نرم گوشہ تو ہوتا ہے نا..... رتن بی بی کو کہاں لے آئے..... وہ میری سہری کی طرح ہے۔ گولی داس کے چہرے پر حد

دہ افسردگی ٹپک رہی تھی۔

اب کسی ہر رتی..... وہ بے چینی سے بولا۔

رتن بی بی بہت مشکل میں ہے بابو سرکار..... گوتم بابو کی موت نے مالکن کو نیم پاگل بنا

ہے..... وہ رتن بی بی کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرتیں..... گولی داس بات کو دبا گیا۔

مارا ہو گا..... ضرور اس پر تشدد کیا ہو گا ان لوگوں نے..... وہ بے چین مضطرب کھڑا

گیا۔

کلی شاید گلہ دان سے چوٹ لگی ہے رتن بی بی..... وہ تو بروقت ڈاکٹر نے پٹی کر دی

..... بہت خون ہو گیا.....

اف..... گولی بی بی میں کروں..... وہ لوگ میرا وجود دیکھنا پسند نہیں کرتے..... میں

تھا کہ رتی ایک عذاب میں مبتلا ہے..... گوتم کی بے وقت موت نے اس سے زندگی کی آسائشیں جھین لی تھیں..... بیٹانے اس کا سینا دو بھر کر دیا تھا..... اس کی بندیا نوچ کر لی گئی..... ایک عورت نے بڑھ کر اس کی چڑیاں توڑ دیں..... اس کے لباس کو ساڑھی میں بدل دیا..... اس کے خوبصورت پاؤں جو تپنے سے محروم کر دیئے گئے..... اپنے دراز پاؤں کو کھول سکتی تھی لیکن جوڑا نہیں کر سکتی تھی..... وہ ہنس نہیں سکتی..... وہ کھل کے رو نہیں سکتی تھی..... بروقت اپنے کمرے میں بند رہنے کی وجہ سے کی صحت پر اثر پڑ رہا تھا..... کوئل نازک وجود کی مالک تو وہ پہلے ہی تھی لیکن مسلسل

بیماری اور ذہنی اذیت نے اسے بیمار بیمار سا بنا دیا تھا۔

کھانا لگاؤ..... صاحب کے مہمانوں کو اطلاع کر دو..... بیٹانے ملازم سے کہا۔

بہت اچھا سرکار۔

سنو..... سو نیا کہاں ہے۔ بیٹانے کہا۔

وہ ادھر گئی تھیں..... ملازم زبان دبا گیا۔

اس کے کمرے میں تو نہیں گئی..... بیٹانے کہا۔

مہی..... رتی کو بہت بخار ہے..... تب رہی ہے وہ..... پلیز کسی ڈاکٹر کے پاس

جائیں اس کو۔ سونیا نے ڈرتے ڈرتے بیٹانے سے کہا۔

تم اس کے کمرے میں گئی تھی..... اس اچھا گن کے پاس وہہ خوشی کی بوٹ.....

میرے بیٹے کو کھائی..... تم اس کے پاس گئی تھی..... وہ اچھوت ہو گئی ہے..... اس

سائے سے بھی تمہیں ڈرنا چاہئے..... وہ بیوہ ہے..... اس کا سہاگ اجڑ چکا ہے اپنا بچہ

گئی ہے..... وہ خود ناگن بن کر شوہر کو ڈس چکی ہے.....

مہی..... چپ کریں..... کیا ہو گیا ہے آپ کو..... اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر یہ وقیانہ

خیالات ہیں آپ کے..... اس سے پہلے کہ سونیا سنبھلتی..... بیٹانے ہوش کر سوا

پر مگر..... حسب عادت پانی کے چھینٹے مارے..... ہوا دی..... ایک گھنٹے کے بعد نیند

گولی دے کر مگر بی نیند سلا دیا۔

آج آفس میں بھی اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ بیکر شری کا بی بی کا رک پ میز پر رکھا

تھی۔ لیکن رتی کی تکلیف نے سکون و قرار جھین لیا تھا..... وہ اس سے محبت کرتا

..... اس کی تکلیف اس کے دکھ کو وہی محسوس کر سکتا تھا..... اس قدر محبت لاڈ میں

ماٹھ درپن کی اوٹ میں ہو گئی۔

کس لئے آئے ہو۔ ٹیٹا اور قریبہ آگئی۔

میں رتن کو لے کر چاہا ہوں..... تمام ملازم جہاں کھڑے تھے ساکن ہو گئے.....
اب کوئی میں پریشان سوئیہ جہاں کھڑی تھی۔

وہ درپن کے حصار میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہی تھی۔

کیا رشتہ ہے تمہارا اس کے ساتھ..... ٹیٹا گرج دار آواز سے بولی.....

میرا رتن کے ساتھ اوٹ کا رشتہ ہے..... جنم جنم کا ساتھ ہے..... وہ برہنہ ہوا اب
کے کہ بولا.....

ٹیٹا نے قہر آلود نظر رتن پر ڈالی اور اپنے ہاتھ میں پکڑے ریو اور کو گھمایا۔

نہیں..... جنم جنم کا ساتھ نہیں ٹوٹا..... وہ سنسار کا ساتھ تھا..... ٹوٹ گیا۔ درپن
دور ہو چکا تھا لیکن وہ رتن کو اپنی اوٹ میں کرنا ٹھٹھا لیکن یہ جہنی عورت کوئی نہ چلا دے
..... وہ اس دوزخ میں رتن کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

آپ کیا جانتی ہیں۔ درپن اونچی آواز میں بولا۔

تم اسے نہ لے کر جاؤ..... یہ گوتم کی ہے..... اور اسی کی رہے گی..... وہ خوشوار
فروں سے رتن کو گھورنے لگی۔

نہیں..... نہیں..... میں جاؤں گی..... درپن مجھے لے جاؤ..... وہ رونے لگی
..... میں یہاں نہیں رہوں گی..... درپن نے اسے اپنے عقب میں چھپایا۔

میں اسے جان سے مار دوں گی..... سوئیانے پلٹ کر ٹیٹا سے ریو اور چھیننے کی کوشش کی
..... مٹی کی کارہی ہیں آپ..... آپ کو یہ ہے..... گوئی لگ جائے گی۔

تو..... سوئیانے جھپٹ کر ریو اور چھین لیا۔

اور وہ دھڑام سے گری اور بے ہوش ہو گئی۔

درپن پلیز..... رتی کو چھوڑ جاؤ..... مٹی تمہارے ساتھ رتی کو کبھی نہیں بھیجیں گی
..... تم راہکار کو کہو..... رتی..... دیکھو..... مان جاؤ..... راہکار تمہیں لے جائے گا

..... سوئیانے رتی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے.....

اچھا درپن راج سے بات کر لینا..... وہ کہاں آئے گا..... آج تک اس نے کون سے
نئے حل کئے ہیں..... وہ بھائی نہیں ہے..... اور افسردہ ہے اپنے کمرے کی طرف چل دی

کیسے رتی کو لے کر آؤں..... راہکار..... وہ میری ہوا سے نفرت کرتا ہے..... میں نا
کروں..... درپن نے سر ہکا لیا۔

آپ جائیں سرکار..... سب کچھ آپ نے کیا..... دیوی جی کو کس قدر بھروسہ نا
آپ پر..... رتن بی بی کو لے آئیے گا..... کم از کم ان کی زندگی میں سکھ تو ہو..... گوئی

داس نے مشورہ دیا۔

میں جاؤں گا..... بعد میں دیکھا جائے گا..... میں چھین لوں گا رتی کو..... وہ جوش
میں بولا۔

اسی وجہ سے میں آپ کے دفتر آیا ہوں..... محل میں نہیں گیا..... راہکار باہری
دلہن بھی ہے..... کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے..... وہ سمجھ دار اور اک رکھنے والا شخص تھا۔

تم نے اچھا کیا..... درپن نے کہا۔

اب آگیا دیتے سرکار..... لیکن کسی کو میرے آنے کا علم نہ ہو..... میں چھپ کے
ہوں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

بے فکر ہو..... ایسا نہیں ہو گا۔ درپن گوئی داس کے ساتھ ہی باہر نکل گیا۔

گازی پورج میں کھڑی کرتے ہی وہ باہر نکلا.....

بابو سرکارہ آپ..... ملازم نے کہا۔ وہ سامنے بالکونی پر کھڑے دیران حراساں رتی کو
دیکھ کر ٹھٹھا..... درپن..... وہ برقی رفتار سے زید اثر کرد درپن کے پاس آگئی۔

درپن..... تم آگئے..... مجھے معلوم تھا تم ضرور آؤ گے..... میں آج تمہارے
ساتھ جاؤں گی..... جاؤ..... وہ اہلاناہ دار اس سے لپٹ گئی۔

رتی..... تم اس قدر کمزور..... یہ چوٹ..... وہ اسے پلٹ کر خود تپا اٹھا.....
مجھے یہاں سے لے چلو..... چلو..... ورنہ اپنے ہاتھ سے میرا اٹھا دو..... میں نہیں

رہوں..... وہ بچوں کی طرح درپن سے لپٹ کر اچھا کرتے گئی.....
گھبراؤ نہیں..... میں تمہیں لینے آیا ہوں..... بس رتنا نہیں..... وہ محبت کے

جذبے سے مرغوب اپنے ہاتھوں سے اس کے رخساروں سے آنسو صاف کرتے بولا۔
درپن..... قہر سے قہر تھرائی ہوئی آواز..... جوش اور جنون سے لرزیدہ..... ٹیٹا

قریب آ رہی تھی.....

درپن..... یہ عورت مجھے مار دے گی..... مجھے چھپاؤ..... وہ ذہنیاتی کیفیت کے

..... اور درپن مایوس لوٹ گیا۔
لیکن جین اس کی زندگی سے اٹھ گیا..... واپسی کی رات نہ جانے اس نے کس طرف
گزاری۔ رتن کا دھکی چہرہ..... اس کا بالک بلک اس کے ساتھ آنے کی ضد کرنا..... وہ
تمام شب بے چین رہا..... اگلی صبح اس نے راجنمار سے ملنا زیادہ ضروری سمجھا۔ وہ آہستہ
ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ملاقات کا اور کوئی بہتر مکان نہ تھا۔
مایا..... جاؤ راجنمار سے ہو..... درپن ملنا چاہتا ہے۔
ابھی کئی سال..... مایا بھاگ گئی۔
چھوٹی سرکار..... درپن پاؤ ملنا چاہتے ہیں۔ ڈرائینگ روم میں..... مایا نے کہا۔
مجھ سے..... کیا کوئی خاص بات۔ وہ صوفے سے اٹھ کر حیران رہ گیا۔
مل لیجئے..... شاید کوئی کام کی بات ہو۔ اس کے پہلو سے اٹھ کر سنبلی نے کہا۔
ٹھیک ہے..... آ رہا ہوں..... وہ مایا کے بعد ڈرائینگ روم میں بڑھ گیا۔
او..... آج کیسے آتا ہو گیا..... ریش زاوے..... وہ طنزیہ مسکرایا۔
تم سے ضروری بات ہے..... اگر اجازت دو تو کہوں..... درپن نے اس کے طنز کا
کوئی اثر نہ لیا۔

ضرور کہو..... آخر کوئی بات ہے..... جو ریش زاوے کو میرے پاس آنا پڑا.....
تمہیں اس کا اندازہ تو ہے تاکہ رتی اپنے سرال میں بہت پریشان ہے۔ وہ افسردگی سے
بولتا اور راجنمار کے طنز کا کوئی ٹوٹ نہ لیا۔
پریشان تو ہوگی۔ شوہر کے جانیکا جیون ہے عورت کا.....
اگر شوہر عدم سمدھار جائے تو عورت کا کیا دوش..... روز روز کے مرنے سے بہتر تھا
کہ وہ سچی ہو جائے۔ درپن جو شے بولا۔
کیا مطلب ہے تمہارا..... وہ چونکا۔
رتی پر ظلم ہو رہا ہے..... اس کا دائرہ حیات تنگ ہے..... ٹینا آئی ہے اس کا بیٹا حرام
کر دیا ہے۔ تم رتی کو محل واپس لے آؤ..... درپن نے التجا آئیز لیجے میں کہا۔
تم تو خود بڑے ہمدرد و غمگین ہو رتی کے..... لے آؤ تاکہ اگر..... راجنمار نے کہا۔
گیا تھا..... انہوں نے میرے ساتھ بھیجے سے انکار کر دیا ہے..... درپن نے کہا۔
اگر تمہارے ساتھ بھیجے سے انکار کر دیا ہے تو میرے ساتھ بھی وہ نہیں بھیجیں گے۔

..... اور درپن مایوس لوٹ گیا۔
لیکن جین اس کی زندگی سے اٹھ گیا..... واپسی کی رات نہ جانے اس نے کس طرف
گزاری۔ رتن کا دھکی چہرہ..... اس کا بالک بلک اس کے ساتھ آنے کی ضد کرنا..... وہ
تمام شب بے چین رہا..... اگلی صبح اس نے راجنمار سے ملنا زیادہ ضروری سمجھا۔ وہ آہستہ
ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ملاقات کا اور کوئی بہتر مکان نہ تھا۔
مایا..... جاؤ راجنمار سے ہو..... درپن ملنا چاہتا ہے۔
ابھی کئی سال..... مایا بھاگ گئی۔
چھوٹی سرکار..... درپن پاؤ ملنا چاہتے ہیں۔ ڈرائینگ روم میں..... مایا نے کہا۔
مجھ سے..... کیا کوئی خاص بات۔ وہ صوفے سے اٹھ کر حیران رہ گیا۔
مل لیجئے..... شاید کوئی کام کی بات ہو۔ اس کے پہلو سے اٹھ کر سنبلی نے کہا۔
ٹھیک ہے..... آ رہا ہوں..... وہ مایا کے بعد ڈرائینگ روم میں بڑھ گیا۔
او..... آج کیسے آتا ہو گیا..... ریش زاوے..... وہ طنزیہ مسکرایا۔
تم سے ضروری بات ہے..... اگر اجازت دو تو کہوں..... درپن نے اس کے طنز کا
کوئی اثر نہ لیا۔
ضرور کہو..... آخر کوئی بات ہے..... جو ریش زاوے کو میرے پاس آنا پڑا.....
تمہیں اس کا اندازہ تو ہے تاکہ رتی اپنے سرال میں بہت پریشان ہے۔ وہ افسردگی سے
بولتا اور راجنمار کے طنز کا کوئی ٹوٹ نہ لیا۔
پریشان تو ہوگی۔ شوہر کے جانیکا جیون ہے عورت کا.....
اگر شوہر عدم سمدھار جائے تو عورت کا کیا دوش..... روز روز کے مرنے سے بہتر تھا
کہ وہ سچی ہو جائے۔ درپن جو شے بولا۔
کیا مطلب ہے تمہارا..... وہ چونکا۔
رتی پر ظلم ہو رہا ہے..... اس کا دائرہ حیات تنگ ہے..... ٹینا آئی ہے اس کا بیٹا حرام
کر دیا ہے۔ تم رتی کو محل واپس لے آؤ..... درپن نے التجا آئیز لیجے میں کہا۔
تم تو خود بڑے ہمدرد و غمگین ہو رتی کے..... لے آؤ تاکہ اگر..... راجنمار نے کہا۔
گیا تھا..... انہوں نے میرے ساتھ بھیجے سے انکار کر دیا ہے..... درپن نے کہا۔
اگر تمہارے ساتھ بھیجے سے انکار کر دیا ہے تو میرے ساتھ بھی وہ نہیں بھیجیں گے۔

پلو نا درپن چلیں..... آئی پھر آجائیں گی..... رتن نے باہر والے دروازے کی لہ دیکھا۔

چلتے ہیں..... میں ہوں نا تمہارے پاس..... خوفزدہ ہو چکی ہے..... درپن نے سونیا کہا۔

دراصل..... محی سے بہت دہشت زدہ ہے..... خیر آئی کا خود ساختہ فعل نہیں..... درپن نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

رتنی تمہاری چیزیں جلدی تمہارے ہاں پہنچ جائیں گی..... گھبراہٹ میں..... سونیا نے نہیں صاف کیں۔

سونیا..... کسی وقت کسی لمحہ میری ضرورت ہو تو بلا جھجک فون کیجئے میں حاضر ہو جاؤں اورپن کو ان لوگوں پر رحم آنے لگا۔

Thank you..... ڈیڈی آجائیں تو آپ سے رابطہ کریں گے۔ بالکل بے تکلف..... آپ مجھے اپنا بھائی سمجھیں..... OK سونیا نے صرف مسکراہٹ کے ساتھ اقرار کیا۔ اور وہ اپنی کائنات سمیٹ کر محل واپس لوٹ آیا۔ سونیا باؤس مجبور واپس اپنے کمرے میں لگی۔

درپن اچھا انسان ہے..... کیا ہوا اگر اس نے ایک مسلم عورت کی کھوکھ سے جنم لیا ہے محی کو خواہ مخواہ نفرت ہے..... سونیا نے پھر کر دلی.....

بھائی کی بیماری طویل ہوتی جا رہی تھی..... نہ جانے وہ کب سکون حاصل کر سکیں گی۔ رتنی کی آرزوؤں 'آشائوں کے ساتھ حاصل کیا تھا۔ چارون بھی نہ گزری کہ بھائی کب عدم لگا..... اس میں رتنی کا کیا قصور..... یہ ہمارا معاشرہ کیا ہے..... ایسی عورتوں کو یہ

شوہر کیساتھ متی کر دیتے تھے..... چاہے وہ جلتا نہ بھی چاہے..... اس کو زندہ شوہر ساتھ جلا دیا تھا..... نہ کسی کو بچوں پر رحم آتا اور نہ اس کی جوانی پر..... ہندوستانی

مگرے میں عورت کو شوہر کے بعد جینے کا حق نہیں ہے..... یہ حق کس نے چھینا ہے۔ اسی معاشرے نے..... میں..... میں ہرگز شادی نہیں کروں گی، میں اس رسم و ریا کی قائل نہیں ہو سکتی..... نہیں..... ہرگز نہیں..... اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

لہائی..... بیگم صاحبہ جلدی ہیں..... ملازمہ نے کہا۔

ہاں ہیں اس وقت۔ سونیا بیکر بھول گئی کہ وہ کہاں چھوڑ آئی ہے۔

آئی مجھے چھوڑ دو..... سونیا..... سونیا..... وہ منت سماجت کرنے لگی۔

یہ آئی..... پوری طاقت سے ہاتھ کھول کر درپن نے رتن کو آزاد کر دیا۔

درپن تم آگئے..... مجھے لے جاؤ..... اب چھوڑ کے مت جانا..... وہ معصوم سا طرح درپن سے لپٹ گئی۔

تم..... کیا کرنے آئے ہو..... تم نے اس سے کہہ کر میرا گوتم قتل کر دیا ہے..... تمہیں..... تمہیں..... وہ درپن پر بری طرح جھپٹی.....

محی..... کیا ہو گیا ہے آپ کو..... پشت سے ایک دم سونیا نے ٹینا کو پوری طاقت چلا دیا.....

درپن رتن کو اپنے بازؤں کے حصار میں لے دو قدم پیچھے کی جانب بڑھا..... سونیا..... مجھے افسوس ہے کہ آئی..... ٹینا نے لیے سانس لے کر ہاپ رہی تھی۔

محی..... ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں..... تم بے شک رتنی کو لے جاؤ..... محی..... گوتم کی موت کا مذہ دار مظہر ا رہی ہیں۔ سونیا نے ابھی تک پوری طاقت سے ٹینا کو تھا.....

تھا۔ درپن سبھی ہوئی رتن کو لے دو دروازے کی طرف بڑھا۔ چندوں میں محی کو باہر لے جا رہے ہیں..... ڈیڈی نے سارے کام مکمل کر لئے ہیں۔

سونیا نے اپنی ہوئی ٹینا کو صوفے پر بٹھا دیا..... لیٹ جائیں..... چائے لاؤں گے.....

نہیں..... میرا گوتم لا دو..... میں نے کیا لگاڑا تھا بھگوان کا جو میری گود سے میرا ہا چھین کر لئے گیا۔ وہ منہ چھپا کر سسک سسک کر رونے لگیں.....

تم محی کے پاس گھر..... میں چائے بھجواتی ہوں..... پلا دینا..... سونیا درپن کے ساتھ ساتھ چلتی ملازمہ اسے ہلائی۔

تینوں ڈرائیگ روم میں چلے گئے۔ مجھے افسوس ہے..... آئی امیریوری سوری رتی..... تمہارے ساتھ یہاں اچھا سلوک نہیں ہوا۔ سونیا کے لیے میں معذرت اور دعا مانگتی تھی۔

حراساں رتنی نے درپن کی طرف دیکھا جو اس وقت بھی اس کے ساتھ دیکھتی تھی۔ ایسی کوئی بات نہیں..... سب کچھ بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... درپن معمولی مسکرایا۔

اچھا..... وہ ملازمہ کے ساتھ رتی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

دیکھا۔

سونے نے بھیگی پلکوں سے تصویر کو بغور دیکھا۔ اچھی ہے نا..... ٹینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔

کب آئیں گے دونوں باہر سے..... ٹیٹا نے سونیا سے تصویر پکڑ کر سینے سے لگالی۔

پھر بھی کتنے دن لگیں گے..... ان کے آنے پر بہت بڑا فٹلشن کروں گی.....

اور شہنایاں بجیں گی..... رتی کو دیکھا تم نے..... دیکھو..... غور سے دیکھو.....

پیاری ہے نامیری بہو..... وہ زبردستی اصرار کے ساتھ تصویر دکھانے لگی۔

ممی دیکھ لی ہے..... وہ بیزار بیزار سی لگنے لگی۔

سونیا.....ایک دم چونک کر وہ بولی۔

جی مہی..... سو نیا نے کہا۔

گو تم اپنی دلہن کے ساتھ آئے گا..... آئے گا..... ٹیٹا نے سونیا کا شانہ ہلایا۔

آپ اٹھیے..... اپنے کمرے میں..... سونیا نے جھٹا کر کہا۔

ایسے ہی..... گوتم آئے تو چلی جاؤں گی..... وہ پھر لیٹ گئی۔

نہیں نامی..... وہ اپنے کمرے میں کسی کو نہیں آنے دیتا..... سونیانے سمجھا ہے کہ
کوشش کی۔

ہاں..... یہ بات تو ہے..... ٹینا نے مسکرا کر سر ہلایا۔

بڑے دکھی انداز میں سونیا نے ٹیٹا کے بکھرے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے درست کیا۔ ا

پازو پکڑ کر باہر لے گئی۔

☆ ○ ☆

راجہ جی..... سنبل نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھتے برش سے بال درست کئے۔

ایک ہمارے فائلوں سے ایسے ہوئے سر اٹھایا۔

وہ آگئی ہے۔ وہ رکیک سے انداز میں بولی۔

کون؟..... راہگمار نے چونک کر کہا

بنجاب کی دیدی..... رتن جی..... وہ طنز ابولی۔

رہی آگنی..... اچھا ہوا..... کس کے ساتھ..... راہ جگمگاتے خوشی کا اظہار کیا۔

اسی کے ساتھ جس کی پناہ میں دیوی جی چھوڑ گئی تھیں وہ شانے اچکا کر

طراحی -

اچھا ہوا... ورنہ میں غنیا آنٹی کا سامنا نہ کر پاتا۔ راجکمار نے ٹیک لگائی۔

ابنی چھوڑیے..... درپن ہی حیر خواہ ہے رتن کا..... لے آیا نا..... وہ راہکار کے

میں بیٹھ گئی۔

اچھا ہوا لے آیا.... راجہ مارنے کہا۔

آپ جاتے تو ہر لڑنہ آلی۔ وہ بات کو ہوا دینے لگی۔

تمہارا مطلب کہ میرے جانے سے رلی نہ آئی..... راجکمار نے سبل کی طرف اشارہ کیا۔

اور کیا..... وہ بھی نہ آئی آپ کی رتن دیدی..... صبحیل نے پھر نفرت کا اظہار کیا۔

مباری بھی چھ ہے..... آپ کی آپ کی کیڑا لگا رہی ہے۔ راجکارا لو غصہ آ گیا۔

اولی رام میری وہ چٹھ نہیں اپنے پتی کو کھائی۔ چار روز بھی نہ ہنس کے

اے اس نے..... وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے۔

دیکھو سبل تمہاری ایسی باتوں سے نفرت ہے مجھے تمہیں تو وہ

موس ہو گیا۔

راجہ کی..... ابھی بہن سے ملاقات بھی نہیں ہوئی..... محبت بیدار ہو گئی۔ وہ راجہ کو

تم کون ہو تے ہو منع کرنے والے۔ وہ باغیانہ انداز میں بولی۔

میں کون ہوں..... آپ کو علم ہے۔ درپن واپس لوٹ گیا۔

درپن..... غلام گردش سے گزرتے وہ چونکا۔ رتی اس کے پاس آ رہی تھی.....

موڈ آف ہے تمہارا..... وہ ہنس دی..... چند لمبے دھڑکے سے گھبراہٹ۔

لنگھے پاؤں۔ سفید ساڑھی..... نکھرے بال اداس چہرہ..... جس پر ویرانی ہی ویرانی۔ وہ

ن کے سر پاؤں دیکھتا رہا۔

کیا اپنے کمرے سے لنگھے پاؤں آئی ہو۔ وہ یوں بولا جیسے اس کے اندر کوئی عمارت دھڑام

سے گر گئی ہو۔

ہاں..... بھائی منع کرتی ہے نا۔ وہ سادگی سے بولی۔ کہ جو تا نہیں پہننا۔

وہ قریب آ گیا۔

ہاں..... درپن..... گو تم جو مر گیا ہے..... جب عورت بیوہ ہو جاتی ہے تو اس کو بناؤ

گھمراہ اور بننے سونے کا حق نہیں ہے..... اور نہ ہی جو تا پہننے کا..... بس یہ سفید

ماڑھی ہی..... وہ معصوم سی ادا کے ساتھ درپن کو دیکھ کر بولی۔

تم ایسا نہیں کرو گی..... یہ ساری کائنات تمہاری ہے..... ابھی تمہارے حصے کی بہت

لوٹیاں باقی ہیں..... اگر گو تم مر گیا ہے تو تمہیں باندھ نہیں کر گیا..... جو تا پہننا..... وہ

کمرے کی جانب تیز رفتاری سے بڑھا۔ پگ بچھینے لگا اور تن کا جو تا اسے پہنایا..... پہن لوں

وہ جیسے اجازت طلب کر رہی ہو۔

کیوں جو تا پہننا ہے ہو درپن..... تمہیں معلوم ہے یہ اب سہاگن نہیں ہے۔ سنبل

نے سخت الفاظ میں کہا۔

خود ساختہ رسومات نے اسے بے گناہوں کا جینادو بھر کر دیا ہے۔ درپن کو برا لگا۔

خود ساختہ رسومات نہیں..... ہندوستانی معاشرے کی عکاسی ہے۔ سنبل نے تن کر کہا۔

کیا ہندوستانی معاشرے میں غیر مردوں کا دل لہانا بھی ہے۔ غیر مردوں کی بانہوں میں

پا نہیں ڈال کر آزاد گھومنا ہندوستانی معاشرے کی عکاسی ہے۔ درپن نے نشتر زدہ الفاظ سنبل

کو تپا کر گئے..... وہ چیخ مچی..... تم حیرت کی توین کر رہے ہو۔ وہ بولی۔

آپ کی توین نہیں بھائی صاحبہ..... آپ کی بات کا جواب دے رہا ہوں۔ رتن کو

فراساں دیکھ کر وہ مسکرایا۔

کے گلے میں باغیں حاصل کرتے بولی۔

ہو..... راجکمار نے جھپک کر اس کے بازوؤں سے اپنے آپ کو الگ کیا۔

راجہ جی..... ناراض ہو گئے..... بری بات کہہ دی کیا..... وہ نرم لہجے میں بولی

دیکھو سنبل..... وہ مری بہن ہے..... میں اس قسم کی گفتگو اپنی بہن کے لئے

نہیں کرتا۔ وہ اسے سمجھانے کے لہجے میں بولا۔

دروازے پر دستک ہو گئی۔

کون..... آ جاؤ..... سنبل نے کہا۔

استاد جیونت سنگھ آئے ہیں۔ خاص ملازم نے کہا۔

ہائے رام..... جیونت جی..... آ رہی ہوں..... آ رہی ہوں..... بھاؤ ڈراؤ

روم میں۔ وہ بڑے بے قرار انداز میں بولی۔

ملازم واپس لوٹ گیا۔

تم نے چنداں باقی کو بتایا نہیں تھا کہ یہاں کوئی نہ آئے..... یہ گھر ہے کوٹھانہ

راجکمار خشکین انداز میں بولا۔

تو ملے ملائے پر بھی پابندی ہے..... یہ کیا ہوا۔ وہ حیرت سے بولی۔

خبردار تمہارا کوئی چاہے والا تمہیں یہاں ملنے نہ آئے..... جیونت جی تو بہت

گائیک ہیں..... سنبل نے بالوں کو ہلکا۔

جو بھی ہے..... اسے منع کر دو..... آئندہ یہاں مت آئے..... وہ غصیلے انداز

کمرے سے باہر نکل گیا۔

سنبل اخلاقی ہوئی ڈرائیگ روم میں داخل ہوئی..... اور ایک دم ٹھسکی

عزت افزائی ہے ہماری..... سنبل بائی..... دھکے دے کر نکالا جا رہا ہے۔ جیونت سنگھ

خفا سا بولا۔

میں یہاں کبھی نہ آنے کا کہا گیا ہے سنبل جی..... جیونت سنگھ نے ایک طرف ہلے

دیکھا۔

کس نے منع کیا ہے آپ کو۔ سنبل نے کہا۔

میں نے کیا ہے..... شریف لوگوں کا گھر ہے..... تہو امانہ نہیں..... ہر کوئی

اٹھائے چلا آئے۔ درپن کی آواز میں ناپسندیدگی اور نفرت اسے کاٹ کھائی۔

تم چلو کرے میں..... رتی..... کھانا کھالیا..... وہ ایک دم بولا۔ جیسے کوئی ہوا ہوئی ہو۔
نہیں..... مایا لے کر نہیں آئی۔ وہ پلٹ کر بولی۔
ڈانٹنگ روم میں کیوں نہیں جاتی..... سب مل کے کھایا کرو..... درپن نے سنبل
دکھتی رنگ پر ہاتھ رکھا۔
رتی وہاں نہیں جاسکتی۔ سنبل نے کہا۔
کیوں..... اس لئے کہ وہ سہاگن نہیں ہے.....
ہنس..... وہ تہہ آلود نظروں سے دیکھتی ہوئی..... لوٹ گئی.....
چلو کرے میں..... درپن..... کیا کروں..... یہاں تو اور بھی اداسی ہے.....
بات کرنے والا نہیں..... وہ درپن کو جیسے دکھ سنانے لگی۔
پوچھا اس کے پاس چلی جایا کرو..... وہ بولا۔
بھائی سے ڈر لگتا ہے..... وہ ہشت گدہ سی بولی۔
رتی..... مت ایسا سوچو..... ڈرو گی تو تمہارا چیتا دو بھر ہو جائے گا۔ درپن نے
انجائیت سے کہا۔
درپن..... وہ معنی خیز انداز میں گویا ہوئی۔
کہو..... وہ پرسکون انداز میں مسکرا کر بولا۔
میری خوشیاں میرے جیون سے روٹھ گئی ہیں..... کیا ساری عمر یوں ہی بیت جاوے گی۔ وہ بڑے کرب سے بولی۔
میرے اختیار میں نہیں ہے..... ورنہ سارے سنہارا خوشیاں تیرے قدموں پر
ڈھیر کر دیتا..... تیرے چروں میں چاند تارے بکھیر دیتا..... رتی..... وہ خود بے قرار
مانی ہے آپ کی طرح چل گیا۔
تم مجھے اپنے پاس لے جاؤ..... تمہاری داسی بن کر جیون گزار دوں گی۔ وہ محبت سے
مغلوب بولی۔
تم دیوی ہو..... محبت کی دیوی..... جس سے ٹوٹ کر پیار کرنا میرا فرض اولین ہے
آئندہ کیا ہو گا..... وہ آئندہ کے لئے فکر مند نظر آنے لگی۔
کچھ ماہ کے لئے مجھے باہر جانا ہے..... واپسی پر بھگوان بہتر کر دیں گے۔ وہ اس کو دیکھ

کے بولا۔
تم چارہ ہو..... مجھے چھوڑ کر..... مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ..... وہ بے چینی سے
بولی۔
دیوانی..... وہ ہنس دیا۔
میں نے کیا کہا ہے۔ سمجھ نہیں ہو۔ وہ بولی۔
میں سمجھ گیا ہوں..... تمہاری ہر بات میں اچھی طرح سمجھ جاتا ہوں۔ تو پھر بولنے
لاں نہیں.....
میں تمہارے لئے کوئی بہتر حل تلاش کرنا چاہتا ہوں..... اس طرح میرے ساتھ
ہانے میں جھپٹیں برادری میں مرکز نگاہ نہیں بنانا چاہتا۔ وہ گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔
مجھے بتاؤ..... واپسی پر کیا کرو گے۔ وہ اصرار کرنے لگی۔
سننا چاہتی ہو..... تو سنو.....
ہاں..... رتن نے کان درپن کے ہونٹوں کے قریب کر دیا۔ اس نے سرگوشی کی اور وہ
بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس دی.....
بچ..... ہائے رام..... کب ایسا ہو گا..... جب تک کہ اس نے درپن کے ہاتھوں کو چوم
لا۔

اجازت..... درپن نے جانے کے لئے کہا۔
بیٹھو..... آج خوش ہے..... نہ جاؤ درپن..... میرے جیون کی آخری خوشی بس
اُسی تم ہو..... وہ بازو پکڑ کر بٹھاتے بولی۔
اچھا بابا..... لو بیٹھ گیا..... بیٹھے ہی مایا فطری میں چائے لے آئی۔
ارے مایا..... تمہیں کیسے علم تھا کہ مجھے اس وقت جانے کی طلب ہے۔ درپن نے خوش
دکھ کر کہا۔
بابو سرکار یہاں سے گزری تو رتی بی بی کی ہنسی ایک مدت کے بعد سنی..... خیال آیا
اے ہی سے چلوں.....
واقعی تم ہی ذہین ہو..... درپن نے کہا۔
بتاؤں گی..... مایا نے کہا۔
نہیں مایا..... تم کام کرو..... میں بیلاؤں گی۔

سنتوش ماسوں کے ہاں تمہیں چھوڑ آؤں گا..... چند دن رہ لینا..... جی بھل جائے گا۔
وہ بدور رتن کے چہرے کو کچھ کر بولا۔

وہ خاموش رہی۔ کیا ہوا..... وہ جھک کر اس کی نگاہوں میں جھانکتا ہوا بولا۔ وہاں بھی
ہانے کو من نہیں چاہ رہا۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی دروازے تک آگئی۔

ارے بھی اب تو شیشل اور اے بھی آئے ہوئے ہیں۔ وہ بولا۔
ان کو آئے ہوئے تو بہت عرصہ گزر گیا ہے..... لیکن شیشل ایک مرتبہ بھی میرے
نہیں آئی..... اے مجھے اپنی بہن کہتا ہے..... اس نے آج تک میرا دکھ نہیں سنا

..... اور وہ سکتا ہے اُٹا آئی..... پھر میں.....
بس بس اور دیکھی ہونے کی ضرورت نہیں..... جوجی میں آئے دو کرنا..... ڈرنے کی
ضرورت نہیں۔ وہ اسے چھکی دیتا ہر نکل گیا۔

وہ مسکرا کر صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ ارے بعد میں کچھ نہیں ہو گا..... وہ واپس پلٹ
آئی۔

اتنی مایوس مجبور وہ تو کبھی نہ تھی..... کیا مانے اس دن کے لئے مجھے کو تم سے بچا تھا
..... کہ میرے چاروں جانب اندھیرے ہی اندھیرے پھیل جائیں..... روشنی کی کوئی

گرن نظر نہیں آتی..... اندھیروں کے بعد سر خم ہوتی ہے..... کیا میرے نصیب
میں سر ہے..... میرے چہرے میں اجالے ہیں..... کہاں ہیں..... بھگوان کہاں ہیں وہ

ہلک کی پشت سے سر کٹائے روتی رہی..... کوئی پریشان حال نہ تھا۔ کوئی اسکا دکھ بٹاتا۔ وہ
سکست رہی۔ چند یوم کا حسین ماضی چشمِ دُور میں گزر گیا..... اور نئییاں باقی رہ گئیں

ہیں۔ کوئی پر سان حال نہیں تھا..... ایک درپن تھا..... جو اس کے راستوں میں کانٹے
ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا..... اب بھگوان میں کیا کرلوں۔ وہ سسک اٹھی..... یہ کیا ہو

گیا..... حالات کے گرداب میں ڈوٹے ابھرتے اسے کن کن گزر گئے..... درپن کے
ہانے کے دن قریب آ رہے تھے..... بلکہ آ ہی گئے..... وہ اسی یاد دہانی کے لئے ڈرائیونگ

روم میں بیٹھا..... وہ سٹبل کے ساتھ بیٹھا گپ شپ میں مصروف تھا..... پراستا ہوا تھا۔
اس نے اس نے دستک دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ پراستا ہوا تھا اس لئے یوں ہی اٹھ گیا

ہوں۔ وہ اندر جاتے ہوئے بولا۔
کچھ کہنا چاہتے ہو۔ راجنکار نے پہلو بدل کر لا پرواہی سے کہا۔

بہتر جی..... وہ باہر چل دی۔ اور رتن نے نرمی اپنے قریب کر لی۔

تمہیں سننے سے گلج جائیں گے۔ رتن نے کپ درپن کے سامنے میز پر رکھا۔

میں تمام کاروبار جی رسمی میں سیٹ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک مستحکم ادارے کے تیار
ہوں۔

اور میں..... وہ لرز سی گئی۔

باگل لڑا کی صرف چندہ کی بات ہے..... یہ سب کچھ تمہاری خاطر ہی تو کر رہا ہوں۔
سرشارنگا ہوں سے دیکھ کر بولا۔

نہ جانے یہ وقت کیسے گزرے گا..... درپن..... وہ آہستہ سے اداس انداز میں بولی۔
دیکھنا..... میرا جیون پہلے ہی بڑا بے معنی اور کم قیمت ہو گیا۔ میں سراب کے پیچھے

بھاگنا چاہتی۔ وہ اندھیشوں و وسوسوں کے انگشتِ ناگ اپنی آنکھوں کے سامنے رقص کناں ادا
رہی تھی۔

کسی کا نہیں کرتی ہو..... تم..... تم تو افسوس موتی ہو..... جس کی قدر جوہری ہی ہا
ہے..... دنیا والے کیا جائیں..... خواہ خواہ اپنے من کو میلانا کرو۔ وہ اسے نصیحت کرنا

لگا۔
وہ مسکرائی..... ایک دلکش سی جان بڑا مسکراہٹ.....

بہت اچھی لگتی ہو..... اس طرح مسکرائی ہوئی۔ وہ کھڑا ہو گیا۔
دنیا والے ہنسنے نہیں دیتے درپن..... تمہیں تو معلوم ہے میں کیا ہوں۔ وہ بڑے کر

سے بولی۔
جو ہو گیا سو ہو گیا..... بیٹے لئے کو ایک پٹا جانا کر بھول جاؤ..... تم وہی ہو جاؤ

برس پہلے تھی..... میرا میرا ہے..... تمہاری چمک میں تو فرق نہیں آیا۔ وہ رتن نے
شانے پر چٹکیاں دیتے بولا۔

یہ کہتے ہو..... ورنہ یہ جگ والے تو میری پر جھائیں سے خوف کھاتے ہیں۔
وہ پاگل ہیں..... انہیں بھگوان کے وجود کا احساس نہیں..... بس تم ریلیکس

کرو..... وہ آخر میں دھما پڑ گیا۔
درپن کو کھڑا دیکھ کر وہ کبھی کبھری ہنسی ہو گئی۔ صبح پوچھاں کے پاس چلی جانا..... وہ بولا۔

بعد میں..... جب تم نہیں ہو گے..... وہ پڑھ رہی سی لگنے لگی۔

طبع ناک پر گر انہ گز رہے گا۔ سنبل نے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔

نہیں..... تم بات کرو..... وہ ایک لگا کر بیٹھ گیا۔

اگر کوئی اچھا رشتہ مل جائے تو..... وہ خوفزدہ سی رک گئی۔

ہاں ہاں بات کرو..... میں تیار ہوں تمہاری ہر بات سننے کو۔ راجکار کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

میرا خیال ہے رتی کی تک بیٹھی رہے گی..... کیوں تاس کی دوسری جگہ شادی کر دی جائے۔ وہ آخر میں بات جلد مکمل کر گئی۔

ہوں..... میں بھی کئی دنوں سے یہی سوچ رہا ہوں..... ماما کے ہوتے ہوئے مجھے کبھی ایسا احساس نہیں ہوا تھا۔ راجکار افسردہ لگ رہا تھا۔

ایک بھائی ہونے کے ناطے آپ کا فرض بنتا ہے..... لاکھ درپن اس کا خیر خواہ ہے۔ درپن سیوک ٹیلی کا خیر خواہ تو ہے..... اس کی وفا پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ راجکار نے کہا۔

اب کیا کرنا چاہئے..... پھر..... سنبل..... خاموش ہو گئی..... وہ خود کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ جو اس کے اندر پھجوری پک رہی تھی..... وہ اس کا اطلاق راجکار کی ذات سے لٹا چاہتی تھی۔

پہلے میں ماموں سنٹوش سے بات کروں گا..... کہ رتی کی دوسری شادی ممکن ہے۔ وہ بولا۔

ممکن کیوں نہیں..... کیا تمام عروپوں ہی بیٹھی رہے گی..... کون جانے کیسا وقت آئے۔ مجھے اس کا کوئی اچھا گھر دیکھ کر زیادہ بتانا چاہئے..... تاکہ میں مطمئن ہو سکوں۔ وہ بولا۔

آپ آفس بھی جاتے ہیں..... دیکھ لیجئے کوئی برل جائے تو..... وہ بولی۔

پہلے تو ماموں سنٹوش سے بات کر دوں گا۔

آج رتن کے بارے میں راجکار پریشان نظر آ رہا تھا۔ راجہ جی آپ تو خواہ خواہی بات کو بھاری ہے ہیں..... ان لوگوں نے کبھی آپ کے معاملات میں دخل دیا..... رتی کی شادی کے بعد تو وہ بالکل چھوڑ گئے ہیں..... ویسے بھی ان کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا..... اپنے

اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ذہن سے بارے خیالات جھٹک کر بولا۔ جو کچھ بھی گرتا ہے درپن کی عدم موجودگی میں بیٹھے گا۔ سنبل نے سوچے سے ابھر کر کہا۔ ہال کی کھال

اتارنے کی اس کو عادت ہے۔ جو پٹی وہ رتن کو پڑھا دے گا وہی ہوگا..... رتن آپ کی

بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں..... اگر تم سنو تو..... وہ صوفے پر بیٹھا ہوا بولا۔

سنبل کے کان کھڑے ہو گئے اور ہر تن گوش ہو گئی۔

بہت کچھ..... کہو..... راجکار نے بڑا فراخ بچہ اختیار کیا۔

جنہیں معلوم ہے کہ ماما آخری مرتبہ رتی کی نگہبانی میرے سپرد کر گئی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں جوڑ کر بولا۔ جب تم ہی قریب تھے تو رتی کو تمہاری نگہبانی مل چھوڑنا ان کا فرض بنتا تھا۔ راجکار نے چھپا ہوا نظریہ انداز اپنا لیا۔ سنبل نے معنی خیز انداز میں دیکھا۔

لیکن چند مہینے نہیں رتی کا خیال رکھنا پڑے گا۔ وہ بغور راجکار کو دیکھ کر بولا۔

کیا مطلب؟..... وہ چونکا اور بلبل نے پہلو بدلا۔

میں چھ سات ماہ کے لئے جرم جا رہا ہوں..... کاروبار کے سلسلے میں۔ وہ بولا۔

اڑتی ہوئی خبر میں نے بھی سنی ہے کہ تم اپنا کاروبار جرم میں ہی سیٹ کرنا چاہتے ہو۔ بلکہ سیٹ کر لیا ہے..... راجکار نے درپن کے چہرے کی طرف دیکھا۔

تم نے ٹھیک سنا ہے..... میں تمہارے پاس جو کہنے آیا ہوں وہ سنو۔ درپن نے راجکار کی توجہ اپنی طرف دلائی۔

سناء..... کیا کوئی خاص بات..... سنبل کا ماتھا ٹٹکا..... (کہیں رتی سے شادی تو نہیں کرنا چاہتا)

شادی رتی سے..... (ایسا یاد ان نہیں) راجکار اور سنبل نے ایک ہی وقت میں ایک ہی جواب سوچ لیا

تم خود دار اک رکھتے ہو..... میرے بعد رتی کو کوئی تکلیف نہ ہو..... پلیز..... بھالی صاحبہ..... اس معصوم کا خیال رکھنے کا..... اسے اچھوت جان کر پھینک نہ دیجئے گا.....

اس کا خیال رکھنے کا..... وہ عاجزانہ انداز میں بولا۔

وہ میری بہن ہے..... میں تم سے بہتر جانتا ہوں..... تمہیں رتی کے بارے میں ایسا سوچنے کی ضرورت نہیں.....

Thank you..... مجھے تم سے یہی امید تھی۔ وہ باہر نکل گیا.....

راجہ جی..... سنبل ہی طرح چو گی..... جیسے کوئی بھولی ہنسی یاد آگئی ہو۔

کیا؟..... راجکار نے کہا۔

لوہی معمولی بندہ نہیں ہے..... مجھ جیسی باری کو تو بھگوان نے موتی دے دیا ہے..... سب کچھ ہے..... دولت سے کھیل رہی ہوں۔ وہ سینہ چلا کر بولی۔

چاچھوڑ..... تجھے تو غلامی شروع سے ہی پسند تھی..... مسلمانوں کی طرح تو غلام ذہن لی پیداروار تھی..... جو راجہ جی سے جی لگا بیٹھی..... جنداس بائی ہاتھ بچا کر سنبل کو گناہ گار تصور کرنے لگی۔

اچھانتا..... تو کیسے آئی ہے..... خبر کی خبر ہے نا..... سنبل اپنی ماں کے پاس بیٹھ گئی۔ خبر کی ہے اور تمہارے کھیلے کی بھی..... پہلے قبوے کا حکم دے کر آؤ کر کو..... جنداس بائی نے ایک ہاتھ سے سنبل کو دھکیلا۔

ابھی لائی..... سنبل نے باہر جا کر قبوے کا آرڈر دیا اور واپس پلٹ آئی۔ ہاں اب بتا..... سنبل قالین پر دوڑانو بیٹھتے بولی۔

پہلے تو میری بات سن..... تیرے جانے سے چندہ ماند پڑتا جا رہا ہے..... باقی لڑکیاں اچھا انکار و بار کھول کر بیٹھ گئی ہیں۔ راجے مہاراجے تو آتے ہی نہیں..... مجھ بوڑھی پچھان کے پاس..... کیا خاک آئیں گے..... نہ جو بن نہ در بائی..... جنداس پچھتاوے کے انداز میں بولی۔

تو کہنا کیا چاہتی ہے..... سنبل چونکی۔ راجہ جی سے کہہ کے میرے نام کچھ لگوادے..... یا میرا روزانہ مقرر کرادے..... وہ بڑے رعب سے بولی۔

تو چھوڑ سب کچھ..... میرے پاس آ جا..... اتنا بڑا محل ہے..... جہاں مرضی رہ لےنا..... ہمیش ہوں..... روپے پیسے سے کھیلے گی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بڑے تفاخر سے بولی۔

اچھا..... یہ بعد کی بات ہے..... میں تو ایک کام سے آئی تھی..... جنداس بائی نے سرگو ش کی۔

کیا..... جلدی بولی..... سنبل نے دروازے سے ٹرائی گھنٹ کرماں کے سامنے کی۔ تمہیں یاد ہے..... کبھی کبھی پیالہ کے شیوہ ہی آیا کرتے تھے..... بڑے رئیس ہیں..... جنداس بائی نے آنکھیں پھاڑیں۔

ہاں..... بچپن میں ایک مرتبہ دیکھا تھا..... پھر تو کبھی نہیں آئے تھے..... سنبل

بات ہرگز نہیں مانے گی۔ سنبل اپنی چال میں تھوڑی سی کامیاب ہو گئی..... اس کی آڑی بات پر راجہ مہار کی رنگ جیت پھڑک اٹھی۔

کیا کہتا ہے..... وہ سیدھا ہو گیا میرا مطلب کہ بات تو درپن کی مانے کی نا..... جو وہ کہے گا۔ وہ راجہ مہار کے لیے ہے تھوڑا سا کاپی۔

میں اس کا کچھ نہیں لگتا..... بھائی ہوں اس کا..... اس کے بارے میں جو بات ہو گی..... لوگ مجھ سے پوچھیں گے..... درپن کو کون پوچھتا ہے۔ وہ ہنر کا اٹھا۔

بس پھر جو کرنا ہے درپن کی خدمت ہو جو دھکی میں کیجئے گا..... راجہ اپنے گھر کی ہو جائے..... اور کیا پائے۔

ہوں..... وہ جانے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ دفتر جا رہے ہیں۔ وہ بولی۔

ہاں..... وہ بریف کیس لئے باہر نکل گیا..... اور صوفے پر نیم دراز ہو گئی۔ سنبل جاتی..... دروازے پر سیاں کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

بچی سنبل کیسی ہو..... جنداس بائی اندر داخل ہوئی۔ اور تو کوئی نہیں سنبل نے دور طویل غلام گردوش کھینچا۔

نہیں..... کوئی نہیں..... جب سے ستار نواز شگن میاں اور جسوت جی کو دھکے دے کر درپن نے نکالا ہے..... کوئی نہیں آتا تمہارے ہاں..... جنداس بائی نے اندر آکر بیٹھ گئی۔

اماں..... تمہیں معلوم ہے سیوک رام کا کتنا نام ہے..... اتنی ہی عزت ہے..... پھر اماں وہ دور پرنے نے نکالا تھا۔ سنبل شکایتا بولی۔

درپن نے جسوت کھک کو برا بھلا کہا تھا..... شگن میاں کا ستار تو نوکروں سے باہر پھینکا دیا تھا تمہارے پتی نے..... راجہ جی نے ہاں..... وہ دراصل سنبل کو آگ لگانا چاہتی تھی۔

راجہ جی نے..... مجھے پتہ بھی نہیں..... وہ حیران ہو کر بولی۔ ہاں..... خبر چھوڑ اس قہقہے کو..... میں تیرے پاس ضروری کام سے آئی ہوں.....

جنداس بائی نے سرگو ش کی۔ اماں چھوڑ کھوٹے کو..... عزت کی روٹی کھالے..... میرے پاس آکر..... راجہ جی

نے ذہن پر زور دیا۔
 وہ آنا چھوڑ گئے تھے..... اچھا شریف تھا..... بس گانے کا رسیا تھا..... وہ آئے تھے
 میرے پاس..... بڑے کام کی بات کرنے..... جندناں نے کہا۔
 کام کی..... دولت ان کے گھر کی لوغری ہے..... بھگون کا دیاب کچھ ہے ان کے
 پاس..... دھن دولت کی ریل چلے ہے..... اب کا نہیں معلوم..... سنبل کے ذہن میں
 شیوہ جی جو تصویر بنی تھی..... اس کے مطابق اس نے بات کی۔
 سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آدمی کو مانگا پڑتا ہے..... اپنے دل کی بات تو مانتی پڑتی ہے
 تا..... دنیا داری جو ہوئی..... سنسار سے جی لگ جائے تو کہاں چھوٹا ہے..... جندناں بالی نے
 بڑی لمبی عمدہ باندھی۔
 بات تو کر..... تیرا مطلب کیا ہے..... سنبل پوریت محسوس کرنے لگی۔
 وہ تمہاری ننھیلا کار شیشہ ناگ رہے تھے..... رتن کا..... شادی کرنا چاہتے ہیں رتی سے۔
 جندناں نے آگے منہ بڑھا کر بڑی راز داری سے کہا۔
 اسے فوج..... بڑھا کھوسٹ..... نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت..... سنبل ایک
 دم اچھلی.....
 ایسا نہیں ہے..... تمہارے راجہ جی سے جو ان نظر آوے..... ساٹھا پٹھا..... مرد
 بوڑھا نہیں ہوتا..... اس عمر میں تو جوانی ہے مرد پر..... جندناں بولی۔
 اس کی تو جوان اولاد بھی ہوگی۔
 اولاد کوئی زیادہ نہیں..... صرف ایک بیٹا ہے..... ولایت گیا ہوا ہے اور گھر میں بہن
 ہے جو اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ رہ رہی ہے..... جندناں نے کہا۔ اور اس کا بچہ۔
 سنبل نے کہا۔
 بچہ کو چھوڑ بیٹھی ہے..... بھائی کے عیش نہ بھولیں..... لاڈوں کی پٹی تھی..... بچی کے
 پاس دولت نہ تھی..... اس لئے شیوہ جی کا گھر سنہال لیا..... دیے تو آوے جاوے وہ
 جندناں نے کہا۔
 بات تو تمہاری نمیک ہے..... رتن کی جوان لڑکے سے شادی بھی نہیں ہو سکتی.....
 راضی کو تو کوئی پیارہ لگا..... بیوہ کو کوئی نہیں لیتا..... سنبل نے اپنے معاشرے کے مطابق
 بات کہی۔

بیوہ عورت..... رام رام..... کون شادی کرے گا..... لوگ گھر میں کھنسنے نہیں
 بچے اچھا گھن کو..... کنوارے جوان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... جندناں نے کہا۔
 ہوں..... سنبل سوچنے لگی۔
 راجہ جی سے کہہ کر شادی کر دے رتن کی..... ہم پہلے ہے..... دولت کی کی نہیں
 برہمن ہیں..... بہت اونچا خاندان ہے..... جندناں نے اصرار کیا۔
 میں جانتی ہوں..... کروں گی بات راجہ جی سے..... ایسا ہو جائے تو اچھا ہے.....
 حاضر و کرنا..... ڈرا جلدی.....
 لال..... پہلے یہ بتاؤں کہ ضرور کچھ دیا ہوگا..... لاکھ دو لاکھ تو اس کی نظر میں کچھ
 مٹی..... اس نے بھی کوٹھا..... میرے نام کر نہ کا وعدہ کیا ہے..... اور ہاؤز خرچ بھی
 اس سرسٹ بھرے لہجے میں بولی۔
 اچھا..... بھرا چھی بات ہے..... ویسے یہ تو دل والا ہوتا..... سنبل کو حیرت ہوئی۔
 ساری عمر یا اس کی چاکری کی ہے..... جوانی مٹی اس نے میرے پاس گزاری..... جب
 مٹی شادی ہوئی پھر آتا جاتا کم ہو گیا..... جندناں نے بڑی حسرت سے اپنے پرانے دنوں
 حالات میں دیکھا۔
 اب کیا ہوا..... میرا مطلب کہ اس کی بوی..... سنبل نے کہا۔
 عرصہ ہوا مرگئی..... بیٹا باہر چلا گیا..... تنہائی سے گھبرا رہا ہے..... نوجوان لڑکی
 شادی کرنا چاہتا ہے..... جندناں نے کہا۔
 اچھا..... میں راجہ جی سے بات کروں گی..... اگر یہ کام ہو جائے تو اچھا ہے..... ہونا
 دیکھ کے بعد ہی چاہئے..... وہ ایک دم بولی..... ویسے بات اس کے دل کو لگ چکی تھی۔
 درہن کو کیا تکلیف ہے..... راجہ جی کی بہن ہے وہ..... یہ خواہ خواہ میں ناگہ اڑائے
 جندناں کو برا لگا۔
 درہن کا سیوک خاندان میں بڑا عمل و دخل ہے..... اس سے تو راجہ جی بھی انحراف
 کر سکتے..... سنبل نے کہا۔
 راجہ جی کا سب حصہ مل گیا..... جندناں کو یاد آیا۔
 ہاں..... وہ تو دیو جی جھگڑنے کے خوف سے خود ہی کروا گئی تھیں..... اب تو کوئی
 نہ نہیں ہے۔ اور وہ کوٹھی جس میں وہ رہ رہا ہے..... جندناں کا اشارہ درہن کے گھر کی طرف

تہمارے ماں کا لایا ہوا رشتہ کیسا ہوگا..... جنہاں بائی کو سوکھ رام کے مرتے کا پتہ نہیں ہے..... کیسا پر ہوار ہے ہمارا..... راجنکار کو اپنے خاندانی وقار پر فخر تھا۔
 رام جی کو کون نہیں جانتا..... ویسے اماں کبھی نہیں وہ بھی خاندان برہمن ہے.....
 ان میں پڑت گئی تھی بھی ہیں..... سنبل نے ایک ہی سانس میں تعریفوں کے پل ہاندھ دیئے۔
 میں چاہتا ہوں اگر اچھے لوگ ہوں تو اسی چھ ماہ میں رتی کی شادی کر دی جائے.....
 راجنکار بہت جلد رتی سے سرخرو ہونا چاہتا تھا۔
 آپ رتی سے بات کریں..... وہ کیا کہتی ہے..... سنبل نے چلتے چلتے کہا۔
 رتی سے میں کبھی بات کر سکتا ہوں..... راجنکار کو اچھا نہ لگا۔
 تو پھر کون کرے..... میری بات تو وہ کبھی نہ مانے..... سنبل کو علم تھا کہ رتی اس کی بات ہرگز نہیں مانے گی۔
 پھر کون کرے گا..... راجنکار نے پلٹ کر کہا۔
 میرا خیال..... بابا اس کے قریب رہتی ہے..... پہلے وہ بات کرے بعد میں دیکھ لیں گے..... پھر میں کر لوں گی..... سنبل نے کہا۔

چنانچہ دوسرے دن مایا کو پوری طرح سمجھانے کے بعد سنبل نے رتی کے پاس بیجا وہ الماری کے پاس کھڑی اپنے زربق کپڑوں کو نکال رہی تھی..... جب کبھی وہ ہانگن تھی۔

رتی بی بی..... مایا نے پردا اٹھا کر ڈرتے ڈرتے کہا۔

آؤ کیا بات..... کیا بات ہے۔

وہ لباس کو چنگ پر کر کے پلٹ کر بولی۔

یہ کیا کر رہی ہیں آپ..... مجھے کہا ہوتا..... میں درست کر دوں الماری کو.....

ضرورت نہیں..... دیکھ رہی تھی ان کو تقسیم کر دوں.....

اسے..... رتی بی بی..... اس قدر قیمتی کشیدہ کاری..... تلے کا مادہ کا کام

..... میں تو خاص سونے کی تار ہے..... کس قدر پیارا ہے وہ ایک ساڑھی کو لپک کر

تے بولی۔

تم لے لو..... مایا..... یہ ساڑھی تمہیں خوب عجبے گی۔ رتی دیران دیران نظروں سے

معی کو مایا کے شانے پر گراتے بولی۔

تھا۔
 اماں وہ بھی معمولی آدمی نہیں ہے..... وہ تو اس کی اپنی ہے..... اور یہ محل بھی رات کا ہے..... اب تو ہمارے سوا اور کوئی ہے نہیں..... سنبل نے کہا۔
 ہاں..... وہ محل جو راجہ جی کا ہے کتنا پیارا ہے..... وہاں رہو چل کر..... جنہاں نے چٹکی آنکھوں سے سنبل کو کہا۔
 ارے نہیں اماں..... اب یہی ٹھیک ہے..... رتی چلی گئی تو سب کچھ ہمارا ہے۔
 تو رتی کی شادی کر دے..... پھر میں شگن میاں اور جسونت سنگھ پالا اور موسیٰ کا فرم اٹھاؤں گی..... دھندہ کرانے کی مجھے ضرورت نہیں..... جنہاں مطمئن ہو کر بولی۔
 اچھا ہاں..... کوشش کروں گی۔
 ضرور کوشش کرنا..... یہ بات راجہ جی تیرے اور میرے سب کے بھٹکے کی ہے۔
 رتی بھی عیش کرے گی۔

جنہاں نے پیالی رتھی اور اپان کی گھوری قہقہے میں سے نکال کر منہ میں رکھ لی۔
 اچھا تم بات کرنا..... میں جاری ہوں..... نصف گھنٹے بیٹھنے کے بعد جنہاں نے ہاتھ

چادر اوڑھی اور چل دی.....

رات کو کھانا کھاتے ہی دونوں کمرے میں آگئے..... بہت تھک گئے ہیں راجہ جی..... سنبل نے

دیکھا کہ وہ لینے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔

کھانا کھایا ہے..... طبیعت بوجھل ہو رہی ہے..... میرا خیال ہے..... لان میں پلٹ

ہیں..... وہ دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

چلتے..... چند ضروری باتیں ہیں..... وہیں کرتے ہیں سنبل نے کہا۔

چلو..... دونوں اپنے کمرے کے مغربی جانب خوبصورت لان میں چلے گئے۔

راجہ جی..... ایک خوش خبری ہے..... سنبل نے راجنکار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے

کہا۔

کونسی..... کیسی خوشخبری..... وہ چٹا ہوا بولا۔

اماں..... رتن کے لئے بڑا ہی امیر کبیر رشتہ لے کر آئی ہے۔

راجہ جی..... تہمارے ماں..... جنہاں بائی..... وہ رات کو بولا۔

ہاں جی..... وہ رشتہ لائی ہے..... لڑکا بہت دولت مند ہے..... سنبل نے تجسید کیا

انہوں نے اپنے بکھرے بالوں کو درست کیا۔
یہ زلفیں سنورنے کا وقت ہے بی بی..... ابھی غری کیا ہے..... جگ والوں کی
لطف مت جائیے..... یہ تو نہ کسی کو ہنسا دیکھے اور نہ روتا..... مایا خود افسردہ ہو گئی۔
یہ نکھری زلفیں اب کون سنوارے گا..... رتی ہندوستانی ساج کے گڑھے میں اتر چکی
ہے..... اب کون ہے جو اس تاریکی سے نکالے..... یہ ممکن نہیں ہے..... وہ مایوس
ہو گئی۔

تائیے نا بی بی..... میں کیا جواب دوں..... مایا نے کہا۔
تم کہہ دو..... میں شادی ہرگز نہیں کروں گی..... اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ رکھتی
ہوں..... وہیٹ گئی۔
اور مایا نے جو سنا سن من گوش گزار کر دیا یہ تو بھائی اس کا منوانے گا..... سارے جیون کا
بوجھ کیا نہیں بھگتا پڑے گا..... سنبل کو غصہ آ گیا۔
ٹھک سے دروازہ کھلا..... اور رتی داخل ہوئی۔
رتی..... تم..... سنبل آج پہلی مرتبہ رتی کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور مایا بھی سہم گئی۔
میں بوجھ ہوں آپ پر..... مجھے اٹھانے لے پھر رہی ہیں آپ..... رتی کو غصہ آ گیا۔
میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ سنبل نے نرم لہجہ اختیار کیا..... اس کے خیال میں فوراً گری
اٹھنا چاہتیں۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔
دیکھو رتی..... ہم جنہیں تنہائوں کے ڈٹے والے ناگ جو جگر چاٹ لیتے ہیں انسان کا
..... تمہیں بچانا چاہتے ہیں..... انسان بے اندر کی تنہائی کون دور کرے گا..... رتی نے
پیسے سوال کیا۔
جب باہر کی تنہائی دور ہو جائے..... تو اندر کی تنہائی خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ سنبل
نے کہا۔

اندر کی تنہائی دور کرنا انسان کے بس کی بات نہیں..... اور آپ مجھے تنہا ہی رہنے دیں
..... میرے لئے شادی کا سوچنا چھوڑ دیجئے..... وہ چلی
غھبرو..... مجھے کوئی مثبت جواب چاہئے۔ سنبل نے کہا۔
ضروری ہے۔ وہ بولی۔

بی بی..... میں ایک کام آئی تھی۔ مایا نے آہستہ سے کہا۔
کون سا کام رتی بیٹھ گئی۔
مجھے دہن بیگم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ مایا نے کہا۔
کوئی خاص بات ہے..... جو چہ نہیں بھیج دیا۔ رتی کو حیرت ہوئی۔
ہاں جی خاص ہی ہے۔ مایا سہم گئی۔
جس..... خاص..... جلدی بول..... کیا کہا میری بھالی جان نے..... رتی نے من
کر کہا۔

بیگم ان آپ کو ہنسا رکھے..... آپ کو خوش رکھنے کا ہی سوچا جا رہا ہے۔ مایا بولی۔
جی..... مایا جی..... کیا مطلب ہے تمہارا..... کوئی بات جس سے میری خوشی
ہے۔ رتی نے سب کام چھوڑ کر مایا کی طرف پلٹ کر کہا۔
وہ آپ کی شادی کروانا چاہتی ہیں۔ مایا نے ایک دم کہہ دیا۔
شادی..... میری..... کیا رشتوں کی ارزائی ہو گئی ہے..... یاد رشتوں پر گئے ہیں
..... جو مجھ بیواہ کے لئے ایسا سوچا جا رہا ہے۔ رتی کے انداز میں حد درجہ مایوسیت اور ادا
پوشیدہ تھی۔
آپ ہمیشہ کامی کے لئے رشتوں کی کمی نہیں ہے رتی بی بی..... مایا نے خوشامندانہ لہ
اٹھایا۔

میں کامی نہیں ہوں..... ایک اچھا گن ہوں..... بیوا..... جس کے سر کی چادر مگر
چکی ہے..... اب کون شادی کرے گا مجھ سے..... رتی نے تم آلود گناہیں مایا کے چہرہ
پر ڈالیں۔

بہت کرنے والے ہیں بی بی..... آپ بس اقرار میں گردن ہلا دیں۔ مایا نے کہا۔
گردن ہلائی تو تھی۔ رتی نے کہا۔ اور مسکرا دی۔
ہلائی تھی..... کب۔ مایا چوکی

جب گوتم کے ساتھ میرا سفند ہوا تھا۔
ادنی رام..... شریر ہو گئی ہیں آپ بھی..... میں تو اب کی بات کر رہی ہوں.....
پس دی۔
اپنی ماگن کو کہہ دو..... اس مصیبت میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رتی نے دونوں

نہیں..... راجکار نے سنبل کو نبھو دیکھا۔
 اب تو جوان لے گا نہیں..... بڑھے سے ہو نہیں سکتی..... پھر..... سنبل نے
 راجکار کو مائل کرنا چاہا۔
 ہو تو سکتی ہے..... لیکن ایسا بھی کھوسٹ نہ ہو کہ لاٹھی پکڑ کے چلا ہو..... راجکار کا
 ذہن شیوہ جی کی طرف گھوم گیا
 شیوہ جی تو بڑے صحت مند انسان ہیں..... ایک وقت میں دو آدمیوں کو پچھڑا سکتے
 ہیں..... سنبل نے راجکار کو منوانے کے لئے تعریف کی۔
 میں اپنے آدمیوں کے ذریعے پوچھ گچھ کر رہا ہوں..... تمہاری ماں پر مجھے یقین نہیں
 وہ سکرادیا
 اب تو ماں کوئی بات نہیں کرتی..... دل صاف کر لیں اس کی طرف سے۔ سنبل
 اے دلربائی سے راجکار کی باتوں میں بائیں ڈال کر بولی۔
 شیوہ جی آدمی تو ٹھیک ہیں..... البتہ عرکی بات ہے۔ راجکار نے سنبل کے ہاتھ کو تھام
 اپنے سامنے بٹھایا۔
 عمر..... کیا ہوئی..... یہی ساٹھ سال..... دیکھئے میں تو اتنا نہیں لگتا..... سنبل نے
 کہا۔
 ساری فیملی کو کھانے پر بلاؤ..... یہ مسئلہ بعد میں حل کریں گے۔ راجکار نے سنبل پر
 کان کھڑے کیے۔
 اندر لے آؤں۔
 بہتر جی..... مایا زانی رکھ کر واپس چل دی۔
 مایا..... جی بابو سرکار۔ وہ ہلٹی.....
 رتی اپنے کمرے میں ہے..... راجکار نے کہا۔
 رتی بی بی بڑی خوش ہیں بابو سرکار..... ان کی سنبلی سریتا آئی ہوئی ہے..... مایا نے
 مودب کہا۔
 سریتا تو ڈوڈا کشمیر میں رہتی ہے نا۔ راجکار نے یاد کیا۔
 ہاں جی..... باتوں سے تو یہی پتہ چلا ہے..... سسرال ان کی یہاں ہے..... مایا نے
 مجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں..... تمہارے بھیا کو آج جواب چاہیے۔ سنبل نے کہا۔
 سن لیجئے..... مجھے ہر گز ہرگز شادی نہیں کرنا..... وہ پاؤں پٹختی کمرے سے نکل گئی،
 ساتھ مایا بھی نکل گئی..... اور سنبل ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئی۔
 یہ شادی نہیں کرے گی..... قلم عریا..... تمہارے ذہنوں پر سوار رہے گی.....
 خود سے بڑبڑائی۔ خود گدگادی کی عادت پڑ گئی۔ راجکار نے اندر آتے کہا۔
 آگئے آپ راج جی..... وہ رہا تیرا دیوی کی طرح بڑھی اور اس کے ہاتھ سے براہ۔
 کيسے لیا۔ میں نے رتی سے شادی کی بات کی تھی۔ وہ بریف کيس رکھ کر راجکار کی بٹھ
 کی جانب سے کوٹ اتر کر بیگر میں لٹکا تے بولی۔
 پھر..... وہ عالم تشویش میں ٹائی ڈھیل کرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔
 وہ نہیں باقی۔ بیٹھتے ہوئے سنبل نے منہ بسورا.....
 خیر..... یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے..... میں خود بات کروں گا۔ وہ تھکا تھکا سا ہوا۔
 رہا تھا۔
 چائے لاؤں..... وہ بولی۔
 ضرورت تو ہے۔ وہ بولا۔
 اور سنبل باہر ملازمہ کو کہہ کر واپس لوٹ آئی۔
 ان حالات میں رتی کی دوسری شادی بہت ضروری ہے..... لیکن اس سے کوئی شہ
 کرنے کو تیار نہیں..... وہ مایوس و زناش لگ رہا تھا۔
 کیسے علم ہوا..... وہ بولا۔
 سیوک رام کی بیٹی بیوہ ہو جائے اور کسی کو علم نہ ہو..... یہ بات تو جنگل کی آگ کی طر
 ساری دہلی میں پھیل چکی ہے..... وہ سیدھا ہو کر بولا۔
 دولت و جائیداد کا کسی کو خیال نہیں..... سنبل بولی۔
 اپنی زندگی کے عزیز نہیں..... بیوہ سے شادی گویا موت کو آواز دیتا ہے۔ دوسرا
 خود بھی یہی خیال کر کہ اس کے لئے بھی چتا تیار ہو رہی ہے۔ راجکار نے ہندو معاشرہ
 کمروری ظاہر کر دی۔
 یہ بات تو ہے..... سنبل نے کہا۔
 ایسی صورت حال میں تو جوان لڑکے کا ملنا ممکن نہیں..... اور رتی کی عمر بھی نا۔

جہیں معلوم ہے سرتا..... درپن کو پلپائے اس قدر محبت دی..... اور درپن نے بھی
لانا کو اپنا باپ ہی سمجھا..... پھر بھی ملٹری درپن کو بلند خان کا ہی چٹا بھتیجی تھی..... حالانکہ
لہ خان کو کوئی عمل دخل ہی نہ تھا۔ رتن نے کہا۔

ملٹری پاگل ہو گئی ہے..... درپن بھیا لاپڑا ہندوستانی ماحول میں..... اس پر ہندو
اورت کی آغوش میں پرورش پائی..... پھر بھی..... سرتا کو غصہ آگیا۔

بس اسی وجہ سے چار درپن کو بھانے کے لئے یہاں شفٹ ہو گئے..... اور ہم لوگ کشمیر
پورڑ آئے۔ کتنی تھی انکل رام کو درپن بھیا سے۔ وہ غمگین سی لگتے تھے۔

درپن نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے..... آج جو کھلی فضا میں سانس لے رہی ہوں تا.....
صرف درپن کی وجہ سے ہے۔ رتن نے خیالات ہی خیالات میں درپن کے تصور کو محبت کی
فہرے دیکھا۔

درپن بھیا تو جی ہی محبت کے قابل..... ان کا بھتیجا بھی احترام کیا جائے کم ہے۔ سرتا
نے کہا۔

کیا بتاؤں سرتا..... درپن نے ہمارے راستوں کے تمام کانٹوں کو آنکھوں سے چنے
لیا۔..... رام کو خبر ہے..... لاما کی جس طرح خدمت اور تدارک دی کی ہے..... بھلا
اب بھیا کیا کرے..... رتن نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا۔

کتنے دن ہوئے درپن بھیا کو گئے ہوئے۔

ابھی تو چند دن ہوئے ہیں..... کوئی بات کرنے والا ہی نہیں۔ رتن نے کہا۔

میرے ہاں آجانا کسی دن..... سرتا کو ایک دم خیال آگیا۔

تمہاری سانس ملنے دی گئی تھی..... تمام اداسیاں رتن کے چہرے پر پھیل گئیں۔

او..... ہاں..... رتی..... مجھے افسوس ہے۔ سرتا کو دکھ ہو۔ وہ نظریں چرا کر بولی۔

مجھے کسی سے گلہ نہیں ہے سرتا..... میں نفرت کے قابل ہوں..... سوائے درپن

رپو جہاں کے میرا بھائی اور میری بھائی میرے سائے سے دو رہتے تھے ہیں..... تمہاری

اس بھی ایک ہندوستانی عورت ہے..... رتن کی موٹی موٹی آنکھوں میں دو آنسو لٹک کر

ماکے سفید رخساروں پر بہہ نکلے۔

رتی..... یہاں تو یہ وہ نا ایک بہت بڑا پاپ ہے۔ سرتا نے کہا۔

اب کیا کروں..... یہ جیون کس طرح گزاروں..... اندر باہر ہر جگہ سے خوف آتا

اوتی رام..... وہ کیسے آگئی..... اس کی سانس کو علم نہیں ہوگا..... سنبل ایک
بھڑک اٹھی۔

میں جاؤں گی.....

جائز..... را بھکار نے کہا۔

اور مایا..... بڑے اہتمام سے معد لوازمات کے خرابی بھر کے رتی کے کمرے میں

گئی۔

او مایا..... تم کتنی اچھی ہو..... کتنی طلب تھی چائے کی..... مایا کو دکھ کر رتی ل

بھی ہنس دی۔

رتی بی بی..... بھگوان اسی طرح ہنستا رکھے آپ کو..... مایا جاتے جاتے بولی۔

میں آگئی ہوں تا..... دیکھوں گی کیسے روتی ہے یہ۔ سرتا نے ہنس کر رتن کو نا

ماری۔

اب بننے کے دن تو گئے۔ رتی نے خرابی اپنی طرف گھسیٹی۔

لاؤ ادر میں بناتی ہوں۔ سرتا نے خرابی گھسیٹ کر اپنے سامنے کر لی۔

رتی ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔

کیا ہوا..... صورت کیوں بگڑی..... سرتا نے چینی ڈالنے ہوئے رتی کی طرف دیکھا۔

وہ بھی کیادان سے رتی..... درپن بھیا سے کتنی مپ شپ ہو کر تھی۔ انکل رام ا

آئی..... اف..... وہ زمانہ نہیں بھولتا..... سرتا نے آنکھیں صاف کیں..... اسے

بہت افسوس ہو رہا تھا۔

ہوں..... رتی نے اس کے ہاتھ سے پیالی پھڑی۔

تم لوگ چھوڑ آئے تا کشمیر..... اسی وجہ سے دوری ہو گئی..... حالانکہ اچھا بھلا کام مل

رہا تھا..... رتی..... کشمیر کیوں چھوڑا..... سرتا نے ایک سانس میں سوال کر دیا۔

جہیں تو معلوم تھا کہ ملٹری درپن کے در پر ہو گئی تھی..... ایک میجر بھون سنگھ ا

درپن کی جان کے در پر ہو گیا تھا۔ اسے مارنا چاہتا تھا۔ رتی پریشان اور دل گرفتہ انداز

میں بولی۔

کیوں..... اس گھوڑے بھون سنگھ کو درپن بھیا سے کیا دشمنی تھی۔ سرتا نے ٹھک۔

کپ میز پر رکھا۔

پہیں لے آؤ..... آنسوؤں کے درمیان رتن نے چہرہ اٹھا کر کہا۔
اب جانے دور تن..... کب سے آئی ہوئی ہوں۔ سرتانے اجازت چاہی
ہرگز نہیں..... اب کے بعد نہ جانے کب ملو گی..... رتن اٹھ کر ہاتھ روم کی طرف
بڑھ گئی۔

چند لمحوں میں رتن کی عدم موجودگی سرتانے کے خیالات کے دروازے کھول گئی۔ وہ
درپن کو کھٹکنا چاہتی ہے لیکن دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ وہ تو لے سے منہ پوچھتی باہر آگئی۔
سرتانے.....
ہوں..... وہ چونکی۔

منہ دھو لو..... تازہ دم ہو جاؤ گی۔ رتن نے بالوں کو درست کیا۔
ٹھیک ہے۔ سرتانے کہا اور تھ روم کی طرف بڑھ گئی۔
بڑے ہی خوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا..... شام ڈھلتے ہی سرتانے اپنے گھر روانہ ہو گئی
..... اور رتن ہمیشہ سے لٹی ہوئی واپس اپنے کمرے میں لوٹ آئی.....

☆ ○ ☆

ہے..... ہوں گلتا ہے سناہ کے سارے باپ ہمیری جھولی میں ڈال دیئے گئے ہیں.....
کسی کو منہ دکھانے کے بھی لائق نہیں..... رتنی نے آنکھیں صاف کیں۔
اس روز روز کے جلنے مرنے سے اچھا تھا کہ عورت شوہر کے ساتھ ہی ستی ہو
تھی۔ سرتانے کہا۔

اچھا تھا..... ایک مرتبہ بچی کے ساتھ مل کر من کو آشتی تو مل جاتی ہے نا.....
نے پھر اصراف کیا۔
تو اب من کو اس نہ کر..... ہاں..... ایک بات ہے..... سرتانے کو کچھ یاد آیا۔
کیا؟ رتن نے کہا۔

برانہ مانو..... تمہارے بھیلے کی بات ہے۔
سرتانے رتن کی دلکش آنکھوں میں جھانک..... حسن میں اب بھی یکساں تھی۔
کہو۔ رتنی نے اصرار کیا۔
رتنی..... شادی کر لے..... کب تک سانج کی صلیب پر لٹے گی۔

شادی..... تو باقی تو نہیں ہو گئی..... مجھ سے کون شادی کرے گا۔ میں اچھا سن.....
..... سہاگ کو کھانگئی ہوں..... میں منوس مندر نہیں جاسکتی..... رتنی نے غمزہ ہو
ہوئے کہا۔

ہاں..... اچھا شہ نہ بھی محال ہے۔ سرتانے کہا۔
رتنی نے دیکھا۔ چند لمحوں خاموش رہیں..... لیاہ رتن اٹھا کر لے گئی تھی۔ اور
اواس ضرور تھا لیکن پرسکون تھا۔

میرا خیال درپن کی طرف جاتا ہے۔ سرتانے پیسے رتن کا عندیہ کیا۔
اس سے شادی کا..... رتنی نے چونک کر کہا۔
سرتانے رتن کی آنکھوں میں ایسی چمک دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔
ایسا ہو نہیں سکتا..... درپن سے شادی کر کے میں اسے موت کے منہ میں دھکیل
سکتی..... اسے تو راجہ گولی مار دے گا..... اور میں اپنا آخری خیر خواہ بھی کھودوں گی۔
درپن..... رتن ٹھنوں میں سر دیئے تڑپ تڑپ کر رو رہی.....
میں تمہارا دکھ سمجھ چکی ہوں..... رتنی..... اب میرے کام لیتا بڑے گا..... ملا
داخل ہوئی..... بلانی..... کھانا تیار ہے۔

راکھی..... پوپ پلٹ کر بولا۔

کیا ہے..... وہ جھگ آکر بولی۔

کچھ کھانے کو دے..... بھوک بہت لگی ہوئی ہے۔

پوپ نے اپنے بڑے ہونے تو نہ نمائید پر ہاتھ پھیرا۔

کبھی بھوک کے بغیر بھی رہا ہے تو..... یہ تو نہ خالی ہی رہتی ہے..... راکھی شانے

اچکاٹی بھاری بھاری قدم قالین پر مارتی باہر نکل گئی۔

جیناجی..... پوپ..... نے بیٹھے شیواجی کی ناگ دبانے کے انداز میں تمام لی۔

پیسے چاہئے۔ شیواجی کو علم تھا کہ اس طرح کی اداکاری میں وہ اپنی ضرورت کا مطالبہ کرتا

ہے۔

ہاں جی..... پوپ شرمندہ سا بولا۔

راکھی سے لے لو..... جتنے درکار ہیں..... شیواجی کبھی کبھی کھلے دل کا مظاہرہ بھی

کرتے تھے۔

وہ نہیں دے گی۔ پوپ کو راکھی کی عادت کا علم تھا۔

راکھی..... بہنا..... شیواجی نے بلند آواز سے راکھی کو کارا۔

آ رہی ہوں..... اس کی بھوک نے ستایا ہوا ہے۔ راکھی نے ہاتھ ہوئے ساگ اور

چاول کی دُش پوپ کے سامنے رکھی۔ پوپ ایک دم جھپٹا..... اور جلدی جلدی کھانے لگا۔

تو اسے روٹی نہیں دیتی..... دیکھ کتنا بھوکا ہے..... شیواجی نے پوپ کی حالت سے یہی

اندازہ لگایا۔

دیتی کیوں نہیں..... شراب جو پیتا ہے..... اسی لئے زیادہ کھاتا ہے۔ راکھی نے پوپ

کی طرف دیکھا

شراب تو سب ہی پیتے ہیں..... جیناجی بھی پیتے ہیں..... پوپ نے آخری لقمہ نگل کر

شیواجی کی طرف دیکھا۔

اچھا..... اچھا..... زیادہ بحث نہ کر..... پیسے لے لے راکھی سے..... شیواجی نے

کہا۔

جلدی دے پیسے..... پوپ نے راکھی کے بھاری بھر کم شانے کو شہو کا دیا۔

اوئی رام..... خرسوں پانچ سو روپیہ دیا ہے..... کیا کہے اس نے اتنے پیسے..... راکھی

رام قسم..... اگر رتی سے شادی ہو جائے تو تیس کو دودھ ناگ دیوتا کو چلاؤں.....

شیواجی کی بہن نے راکھی نے کہا۔

بس..... میں نے تو وہ بندو بندو تلوں کو کھد دیا ہے کہ کالی دیوی کے مندر میں سیاہ بندر

کے دل میں ایک سو گیارہ سوئیاں پوست کر دیں..... شیواجی بڑے تفاخر سے قہقہہ لگا کر

بولے۔

ضرور یہ کام ہو گا..... دیوداسیوں نے بھی ناگ دیوتا کے سامنے رقص کیا تھا۔ راکھی

نے سفید ساڑھی کے پلو کو بلو دیا۔

ہو جائے گا..... گھبرائی تو ہے..... کاہن کہہ رہے تھے..... وہ لڑکی میرے

چروں میں پڑے گی..... اور یہ سچ ہے..... شیواجی نے باجھیں کھلا کر کہا۔

ہائے رام ایسا ہی ہو..... کتنی مندر ہے رتی..... راکھی نے خوشی سے دونوں ہاتھوں کو

ایک دوسرے میں پوست کیا۔

شیواجی..... ایک بات کہوں..... راکھی چونک گئی۔

لڑکی کی بالی عمر ہے۔ راکھی نے کہا۔

تو کیا ہوا..... میں کو نسا پوڑھا ہوں..... دیکھ میرے بازو..... چٹان کی طرح سخت

ہیں۔ شیواجی نے دونوں بازوؤں کو پہلو ان بن کر سیدھا کیا۔

بس ٹھیک ہی ہے۔ باہر سے آتے راکھی کے گلے شوہر پوپ نے کہا۔

کتنی مرتبہ کہا ہے..... بھائی بہن کی باتوں میں دخل نہ دیا کر..... بس چپ رہا کر.....

راکھی ایک کر خرائی۔

میر کروالیا کتوں کو..... شیواجی نے کہا۔

کب کی شیواجی..... اب تو وہ غرغزوہ ڈھڑپا رہے ہیں..... بڑی نایاب نسل ہے

..... ان کی خوراک اور صحت کا خیال رکھا کر..... شیواجی نے ڈانٹ بھرے انداز میں کہا۔

اے خود رتی سے بات کرنے کی شان لی..... آفس سے وہ جلد ہی لوٹ آیا۔

آپ..... اتنی جلدی مہ سنبلی لٹی لٹی ایک دم اٹھ بیٹھی.....

آفس میں دل پریشان تھا..... خیال آیا کہ کوئی معاملہ تو ثبت جائے۔ وہ بریف کس ایک طرف رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

معاملہ..... کوئی معاملہ..... سنبلی کو حیرت ہوئی۔

ارے بھی..... رتی کی شادی کا..... وہ اپنے گھر کی ہو جائے..... وہ آرام اور نرمی سے بولا۔

اچھا..... سنبلی کو جیسے سمجھ آگئی ہو۔ تمہیں کوئی مثبت جواب دیا اس نے راجبکار نے کہا۔

نہیں..... میری تو وہ بات نہیں مانتی..... آپ بات کر کے دیکھ لیں..... سنبلی نے بے لگائی کا ثبوت دیا۔

شادی کیلئے وہ رضامند نہیں ہوگی..... لیکن ایسی حالت میں اس کو رکھا بھی نہیں جا سکتا لوگوں کی باتیں نہیں سنی جاتیں..... راجبکار بھی مجبور نظر آیا۔

ماننے کی نہیں..... سنبلی نے کہا۔

کیسے نہیں مانے گی..... ابھی اس کی عمر کیا ہے..... کب تک اکیلی رہے گی۔ راجبکار نے جیسے خود سے کہا..... اور کھڑا ہو گیا۔

میں چلوں۔ سنبلی نے کہا۔

نہیں..... تم یہیں ٹھہرو..... میں خوب بات کر لوں گا..... وہ سنبلی کو کھڑے چھوڑ کر اٹھ نکل گیا۔

دردائے پر دستک ہوئی۔

کون..... رتی نے حیرت زدہ ساہو کر جواب دیا۔

راجبکار ہوں..... تمہارا بھائی..... وہ باہر سے بولا۔

بھیا..... آپ..... آجیے نا..... زبے نصیب..... وہ ناول واپس رکھتے ہوئی اور راجبکار کے لئے پروا سر کا یا۔ بیٹھے..... آج کیسے میری لکھا ہے ہاگ جاگ اٹھے۔ وہ

ہیرت زدہ ی مسکرا دی۔

کیسی ہو..... راجبکار نے لبور اس کو دیکھا۔

نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

بک بک نہ کر..... ان چیوس سے گھر کا سوا انہیں لایا..... حیرے بدن کی طرح تیرا بیچا بھی موٹا ہو گیا ہے۔ پوپ نے ہنسنے ہوئے کہا۔

دیکھا..... دیکھ لیا تبھی..... اس کی بکواس نہ سنوں گی میں..... راکھی نے کھڑے ہو کر صاف انکار میں ہاتھ ہلائے۔

نہ سن..... پیسے دے..... میں نے لڑکیوں کو لینے جانا ہے۔ پوپ نے سامنے آدیزاں انگلیں ہلک کر طرف دیکھا۔

راکھی نے شیوائی کو دیکھتے ہوئے ذرا زے کچھ پیسے نکالے اور پوپ کو تھما دیے۔

پوپ نے بے دلی سے پیسے پکڑے اور باہر چل دیا۔ چند یوم اور بیت گئے۔

سیوک محل سے کوئی اطلاع آئی۔ شیوائی نے بالوں کو نضاب لگاتے کہا۔

وہاں سے تو کوئی اطلاع نہیں آئی..... البتہ جندال ہائی کا پیغام ملا تھا۔ راکھی نے کہا۔

کیا پیغام؟ شیوائی نے دونوں ہاتھ روک کر راکھی کی طرف دیکھا۔

ابھی ان لوگوں نے لڑکی سے پوچھا نہیں..... ہو سکتا ہے جلد بات کریں گے۔ راکھی نے جندال ہائی کا پیغام گوش گزار کر دیا۔

کب بات ہوگی..... مجھے بہت جلدی ہے..... میں اپنا گھر آباد کرنا چاہتا ہوں۔ شیوائی نے چاہا کہ پلک چپکتے ہی رتی ان کے پاس آجائے۔

اب آباد ہو جائے گا نا..... حوصلہ کرو تبھی..... راکھی نے اطمینان دلایا۔

سنبلی کے آنے سے بہتر ہے کہ وہ میرے گھر میں آجائے..... تاکہ میں امن و آشتی کے ساتھ اس کی شادی کر سکوں۔ شیوائی نے کہا۔

سنبلی کے آنے میں بڑی دیر ہے..... گھر ایسے نہیں..... شیوائی خاموش اٹھ کر ہاتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔

شیوائی کسی بھی قیمت پر رتی کے رشتے کو کھوتا نہیں چاہتے تھے..... ان کا خیال تھا کہ راجبکار لاٹھی آوی ہے..... اس قدر دولت ہونے کے باوجود بھی رتی کے بدلے ایک

آدھ فیٹری راجبکار کے نام لگنا چاہتے تھے۔ اب اس کی خبر جب راجبکار کو پہنچی تو اس کی جھیں کل اٹھیں..... وہ دیکھے بھی اپنے کاروبار کو دست سے ہٹ کر ناچاہتا تھا..... وہ

کسی بھی قیمت پر درد پڑنے سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا..... آج تمام تر تکلفات برطرف کرتے

وے اعتماد ہوئی۔

میں مانتا ہوں..... درپن تمہیں تھا نہیں چھوڑے گا..... لیکن تم اس کے ساتھ لفظ بھی نہیں ہو۔ راجکار نے کہا۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔ وہ ایک دم تڑپ اٹھی۔

وہ بلند خان کا بیٹا ہے..... بابا کا نہیں۔ راجکار نے رتن کو بڑے غور سے دیکھا جو درپن سے کس قدر ناؤں سٹھی۔ درپن نے ہمیشہ اپنے آپ کو بابا کی بیٹا سمجھا ہے۔ رتن نے کہا۔

مجھے معلوم ہے..... جگ کو کون سمجھا..... یہ جگ والے نہیں جینے نہیں دیں گے۔ راجکار جڈ باتی ہو گیا۔

اگر بیوگی کا طوق میری گردن میں آن پڑا۔ تو کیا..... اس میں میرا قصور ہے۔ وہ اپنی ہی ہو گئی۔

کون کہتا ہے تمہارا قصور ہے..... قصور تمہارے ہاتھ کی رکھا کا ہے..... راجکار والا۔

پھر یہ سلوک..... جو ہو رہا ہے..... لوگ نفرت کرتے ہیں مجھ سے۔ چند ایک ازہین کے کوئی سیدھے منہ بات نہیں کرتا..... خاندان برادری والے میری وجہ سے ہوک گل میں آنا چھوڑ گئے ہیں۔ وہ پیش میں آگئی۔

میں مانتا ہوں..... لیکن اب اس کا کوئی سدباب تو ہونا ہے نا..... راجکار نے کہا۔

سدباب..... کیا سدباب؟

میں تمہیں نزل بنانا چاہتا ہوں..... ماضی کی طرح لوگ تم سے محبت کریں۔ خاندان اگلے تمہیں اچھوت نہ سمجھیں..... راجکار جیسے اپنی بات نونا چاہتا ہو۔

میں پاپن نزل نہیں بن سکتی۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ شاید وہ راجکار کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک دم سے بولا۔

شادی..... میری شادی..... یہ ممکن نہیں ہے..... کون مجھ اچھا گن سے شادی کے گا..... زندگی کس کو پیاری نہیں..... وہ طنزاً مسکرائی۔

میں تمہیں پھر آباد کرنا چاہتا ہوں..... کسی اچھے گھر کے میں تمہاری شادی ہو جائے۔ بھگوان قسم..... آبادی اب میرا قدر نہیں ہے..... آپ اس خیالات کو

بھگوان کا شکر ہے۔ آپ کے سامنے ہوں..... وہ سامنے بیٹھ گئی۔

راجکار نے غور دیکھا..... وہ خاصی کمزور لگ رہی تھی..... اس کی شوخی اور شرارت جیسے کوئی جھین کر لے گیا تھا..... اس کی زندگی سے زندگی کی رعنائی خزاں رسیدہ پھول کی طرح ختم ہوئی نظر آ رہی تھی۔ وہ کسی دشت میں برگ آوارہ نظر آ رہی تھی۔

وہ کسی طرح بات شروع کرنا چاہتا تھا لیکن ہمت نہ پارہا تھا کیونکہ وہ کبھی رتن سے زیادہ دیر تک نہ ہوا تھا..... بلکہ اس نے اپنی مصروفیات میں اپنی ماما کا بھی خیال نہیں رکھا تھا اور اب وہ رتی سے بات کرتے ہوئے ہنسی پھا رہا تھا۔

وہ لگا ہیں جگائے صرف انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

تم کتنا کھانا..... میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں..... کھانا کھانا ہے..... آپ بات کریں۔ وہ سیدھی ہو گئی..... اس کو اتنا تو احساس ہو چکا تھا کہ بات کیا ہے۔

مسئل کی باتوں سے تمہیں معلوم تو ہو گیا ہو گا کہ میں آج کس موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

بھیا..... کیا یہ موضوع ترک نہیں ہو سکتا۔ وہ عاجزی سے بولی۔

نہیں..... یہ موضوع ترک نہیں ہو سکتا..... اس میں تمہاری زندگی تمہارے مستقبل کا سوال ہے اور میری عزت کا بھی..... راجکار نے کہا۔

کیا مستقبل بھیا..... جواب تاریک ہو چکا ہے..... وہ دکھ سے بولی۔

ہر تاریکی کے بعد اجالا تو ہوتا ہے نا..... تمہیں بھی ایسے ہی اجالے کی امید رکھنی چاہئے۔ ہر شب کی سویر ہے۔ راجکار نے کہا۔

اب اجالے راس نہیں آئیں گے بھیا..... آپ کس اجالوں کی بات کر رہے ہیں۔ وہ چونک کر بولی۔

وہ ہی اجالے..... جو میں تمہارے جیون میں واپس لانا چاہتا ہوں..... راجکار نے اصل موضوع کی طرف آ رہا تھا۔

کیوں؟..... وہ بر جستہ بڑ بڑائی۔

اس لئے کہ ابھی تم تیار ہونے کے قابل نہیں ہو..... وہ بولا۔

میں تمہاں ہوں..... آپ ہیں اور پھر درپن مجھے تھا کبھی نہیں چھوڑے گا..... وہ

یوں ضروری نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ سے سیوک خاندان کا بھلا سوچا ہے۔۔۔۔۔ اب وہ اپنی شمولیت پر قرار رکھے گا۔ رتن بڑے محکم ارادے کے ساتھ بولی۔
 سب جانتا ہوں کہ درپن نے سیوک خاندان کا بہت خیال رکھا ہے۔۔۔۔۔ ویسے میرا اس کوئی خاص ناطہ بھی نہیں رہا۔۔۔۔۔ جب جائیداد کا بوزار ہو گیا تو ناطہ کیسا۔۔۔۔۔ وہ بولا۔
 اس پر بھی آپ۔۔۔۔۔ میں اس کو برا نہیں جانتا۔۔۔۔۔ وہ بے شک بے ضرر انسان ہے۔۔۔۔۔ پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ تمہاری جلد شادی ہو جائے۔۔۔۔۔ اس کی عدم موجودگی میں۔۔۔۔۔ راہنکار دیکھتے ہیں رتن کو ہزاروں فٹ بلندی سے پتھر پٹی چٹان پر گر گیا ہو۔
 بھلا۔۔۔۔۔ میں درپن کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ وہ چلائی۔۔۔۔۔ اور وہ باہر جا گیا۔۔۔۔۔

وہ لپک کر دیتے پچے کے پت کھولے کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ صحرایہ کی پوچھل سانس ماحول کا ن درہم برہم کرتی رہی۔۔۔۔۔ سورج کی تکیہ تاریکی میں ڈوب چکی تھی۔۔۔۔۔ چاروں طرف تاریکی کی شام پھیل چکی تھی۔۔۔۔۔ تمام دن کے تھکے ہارے پتھر اپنے اپنے آشیانوں پر ہاتھ طاق پر دازتے۔۔۔۔۔ اس کا آشیانہ کو نسا ہے۔۔۔۔۔ شہر کا اور نہ پٹاکا۔۔۔۔۔ کیا بات کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ وہ پت کو مضبوطی سے پکڑے سسک سسک کر رودی رہی۔۔۔۔۔ رتن جی۔۔۔۔۔ کہاں ہو سہمی۔۔۔۔۔ کمرے کی تاریکی سے پریشان ہو جانے لڑے پری سے آواز دی۔

پوچھا۔۔۔۔۔ آجائے۔۔۔۔۔ وہ لپکی اور سوچ کر آن کر دیا۔
 اندھیرا کیوں کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ شام کو روشنی کر لیا کرو۔۔۔۔۔ رو میں لوٹ جاتی ہیں۔ وہ کھڑے کر رتن کو ساتھ لگاتے بولی۔
 کیا فائدہ باہر کی روشنی کا پوچھا۔۔۔۔۔ جب من اندھیروں سے بھر پڑا ہے۔
 وہ پوچھا۔۔۔۔۔ لپٹ کر غم روئی۔۔۔۔۔ اور سسکتی رہی۔
 میری بیٹی۔۔۔۔۔ کیا ہو گیا تمہیں۔۔۔۔۔ پوچھنے کے ساتھ لپٹا لیا۔
 نازک جسم کے خفیف جھکوں سے پوچھا کہ احساس تھا کہ وہ بہت رورہی ہے۔۔۔۔۔ پوچھا
 سہارا دینے صوفے کے پاس لے آئی۔
 چپ میری بیٹی۔۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔ آسو صاف کرو۔۔۔۔۔ لو۔۔۔۔۔ پوچھا۔۔۔۔۔ اپنے پاس

دل سے محو کر دیں۔۔۔۔۔ میں آباد نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ وہ لا پرواہی بولی۔
 کیسے محو کر دیں۔۔۔۔۔ میں جہیں اس سہارا سے خوشی سمیٹوں گی۔۔۔۔۔ کہاں کہاں سے پٹاؤں گا۔۔۔۔۔ تم ابھی بہت چھوٹی ہو۔۔۔۔۔ راہنکار بولا۔
 کوئی سمیٹا میری طرف نہیں بڑھ سکتا۔۔۔۔۔ مجھے اپنی حفاظت کرنا آتا ہے۔۔۔۔۔ وہ تن کر بولی۔
 میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن رتن۔۔۔۔۔ تمہاری شادی کر کے میں فارغ ہو جاتا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ مجھے ماما بابا کی رگوں سے خطرہ لاحق ہے۔۔۔۔۔ وہ ظاہر داری پر آگیا۔
 اچھا بھلا کاکا شکر کہ آج آپ کو ماما بابا کی رگوں کا بھی خیال آگیا۔۔۔۔۔ وہ نشتر پر نشتر چھو رہی تھی۔

ظن نہ کرو۔۔۔۔۔ بیٹیاں بوجھ ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ راہنکار نے کہا۔
 اور آپ اس بوجھ کو اتارنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ رتن نے فوراً راہنکار کی بات کاٹ دی۔
 یہی خیال ہے میرا۔۔۔۔۔ وہ بولا۔
 میں بوجھ ہوں۔۔۔۔۔ کیسا بوجھ۔۔۔۔۔ کتنا کچھ ہے میرے پاس۔۔۔۔۔ یہ محل دولت اور میرے نام فیکریاں اور کیا گونا گوں۔۔۔۔۔ اس پر تمام کام ہمیشہ کی طرح درپن نے سنبھال لئے ہیں۔۔۔۔۔ کیا پھر بھی بوجھ ہوں۔۔۔۔۔ وہ اب اس ہو کر بولی۔۔۔۔۔ اس کے ہر لفظ میں کرب ہی کرب تھا۔
 یہ بوجھ نہیں۔۔۔۔۔ والدین دو لکھوں کی خاطر بیٹی کو بوجھ نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔ راہنکار بڑے بزرگوں کی طرح بولا۔

اور کس وجہ سے۔۔۔۔۔ رتن جیسے سسک اٹھی۔
 دیکھو رتن۔۔۔۔۔ تمہاری کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے۔۔۔۔۔ تمہارا لانا ہوا سہاگ لوٹ آئے گا۔۔۔۔۔ اگر تم خوش ہو گی تو میں بھی اس سے رہ سکوں گا۔۔۔۔۔ راہنکار نے فوراً کہا۔
 تو کیا آپ اپنے امن کی خاطر مجھے اپنے سر سے اتارنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ رتن نے کہا۔۔۔۔۔ یہی سمجھ لو۔۔۔۔۔ میں بہت جلد تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ صاف گوئی پر اتر آیا۔
 درپن کو آنے دیجئے۔۔۔۔۔ اس کے بغیر ہی۔۔۔۔۔ وہ دھک سے گرئی۔
 شادی کا جب وقت آگے دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ بحر حال درپن کی شمولیت لازمی نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ لا پرواہ سا بولا۔

خوش تو رہتا جانتی ہوں..... دنیا والے نہیں جانتے..... وہ جیسے بے بس ہو گئی۔
تو نے دنیا کا کیا لگاڑا ہے میری بیٹی..... بھڑ میں جائیں یہ دنیا والے..... پو جانے
لہن بکٹ منہ میں رکھتے لا رہی اور حشرات بھری نظر سے کہا۔
یہ تم کہہ رہی ہو نا پوجا جان..... یہاں تو ایک اور معاملہ چھڑا ہوا ہے۔ رتن نے سر کو شی
..... شاید کوئی باہر ہے۔

پو جانے نے قدموں کی چاپ سے اپنے اندر اڑا لگایا۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔
..... وہ ایک دم اٹھی..... اور غلام گردش میں ایک بیوے کو دوسری طرف لپکتے دیکھا۔
..... کون تھا..... پو جانے واپس آتی رتن سے کہا۔
اور تو کوئی میری ٹوہ رکھنے والا نہیں..... البتہ سنبل بھائی پر شک کیا جاسکتا ہے۔ وہ
..... نے برائی باتیں مار کے بیٹھ گئی..... کبھی بے تکلف درپن سے بھگڑتے ہوئے اسی طرح
..... بھاگتی تھی۔

وہ عورت تمہاری ٹوہ میں کیوں رہے گی..... کیا کی ہے اسے..... رانی بن گئی
..... پو جانے کہا۔

جب خود غرضی کے اڑدھے انسان کی محبت کو نگل لینے ہیں تو محبت کی جگہ نفرت
..... مارے برساتی ہے۔ رتن نے ایک دم کہا۔
..... بیٹی..... تو نے بہت بڑی بات کہہ دی..... میں مطلب نہیں سمجھی..... پو جا حیرت و
..... قیام کے عالم میں بولی۔

بھائی میری شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ بولی۔
..... کیوں؟..... پو جانے چونک کر کہا۔
..... کوئی مفاد ہو گا..... میں نے تو بغیر مفاد کے بھائی کو آج تک نہیں جانا..... رتن نے
..... بھکاری کے اندر بولی ہوئی نفرت کو آشکار کیا۔

وہ تمہارا بھائی ہے..... اس نے تمہاری اما کی کوکھ سے جنم لیا ہے..... اس کو تم سے کیا
..... نا..... بولو..... پو جانوں جیسے کسی اذیت سے بچتا اٹھی.....

یہ نہیں معلوم ہو جاں..... ویسے یہ سودا ہوا ہے..... میری شادی کی بات یونہی نہیں
..... ل رہی۔ رتن افسردہ سی ہو گئی۔
..... گھر پر نہیں..... وہ بہتر کریں گے..... رام قسم میں ہمیشہ تیری خیر خواہی کی دعا کرتی

محبت سے بھرا اپنی سزا مٹی کے پلو سے رتن کے آنسو صاف کئے میری بیٹی..... ہر دہ
..... علاج آنسو تو نہیں..... ہر زخم کی مرہم کہاں ملتی ہے..... حوصلہ کر..... میری جا
..... پو جانے رتن کے آنسو صاف کئے اور اپنے ساتھ کھینچ لیا۔
..... جب اتنی محبت ملی تو آسمان کھل کر برسنا۔ وہ پو جا کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر
..... دی.....

پو جانسا اپنے سینے سے لگائے اس کے پرسکون ہونے کا انتظار کرتی رہی۔ کچھ لمبا
..... بعد غبار چٹا.....

..... جاؤ..... منہ دھو لو..... دیکھو تمہارے لئے سوسے اور چائے لائی ہوں..... بی بی
..... نہیں رہا تھا..... خیال آیا..... رتی کے پاس چلتی ہوں..... وہیں مل کے پی لیں گے
..... درپن نے تو سوتا سوتا کر دیا گھر کو..... پو جانے رتن کے اچھے بالوں کو سنوارا.....
..... جاؤ..... اتنی پیاری آنکھوں کو کیوں آنسوؤں کے حوالے کر دیا تم نے..... پو جانے
..... اپنے آنسوؤں میں رتن کا چہرہ تھا اور اس کی دودلوں آنکھوں پر شفقت بھرے ہوئے دیئے۔

..... پو جانوں..... وہ محبت کے لازوال جذبے کے تحت دوبارہ پو جا سے لپٹ گئی۔
..... میری بیٹی..... بہرنے دھوئے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو تا..... تمہیں کیا بتاؤں.....

..... مجھ پر کتنی آقاؤں پڑیں..... میں نے ہر قسم کو برداشت کیا..... تم بھی حوصلہ رکھو.....
..... میری جان..... ساحل قریب ہے..... مت کھراؤ..... جاؤ..... تازہ دم ہو جا.....

..... پو جانے محبت سے کہا..... اور اس کا چہرہ محبت سے صاف کیا..... پو جا کی باتوں سے
..... ڈھارس ہوئی تو دھیرے سے معصوم مسکراہٹ ہوٹوں پر بکھیر گئی۔

..... میں چائے بناتی ہوں..... منہ دھو کر جلدی آ جاؤ..... وہ ہاتھ رو م میں چلی گئی.....
..... چند لمحوں کے بعد لوٹی تو تازہ دم تھی۔

..... لو..... پہلے چائے پیو..... اور ساتھ ساتھ سوسے بھی کھاؤ..... پو جانوں نے کہ
..... اس کے سامنے را کھا اور دوسرا خود لے لیا۔

..... اچھے ہیں..... پو جانے دیکھا وہ بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔
..... بہت مزے کے ہیں..... درپن بھی بڑے شوق سے کھایا کر تھا۔ وہ اس ہو گئی۔

..... بس اب اس ہونے کی ضرورت نہیں..... میں تمہیں خوش دیکھنا جانتی ہوں.....
..... اور درپن بھی اسی امید پر دہاں گیا ہے کہ تم خوش رہو..... پو جانے کہا۔

آپ چلیں..... میں برتن لے کر آتی ہوں۔ مایانے کہا اور پوچھا کہ ساتھ ہی فطری میں برتن لئے چل دیں۔

تمام شب کانٹوں پر بسر کر دی۔ سگتے ساحل پر پلٹ کر دیکھتی ہوں تو چاروں جانب گھپ اندھروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا..... کڑکٹی بجلیوں اور تیز و تند ہواؤں کا شور ہے..... کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی..... اس کا کیا مستقبل ہے..... ایک خوشخوار کرب میں ڈوبا ہوا..... حالات کی ستم خیزی اسے کہاں لے آئی تھی..... وہ کیا تھی اور کیا بن چکی تھی..... یوں لگتا دنیا کے سارے ہنگامے سارے شعور اس کی ہستی کا حصہ بن چکے ہوں۔

آفس میں ایک باپنی سے بات کر تا وہ ایک دم چمک گیا۔

فرن لزن..... راجہا نے ساری کرتے ریور منڈ کو لگا لیا۔

ہیلو..... او..... درپن..... کیسے ہو.....

ٹھیک ہوں..... تم ساڈ..... گل میں سب خیریت ہے نا..... درپن نے کہا۔

سب خیریت ہے۔

رتن ٹھیک ہے..... پریشان تو نہیں رہتی..... وہ ایک ہی سانس میں بولا۔

نہیں..... وہ پریشان نہیں ہے..... بالکل ٹھیک ہے۔ راجہا نے کہا۔

راجہا..... مجھے دل خراش خبر ملی ہے..... دیکھنا کوئی ایسا فیصلہ ہرگز نہ کرنا جس سے رتن کو تکلیف پہنچے..... وہ کسی سخت فیصلے کی تحمل نہیں ہو سکتی..... درپن نے کہا۔

کچھ نہیں ہو گا..... تمہارے آنے پر سب علم ہو جائے گا تمہیں..... میں مصروف ہوں..... پھر کسی دن بات کرنا..... ٹھیک ہے راجہا نے ریور رکھ دیا۔

یہ سب پوچھا کہ کیا ہوا ہے..... اس نے خبر کی ہے..... آفس سے فارغ ہو کر وہ سیدھا پوچھا کہ پاس پہنچا.....

راجہا..... تم..... خیریت تو ہے..... پوچھا آج پہلی مرتبہ اپنے گھر میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔ وہ کھڑے کھڑے بولا۔

آ جا..... ڈرائیگ روم میں آ جا۔ پوچھا بڑی خوش دل کے ساتھ اسے ڈرائیگ روم میں لے گئی۔ آج درپن کا فون آیا تھا۔ وہ بیٹھے ہی بولا۔

ٹھیک تھا۔ پوچھا ایک دم بولی۔

ہوں۔ وہ سامنے بھگوان کی مورتی کو بڑی امید سے دیکھ کر بولی۔

پوچھا میں اب دو چروں والے لوگ رہتے ہیں۔ رتن نے جل کر کہا۔

یہ سنبل مہابی ہے نا..... اس کے دو چرے ہیں..... کبھی اس کی باتیں مجھے اچھی لگی ہیں..... کبھی اس کی حرکتوں سے چڑھتی ہے..... رتن نے ہاتھ ایک دوسرے میں پکڑتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہو جائے گا..... درپن آجائے..... میں تمہیں لے جاؤں گی یہاں سے..... پوچھا نے کہا۔

درپن کا کوئی فون آیا۔ رتن نے کہا۔

مجھے کہاں سے فون آئے گا۔ چند من ہوئے خراب پڑا ہے۔ وہ ہاوس ہو گئی۔

تمہارے کمرے میں فون تھا..... اب کہاں ہے..... میز..... پوچھا نے ٹیلی فون خالی میز کو دیکھ کر کہا۔

درپن کے چالے ہی بھائی نے اٹھا لیا تھا..... وہ آہستہ سے بولی۔

اس کا مطلب کہ یہ کچھو کی بک سے پک رہی ہے..... اور اس میں دو فون میاں بھاٹوٹ ہیں۔ پوچھا نے دانت پیسے۔

لگتا تو یوں ہی ہے۔ رتن نے کہا۔

خیر..... ایسی کوئی بات نہیں..... درپن کی عدم موجودگی میں یہ معاملہ ٹھاپا رہے بہتر ہے۔ پوچھا کے دل کو شک و گمان اور دوسرے پریشان کر رہے تھے۔

درپن آئے گا تو دیکھا جائے گا..... اور میں شادی کرنے والی کہاں..... وہ فون درپن کا خوبصورت پیکر اس کے سامنے گھوم گیا۔ پوچھا رتن اٹھا کر لے گئی۔

لیلی..... کھانے آؤں..... اندر آئے مایانے کہا۔

نہیں..... پوچھا اٹھا کچھ لے آئیں تمہیں کہ آپ اور کھانے کی گنجائش ہی نہیں رہے..... نے مسکراتے ہوئے نایا کی طرف دیکھا۔

اب میرے لئے ایک کھیم ہے لیلی۔ مایانے مودب کہا۔

تم برتن اٹھا کر پوچھا کے ساتھ ان کے ہاں چھوڑ آؤ..... اندھرا ہو چکا ہے..... دھیان سے لے جانا..... پوچھا دیکھ رتی نے کہا۔

میں چلی جاؤں گی بیٹی..... برتن بھی اٹھا لوں گی..... کوئی بات نہیں پوچھا نے۔

اگر خدا کس نے پوری کی ہے..... اس کی بیماری..... راتوں کی نیندیں کس نے حرام کی
..... جانتے ہو تم..... یولو..... کیا اس کی کوئی ذمہ داری نہیں..... جس نے.....
ہاں درجہ پندہائی انداز میں راجہ کار کا شانہ بھلا کر بولی۔

میں کب انکار کرتا ہوں..... لیکن یہ سب میری عدم موجودگی میں ہوا ہے..... وہ
پنے آپ کو ہر پاپ سے مبرا سمجھ رہا تھا۔

تم نے خود اپنے آپ کو ان الجھنوں سے دور رکھا..... لیکن رتی کے بارے میں تمہیں
باقدر سفاک نہیں ہونے دوں گی..... وہ بے ساختہ کہہ گئیں۔

میں سفاکی کر رہا ہوں..... آپ میری ذات پر اس قسم کے رکیک حملے نہ کریں۔
بھکار کو ناگوار گزرا.....

دیکھو بیٹا..... درپن تمہارا بھائی ہے..... دیوی جی رتی کو اس کی تمبھائی میں چھوڑ
..... تمہیں اس کے بغیر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہئے جو رتی کے لئے اچھا ثابت نہ ہو

.....
پوچھا..... میں جہت میں پڑنا نہیں چاہتا..... جو کچھ ہو رہا ہے خاموش تماشا بن کر
لیکھ رہی ہیں.....

میں خاموش تماشا بنی نہیں بن سکتی..... تمہیں بتانا ہو گا کہ رتی کی شادی کس سے کر
ہے ہو..... کون ہے وہ..... وہ بلند آواز میں بولیں۔

جس سے بھی ہو بہتر ہو گا..... آپ خاموش رہیں..... اور نہ ہی درپن کا فون آنے پر
کو خیر ہو۔ درازداری سے بولا۔

ضرور کوئی گڑبڑ ہے..... اس میں تمہارا مفاد ہے یا تمہاری یوی کا..... وہ صاف گوئی پر
..... زائی۔

جو کچھ بھی ہے آپ خاموش رہیں..... اتنے دن محل میں مت آئیں۔ وہ واپس لوٹ
.....

پوچھا..... اس نے کی طرح ٹوٹ کر گری..... وہ رتی کو کس طرح بھاسکتی تھی..... وہ ہزاروں
ہل دور بیٹھا تھا..... یہ بات اتنی خفیہ رکھی گئی تھی کہ مایا کو بھی علم نہ تھا کہ رتی کی شادی

س سے ہوئی۔
بہت دن گزر گئے.....

ٹھیک تھا..... رتی کے بارے میں بات کر رہا تھا..... غالباً اس کی بات سے اندازہ کا
مشکل نہیں تھا کہ اسے رتی کی شادی کا علم ہو چکا ہے۔ راجہ کار نے پوجا کے باوقار چہرے
بغور دیکھا۔

میں نے اسے بتایا تھا..... میرا فون خراب ہے..... پھر بھی اسے اطلاع کرنا بہتر سمجھی
تھی۔ وہ نڈر انداز میں بولی۔

آپ نے کیوں بتایا..... ابھی تو بات چل رہی ہے..... وہ صاف واضح الفاظ میں بولا۔
اس میں چھپانے کی کوئی بات تھی..... سیوک خاندان کی کوئی بات اس سے پوشا۔

نہیں رکھی جاسکتی..... یہ رتی کا معاملہ تھا۔ پوجا نے صفائی سے کہا۔
آجکے مجھ سے مشورے کے بغیر یہ بات درپن تک نہیں پہنچانی چاہئے تھی۔ وہ پھر بولا۔

اس کی وجہ؟..... پوجا کے ماتھے پر ہل بڑگئے۔
اس کی وجہ ہے نا..... وہ درپن کی بات کو اہم سمجھتی ہے..... اور دوسرے کسی شخص کا

فیصلہ حتیٰ خیال نہیں کرتی۔ وہ دیکھتا رہ گیا۔
نہ جانے راجہ کار کیوں درپن سے اب بھی خوفزدہ تھا۔

وہ جانتی ہے..... درپن سیوک خاندان کا بھروسہ ہے..... اس نے آج تک اس خاندان
کا بھلائی سوچا ہے۔ پوجا نے کہا۔

میں جانتا ہوں پوچھا..... لیکن اب..... وہ رک گیا۔
اب کیا..... محل کے ربات کرو..... پوجا کو حیرت ہوئی۔

میں مغربی اس کی رخصتی کرنے والا ہوں۔ کہتے ہوئے راجہ کار نے بغور پوجا کو دیکھا
.....

ہرگز نہیں..... تم درپن کی عدم موجودگی میں رتی کو رخصت نہیں کر سکتے بلکہ اس کو
شادی کے لئے مجبور نہیں کر سکتے۔ پوجا کا رنگ سنہرا ہو گیا۔

کیوں نہیں کر سکتا..... وہ میری ذمہ داری ہے..... بہن ہے میری..... راجہ کار نے
تن کر اپنے وجود کا احساس دلایا۔

ہنہ..... بیس سال کے بعد تمہیں اس ذمہ داری کا احساس آگیا..... وہ تمہاری بہن
ہے..... تمہاری ماما کی کوکھ سے جنم لیا ہے اس نے..... اس لئے..... لیکن اس کے

ساتھ بچپن کس کا گزرا ہے..... اس کو باز اس کے حوصلے میں کس نے سلا یا ہے..... اس

و بہت بڑی تھیں..... عزت وار..... مایانے کہا۔
مایا..... سنبل کے آتے ہی وہ ہنسنے لگی۔

جی وہن بیگ..... مایانے ایک دم چونک کر کہا۔
باتیں کر رہی ہو..... مہمانوں کے کمرے درست کرتے تم نے..... سنبل نے سوالیہ انداز میں کہا۔

نہیں..... ابھی کرتی ہوں جی..... مایا بھاگ گئی۔
بھائی..... رتن نے آواز دی۔

کیا ہے..... سنبل نے کہا۔
کتنے کا سودا کیا ہے..... رتن نے بھائی اور بھادج کی سرشت جانتے ہوئے کہا۔
کیا؟..... سنبل نے پلٹ کر منہ کھولا۔

میں کہتی ہوں کتنے کا سودا کیا ہے..... رتن چلائی.....
بکواس بند کرو..... لہجہ دھیمار کھو..... سنبل نے پلٹ کر انتہائی بد تمیزی کا مظاہرہ کیا۔

وہ..... جیسے لوگ میرا بھائی کہتے ہیں..... دولت پر ساپ بن کر بیٹھنے والا..... اس کے ساتھ مل کر بہن کی کیا قیمت لگائی ہے..... رتن طیش میں پاگل ہو گئی۔
یہ سوال اس نے بھائی سے کرنا..... سنبل نے اونچی آواز میں کہا۔
تمہاری ملی بھگت ہے..... وہ بھائی نہیں ہے..... سودا کر ہے..... اس نے فروخت کیا ہے مجھے..... رتن نے بڑے دکھ سے کہا۔

تم جھوٹ بولتی ہو..... تمہارا گھر آباد کیا ہے.....
سنبل کا ماتھا خشک..... شاید کوئی خیر تر تن تک پہنچ چکی ہے..... اب کسی آباد..... بریاد آباد نہیں ہوتے..... نہیں کروں گی میں یہ شادی..... وہ چلا اٹھی.....

کہاں کہاں..... تمہیں سنبلانے پھر سگے..... ایک بھائی ہے تمہارا..... اس دور میں تمہاری نگہبانی کون کرے..... منہ زور جوانی ہے تیری..... سنبل نے آنکھیں پھاڑیں۔

میری نگہبانی کر لیا ہے..... وہی اب تک کرتے آیا ہے میری نگہبانی..... سنبل اشارہ سمجھ چکی تھی۔

رتی دیکھتی رہی..... مہمانوں کی آمد تھی..... خوب آؤ بھگت ہو رہی تھی..... خاندان کے خاندان دعوتوں پر آرہے تھے..... لیکن ابھی تک رتی یہ نہ سمجھ سکی کہ وہ کون نہیں ہے جس کے لیے اس کو باندھا جا رہا ہے..... رورو رو کر وہ پٹکان ہو رہی..... پوچھا کہ آنا بند چکا تھا..... اس کی حویلی کے باہر مسلح پہرے دار بٹھا دیے گئے تھے کہ وہ محل کی طرف نہ آ سکے..... اور محل سے کوئی ادھر نہ جائے.....

مایا..... وہ اندر آتے مایا سے بولی۔
جی بی بی..... مایا اس کی نگہ رہی تھی۔
تمہیں بھی علم نہیں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ وہ بڑے دکھ سے بولی۔
رام قسم بی بی..... ہماری جان قربان آپ پر..... ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ ماما علم سی بولی۔

یہ لوگ کون ہیں جو روز دعوتیں اڑاتے ہیں۔ رتی نے کہا۔
یہ ان کے رشتہ دار ہیں بی بی..... اتنا سنا ہے..... وہ خاندان بہت بڑا ہے۔ مایانے کہا۔
اچھا..... سیوک خاندان سے بھی..... رتی نے کہا۔
سیوک خاندان سے کہاں بی بی..... مایانے باہر دیکھ کر کہا۔
ماموں ستوتش کو بلایا۔ رتی نے کہا۔

نہیں تو..... کیا معلوم پوچھا ہو..... مایانے ہاں اور ناں کے اعراف میں الجھتے ہوئے کہا۔

وہ بھی بدل گئے ہیں..... بھول کر بھی خبر نہیں لی..... رتی بڑے کرب سے بولی..... اس کو ستوتش اور اے شیتل کے اس طرح بدل جانے پر شدید غم کا احساس ہوا کڑے وقت میں کون کام آتا ہے بی بی..... رونا تو اکیسویں پڑتا ہے۔ مایانے لاکھ کی بات کہہ تھی۔

ہاں تم نے بڑے بچے کی بات کی ہے۔ سب ساتھ جیتے ہیں لیکن ساتھ کوئی روتا نہیں رتی نے آنکھیں صاف کیں۔

آپ دل کو مضبوط رکھیں..... اس طرح رونے دھونے سے کیا فائدہ۔ مایانے کہا۔
رونا تو ہمارے مقدر میں لکھا گیا ہے..... کاش ماما زندہ رہتیں..... حسرت دیاں تصویر بنی وہ لکشی دیوی کی قد آدم تصویر کو دیکھتی رہی۔ پر ماتمان کی آتما کو شائق دے.....

آپ کو علم تو ہے کہ بات کیا ہے؟..... آپ نے میری شادی..... وہ گنگ سی ہو گئی..... اگلے الفاظ اس کے حلق میں ہی اٹک گئے..... تمہاری دوسری شادی میری مجبوری ہے..... میں تمام عمر تمہیں بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا..... تمہارا گھر آباد کرنا میرے فرض میں شامل ہے۔ وہ فوراً بات مکمل کر گیا۔

یہ دوسری شادی میرا سہارا بن جائے گی۔ رتی نے کہا۔
ضرور ہے گی..... پتی کی رفاقت میں عورت محفوظ ہو جاتی ہے۔ راجبھار نے کہا۔
پتی کی رفاقت ان کا حق ہے جن کو سونے کے لئے بستر اور ایک وقت کی روٹی میسر نہیں ہوتی..... میرے پاس تو سب کچھ ہے۔ وہ سمجھانے کے انداز میں بولی۔
میں جانتا ہوں..... لیکن ایک یہ سمجھ کر لوگ نفرت کرتے ہیں تم سے اچھا جان کر جنہیں اپنے پاس پھٹکے نہیں کوئی دتا۔
مجھے کیا فرق پڑا ہے..... میں کو نالوگوں سے ملتی جلتی ہوں..... رتی نے احساس دلایا کہ مجھے شادی کی ضرورت نہیں۔

رتی..... میں تمہارا مطلب اچھی طرح جانتا ہوں..... میں تمہیں دینا سے اس طرح کٹ نہیں کر سکتا.....

دیکھو بھائی تمہیں بھگوان کا واسطہ..... میری شادی کا خیال ترک کر دو..... یا پھر درپن کو آئیے دے..... وہ بڑی عاجزی سے راجبھار کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔
رتی تو خورشید ہو گئی۔ راجبھار نے اپنے آپ کو بھروسہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔
میرے لئے یہ خیال کیسے اٹھیا آپ کو..... جبکہ ماما اپنی بیماری کے باعث سب سے کٹ گئی تھیں..... آپ نے محبت سے بیٹھ کر کبھی ماما کو تسلی نہ دی تھی..... رتی کی آواز بھرا گئی۔

تم کہنے کیا آئی ہو..... مجھے ماضی میں الجھانے کی کوشش مت کرو۔ راجبھار کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

ماضی حال کے ساتھ ساتھ چلتا ہے..... اور میں بھی ماضی کے حوالے خیال نہیں آیا۔
اے بہن کا خیال کیسے اٹھیا۔ اس سے بات کرنے آئی ہوں۔ جس بیٹے کو ایڑھیاں رگڑتی ہیں بہن کا خیال کیسے اٹھیا کہ جس بیٹے کو ایڑیاں رگڑتی ہیں کا خیال نہیں آیا..... اسے وہاب نذر ہو چکی تھی۔

درپن کی بات کر رہی ہوتا..... وہ مسلمان ہے..... اور مسلمان بھی کبھی ہندو کا متر ہوا ہے.....
ایسا مت کہو..... اگر درپن یہاں ہوتا تو تم کبھی ایسا نہ کرتے..... وہ صوفی کی پشت پر سر رکھے سسک سسک کر رو دی۔ درپن بری طرح یاد آنے لگا۔ اس کے وجود کا احساس قلب و جان میں نشتر چھوئے لگا۔ لیکن اس تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے بلکہ پوچھا جان سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

بھائی کیوں نہیں میرا سامنا کرتا..... اسی سوچ کے تحت وہ بھی.....
شام دھندلا چکی تھی..... خاص خاص مہمان اپنے اپنے کمروں میں پر لطف کھانوں کا مزہ لے رہے تھے..... سنہیل سیوک محل کی دلہن بیگم بی بی تمام اختیارات کی خاصن اور خاصن سے ادھر ملازمین پر حکومت کر رہی تھی..... ایسا عروج تو اسے کبھی بھی نہ ملا تھا۔ وہ سیاہ چادر میں لپٹی چھپتی چھپائی راجبھار کے کمرے تک گئی..... لیکن وہ ڈرائیونگ روم میں گپ شپ میں مصروف تھا۔

وہ بے قدموں واپس لوٹ آئی.....
لے ہوئے سیاہ بختی کو اپنا مقدر جان کر اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ درپن آج تم ہوتے..... میں ٹکڑے ٹکڑے ہرگز نہ ہوتی..... تم میرے سامنے دھال بن جاتے..... کون مجھے فروخت کرتا..... وہ بے بس مجبور ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ اپنے آپ کو آنسوؤں کے سمندر میں ڈبوئی رہی..... نہ جانے کب تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وہ ایک دم بری طرح تڑپنی..... کلاک نے شب کے بارہ بجادینے..... مایا کھانا رکھ گئی تھی..... اس کو احساس بھی نہ ہوا..... کھانا پڑے پڑے خشک ابو چکا تھا..... وہ آگے جھکی اور ہاتھ سے اس نے کھانا پرے کر دیا..... اور چادر پیلے بارے نکل آئی..... محل کی تمام روشنیاں جل اٹھیں تھیں..... روتی بھی عروج پر تھی..... لیکن مہمانوں کی آمد بروااست ختم ہو رہی تھی..... وہ چھپتی چھپائی سیدھی راجبھار کے کمرے میں داخل ہوئی.....

رتی..... تم..... کیوں آئی ہو..... ہاتھ میں پکڑی بوتل اس نے واپس رکھ دی۔
ہاں..... کیا میں اپنے بھائی کو کسی وقت مل بھی نہیں سکتی..... رتی نے چہرے سے چادر ہٹا کر کہا۔

آؤ..... بیٹھو..... کیا بات ہے..... جلدی بولو۔ وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

ورنہ کیا..... وہ چھٹی چھٹی آنکھوں سے دیکھ کر بولا۔

ورنہ سیوک محل کے کسی کوئی میں پڑا رہے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ رتن نے جیسے راجکار کے قلب و جگر کو ملنے کے تیروں سے چھٹی کر دیا ہو۔ وہ اس وقت میں سالہ لڑکی نہیں بچاں سالہ بڑھیا نظر آنے لگی تھی۔

یہ تم نہیں..... تمہارے اندر درپن بول رہا ہے..... تم تو ایسی زیرک نہ تھی..... وہ جبران رہ گیا۔

اس لئے مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ جب خود غرضی کے ناگ انسان کو چاٹ جاتے ہیں تو محبت والفت ختم ہو جاتی ہے..... صرف مفاد رہ جاتا ہے..... وہ دروازے کی طرف پٹلی

رتی..... تم تو بین کر رہی ہو..... وہ چلا یا۔

نہیں..... بتا رہی ہوں کہ آپ نے ضرور سودا کیا ہے..... مجھے فروخت کیا ہے..... میری قیمت لگائی ہے آپ نے..... وہ سسک اٹھی..... بے شک اس کے لہجے میں نری تھی۔

یہ تو بین آئیر منگٹنگو میں نہ جانے کیوں برداشت کر رہا ہوں۔ وہ سب پا ہو گیا۔

آپ نے تو بین کی ہے سیوک رام کی نرل بیٹی کی..... آپ کو دولت چاہئے..... یہ کیجئے..... مجھے کچھ نہیں چاہئے..... اپنے کاروبار کو وسیع کیجئے..... وہ دیوانہ وار ضخیم فائل جھپٹ کر کہاں کی طرف بھاگی..... وہ سکتہ کے عالم میں دیکھا رہ گیا۔

یہ لیجئے..... سنبلیں نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا..... اور ایک سفید فائل راجکار کے سامنے رکھ دی۔

راجہ جی..... وہ ایک شہو کاڑے کر بولی۔

کیا ہے..... وہ چونک گیا..... اور اس کی نظریں قالین پر بکھرے کاغذات پر مرکوز ہو گئیں۔

شیواجی نے کاغذات بھجوا دیئے ہیں۔

ہوں..... ٹیکسٹری کے کاغذات ہیں۔ راجکار نے فائل کو سرسری نظر سے دیکھ کر کہا۔

جی..... سنبلیں نے بڑے تقاضے سے دیکھا

اور یہ..... سنبلیں نے جبکہ کہ قالین پر بکھرے کاغذات کو دیکھا..... سب اٹھا لو.....

جو ہو گیا سو ہو گیا..... پرانی بات مت کرو۔ راجکار کا تھا ٹھکانا.....

میں شادی نہیں کروں گی۔ وہ کھڑے ہو کر تیزی سے بولی۔

میں نے اس بات کو سنبلیں اور دیگر لوگوں..... بے بار بار سنا ہے کہ تم شادی سے خوش نہیں ہو..... پھر بھی..... وہ بات کا کر چلائی۔

ہاں..... پھر بھی میں نے تمہارے بھلے کی سوچی..... راجکار نرم لہجے میں بولا۔

اس میں میرا بھلا نہیں ہے..... دوسری شادی میرا بھلا نہیں ہے۔ وہ بھی تیزی سے بولی۔

رتی خند نہ کرو..... تمہاری بے جا خند سے میں اپنا ارادہ بدل نہیں سکتا..... راجکار مستحکم فیصلے کے ساتھ بولا۔

اس ارادے کے پیچھے ضرور کوئی آپ کا فائدہ شامل ہے۔ دورا راجکار کی اندر چھپی ہوئی فطرت سے واقف تھی۔

کچھ سمجھ لو..... میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ وہ بولا۔

کس تنہائی کی بات کرتے ہیں آپ..... اندر کی یا باہر کی..... رتی نے سرخ آنکھیں پھیلا کر کہا۔

میں تمہاری باہر کی تنہائی کی بات کر رہا ہوں..... جب باہر کی تنہائی دور ہو جائے گی تو اندر کی تنہائی بھی دور ہو جائے گی۔ وہ پلٹ کر بولا۔

ایک عرصہ گزر گیا مجھے تمہارے ہوئے..... اماں کے بعد کس نے میری تنہائی کا خیال رکھا..... اگر..... دور کر گئی۔

میں جانتا ہوں..... تم کس کی بات کرنے جا رہی ہو..... اب تو میں چاہتا ہوں کہ تم کب دوسرے کے سہارے زندگی کے دن گزارو گی..... تمہیں اس جان لیوا تنہائی سے نکال دوں۔ وہ بے ساختہ بولا۔

یہ خیال نہیں راجہ بیٹا..... آپ وہ دولت نہیں چھوڑنا چاہتے جو میری بدولت آپ کو ملنے والی ہے۔ رتی نے پاؤں پٹا۔

کیا..... کیا مطلب ہے تمہارا..... وہ چونکا..... (کسی طرح رتی کے کان میں بھٹک تو نہیں پڑ گئی) وہ سچے لگا۔

مطلب واضح ہے کہ میری دوسری شادی میں آپ دونوں کا مفاد شامل ہے۔ ورنہ.....

ہم رتی کو خوش نہیں رکھ سکے۔ وہ ہاوی سے بولا۔

ہم اسے کئی گورہ بھی خوش نہیں رکھ سکتے تھے۔ سنس کی نظروں میں درپن کا دلکش سراپا لہو مگیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ راجکار نے سوالیہ نگاہیں سنسل کے چہرے پر ڈالیں۔

وہ درپن سے خوش رہ سکتی ہے۔۔۔۔۔ سنسل نے جیسے راجکار کی دگھی رنگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ لیکن درپن اور درپن کی شادی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ نامکھن۔۔۔۔۔ ہندو مسلم کبھی ایک ہوں۔

۔۔۔۔۔ راجکار نے اس لیے مجھے میں کہا۔

کیا سیوک خاندان کے لئے یہ بات تشویشناک نہیں ہے۔ سنسل نے کہا۔

نہیں۔۔۔۔۔ وہ بولا۔

کیوں۔۔۔۔۔ لوگ تو جی طرح جانتے ہیں کہ درپن سیوک خاندان میں با اختیار ہے۔ سنسل بولی۔

سب درست ہے لیکن اس کا کوئی اقدام سیوک خاندان کے لئے دھچکا ثابت نہیں ہوا۔۔۔۔۔ وہ سچ بات کہنے سے کبھی گریز نہ کرتا۔ سیوک خاندان میں ہمیشہ اسی کو اہمیت ملی ہے۔

اس نے جو بھی کہا اچھائی کیا۔ راجکار بولا۔

سنسل شاید درپن کے لئے کوئی بہتر خیالات نہ رکھتی تھی۔

ایسی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ تیس سال سے سیوک خاندان سے منسلک ہے۔۔۔۔۔ بابا اس کی بات مانتے تھے۔۔۔۔۔ اس میں میری ہی لا تعلقی کا اثر تھا۔ وہ جیسے اپنا قصور مانتا ہو اور

سنسل کو یقین دلانا چاہتا تھا۔

سنسل خاموش تھی۔۔۔۔۔ درپن کی اخلاقی عظمت کو بھی اچھی طرح جانتی تھی اس کی ملاقات کو آج تک اس نے افغان نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ شاید بھولی ہی گیا ہو۔۔۔۔۔ وہ ایک دم

اخشی۔۔۔۔۔

راجار جی۔۔۔۔۔ سب کچھ چھوڑیے۔۔۔۔۔ رات بیت رہی ہے۔۔۔۔۔ آرام کیجئے۔۔۔۔۔

پنگ پر لیٹتے ہوئے بولی۔

وہ بھی آہستہ سے لیٹنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

رتی کے لئے پریشان نہ ہوں۔۔۔۔۔ شیواجی کے گھر میں وہ کچھ ہے جس سے وہ بہت خوش ہو گی۔۔۔۔۔ وہاں بھی اس کے ناز خمرے اٹھانے والے بہت ہیں۔ کروٹ لے کر سنسل نے

رتی پینک کر گئی ہے۔۔۔۔۔ بڑی غصے میں تھی۔۔۔۔۔ راجکار آہستہ سے ہنس دیا۔

فصل جائے گا غصہ بھی جب سکون و آسائش ملے گا۔ سنسل نے کاغذات فائل سمیت راجکار کو پکڑا کر ہنسنے لگا۔

سکون کی بات کرو۔۔۔۔۔ آسائش اسے ہمیشہ رہی ہے۔ راجکار نے سنسل کے کاغذات پکڑ کر کہا۔

راجکار کی آنکھوں کے دیپ روشن ہو گئے

یہ کیا ہے۔۔۔۔۔ بھگوان بہت مہربان ہیں ہم پر۔۔۔۔۔ راجکار نے کہا۔

شیواجی نے تو کروڑوں کی فیکٹری میرے نام لگا دی تھی۔۔۔۔۔ اور رتی نے اپنی ساری جائیداد میرے نام کر دی ہے۔ وہ سرت وائسٹاڈ کے جھولے میں جھول گیا۔

کیا۔۔۔۔۔ سنسل کی باپچیں کھل اٹھیں۔

یہ دیکھو۔۔۔۔۔ تمام جائیداد جو اس کے حصے کی تھی میرے نام کر دی ہے۔ وہ سنسل کو دکھاتے بولا۔

یہ کیا کیا اس نے۔۔۔۔۔ سنسل کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔۔۔۔۔

معلوم نہیں۔۔۔۔۔ یہ اس نے کیوں کیا۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔۔ پھر بات کر لیں۔۔۔۔۔

میں چاہتا ہوں دہلی میں دھاک بیٹھ جائے میری۔۔۔۔۔ لوگ پہچان جائیں مجھے۔۔۔۔۔ وہ سنسل کو دیکھ کر بولا۔

سیوک راجار جی کے حوالے سے تو لوگ جانتے ہیں آپ کو۔ سنسل نے کہا۔

نہیں۔۔۔۔۔ بابا کے حوالے سے درپن کو جانتے ہیں۔۔۔۔۔ مجھے نہیں۔۔۔۔۔ وہ دکھ سے بولا۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ اپنے کاروبار کو چکا نہیں۔۔۔۔۔ لوگ راجار جی کے نام سے یاد کریں گے۔ سنسل نے تسلی بخشی سے کام لیا اور اپنے پتی کی خوشامد پر اتر آئی۔ اس بارے میں ہم جنداں بابی کے احسان مند ہیں۔

راجار جی۔۔۔۔۔ ہم تو آپ کے احسان مند ہیں۔۔۔۔۔ باعث زندگی کے لئے اور دنیاوی آسائش کے لئے۔ سنسل نے نہایت محبت سے راجکار کے شانے پر چہرہ رکھا۔

لیکن ایک بات مسلسل دکھ دیئے جا رہی ہے۔ راجکار نے سنسل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ وہ کیا راجار جی۔ وہ ایک دم اٹھ کر بولی۔

لجاف اوڑھ لیا۔ وہ کر دت لیتے ہی نیند کی وادیوں میں اتر گئی.....
اور وہ ماضی حال اور مستقبل کے اندھیروں اجالوں میں بہکتا رہا۔ کبھی کبھی جب اس بات کا
احساس ہو تاکہ شیواجی کی عمر رتی سے دگنی ہے تو یہ احساس اس کو اور پریشان کر دیتا..... اور
جب اس کی بیوی کا احساس ہو تا تو پر سکون ہو جاتا.....

☆ ○ ☆

شیواجی کی وسیع و عریض حویلی بھرتی ہوئی تھی وہ شیواجی کی حویلی میں اپنے حسن کا
جادو جگانے بڑی خاموشی کے ساتھ منتقل ہو گئی اور ساتھ خوشیوں کی برات لے آئی.....
سیوک محل میں سرا سبکی اور سناٹا چھوڑ آئی تھی ایسا حسن کبھی دیکھا نہ سنا..... شیواجی تو
اس قدر حسین و گمشدہ و خال رکھنے والی تھی دیکھ کر حیرت کے مارے ہو بچکے سے رہ گئے۔ ان
کادل بلیوں اچھلتے لگے..... ابھی انہوں نے ایک جھٹک ہی دیکھی تھی..... ایک ایک جھٹک
نے ان کو دبوڑا بنا دیا تھا۔ ابھی تو عجیب عجیب باتیں عورتیں کر رہی تھیں..... کہاں شیواجی
ستر سالہ بڑھا اور کہاں یہ لڑکی رتی کی عمر یا تیس سال۔
ہائے رام..... کا مٹی ہے کا مٹی..... ایک بھاری بھر کم عورت نے اپنی کاہل ساڑھی
کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

سیوک رام کی بیٹی ہے۔ دوسری عورت نے کہا۔
ہاں..... رتی..... حسن و جمال میں کوئی خالی نہیں اس کا۔ تیسری عورت قریب آکر
بولی۔

میں تو حیران ہوں کہ حسن کا انمول خزانہ شیواجی کو دینے کی کیا ضرورت تھی.....
سیوک رام کو اچھا بر کیوں نہ ملا۔

پہلی عورت نے کہا..... اس کے انداز میں افسوس جھٹک رہا تھا۔

ریکھا ہی ایسی تھی تو کیا کرتی بیجاری۔ وہ عورت بولی۔

کیا؟..... تمہیں نہیں معلوم۔ ایک لڑکی پاس آئی۔

نہیں..... کوئی خاص بات ہے۔ اس نے عورت نے چیخ نکال کر کہا۔

اچھا گن ہے..... جوانی میں چنی مر گیا..... اب اچھا بر کہاں سے ملتا۔ لڑکی نے کہا۔

بس پھر ایسا ہوتا ہی تھا..... اچھا گن کو ایسا ہی بر ملنا تھا۔ عورت نے نفرت کا اظہار کیا۔

لیکن پھر بھی رتن کے حسن کے قصیدے لوگ پڑھتے رہے..... کھانا ختم ہوا.....

لوگ رخصت ہو گئے۔

ماتاجی..... راکھی کی بڑی بیٹی کو ملنے ماں سے کہا۔

کیا بات ہے۔ راکھی جاتے جاتے بولی۔

ممائی کو لے جائیں۔ وہ بولی۔

کہاں؟..... راکھی غٹٹی.....

کمرے میں..... شام ہو چکی ہے۔ کوئل ہنس دی.....

لے جاؤ..... راکھی چل دی۔ کوئل سیدھی رتی کے پاس پہنچ گئی۔

آئیے ممائی..... آپ کو آپ کے کمرے میں لے جائیں۔ کوئل نے دلچسپی سے دیکھ

کہا۔

رتی نے مخمور دنگا نہیں اٹھائیں اور کوئل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

آئیے۔ کوئل اور رمل کے ساتھ وہ اپنے کشادہ محلہ عروسی میں آگئی۔ کمرہ کیا تھا کی

شادی خاندان کی خاص نشست گاہ کا احساس دلانا تھا۔ پھولوں پتیوں اور عروسی رنگ برنگ

جھنڈیوں سے آراستہ مسحری کا پردہ اٹھا کر رتن کو بٹھا دیا گیا۔

پانی..... وہ گھبرا کر بولی۔

رمل..... پانی لاؤ..... کوئل کی آواز پر رمل بھاگ کر پانی لے آئی..... دو گھونٹ پینا

کے بعد اس نے اپنا سر ریشمی سہری گاؤں تک سے نکالا۔

دیدیں..... لوگوں کو باہر نکال دو..... دیکھو ممائی گھبرا رہی ہیں۔ رمل نے کوئل سے

کہا۔

ٹھیک ہے۔ پلیز کمرہ خالی کر دیں..... دلہن کا دل گھبرا رہا ہے۔

کوئل نے ہاتھ جوڑ کر لوگوں کو باہر جانے کا راستہ دکھایا لیکن رتی کے حسن میں کشش کی

اس قدر تھی کہ عروس آتی گئی اور اندر والی جان گئیں۔ لیکن جھوم کہ نہ ہوا..... راستہ

لوگوں کی آمد و رفت کم ہوئی تو کچھ سکون ہوا.....

رمل مسحری کے پردے اٹھا دو..... فضا ٹھیک ہو جائے گی۔ کوئل نے رتن کو پانی

گلاس پکڑا دے تو کئے رمل سے کہا۔

رمل نے چاروں جانب سے مسحری کے مہین نرم و گداز پر پردے اٹھا دیئے۔ چاروں

جانب کے در پہنچے بھی کھول دیئے.....

گھونگھٹ اٹھا دو..... کوئل نے زیورات اور ریشمی پوٹ بنی رتن کے بھاپی کا مداری

لم گھٹ کو سر کا دیا..... وہ دھکتی رہ گئی..... حسن کا جادو پھیل چکا تھا..... اس کے

ماہرانہ پیکر سے سارے ماحول میں جلتی رنگ سے بچنے لگے تھے۔ رتن سے آویزاں ہلاک نے

لب کے گیارہ بچنے کا اعلان کر دیا.....

اوئی رام..... دیدی میں تو جلی..... نیند آرہی ہے..... ممائی کو اکیلا چھوڑ دیں

مے..... کوئل نے بڑی چاہت سے رتن کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

مجھ سے بچنا نہیں جاتا..... صبح جلدی اٹھنا ہے..... سارے شہر کی دعوت ہے.....

رمل نے جراتی لیتے ہوئے کہا۔

تم جاؤ..... میں آتی ہوں

ارے لڑکیوں..... تم سوئی نہیں کھاتے ہوئے شیواجی داخل ہوئے۔ چلو اچھا ہوا

ماموں آگئے۔ دونوں ہنسی کوئل کی گھڑی ہو گئیں.....

تمہیں نیند نہیں آتی..... بھئی شب کے بارہ بج گئے..... شیواجی نے اپنی قیمتی شیر وانی

کو کچھ کر کوئل کی طرف دیکھا.....

نیند آرہی ہے ماموں..... ہم جارہے ہیں۔ وہ ہنس دیں۔

جاؤ..... وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کو بھگانے کے انداز میں مسکرا دیا..... اور تھیلی

سے پان کی گولری منہ میں رکھی۔ گھونگھٹ کی اوٹ سے رتن نے دیکھا اور انکھیں بند کر

لیں۔ یہی حرکت اس کے اعصاب کو کشاکش کرنے کے لئے کافی تھی۔ شیواجی مسحری پر نیم

دراز سے ہو گئے..... چند پارے سے سیاہ نئی اتار دی درمیان میں تھوڑا سا بیج تھانگ لیں ارد گرد

کے بال خاصہ سیاہ رنگے ہوئے تھے۔ ورزش جو مگنگ ان کا معمول تھا..... اپنے آپ کو فٹ

دیکھنے میں وہ کبھی سے کم نہ تھے۔ اسی طرح بوڑھا کھلوانا نہیں نہیں چاہتے تھے۔ گودنواں کی

نئی باری سے دہن خالی تھانگ لیں مکمل ہنسی چمکتے ہاتھوں سے مزین تھی۔ وہ نیم دراز سے لیٹے

رہے..... رتن بے سدھ ہی بیٹھی رہی۔ بالکل ساکن..... منجمد..... برف کے

توڑے کی طرح..... رتی بڑی چاہت سے شیواجی نے رتی کے شانے پر ہاتھ رکھا.....

اور وہ اندھ سی آگے کو گری۔

ارے..... رتی..... بے ہوش ہو گئی..... شیواجی ہڑ ہڑا کر بری طرح بوکھلا گئے

..... اور باہر کی طرف بھاگے۔ راکھی..... دیکھو تو..... وہ برآمدہ میں

سنو..... راگھی..... وہ جاتی راگھی کو پکارتے رہے اور وہ ہنستے ہنستے جا چکی تھی..... دیکھو رتن..... اگر ہم تمہیں ٹوپی کے ساتھ آجھے لگتے ہیں تو چون بھرنو ٹی نہیں اتاریں گے..... یہ دیکھو..... جہاں کی..... وہ حسب عادت رتن کے قریب نیم دراز سے ہو گئے.....

وہ آنسو صاف کرتے سمت گی گئی (بھیا تو نے کیا ستم کیا) اس خیال کے آتے ہی دل خون ہو گیا.....

تمہیں حاصل کرنے کے لئے ہم نے جان کی بازی لگادی..... ہم تو ساری دولت ہارنے کو تیار تھے..... لیکن سودا صرف ایک ٹیکسری پر ختم ہو گیا..... وہ بھی کروڑوں کی ہے..... مجھے کوئی فرق نہیں پڑا..... شیوا جی اپنی دھن میں کہتے رہے.....

(اس کا مطلب کہ بھیا نے مجھے فروخت کر دیا) اس کا ذہن گھوم گیا..... آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے..... بڑی مشکل سے رتن نے اپنے آپ کو سنبھالا دیا.....

راجہمار کی حتمی میں دفن دولت کی ہوس نے اس کی روح کو بھینچوڑ کر رکھ دیا..... تم اس کا کوئی مطلب نہ لینا..... اچھی چیز حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو دینا پڑتا ہے نا..... ہم نے تمہیں حاصل کرنے کے لئے ایسا سودا کیا ہے..... وہ خاموش سنتی رہی.....

یہ سب کچھ جنداں بائی نہ کر دیا ہے..... ویسے بھی ایک میلے میں میں نے تمہیں دیکھا تھا..... شاید ہوئی کا تہوار تھا..... سبز اور سرخ میں تمہارا حسن چمک رہا تھا..... اس بات کو تو بہت عرصہ ہو گیا ہے..... ہم جنداں بائی کے احسان مند ہیں.....

وہ ایک دم سے ٹھکھی..... نفرت و خمار کا ایک طوفان رانی لا اس کی دنیا تباہ کر گیا..... اس بات کو تو تین چار برس گزر گئے ہیں..... گو تم سے بھی پہلے کی بات ہے جب وہ درپن کے ساتھ ہوئی کے میلے میں گئی تھی..... درپن نے پچکاری کے ساتھ اس کو سرخ اور پیلے سبز رنگ میں رنگ دیا تھا..... کتنی خوش تھی..... درپن..... اس خیال کے تحت رتن نے ایک آہ بھری اور طویل شہنشاہ سانس لیا.....

تم بولو نہ کچھ..... کس بات کا جواب دو..... میں ہی بولے جا رہا ہوں..... تمہیں یہ گھر پسند آیا..... شیوا جی نے رتن کے سرخ آنچل کو سر کا یا..... وہ آنکھیں جھکائے بیٹھی

رہی
آنکھیں خشک تھیں..... دل کے آنسو نوں دیکھتا تھا.....

زور سے چلائے.....

ہائے رام..... کیا مصیبت آن پڑی..... راگھی ہانپتی ہوئی زینہ اترے ہو ہوئی.....

وہ..... وہ..... بے ہوش ہو گئی..... دیکھو اسے کیا ہو گیا..... وہ تیز رفتاری راگھی کے ساتھ کمرے میں آئے.....

رتی..... رتی..... ہوش کرو..... دیکھو..... راگھی نے عرق گلاب کے چند قطر چہرے پر پچکائے..... پوتر چل پلایا..... ہائے رام..... میں..... رتی نے آہستہ..... آنکھوں کو زبردستی کھولا.....

تم اپنے گھر میں ہو..... یہ اب تہیارا گھر ہے..... اٹھو..... راگھی نے اپنے سہار..... سے رتن کو بٹھایا.....

یہ میرا گھر..... یہ میرا گھر نہیں ہے..... رتن سسک سسک کر ٹھکنوں میں سر دیا..... رو دی..... شیوا جی نے گھبرا کر راگھی کی طرف دیکھا.....

راگھی کا پورا منہ کھل گیا وہ شیوا جی کی معصکہ خیز صورت دیکھ کر رنے بغیر نہ رہ سکی..... تمہیں کس نے کہا تھا ٹوپی اتارنے کو..... راگھی نے ایک دو ہتھو شیوا جی کے شانے پر مارا.....

یہ جرم ہے کیا..... آخر ٹوپی اتار کر ہی بیٹھوں گا..... گھر ابھ ہو رہی ہے..... شیوا جی نے معذوری کا ظاہر کر.....

ٹھیک ہے..... درمیان میں ٹنڈر چاروں جانب سیاہ بالوں کا کھیت..... اس سے معصکہ خیز نظر آتے ہو بھیا..... وہ ہنستے ہوئے بولی.....

چل چل..... بڑی آئی دیوی روپ سنی..... شکل دیکھی ہے آپنے میں..... شیوا جی نے برجستہ جواب دیا..... بہن بھائی کی مخصوص لڑائی ہو رہی تھی..... وہ ابھی تک دوری تھی.....

میں جاؤں..... راگھی نے کہا.....

اسے چپ تو کرو جاؤ..... کیا دیکھ لیا..... ایسا بھی برا نہیں ہوں..... شیوا جی..... منت بھرے لہجے میں کہا اور رتن کی طرف دیکھا.....

یہ تمہارا کام ہے..... اور ہاں یہ یہ کہو لو..... راگھی نے ٹوپی ٹھپ سے شیوا جی کے پر رکھ دی.....

تجہیں نیند آرہی ہے..... سو جاؤ..... میں بھی تھک چکا ہوں..... وہ ایک طویل
 بھائی لے کر اٹھے اور پلنگ کے دوسری جانب مکمل چھپٹ کر لیٹ گئے.....
 رتن نے چند لمحوں کے بعد کھوسٹ کو دیکھا..... جس کی صورت سے اسے گھن سی آ
 رہی تھی..... آج سیوک رام کی بیٹی نہ ہوتی تو گھر سے بھاگ کھڑی ہوتی یا درپن کی غلامی
 اختیار کر لیتی..... منہل اور بھینا نے اچھا نہیں کیا..... کیا میری ساری دولت لینے کے بعد
 بھی پیٹ نہیں بھر اڑھیا..... رات کا چھٹا بھر شروع ہو چکا تھا..... شیواجی کے خوفناک
 خراٹوں سے اس کو ڈر سا لگنے لگا تھا..... سرگھوم گیا..... وہ خاموش ہراساں اٹھی اور
 کمرے سے باہر نکل گئی..... وہ ایسی جگہ جانا چاہتی تھی..... جہاں خراٹوں کی آواز اس کی
 سماعت سے نہ ٹکرائے..... چنانچہ ڈرائیونگ روم میں آواز کا آئبند ہو گیا..... اور وہ نیم
 دراز کی ایک صوفے پر لیٹ گئی..... ایسے لوگوں کو نیند کہاں ہے جن کے شب و روز میرا نیوں
 اور سناٹوں کی نذر ہو جائیں..... زندگی مسلسل ایک جبری کی طرح کٹ رہی ہو..... وہی چار روز
 سکون آتی ہے کٹ گئے جو بچپن و درپن کے ساتھ گزرز اور جان ہوتے ہی زندگی کی کڑی سزا
 پاتی تھی..... اگر اتنی بھی خوش بخت ہوتی تو باپا اس قدر جلدی ملک عدم نہ جاتے..... پھر لما
 جن کو ایسی بیماری نے آلیا..... اور وہ بھی بے یار و مددگار چھوڑ کر چلی گئیں..... ایک بھائی
 جو اپنی عیاش بیوی کے ہاتھوں کھلونا بن چکا ہے..... وہ اپنی پاری سالی کا بھرم رکھنے کے
 لئے بھینا سے وہ دب کچھ کر وارہی ہے..... جو نہیں ہونا چاہیے..... اما کسی بدنام زمانہ عورت کو
 محل میں آنے کی اجازت کب دیتی نہیں..... ان کے جاتے ہی بھیا کو من مانی کرنے کا موقع
 مل گیا..... بھیا تم اتنے شفاک بے رحم کیوں ہو گئے..... میرے لئے درپن کا لحاظ بند کر
 دیا اس کا فون اور میرا رابطہ پوچھا..... اتنے ظالم تھے..... اپنے مطلب اور
 غرض کی وجہ سے انسانی رشتوں کو پال کر کیا اگر تم قریب نہ تھے اور بھیا تمہارا کم رہا ہے
 کیا تم سیوک رام کے سپوت نہیں تھے..... کیا درپن سے کم تھے تم..... اس نے
 اپنی تمام ذمہ داریوں کو اسن طریقے سے نبھایا ہے..... تم نے ایسا کیوں نہ کیا..... وہ ان
 ہی پر آئندہ خیالات کے ساتھ بری طرح رودی..... اس شخص کو..... جس کی صورت
 دیکھنے کو دل نہیں چاہتا..... میرا بیٹی بنادیا..... ایک بیوہ کو اتنی بڑی سزا..... وہ بری طرح
 رودی..... روئے روئے اس کی ہچک بھگ گئی..... وہ بے چین لگا جتنا کی لہروں کی طرح
 تڑپتی رہی..... سحر چھوٹ کر چھیل چکی تھی..... درپن کے پردے اٹھے ہوئے تھے.....

دب کر اٹھی..... تمام شب یوں ہی روتے رہتے گزر گئی..... ایک دم دور ازہو کھا۔
 راگھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ داخل ہوئی۔
 تم یہاں..... مندر نہیں کسی تم..... رتن..... اٹھو..... راگھی نے کول اور رمل کی
 ریف دکھا۔ رتن نے نگاہیں بھٹکائیں۔
 کیسے جاتیں ممانی..... میرا خیال ہے ان کو نیند ہی نہیں آئی..... کول نے کہا۔
 ماموں کے ساتھ چلی جاتیں۔ رمل نے کہا۔
 ماموں لے جاتے نا..... لیکن ممانی وہاں سے یہاں..... یہ بات سمجھ نہیں آئی.....
 رمل نے پوری طرح سوچ کر ذہن پر دباؤ ڈالا۔
 ہمیں خراٹوں کے شور میں نیند نہیں آتی..... مجبوراً رتن نے بجوری ظاہر کر دی۔
 او ہو..... اس کے ساتھ ہی راگھی کے ساتھ کول رمل بھی بس دیں۔
 ہاں..... خراٹوں کی پیلاڑی نیند کہاں..... راگھی ہنس دی۔
 ہم منع کر دیں گے..... کول رتن کے لباس کا انتخاب کر کے مندر لے جاؤ.....
 راگھی نے محبت سے رتن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ کول اور رمل رتن کو اس کے کمرے میں
 لے گئیں.....
 بوئے ہی خوشگوار ماحول میں ناشتر ختم ہوا لیکن رتن کی خاموشی میں فرق نہیں آیا.....
 ہی طرح کئی دن اور گزر گئے..... راگھی نے محسوس کیا کہ شاید رتن اور اس نہ ہو گئی تھی
 سیوک محل سے بھی کسی نے نہ فون کیا اور نہ کوئی آیا.....
 بھیا..... میری بات سنو۔ راگھی نے شیواجی کے آگے سے کاغذات کا پلندہ اٹھا کر
 دوسری طرف رکھ دیا
 ارے ارے کیا کر رہی ہو..... بھی کام کرنے دو..... تجہیں معلوم ہے نا کئی روز
 ہاں ہی گزر گئے۔ شیواجی سمجھتا گئے۔
 پہلے تم میری بات غور سے سنو۔ راگھی نے سرگوشتی کی۔
 کوئی خاص بات ہے..... شیواجی نے ادھر ادھر دیکھا۔
 خاص نہیں..... ویسے بھی خاص..... راگھی نے پراسرار سا چہرہ بنایا۔
 کو تو سمجھی..... شیواجی نے کہا۔
 آج کئی روز ہو گئے..... سیوک محل سے کسی نے نہیں پوچھا..... راگھی نے کہا۔

تو خوش نہیں ہے..... شیواجی کی عمر سے خائف ہے تا تو..... تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے..... ہندوستانی معاشرے میں بیوہ کو کتنی لڑکیوں سے گزرنا پڑتا ہے..... لوگ سائے سے بھی نفرت کرتے ہیں..... اچھوت سمجھتے ہیں لوگ..... تو سب سہلے خوش رہ..... راکھی نے ہندو معاشرے کی کمزوری بیان کر دی۔

ہاں..... میرے جیسی نہ جانے کتنی بیوائیں ان رواجوں کی بھیشت چڑھ جاتی ہوں گی..... دیدی..... سنی ہونا اچھا تھا..... وہ آہ بھر کر پلنگ پر بیٹھ گئی۔

میں تو آئی تھی کہ محل جانا چاہو تو چل جاؤ..... راکھی نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

نہیں..... مجھے کہیں نہیں جانا..... وہ بے سادہ سی پلنگ پر نیم دراز ہو گئی..... راکھی مسکراتی ہوئی مطمئن باہر نکل گئی۔

☆ ○ ☆

نہیں پوچھا تو اچھا ہوا..... راجمارا تو ویسے بھی پسند نہیں کرتا۔ شیواجی کو مسئلہ ا۔ راجمارا کی خود غرضی یاد آگئی۔

کیا پسند نہیں کرتا..... بھلا یوں بھی کوئی کرتا ہے کہ بیٹی دے اور اس کو یاد نہ کیا جائے۔ راکھی کو رحم سآئے لگا۔

تو چاہتی کیا ہے..... میکے والے ڈر ڈالے رہیں..... اور سب مل کر مجھ میں کیڑے نکالے رہیں..... میں تاہی چاہتی ہے تو..... شیواجی اچھل کر جیسے راکھی کے گانے گئے۔

بس بس..... تو دلہن کو لے جا..... او اس ہو رہی ہے..... راکھی جاتے جاتے ہوئی۔

تو پوچھ لے..... جانا بھی ہے کہ نہیں..... وہ ہانک لگا کر بولی۔

رتی..... راکھی چلی.....

جی..... دیدی..... رتن در پیچے سے پلٹ کر بولی۔

میں نے شیواجی سے پوچھ لیا ہے..... میکے جانا چاہو تو چل جاؤ..... راکھی رتن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

میکے..... وہاں کون ہے میرا..... وہ چونکی۔

ہاں ہاں..... میکے چل جاؤ چند دن رہ آؤ..... جی بھل جائے گا۔ راکھی نے کہا۔

کون ہے میرا..... کس کے پاس جاؤں..... رتن کے الفاظ میں سارے جہاں کا درد سمٹ آیا۔ بھائی ہے تمہارا..... راکھی نے جیسے رتن کو یاد کروایا.....

بھائی..... نہیں..... وہ سو تو دوا کر ہے..... بھائی تو سب کا..... وہ ہینگلی پلکیں اٹھا کر راکھی کو دیکھنے لگی۔

بس بس..... وہ وہ ہونے کی ضرورت نہیں..... میں سمجھتی ہوں..... تیرے من میں کیا بات ہے..... سب کچھ مانتا ہے اسے ساتھ ہے..... دل میلانہ کرو..... راکھی نے کہا اور محبت سے رتن کے چہرے کو صاف کیا۔

رتن نے ویران کھنڈر زدہ اداس راکھی کے چہرے پر ڈالیں..... میں تیرا دکھ جانتی ہوں..... لیکن تمہیں خوش رہنا پڑے گا..... راکھی نے عاجزی سے رتن کے ہاتھ اکپکڑا لیا۔

میں خوش تو ہوں..... وہ صرف مسکرا دی۔

رتی کی شادی کر دی..... او مائی گاؤ..... رتی..... وہ بری طرح صوفے پر گر ا.....
جیسے آساں ٹوٹ کر اوپر آن گرا ہو..... اس کا بدن ریزہ ریزہ ہو چکا تھا..... اس کے جسم
کے پرچے دور دور تک پکار پکار کر کہہ رہے ہوں کہ تم رتی کو چھوڑ کر گئے..... اور اس کے
ساتھ ستم ہوا..... وہ لٹ گئی..... اس کی قیمت چکانی گئی.....
اباں..... وہ ہاتھوں پر چہرہ رکھے بری طرح رو دیا..... وہ پوری کائنات کو بہا دینا چاہتا
تھا.....

میرے جینا..... میں نے بہت باتھ پاؤں مارے..... لیکن میں رتی کو نہیں بچا سکی
..... اس کا روٹا ہلکا..... اس کی آوازیں اب بھی میرے کانوں میں گونجتی ہیں..... اس کا مجھ
سے لپٹ لپٹ کر دنا..... مجھے نہیں بھولتا..... وہ رتی ہی، وہ اوار اس کی زخم خوردہ لاش
شیوا کی یا پگلی میں ڈال کر رخصت کر دی گئی..... لپٹ کر دیوانہ وار درپن نے ٹکاک کو
دیکھا.....

ابھی کہیں جانے کی کوشش نہ کرنا..... پوجا جاتی تھی کہ وہ ضرور رتن سے ملنے کی کوشش
کرے گا.....

میں راہنکار سے طوں گا..... وہ کھڑا ہو گیا.....
حوصلہ کرو..... جینا..... آج کے دن کو سوچ سمجھ کر گزار لو..... جلدی میں کے
گئے فیصلے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں..... وہ بے سدھ سا بیٹھا گیا.....

نہ جانے یہ لمبے بھی میں نے کس طرح گزارے ہیں..... اگر مجھے علم ہو جاتا کہ
راہنکار میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ایسا کرے گا تو میں ہرگز یہاں سے نہ جاتا.....
اف خدا..... مانا کو کیا جواب دوں گا..... اس کا سر جھک گیا..... وہ ہلک کر رو دیا.....

دوسرے دن وہ سیدھا راہنکار کے آفس پہنچا..... آگے تم..... اطلاع بھی نہ دی.....
راہنکار دیکھتے ہی فحش سے مسکرایا..... ندامت راہنکار کے چہرے سے عیاں تھی..... جہیں
اطلاع دیتا..... جبکہ تمہارے رابطے تم نے خود بخود کئے..... درپن طنز آمیز مسکرایا.....

کسی مصلحت کے تحت یہ سب کچھ کیا کیا تھا..... وہ انتہائی ڈھٹائی سے بولا.....
اگر ایسا نہ کرتے تو میں تمہارے رستے کی دیوار ثابت ہوتا..... درپن وہیں کھڑے کھڑے
بولا.....

ہاں..... معاملہ گزربو میں پڑ سکتا تھا..... بیٹھو کہتے ہو..... راہنکار نے سامنے بیٹھنے کو

صحن میں بریف کیس رکھے وہ بری طرح ٹھٹھا..... اس کے اندر کی طرح باہر والا
موسم بھی اواس تھا..... ویرانی ہی ویرانی..... پوجا اباں..... درپن نے اور ادھر دیکھا.....
اباں..... چند لمحوں کے بعد تحیف و کمزور پوجا اپنے کمرے سے باہر نکلی.....

میرا بچہ..... آگے تم..... وہ وہاں انداز میں تقریباً تیزی کے ساتھ درپن سے لپٹ
گئی..... اور اس کے ساتھ جیسے بند ٹوٹ گیا ہو..... وہ چھوٹ چھوٹ کر رو دی.....
اباں..... کچھ ہو گیا کیا..... ضرور کوئی طوفان اٹھا ہے..... اور مجھے پتہ بھی نہیں وہ
دل گرفتہ پوجا کا چہرہ تمام کر بولا..... اس کا اندر پھٹنے لگا.....

اندر آؤ..... سکون نے بیٹھو..... پوجا اسے اندر لے جاتے ہوئی.....
اباں خیریت تو ہے نا..... رتی کیسی ہے..... وہ پوجا کے پاس بیٹھتی ہی بولا..... اس کے
ذہن میں آگ ہی بھری تھی..... لیکن پوجا کو رونے سے ہی فرصت کہاں تھی..... وہ چھوٹ
چھوٹ کر روتی رہی.....

اباں..... آخر بات کیا ہے..... میرا خیال ہے کوئی بڑی بات ہو گئی ہے..... وہ قیاس
کرتے بولا.....

جہیں کچھ علم نہیں..... پوجا نے آنکھیں صاف کیں.....

مجھے کچھ علم نہیں..... چند ماہ سے رتی کا فون ہی بند کر دیا گیا تھا..... نہ اس کا رابطہ

میرے ساتھ تھا اور نہ میرا اس کے ساتھ..... وہ افسردگی سے بولا.....

ظالموں نے میرا بھی رابطہ تم سے بند کر دیا تھا..... اور سختی سے منع کر دیا تھا مجھے جہیں

فون کرنے اور کچھ بتانے کی پابندی تھی.....

رتی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی..... جلدی بتائیں..... وہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا.....

راہنکار نے فیکسری کے عوض رتی کو بوڑھے شیوا جی کے ہاتھوں فروخت کر دیا.....

پوجا نے فوراً کہا.....

پن بھر بلند آواز میں بولا۔

میں کہتا ہوں آہستہ بولو..... میں اس موضوع کی تشہیر آفس کے لوگوں میں نہیں کرنا ہتا۔

جنہیں اپنی رسوائی کا احساس ہے..... لوگ تھو تھو نہ کریں تم پر۔ افسوس..... میں اس نہیں تھاوار اس بے زبان کو جہنم میں دھکیل دیا۔ درپن لکھ دست ملتا رہ گیا بچتا وہ اس کون چاہ کر رہے لگا۔

میں جانتا تھا کہ تم رخنہ پید ا کرو گے..... اسی لئے جو کچھ ہوا تمہاری عدم موجودگی میں۔ راہنکار نے بے غیرتی کی حد کر دی۔

لیکن اب میں رتی کو وہاں نہیں رہنے دوں گا..... وہ ایک طوفانی جذبے کے تحت بولا۔ درپن..... خردوار..... معاملہ طے ہے..... میرے اور شیواجی کے درمیان غل نے کی کوشش مت کرنا..... ورنہ..... راہنکار طیش میں کھڑا ہو گیا۔

میں تمہاری گید ڈھمکتیوں سے خوفزدہ نہیں ہوں..... درپن تن گیا۔ بیٹھے جاؤ..... رتی کی زندگی میں زہر مگھولنے کی بجائے چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ..... جنہیں معلوم ہے تمہاری وجہ سے ایک اور رسوائی پید ا ہو جائے گی۔ راہنکار نے اس کو بزدل کر دیا۔

ہرگز نہیں..... رتی کی زندگی میں زہر تم نے مگھولا ہے..... حالانکہ اپنی تمام تر جانید او جانے سے پہلے تمہارے نام لگا بھی تھی..... درپن نے بغور راہنکار کو دیکھا۔

جنہیں کیسے خبر ہوئی۔ رتی کا ہر کیا ہوا فیصلہ مجھ سے ہی گزرتا ہے..... وہ کئی مرتبہ کہہ ٹی تھی..... درپن اندازہ فاقہ سے بولا۔

تم نے روکا کیوں نہیں..... اتنی دولت و جانید او تو وہ جنہیں بھی دے سکتی تھی۔ راہنکار وحیرت ہوئی۔

مجھے ہوس اقتدار نہیں ہے..... بھگوان کا دیا بہت کچھ ہے میرے پاس..... رتن نے راز دہلی سے کہا۔

کیا کرتی اس قدر جانید او کا..... جنہیں تو ضرورت ہے نا..... یہ مشورہ تمہارا تھا..... راہنکار نے کہا۔

ہاں..... جنہیں ضرورت تھی نا..... ہاہا کی جانید او سے تمہارا پیٹ نہیں بھرا.....

اشارہ کیا۔

نہیں..... میں بیٹھے نہیں آیا..... صرف پوچھنے آیا ہوں کہ تم نے رتی کے ساتھ یہ ستم کیوں کیا..... وہ جنہیں کیا تکلیف دیتی تھی..... درپن کی آواز لرز گئی۔

اس کی بیوگی ایک بہت بڑی تکلیف تھی..... میں کب تک اس لایت کو برداشت کرتا..... سنسار میں بہت رسوائی ہو چکی تھی..... راہنکار خود کو بے گناہ ثابت کرنے لگا۔

وہ اپنے کمرے میں بڑی رہتی تھی..... اس کا ملنا چنانہ نہ ہو چکا تھا۔ ان حالات میں اس کو بڑھے سے بچا بننا ضرور تھا۔ درپن جو ش سے بولا۔

ایک ہندوستانی ناری کو جو بیوہ ہو چکی ہوا اس کو دوسری شادی کے لئے بڑھائی مل سکتا ہے۔ راہنکار ڈھٹائی سے بولا۔

جنہیں اس کی شادی کی دلچسپی سے زیادہ کسی بڑے فائدے کی امید ہوگی۔ درپن نے طنزاً کہا۔

جب پوجاں نے بتا دیا ہے تو کھل کر بات کرو..... وہ بیٹھے ہوئے بولا۔ جنہیں ایک فیکٹری کے عوض رتی کا سودا کرتے اتنا تو خیال ہونا چاہئے تھا کہ رتی ایک اصول بیرا ہے..... جس کی قیمت یہ نہیں ہے..... تم نے وہ جہاں فروخت کر دئے.....

رتی کا سودا کر دیا تم نے..... آخر میں درپن کی آواز طلق میں ایک گئی..... ایک پھانسی سی جھینے لگی..... وہ بے سادہ سا بیٹھ گیا..... اس کا جی پاہاساری دنیا کو آگ لگا دے۔ تم میرا تو انتظار کرتے.....

آہستہ بات کرو..... راہنکار نے دروازے کی طرف دیکھا..... کوئی ملازم اندر آتے آتے واپس لوٹ گیا۔

کیا کرتا..... میں اس کی بیوگی کا جو کچھ تک بک برداشت کرتا..... اچھے انسان پر نظر پڑی اور بیاہ دیا۔ وہ لاہروا ہی سے بولا۔ جیسے کوئی بات نہ ہوئی ہو۔

شیواجی..... اچھا انسان ہے..... میں اس کا ماضی نہیں اچھاؤں گا..... صرف یہ یاد رکھو..... وہ انجانی خرابی..... اور عیاش انسان ہے..... جتنا جھوٹ بول لیا جائے اس سے پہلے وہ دو بیویوں کو طلاق دے چکا ہے اور شاید ایک سے اولاد بھی ہے..... وہ چلا کر بولا۔

میں کہتا ہوں آہستہ بولو۔ راہنکار نے زچ ہو کر کہا۔

وہ رتی کی عمر سے دو گنا بڑا ہے..... بوڑھا ہے..... رتی اس کی بیٹی کی طرح ہے.....

وہ ہنس دیا۔

تم اب کافی سمجھ دار ہو گئی ہو..... خوب خاطرہ رست کرو۔ وہ ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

آپ نہیں ملیں گے۔ سنبل نے کہا۔

ذرا تازہ دم ہوں..... درپن نے خاصا پریشان کر دیا ہے۔ وہ پلٹ کر بالوں کو چھپے کی طرف کر کے ہلا۔

درپن باہر سے آگیا۔ سنبل چونک گئی۔

آگیا ہے..... میرا خیال ہے سیدھا میرے آفس ہی آیا ہے۔ راجکار نے سنبل کو آنکھوں میں جھماک کر کہا۔

کچھ کہا ہو گا اس نے۔ مل نہیں سکا۔ سنبل جان چکی تھی کہ وہ رتی کی دوسری شادی کے مخالف تھا۔

کافی سچا ہو رہا تھا..... میں ہی نرم رہا..... ورنہ بات بڑھ جاتی..... راجکار نے کہا۔ کیوں؟..... سنبل بولی۔

میری گرمی کچھ بھی در عمل کا اظہار نہ سکتی تھی..... تمہیں معلوم ہے کہ رتی پر اس کا بہت اختیار ہے..... رتی ہمیشہ اسی کی بات اے گی۔ راجکار جیسے یہاں ہے بس سا ہو چکا ہو۔

ہم نے رتی کی شادی کر دی..... سارے جگ کی گندی نظروں سے بچایا..... کوئی برا نہیں کیا..... اسے خواہ مخواہ میں تکلیف ہو رہی ہے۔ سنبل نے شوہر کو تسلی دلائی۔

اسے کچھ علم ہے..... کہ کن حالات میں رتی کی شادی ہوئی ہے۔ راجکار کا لہجہ تشویش ناک تھا۔

وہ ضرور رتی کے پاس جائے گا۔ سنبل نے کہا۔

فون لاؤ..... میں رتی سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

رتی ایسی کھٹور نکلی..... ایک دن بھی اس نے ہمیں فون نہیں کیا۔ سنبل راجکار کو ریور پکڑتے ہوئی۔

رتی کیسے فون کرتی..... شدید غصے میں ہے وہ اب تک..... راجکار ڈاکل گھاٹے ہوئے ہلا۔

شام یاد کا عمل ہے..... موسم قدرے اید آلو ہے۔ دو درکھیں ساہ گھا جھوم کر اٹھاے

تمہیں ضرورت تھی نا..... بھر..... ویسے بھی میری تمام تر اندرون بیرون ملک جائیداد تمام رتی کی تو ہے..... میں سب کا روبرو اس کے حوالے کر رہا ہوں..... درپن ہنس دیا۔

میرا اپنا تو کچھ نہیں..... دونوں ہاتھوں پھینکا کر ہلا۔

اچھا..... ماما سے کیا ہو اوروں ہمارے ہو..... راجکار کے پاس الفا کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔

میں سمجھ لو..... افسوس مجھ سے کوتاہی ہو گئی..... وہ جانے کے لئے پلٹا..... پچھتاوا اس کے ذہن کو پارہ پارہ کر گیا۔

سنو..... راجکار ٹھٹھکا۔

کہو..... رتی سے رابطہ رکھنے کی کوشش مت کرنا..... وہ اپنے گھر میں خوش ہے۔ راجکار نے کہا۔

ہند..... یہ تم ہی کہہ رہے ہو..... جو جذبات کے پرکھنے کا شعور نہیں رکھتا..... وہ خوش نہیں ہے۔

یہ ٹھیک ہے..... میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کی بجائے صرف یہی کہوں گا جبکہ اب مزید اور کسی مسئلے میں الجھنے کی کوشش مت کرنا..... میں سیدھی سامدی بغیر کسی رکاوٹ کے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں..... راجکار نے نرم لہجہ اختیار کر لیا۔

تمہارے راستے کی رکاوٹ ایک رتی ہی تو تھی..... جسے تم دور کر چکے ہو..... وہ باہر نکل گیا.....

درپن..... وہ پکارا رہا تھا..... لیکن وہ چاکا تھا۔ راجکار کے لئے یہ بات بڑی فکر انگیز تھی کہ درپن کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دے۔ وہ اسی سوچ کے ساتھ اٹھا اور محل لوٹ گیا۔

سنبل..... کمرے میں داخل ہوئی اس نے پکارا.....

کیا بات ہے..... وہ آج کل سنبھالتی بڑی مصروف اندر داخل ہوئی۔ کوئی مہمان آگئے ہیں کیا۔

سنبھت سے میری خالہ زاد آئی ہوئی ہیں..... وہ پرست انداز میں بولی۔

تم نے فون کر کے بلایا ہو گا۔ راجکار کی پیشانی پر مل پڑے۔

وہ ایسی ویسی نہیں ہیں..... میری طرح باعزت زندگی گزار رہی ہیں۔ سنبل بڑے وقوف سے بولی۔

معلوم نہیں..... اسے گھن سی آ رہی تھی۔
 جھمیں کیوں نہیں معلوم..... شادی کی تاریخ یاد رکھنا اچھی بات ہے۔ شیواجی نے کہا۔
 آپ یاد رکھ لیں..... مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ وہ لا پرواہی سے بولی۔
 مجھے تو یاد ہے..... تین ماہ ہو چکے ہیں..... لیکن ایک دن بھی یکے جانے کی فرمائش
 کی۔ وہ جاہت سے بولے۔
 جب میکہ ہی نہیں تو فرمائش کیسی۔ اس کا موڈ آف سا ہو گیا۔
 اتنا پتا نہ سہی..... بھائی تو ہے۔ وہ بولے
 وہ بھائی..... جس نے آپ کے ہاتھوں مجھے فروخت کر دیا..... رام لگائے میرے
 اس کے پاس جاؤں..... وہ دھپیں، غصہ اور بے بسی کے عالم میں رودی۔
 یہ کیا بات ہوئی..... شانتی..... شانتی..... رتی..... اچھا..... یہ لو..... سکون
 وہ شراب کا بلوریں پیانہ اس کی طرف بڑھا کر بولے
 لعنت ہے اس پر۔ رتن نے بھر پور ہاتھ مارا..... اور پیانہ بلوریں کی کرچوں میں تقسیم
 لیا۔ گھاس کے ٹھکی فرش پر دو دروہر تک بکھر گیا۔
 رتی..... جوش میں وہ چلائے۔
 لیکن وہ پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔
 تم ہوش میں تو ہو..... راکھی نے آکر ان سے کہا۔
 وہ گستاخ ہو چکی ہے..... پیانہ کرا دیا اس نے۔ وہ جھنجھلا کر بولا۔
 کچھ نہیں ہوتا..... اور بھر لو..... جام جم نہیں ہے مل نہیں سکتا..... بازار سے اور
 آئے گا کرٹوٹ گیا ہے تو..... راکھی نے بوسل کی طرف اشارہ کیا۔
 آج اس نے پیانہ توڑا ہے..... کل کو نہ جانے..... وہ خاموش سے ہو گئے.....
 کل کچھ نہیں ہو گا..... تمہارا دل نہیں ٹوٹا..... وہ خود ہنستے ہے۔ راکھی ایک عورت
 دور رتی کے جذبات کو اچھی طرح جانتی تھی۔
 اب اس کو متحد ہو جانا چاہیے..... میرے پاس آجی ہے وہ شیواجی نے بوسل اپنے
 یب سر کاٹی۔
 وہ نکھری ہوئی ہے..... اس کو متحد ہونے میں عرصہ لگے گا..... راکھی پاس بیٹھ گئی۔
 عرصہ..... کیوں..... اس طرح تو میرا جیون عذاب سے گزر جائے گا۔ شیواجی نے

..... کیا معلوم ابھی برے کہ نہ برے..... وہ پھولوں کے کچ کے پاس موسم کے ہم رنگ
 لباس میں بیٹھی اپنے بچی کو حیرت سے تک رہی تھی..... جو شراب کا پیانہ ہاتھ میں کپڑے
 اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔
 آپ کا فون ہے جی۔ ملازمہ نے آتی ہی کہا۔
 پوچھو..... کہاں سے آیا ہے۔ شیواجی گرج دار آواز سے بولے۔
 لی لی کے بھائی را بھمار۔ ملازمہ سہمی گئی۔
 ریور لے آؤ۔ شیواجی نے ایک گھونٹ حلق سے اتارا۔
 رتی خاموش بیٹھی نکلتی رہی۔ وہ ایسے بھائی کا فون سننا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ جسے رشتوں
 کے تقدس کا ہی احساس تک نہ تھا..... ملازمہ نے ریور رتی کو پکڑا نا چاہا۔
 سونگی نہیں..... تمہارے بھائی کا فون ہے۔ شیواجی نے رتی کو انجان بن کر دیکھتے
 ہوئے کہا۔
 ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ رتی نے ملازمہ کا ہاتھ پرے کر دیا۔
 بیلو..... بیلو..... سنو..... رتی کو فون دو..... کہو بھائی ہے اس کا۔ دوسری طرف
 سے را بھمار نے پھر اپنا حوالہ دیا۔
 وہ فون سننا نہیں چاہتی سرکار جی..... کہتی ہیں اس کا کوئی بھائی نہیں..... ملازمہ نے
 لیکن کہہ دیا۔
 کوئی بھائی نہیں..... فوراً را بھمار نے ریور مٹی دیا۔
 اٹھا نہیں رتن نے۔ سنبیل نے کہا۔
 نہیں..... وہ فون سننا پسند ہی نہیں کرتی۔
 را بھمار اس سا ہو گیا..... چہرے پر ناگواری اور فحشگی کے تاثرات نقش ہو گئے۔
 ابھی تک ناراض ہے..... سنبیل نے مسکرا کر کہا۔
 وہ ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔
 سنبیل نے چند لمبے سوچا اور باہر کی طرف چل دی۔
 لمبے لمبے اکٹھے کے تو چند دن اور گزر گئے.....
 رتی..... شیواجی نے بڑی محبت سے پکارا..... رتی نے صرف نگاہیں اٹھائیں۔
 ہماری شادی کو کتنے ماہ ہو گئے۔ وہ بڑے چاؤ سے اپنی بیٹی نکال کر بولے۔

کئی دن یو نہیں گزر گئے..... وہ درپن کے لئے اضر وہ تھی..... اسے تو یہ بھی علم نہ تھا درپن ہندوستان آچکا ہے یا کہ نہیں..... او اس او اس سی اپنے کمرے میں لپٹی تھی..... سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ بولی کا تبوار قریب تھا۔ راکھی لڑکیوں کو اتھ لئے خرید و فروخت کے لئے گئی ہوئی تھی..... شیواجی ابھی اپنے کام سے نہیں لئے تھے..... وہ کسی رسالے کی درق گردانی کرتی ایک دم ہز بڑا سی گئی۔

بی بی..... آپ کا فون..... ملازمہ نے کہا۔
کون ہے۔ وہ بولی۔

معلوم نہیں جی..... ملازمہ نے کہا۔
نام پوچھو..... وہ بھرت لگئی۔

میں نے پوچھا تھا جی..... بولے پہلے بلاؤ..... میں خود رتی بی بی کو بتا دوں گا..... ملازمہ کہتی ہوئی باہر چل دی۔
درپن..... دل میں جلتی جگ سی بچنے لگی..... وہی ہو گا..... اٹھیا ہو گا باہر سے وہ بے ہوش بھرتی فون کے پاس پہنچی..... اور جلدی سے ریسور ہو نوں کو لگایا
درپن..... تم کیسے ہو..... کب آئے..... خوشی و مسرت کے جھولے میں جھولتے چٹکی۔

چند دن ہو گئے ہیں آئے ہوئے..... تم سے رابطہ نہیں ہو سکا..... دوسری طرف سے پن نے کہا۔

میرے سب رابطے بند ہو چکے ہیں..... میں کیا کروں..... وہ جیسے سسکا مضمی..... گھبراہٹا نہیں..... جو ہو گیا سو ہو گیا..... خود کو..... رتی..... رتی..... لیکن پشت جانب سے شیواجی نے ریسور اس کے ہاتھ سے چھین کر داپس رکھ دیا۔
کون ہے یہ۔ شیواجی اسے بازو سے پکڑ کر کمرے میں لے گئے۔

درپن تھا..... آپ کو نہیں معلوم..... وہ حیرت سے ہنسنے ہوئے بولی۔
جانتا ہوں..... درپن کا سیوک محل کے کینوں پر بڑا اختیار ہے۔ شیواجی تلخ لہجے میں لے۔

اختیار کیوں نہ ہو..... ہمارے تمام بگڑے کام وہی تو سنوارتا ہے۔ وہ بڑے بیباک لہجے ابولی۔

تو یہاں پڑھائیں۔
یہی دن اس کے بیش و عشرت اور کھیلنے کودنے کے تھے۔ اور اسی عمر میں اس کا سہاگ لوتا گیا..... اب تمہارے دامن سے بندھی ہے..... ٹھیک ہو جائے گی..... کچھ وقت تو گئے گا..... ذرا دھیرج ہے۔ راکھی کھڑی ہو گئی..... وہ رتن کی چچی بھرد تھی۔ اور وہ خاموش ہو گئے۔

اسے دیکھو..... شاید رو رہی ہے۔ شیواجی نے کہا۔
دیکھتی ہوں..... راکھی آہستہ آہستہ چلتی رتی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ سینے پر سر رکھے زارہ قطار رو رہی تھی۔

رتی..... میری بیٹا..... راکھی نے بڑے پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ بھیرا۔
وہ سسکتی رہی۔ راکھی جانتی تھی کہ رتی نے بڑی کاری ضرب کھائی ہے..... زخم مندمل ہونے میں بھی عرصہ لگے گا..... اس ہالی عمر میں وہ اپنے ہم عمر گوتم کی دہن تھی۔ شوخی نقدیر آسمان کو اس کی خوشیاں راس نہیں اٹھیں اور گوتم کو بھنگوان نے اٹھالیا۔
اور وہ ایک دو گئی عمر کے شوہر سے وابستہ ہو گئی..... راکھی یہ بھی جانتی تھی کہ یہ شادی بھی سوڈے بازی پر طے پائی تھی اور اس کا بیساکہ کی طور بھی رتی کے ہم پلہ نہیں ہے۔ رتی حسن کی دیوی..... کامنی..... اور شیواجی بوڑھا کھوسٹ..... آٹھ دن کے بعد اگر بال سیاہ نہ کرے تو صورت اور بھی بگڑی ہوئی نظر آتی ہے..... چھوٹی چھوٹی رازتی آنکھیں جو اکثر عینک کے پیچھے دوسروں کے اعمال تلاش کرنے میں لگی رہتی ہیں..... شراب کار سیاہ..... کیا رتی کے ساتھ ظلم نہیں ہوا۔ وہ حزب انھی اور بڑی محبت سے چکارتے ہوئے اپنی سڑامی کے پلوے آنکھیں صاف کیں۔
دیکھو رتی..... ہم تمہیں اس طرح اداس نہیں دیکھ سکتے۔ راکھی نے دیکھا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ رتی خاموش رہی۔

دیکھ میری بچی..... چاہے یہ تقدیر کا فیصلہ سمجھ لے..... یا کچھ اور..... حیر اور امن شیواجی سے بندھا تھا۔ اب گزارہ تو کرنا پڑے گا۔ راکھی نے رتی کے شانے پر ٹھیک دے کر کہا۔

گزارہ تو ہو گا..... رتی نے زخموں پر انگلیاں بھیر کر آنسو صاف کئے۔
چٹا پٹا ہونے لگا..... وہ بھی دیکھ دیکھ کر اور باہر نکل گئی۔

بلوریں گلاس میں پانی اٹھایا۔ جسے رتن غصاغت پی گئی۔

میں چائے لاؤں آپ کیلئے..... وہ اٹھی.....

نہیں تم بیٹھو..... رتن نے بازو پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا۔ ابھی آئی۔

کول تیز رفتاری سے باہر کی طرف بھاگی..... اور چند منٹوں میں ٹرائی میں چائے لے آئی۔

اتنی جلدی بنائی۔ رتن نے کہا۔

میں بھاگے آئی تھی آپ کے پاس..... کول نے دو کپ بنا کر ایک خود اور دوسرا رتن کو دیتے ہوئے کہا۔

بیٹھے..... نکمین بسکت ہیں..... میرا خیال ہے آپ نے ناشتہ بھی ڈھیک سے نہیں کیا۔

کول نے بسکت کی پلیٹ رتن کے پاس رکھی۔

رتن کول کی محبت کو رد نہ کر سکی..... اس لئے ایک بسکت اٹھایا۔

ممائی..... ہم آپ کی پریشانی کا دوا تو نہیں کر سکتے..... کول نے چائے کا گھونٹ حلق سے اتار کر کہا۔

میرے دکھوں کا دوا دوا ہو ہی نہیں سکتا کول..... کیونکہ میرے جیون کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔

وہ بڑی زراش نظر آرہی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... ماموں سب سے بڑی پریشانی ہے آپ کی۔ کول نے اصل بات کو چھپا کر..... لیکن رتن نے اس بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا.....

ٹھیک ہے نا..... کہاں آپ..... اور کہاں ماموں بیٹھا..... یقین کیجئے..... آپ کے بھائی کو اس بات کا خیال ہونا چاہئے تھا۔

کول بھی رات بیکار کی خود غرضی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔

رتن نے غالی نگاہ اسے زبردست ادراک رکھنے والی لڑکی پر ڈالی۔

کیا..... سیوک محل میں کسی کو خیال نہ آیا..... وہ پھر بولی۔

کس کو خیال آتا..... جو راستے کی رکاوٹ بن سکتا تھا..... یہ سب اس کی عدم موجودگی میں ہوا..... تبھی تو بھائی نے ایسا کیا۔ رتن بے دھڑک کہہ گئی۔

لیکن یہاں اس کا اختیار نہیں ہے..... خبردار وہ تمہیں آئندہ فون ہرگز نہ کرے گا۔

گجرا کام سنوارنے کی کوشش کرے۔ شیواجی کی ارزنی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

کیوں؟ وہ درجہ بولی۔

بس جو کہہ دیا..... اس پر عمل ہونا چاہئے..... شیواجی نے آنکھیں دکھائیں۔

یہ گھر ہے باقیہ خانہ..... یہاں میں اپنے کسی کا فون بھی نہیں سن سکتی..... اس کی آہٹ میں ہی ایک لگی۔

را بیکار کا فون سننے سے کیوں انکار کیا۔ شیواجی چلائے۔

وہ میرا کچھ نہیں لگتا..... وہ بھی اسی لکچے میں بولی۔

اور یہ جسے درپن کہتی ہو..... کیا ہے تمہارا..... شیواجی طنز سے بولے۔

وہ سب ہی کچھ ہے..... خلوص، محبت، چاہت کا رشتہ ہے اس سے..... سید

خانہ ان کے راستوں کے تمام کانٹے آنکھوں سے چپے ہیں اس نے..... وہ ہمارا جان نثار.....

..... ہمارے دکھ درد کرنے والا ہے..... آہ..... آپ لوگ..... وہ ہاتھوں پر چہرہ

بری طرح رو رہی..... شیواجی پاؤں پیٹتے باہر نکل گئے۔

وہ بہت دیر سکتی رہی..... وہ رد کر درپن کی محبت پر خلوص چاہت اور بے لوث

ہمدردی اس کا قلب و جگر دوبارہ کرنے لگی..... اس بھری دنیا میں ایک وہی تھا جو

کے اندر بھڑکنے والی آگ کو خنڈا کر تاتھا۔ درپن..... اس کے جگر سے ایک ہوک سی

..... کیا جانو..... میں قفس میں ہوں..... درپن سے سونے کا بنجرہ ہے..... میرے

کاٹ کر میرے اپنے بھائی نے ڈال دیا ہے..... میرا صیاد ظالم ہے..... کیسے تم تک پہنچ

..... کاش تم نہ جاتے۔ درپن..... آجاؤ..... مجھے باندی بنالو..... دنیا سے فرار حاصل

کر لوں گی..... درپن مجھے اپنے رنگ میں رنگ لو..... درپن اپنے چہروں میں جگہ دے

..... میں تیری دہائی ہوں..... بری طرح شہتائے رتن نے اپنا ہاتھ پتک کی پشت پر

دیا..... اور بلک بلک کر رو رہی..... مجبور روئے کس.....

ممائی..... کیا ہوا..... حراساں ہی کول داخل ہوئی..... کول..... ہم بہت

..... مرنا چاہتے ہیں۔ رتن نے آجیل سے چہرہ صاف کیا۔

پانی پیجئے..... میں چائے لاتی ہوں..... کول نے بڑی محبت سے صحتی نماجک

کون تھا وہ..... کوئل ایک دم بولی۔

جس کا فون آنے پر تمہارے ماموں نے میرے ہاتھ سے ریور چھینا..... بس وہ ہی ایک ہمدردہ گیا ہے میرا..... رتن نے بیگنی پگلیں اپنی انگلیوں سے پونچھ کر کہا۔

اچھا چھا..... اسی پر ماموں خفا ہو رہے تھے۔ کوئل کو ایک دم یاد آگیا۔

یہ گھر نہیں..... قید خانہ ہے..... باہر آنا جانا تو درکنار..... میں اپنی مرضی سے فون بھی نہیں کر سکتی..... ہر حرکات و سکنات پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے..... تباہ مجھے..... یہ پیرے کس لئے۔ رتن نے روئے روئے کوئل کے شانے کو جھنجھوڑ دیا۔

میرے خیال میں ہر بوڑھا عمر رسیدہ آدمی کو جوان بچی حاصل کر کے شگی ہو جاتا ہے۔ ماموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے۔ کوئل نے کہا۔

تمہارے ماموں نے ایسا کیوں کیا..... چلو..... میری تو زبان بندی تھی..... بھائی اور ساج کی قید تھی..... شیواجی تو کسی کے پابند نہیں تھے۔ رتن نے دل کے پھپھو لے پھوڑ دیئے۔

آپ بھی کمال کرتی ہیں..... یہ جو موہنی صورت ہے..... اس پر شیواجی کیا..... دیوتا بھی قربان ہو سکتے ہیں..... کوئل نے رتن کے رخسار کو ہاتھ لگا کر قہقہہ لگایا۔ اور رتن نے صرف مسکراہٹ پر اکتفا کیا

☆ ○ ☆

ملازم نے بے شمار پیکٹ رتن کے سامنے صوفے پر ڈھیر کر دیئے..... یہ کیا ہے بھی۔ رتن نے اپنے دراز بالوں کو چوٹی کی صورت میں باندھ کر ایک طرف کیا۔ شیواجی لائے ہیں بی بی سرکار۔ ملازم نے واپس جانے کے لئے قدم اٹھائے۔

بر داسر کا..... اور شیواجی داخل ہوئے۔

ان کو دیکھ کر ملازم ایک دم خاموشی سے باہر نکل گیا۔

رتنی..... وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے۔

بی..... یہ سب تمہارے لئے ہیں..... دیکھتے نہیں..... شیواجی نے بڑی اپنائیت سے ایک پیکٹ رتن کی گود میں رکھ کر کہا۔

نہیں..... وہ صرف اتنا ہی بولی۔

سب کھولو..... اس میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے..... ساڑھیاں، زیور اور دوسری گلی چیزیں۔ وہ ہاتھوں کو پھیلا کر بولے۔

سب کچھ تو تھا..... کیا ضرورت تھی سب کی..... وہ بے دلی سے بولی۔

مجھے معلوم ہے..... تمہارے پاس سب کچھ ہے..... لیکن یہ ان سے بھی اچھی چیزیں ہیں..... تم دیکھو گی تو تمہیں پسند آئیں گی۔ شیواجی نے ایک پیکٹ جو اس کی گود میں تھا..... کھولا۔ دیکھو..... اچھی ہے نا۔ شیواجی نے ساڑھی اس پر پھیلا دی..... یوں جیسے فالی گھٹا میں آفتاب ابھر آیا ہو..... رتن نے آہستہ سے مسکرا کر ساڑھی کو ہٹا دیا۔ تمہارے سلازول حسن نے اس قدر مجبور کیا کہ میں اس عمر میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکا..... رتنی میں چاہتا ہوں تمہیں میں ہی دیکھوں..... وہ اپنی کمزوری بیان کرنے لگے۔ وہ خاموش سنی رہی۔

راجکار دولت کا بھوکا تھا..... میں نے داؤ پر لگاتے ہی تمہیں حاصل کرنے کا موقع تھا سے جانے نہیں دیا..... مجھے معلوم تھا کہ وہ ٹیکسری کے عوض تمہیں دے دے گا۔ وہ

اتنا تاریک ہے..... میں کس قدر بد نصیب ہوں..... گو تم اس قدر جلد دینا سے چلا گیا..... اور مجھے سہج کے گھٹائے اندھیروں میں بیٹھنے کے لئے چھوڑ گیا..... اگر کو تم نہ تھا تو درپن ہی میرا بن سکتا..... جو میرے دکھ درد کا ساتھی ہے۔ رحوں کا ساتھ ہے اس سے میرا۔ جنم جنم کا میرا درپن سے ناٹھ ہے..... اس نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا۔

کیا سوچ رہی ہو.....

کچھ بھی نہیں..... وہ اتنا ہی بولی۔

کچھ تو ہے..... سوچ رہی تھی..... گھریا د آرہا ہے۔ وہ محبت سے بولے۔

نہیں..... آپ گھر کی بات نہ کیا کریں۔ وہ بیزار سی لگنے لگی تھی۔

کیوں..... کوئی بھی انسان گھر کو نہیں بھولتا۔ وہ حیرت سے مسکرائے۔

جب گھر ہی نہیں تو یاد کیسی..... وہ پلٹ کر بولی۔

سیوک محل تمہارا ہی تو ہے..... تمہاری جائیداد میں شامل ہے۔ شیواجی کی کسی خیال سے آنکھیں روشن ہو گئیں۔

وہ اب میرا نہیں ہے۔ وہ بے ساختہ شیواجی کو یقین دلاتے بولی۔

کیا مطلب؟..... وہ ایک دم چونکے۔

وہ محل اب بھلا کا ہے..... اس کی خالی خولی دیواروں سے مجھے وحشت ہوتی تھی۔ رتن نے بیزار سی کہا۔

تم نے راجا بھار کے نام کر دیا۔ وہ اچھلے..... شیواجی کو جیسے کسی زہر پلے کیڑے نے دنگ مار دیا ہو.....

اپنے حصے کی تمام جائیداد میں بھیا کے نام کر چکی ہوں۔ وہ بغور شیواجی کا چہرہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔

یہ وہ شخص ہے جس کی اپنی کرڈوں کی جائیداد ہے..... دولت اس کے گھر کی لٹری ہے..... سانب بنا بیٹھا ہے سونے چاندی پر..... سیوک محل کے جانے پر اس قدر ماتمف..... اور بیچتا ہے وہ.....

یہ تم نے اچھا نہیں کیا..... کم از کم کسی سے مشورہ ہی کر لیتی۔ شیواجی نے اس قدر جانبدار کے کھوجانے پر شدید صدمہ پہنچا۔

مد ہوش ہو کر سہائی پر آمادہ ہو گئے۔
میں نے تمہیں یوں ہی حاصل نہیں کیا..... بڑی جدوجہد کی ہے۔ وہ رتن کی آنکھوں میں ڈوب کر ابھرے.....

آخر بیویاری جو تھے۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

دو کرڈ کی فیکٹری راجا بھار کے نام کی ہے..... لیکن تمہاری وجہ سے یہ سودا بیگانہیں لگ رہا۔ تم جو مل گئیں..... تمہاری کو ایک اداوہ دو کرڈ کی ہے..... اور یہ آنکھیں..... کا کائنات نظر آوے..... وہ نہال سے ہو گئے۔

رتن نے شیواجی کے چہرے کو بغور دیکھا..... وہ اب کلین شیوک کرچکے تھے۔ گو چند باال غائب تھے..... لیکن رنگے ہوئے تھے..... اس وقت خاصے تو منہ نظر آرہے تھے۔ بڑھا عاشق مزاج ہے۔ اس نے سوچا.....

رتی..... وہ پکارے۔

جی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

تم یہاں خوش نہیں ہو۔

خوش کیوں نہیں..... کس نے کہا آپ کو..... میں تو بہت خوش ہوں وہ صرف دل کرا کر کے بولی۔ اور قریب بڑے ذہن کو چھو.....

بھئی ناراض جو تھی..... وہ پچھلی بات یاد آتے بولے۔

نہیں..... میں کیوں ناراض ہونے لگی..... میری اوقات کیا..... وہ دکھے دل سے بولی۔

یہ نہ کہہ..... دراصل..... میں تمہارا واسطہ کسی سے رکھنا نہیں چاہتا..... حسرت کوئی دیکھے..... مجھے پسند نہیں..... شیواجی نے اپنے دل کا چور ظاہر کر دیا۔

کون دیکھے گا مجھے..... وہ افسردہ سی ہو گئی۔

تمہارا احسن اب بھی قاتل ہے..... تمہاری آنکھوں میں وہ ساحری ہے کہ بڑے بڑوں کے پیانے لرز جاتے ہیں..... تم ہو ہی اس قدر حسین..... بڑی بے گلی کے ساتھ شیواجی نے اپنے ہاتھوں میں رتن کے سر میں گداز ہاتھوں کو قحام لیا۔

وہ بری طرح کسمپاشی..... اپنے ہاتھوں کو شیواجی کے ہاتھوں سے بد نما ہاتھوں میں دیکھ کر وہ سراپا لرز گئی (کیا میں اس شخص کے قابل تھی)..... میرے نصیب کا ستارہ

باہر کی طرف بھاگی.....
اور رتن نے جو خیال کیا تھا..... وہی سچ نکلا..... آج تک ان لوگوں نے اس بات کو
چھپائے رکھا کہ اتنے نوجوان بیٹے کا باپ ہے شیواجی.....
سینل کا فون کیا آیا..... سارے گھر میں جیسے چراغاں ہو گیا..... کوئل کھلی کھلی سی گتے
گئی..... بچپن کا سنگترہ جو تھا.....
وہ تھکی تھکی سی صوفے کی پشت سے ٹیک لگا بیٹھ گئی..... کہیں دل نہ لگتا تھا.....
زندگی پر ایک بمود طاری ہو چکا تھا۔ آج کتنے ماہ ہو گئے تھے پوجا میں اور درپن سے ملے
ہوئے..... وہ درپن کو فون بھی نہیں کر سکتی..... درپن..... درپن کا نام زبان پر آتے
ہی وہ سبک اٹھی..... رتن نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے لئے کس قدر افسردہ تھا.....
آفس سے واپسی پر یہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا جاتا..... آج تو پوچھ جانے ٹھان لی کہ درپن
سے کوئی فیصلہ کر کے رہے گی..... وہ کب سے اپنے کمرے میں بند تھا۔
بیٹا..... وہ داخل ہوئی۔

جی اماں..... درپن نے پوجا کی جانب کروٹ لی۔

بیٹا..... کھانالے آؤں۔ وہ بولی۔

نہیں..... بھوک نہیں ہے۔ وہ حسب عادت بولا۔

بیٹا..... سارے دن میں صرف ایک چٹائی..... کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ پوجا بہت فکر مند
نظر آنے لگی تھی۔

اماں..... میرا کچھ کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا..... ٹھک آ گیا ہوں..... وہ بڑی
بیزاری اور ناگواری سے بالوں کو ایک ہاتھ سے پیچھے کی طرف کرتے بولا۔

مجھے احساس ہے..... تمہارے جذبات کو اچھی طرح سمجھتی ہوں..... لیکن بیٹا.....
اب اس الجھن کا بھٹسا شکل ہے۔ پوچھ جائے گا۔

پھر کیا کروں..... سمجھ نہیں آ رہا..... جب یہ خیال آتا ہے کہ رتی کے ساتھ ظلم ہوا
ہے تو خود کو مجرم خیال کرتا ہوں۔ وہ حذر چرچہ لول و پریشان لگ رہا تھا۔

تم خود کو سنبھال لو بیٹا..... میں تمہیں پر سکون دیکھنا چاہتی ہوں۔ پوچھ جائے گا۔
میرے پاس سکون نہیں ہے..... رتی کی غم و اضطراب میں ڈوبی آواز نے میرے اندر

کی دنیا تہہ بالا کر دی ہے۔ وہ نہ جانے کتنی دیکھی ہے..... وہ خود مضطرب لگ رہا تھا۔

شیواجی..... کیا کرتی میں اس دولت کا..... مجھے نہیں ضرورت..... وہ جھلا کر بولی۔
تم پاگل ہو..... دولت کی کسے ضرورت نہیں ہوتی..... افسوس! مجھے اگر معلوم ہو
جاتا کہ تمہاری ساری جائیداد راہنما کے پاس ہے تو میں دو کروڑ کی ٹیکسیر اس کے نام میں
نہ کر تا۔ وہ کتب دست ملے لگا۔

آپ کو افسوس ہو رہا ہے۔ رتن کو شیواجی کی حریصانہ طبیعت پر حیرت ہوئی۔
افسوس تو ہو گا..... میں نے اسی وجہ سے ایسا کیا تھا کہ تمہاری وجہ سے میری کمی پوری
ہو جائے گی۔ وہ اچانک بغیر سوچے اصل بات کہہ گئے۔

اچھا..... وہ درط حیرت میں اتر گئی۔
لیکن..... میں اپنی اس غلطی پر پچھتانی کی بجائے غور کروں گا..... شاید کوئی مثبت
حل نکل آئے۔

شیواجی نے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر کہا۔ جب وہ کسی سنجیدہ مسئلے پر
غور و محض کرتے تو یہی انداز اپناتے تھے۔

اب کیا ہو سکتا ہے۔ رتن مسکرا دی.....

بہت کچھ ہو سکتا ہے..... اپنے دکیل سے مشورہ کروں گا۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے.....

رتی دیکھتی رہی..... اور وہ باہر کی طرف چل دیئے۔

رتن بی بی..... شیواجی کہاں ہیں..... ملازم نے ہاتھ پتے ہوئے اندر آتے کہا۔

ڈرائنگ روم میں ہوں گے..... وہ قیاس سے بولی۔

بہتر سرکار..... ملازم نے ساختہ پٹٹی۔

پارٹھ..... ایک دم رتن نے روکا۔

جی..... پارٹھ جاتے رہی۔

کیا بات ہے..... بڑی غلط میں ہوں۔ رتن نے کہا۔

بی بی سرکار آپ کو نہیں معلوم۔ وہ بولی۔

نہیں تو..... کوئی خاص بات ہے۔ رتن حیرت سے بولی۔

سینل باؤک فون ہے..... وہ امریکہ سے آرہے ہیں..... پارٹھ نے کہا۔

رتن کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

وہ..... وہ شیواجی کے بیٹے ہیں..... ایک ہی تو بیٹے ہیں..... میں بتاؤں جی..... وہ

اماں..... میں مانتا ہوں..... ہر ماں ایسا ہی سوچتی ہے..... وہ خاموش ہو گیا۔
پھر تمہیں انکار کس بات کا ہے..... پوچھا تو بچی نظروں سے دیکھنے لگی۔
میں اس بات سے انکار نہیں کرتا..... آپ کے جذبات درست ہیں پر..... میں اس
دل کا کیا کروں..... جو کہیں بہکتا ہی نہیں..... وہ بھرائی ہوئی آنکھوں سے رتن کی بہت
ہی خوبصورت تصویر پر فریٹ نما جو حال میں ہی غوا کر لایا تھا..... دیکھنے لگے.....
میں اس تصویر کو اتار دوں گی..... پوچھا اس کو غصہ آ گیا۔
پوچھا..... ہرگز ایسا نہ کیجئے گا..... آپ کو معلوم ہے نایہ رتن کی تصویر ہے۔ وہ بے
چین سا ہو گیا۔
رتن کی تصویر ہے..... رتنی نہیں بیٹا..... وہ تمہاری نہیں ہے۔ پوچھا کہ۔ آواز میں
بغاوت تھی۔

اماں..... پلیز..... آپ مجھے چند دنوں کے لئے آزاد چھوڑ دیجئے میں کوئی مثبت
جواب دوں گا آپ کو..... ہاں ماں..... وہ پوچھا کا شانہ ہلا کر بولا۔
اجھا..... جیسے تمہاری مرضی..... پوچھا باہر کی طرف چل دی۔
اماں..... ناراض ہو گئیں..... وہ مسکرا کر بولا۔
نہیں بیٹا..... تم سے ناراض ہو کر کون انکا شکا نہ ہے..... میرے جیون کا مرکز تو تم ہی
ہو..... میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں..... رہا رتن کا سوال..... ہم اور رتنی..... دو
الگ الگ قومیں ہیں..... ہماری معاشرت رتنی بہن اور طور طریقے ان لوگوں سے مختلف
ہیں..... بلکہ ہمارا تو مذہب بھی مختلف ہے..... ہم ایک خدا اور ایک رسول کو مانتے ہیں
..... ان ٹھوڑوں کے تو گھر گھر خدا ہیں..... میل کیسے ہو سکتا ہے..... پوچھا کے الفاظ میں
نفرت کا شائبہ شامل تھا۔
اس کے باوجود زندگی سیوک محل میں گزار دی..... اور کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ درپن
مسکرا کر بولا۔

میں بظاہر مندر بھی جاتی تھی..... لیکن اپنے خدا رسول اور قرآن کو فراموش نہیں کیا
میں نے..... پوچھا بے تھخنہ سے بولی۔
پوچھا..... میں نے رتن کی بیوگی کے بعد بہت کامیاب ترکیب بنائی تھی لیکن میری
عدم موجودگی میں راجبھار نے جو حرکت کی ہے..... اس سے سب کچھ تہہ و بالا ہو گیا.....

تم خود اپنی دنیا کی طرف لوٹ آؤ..... پوچھا مجھ سے لگ رہی تھی۔
میری دنیا..... میرے پاس ہے کیا..... سب کچھ رتن کے ساتھ چلا گیا۔ وہ مایوس سا
بولا۔
تو..... دیوانہ ہو گیا ہے..... کون کسی کی اتنی چڑھا ہے..... پرانی چٹائیں کسی کو چلنے
دیکھنا تو نے آج تک..... وہ ایک دم بولی۔
اماں..... کیا کہنا چاہتی ہیں آپ..... کھل کر کہیں..... اسے پوچھا کی باتوں میں خود غرضی
کی بو آ رہی تھی۔
بیٹا..... میں تمہیں سکھی دیکھنا چاہتی ہوں..... تم شادی کر لو..... میرا آگن بھی
پھولوں سے بھر جائے..... پوچھا نے اپنے جذبات کا واضح طور پر اظہار کر دیا۔
اماں..... کیا کہہ رہی ہیں آپ..... کہیں دل بکتے ہیں..... وہ اٹھ کر بیٹھ گیا.....
پوچھا کی بات پر اسے زبردست حیرت ہوئی۔
مجھے معلوم ہے..... دل نہیں بکتے..... لیکن تمہیں اب رتن کا خیال دل سے محو کرنا
ہو گا۔ وہ اپنے گھر چلی ہے۔ پوچھا بولی
ایسا نہیں ہو سکتا..... رتن کا خیال میری روح میں سرایت ہو چکا ہے..... وہ ہمیشہ سے
میری تھی اور ہے..... وہ بولا۔
اب کیا فائدہ..... اس کی شادی ہو چکی ہے..... وہ بوڑھا اس کو باہر کی ہوا نہیں لگنے
دیتا..... اس لئے بھول جاؤ..... پوچھا نے جوش ہے کہہ۔
نہیں بھول سکتا..... تمام عمر اسی کی یاد میں بتا دوں گا..... وہ افسردہ سا بولا۔
تو شادی نہیں کرو گے۔ پوچھا ڈانٹ بھرے لہجے میں بولی
نہیں..... وہ دو ٹوک انداز میں بولا۔
ٹھیک ہے۔ نہ کرو..... پوچھا نے اسے اٹھی اور دروازے کی طرف چل دی۔
پوچھا..... بڑے پیار سے درپن نے پکارا.....
وہ خفا خفا سا چل کر بولی۔
حوصلہ دے دیا آپ نے..... درپن اٹھ کر پوچھا کے پاس چلا گیا۔
میں ماں ہوں تمہاری..... میری بھی کوئی آتما نہیں ہیں..... میرا دل نہیں چاہتا کہ
تمہارا گھر آباد ہو سکوں..... تمہارے بچے کیلواؤں..... وہ ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

وہ بری طرح پچھتا رہا تھا۔

اوپر والے کو یہی منظور تھا..... اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ بولی۔

اب کیا ہوتا ہے..... وہ بڑھا ایک جاہل ہندو ہے..... وہ رتی کو ٹپٹی فون نہیں سننے دیتا..... باہر نکلنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ درپن کے لہجہ میں ناامیدی کے سائے لہرائے گئے۔

اسی وجہ سے تو میں کہتی ہوں..... تم بھول جاؤ جبکہ..... اگر کہو تو میں رتن سے کسی طرح اجازت لے لوں..... پو جانے منظم ادارے سے کہا۔
نہیں پو جانوں..... میں اب اور اس کے دل کو زخمی نہیں کرنا چاہتا..... نہ جانے اس کے منہ سے دل پر کتنے زخم ہوں گے..... حالات کی سنگینی کے کتنے نشتر اس نے کھائے ہیں..... نہیں..... میں اس کو اور زخم نہیں دینا چاہتا..... وہ چٹان کی طرح اٹھ نظر آ رہا تھا۔

تمہارا فیصلہ ہے..... پو جانے کہا۔

ہاں اماں..... یہی سمجھئے..... آپ مجھے دیکھ کر ہی اپنے خوابوں کی تعمیر مکمل کر لیجئے..... رتی میرے آسمان کا ستارہ ہے..... اگر یہ غروب ہو گیا تو میں تجی دست ہو جاؤں گا..... میری کائنات ہمیشہ کے لئے تاریک ہو جائے گی..... وہ ہی ایک چراغ ہے..... میری روشنی ہے۔ وہ رکا۔

رتی کی تو شادی ہو چکی ہے۔ جیسے پو جانے اسے احساس دلایا کہ رتی کی شادی ہو چکی ہے..... شاید وہ بھول چکا تھا۔ اماں..... اور بھی دکھ ہیں زمانے میں..... یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے محبت ہو..... اس سے شادی ضرور ہو..... محبت تو خدا ہے..... اندر سے اٹھنے والے سچے جذبے کو محبت کہتے ہیں..... اس میں کسی نفسانی خواہش کا عمل دخل نہیں ہے۔ اماں..... درپن نے اپنے مضبوط دلائل سے پو جا کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ اچھا بیٹا..... جیسے تمہاری مرضی..... میں تمہارے ساتھ ہوں..... پو جانے درپن کے گلے ہاتھوں پر ماستا بھر ابرو سارایا..... اور مسکرا دی۔

اماں..... Thank you..... درپن کو ایسی ماں کی ہی ضرورت تھی۔ پو جانوں زندہ باد..... درپن نے محبت کے شہید جذبے کے تحت پو جا کو لپٹا لیا۔

غضبی سرشار ہوائیں چل رہی تھیں..... آسمان پر سرمرئی بادل ایک دوسرے کے تعاقب میں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بھاگ رہے تھے..... موسم بہار کی آمد آمد تھی..... شام پانچ بج کا عمل ہو گا..... ملازم نے چائے کے ساتھ فروٹ کی ڈشیں سنگ مرمر کی بڑی سی میز پر رکھ دی تھیں..... آکاش کے ہم رنگ سماجی میں ملبوس سیاہ جڑاؤ زیورات سے لدھی رتن حسی اپنے دلکش حسن کے ساتھ دراز بالوں کو کولہوں پر بکھرائے خاموش حسب عادت بیٹھی تھی۔

شیوا جی..... ایک ٹیکڑا آپ سے ملنا چاہتا ہے..... ہے بڑا خوبصورت..... سندھ ہندو ملازم نے اپنی ٹیڈی کے اوپر والی بودی کو زکر حیرت کا اظہار کیا۔
ٹیکڑا..... رتن نے چونک کر کہا۔
اور شیوا جی حیرت سے بولے۔

ہاں جی..... سرکار..... ٹیکڑا ہی ہے..... کہہ رہا ہے کہ نہ ملوں گا تو چوکھٹ پر جان دے دوں گا..... ملازم نے کہا۔
لے آؤ دیکھتے ہیں کیا کہتا ہے..... شیوا جی نے مسکرا کر ملازم کو دیکھا..... یہاں سرکار..... ملازم نے حیرت سے شیوا جی پھر رتن کی طرف دیکھا..... یہ تو رتن بی بی کی سورج کی ٹوے بھی بچا ہے..... وہ سوچنے لگی۔
لے آؤ..... فرق نہیں پڑتا..... ٹیکڑا ہے..... کوئی بات نہیں وشواش نہ کر۔ شیوا جی مطمئن ہو گئے۔

بہتر جی اور ملازم تیز رفتاری سے لوٹ گیا۔
ابھی چند لمحوں گزرے تھے کہ گلابی چوہداری سماجی میں ملبوس لمبی لمبی چوٹیاں پہنے پر لٹکا..... ماتھے پر سنگھریلے بال ڈالے میک آپ سے اٹا چہرا..... غرض کے وہ خاصا فیشن ایبل ٹیکڑا تھا۔

جی نے کہا۔

ہمارا نام تو گلابو ہے شیوا سرکار..... لیکن ایڈریس کوئی نہیں ہے سرکار..... جب گھر
یہ نہ ہو تو ایڈریس کیسا۔

وہ اپنی دونوں چٹیا انگلیوں پر لپیٹے ہوئی۔

کہیں تو رہتے ہو گے۔ رتن کو حیرت ہوئی.....

کسی کے دل میں رہتے تھے۔ اینٹ پتھر کا گھر دغا تو بے نہیں..... گلابو کی بات سے شیوا
جی کھل کھلا کر ہنس دیئے۔ رتن بھی مسکرا دی۔

باتیں اچھی کرتی ہو..... باتیں نہ کریں تو کھائیں کہاں سے..... گانا تو چھوڑ دیا ہم نے
..... گلابو افسردہ سی ہو گئی۔

مممانی..... جلدی آئے..... ماتائی بلاری ہی ہیں..... برآمدے میں کھڑے رتل نے
پکارا..... رتن نے پلٹ کر دیکھا۔

جاؤ..... شاید راکھی آگئی ہے۔ شیوا جی نے رتن کو جانے کے لئے کہا۔

رتن اٹھی..... کھیر ادا ر غراہ سنبھالنے آہستہ آہستہ رتل کی طرف جانے والی راہ
داری پر چل دی۔

ہمارا کیا بنے گا جی..... بے سہارا ہیں جناب..... گلابو کیوں محسوس ہوا جیسے رتن اپنے
قدموں میں اس کا دل مصل کر پیل دی ہے۔

تمہارا اچھا ہی بنے گا..... تمہاری باتیں اچھی ہیں..... تم کام کے آدمی بھی ہو.....
اں ہی معلوم ہوتا ہے۔

شیوا جی سوچنے لگے..... ان کو رتی کی نگرانی کے لئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔
بولے ناٹھیوا سرکار..... ہم مرے جارہے ہیں..... گلابو نے ناک پر انگلی رکھی۔

دیکھو..... جو کچھ کہوں راز ہی رکھنا..... کوئی بات دغا عام نہ ہو۔ شیوا جی نے اپنا منہ
اٹھے کو کیا۔

اور ام..... آپ کی بات راز نہ رہے تو ہم جان سے جائیں۔ وہ اٹھلائی۔

سنو..... تم دیکھ رہے ہو نا..... ہماری جتنی کس قدر حسین ہے۔ رام قسم کا منی ہے
امن۔

گلابو نے تعریفانہ انداز میں انگلی ادا رانگوٹھے کو جو زکر درست تعریف کا اظہار کیا۔

نہتے..... نہتے..... سرکار..... تھکے نے آتے ہی شیوا جی اور رتن کو بڑے ادب
سے جھک کر نہتے کیا۔

چٹھو..... شیوا جی نے سامنے کر سی کی طرف بیٹھے کا اشارہ کیا..... اور ہونٹوں میں
مسکرا دیئے۔

جے ہو سرکار آپ کی..... رتن اپنے خوبصورت ہونٹوں کو دبا کر بھی دبا رہی
تھی.....

کیسے آئے ہو..... مطلب کہ کیسے آئی ہو..... شیوا جی نے رتن کو دلچسپی سے
دیکھا..... وہ مسکراتی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ہم نے ناٹ گانا چھوڑ دیا ہے سرکار..... محنت

روزی کمائیں گے۔ وہ اٹھلا کر ہاتھ بچا کر بولا۔

نام کیا ہے تمہارا۔ شیوا جی نے کہا۔
ہمارا نام گلابو ہے سرکار..... آپ کی بہت تعریف سنی..... تو نوکری کے لئے حاضر ہو

گئے۔

کیا نوکری کر سکتی ہو..... گلابو..... شیوا جی نے رتن کی طرف دیکھا۔

ہم کھانا پکانا بھی جانتے ہیں..... گاڑی چلا لیتے ہیں..... برے آدمی کی آنکھ بچان لیتے
ہیں..... چوکیدار بن سکتے ہیں..... لڑنا بھی جانتے ہیں..... گلابو نے ایک ہی سانس میں

ساری نوکریاں انگلی پر مٹا دیں۔

ہوں..... بے تو کام کی چیز..... کل کہاں کو سنیل آ رہا ہے..... وہ نوجوان ہے.....
گلابو اگر رتن کے پاس رہے گی تو کسی خرابی کا امکان نہیں..... رتن کو وہ جانتے تھے.....

البتہ سنیل نوجوان ہے..... گلابو رتن کا خیال رکھے گی..... ان کی عدم موجودگی میں سنیل
گلابو کی موجودگی میں کوئی حرکت نہیں کر سکتا..... میں اپنے بیٹے کی حالت اور عادت سے

اچھی طرح واقف ہوں۔

رتن نے بغور شیوا جی کو دیکھا۔

کیا سوچنے لگے شیوا سرکار..... ہمیں کام سونپ دیجئے..... ہم دیکھی لوگوں کو خوش
بھی کرتے ہیں سرکار..... نینم خود دھوکوں کے مارے ہیں..... گلابو نے رتن کو

دیکھا۔ شیوا جی ہنس دیئے۔

ہمیں سوچنے کا وقت چاہئے..... تم ہماری فحشی کو اپنا نام اور ایڈریس لکھوا دو..... شیوا

جی نے کہا۔

سٹیل بیڑے کی طرف سے پریشانی ہے..... وہ حسن پرست ہے..... ہو گا..... گلابو نے تیس لگایا۔

ہاں..... وہ حسین بچوں کا دلدادہ ہے..... اور رتن کے حسن کو دیکھ کر کہیں پڑی سے نازت جائے..... شیواجی خاٹے اڑے اڑے سے ننگے گتے تھے۔

واہ شیواجی..... آپ بھی بھولے راہے ہیں..... بھلا میرے ہوتے ہوئے..... کچھ ہو سکتا ہے..... اور پھر پناہ جتنی تو مانتا ہوتا ہے..... نہ..... نہ..... سٹیل بابو ایسے نہیں ہو سکتے..... ماما پر بری تجریا کوں ڈالے گا..... رام..... رام..... گلابو نے کمال اداکاری سے دونوں ہاتھوں کو کانوں سے لگایا۔

پھر بھی تم خیال رکھنا..... میرا زیادہ وقت باہر گزرتا ہے..... کاروبار بہت جھیل چکا ہے..... دقت نہیں ہو تا کہ گھر پر ہوں.....

من ہولا رکھتے شیوا سرکار..... کچھ نہیں ہو گا..... ہم آپ کی جتنی کو گرم ہوانہ چھونے دیں گے..... اگر ایسا ہو اتو انچل میں چھپا لیں گے۔ گلابو نے اپنی ساڑھی کے بڑے سے انچل کو پھیلا کر اپنی وفاداری کا احساس درایا۔

کل سے تمہاری نوکری بچی..... شیواجی نے کہا۔

ابھی سے کیوں نہیں سرکار..... گلابو ہنستے ہوئے حویلی کے دوسری ست بڑھ گئی۔

گلابو کو رتی کی گھرانی کے لئے شیواجی نے سامور کیا کہ رتی کے لئے مصیبت کھڑی ہو گئی۔

دور رتی کو سوائے راگھی ٹول اور رمل کے علاوہ فون تک نہ کرنے دیتی۔ اس وقت شام چھ کا عمل ہو گا..... گلابو کو کئی دن ہو چکے تھے..... رتی کرے میں ہوتی تو گلابو کمرے کے باہر لرسی بچھا کر بیٹھ جاتی..... وہ پوری طرح رتی کو اپنی گھرانی میں رکھتی تھی.....

گلابو..... رمل نے آتے آتے کہا۔

کیا ہے رمل لیلی..... گلابو نے بال سنواڑے۔

ممائی اندر ہے۔ رمل بولی۔

سورہی ہیں..... مت جگائیے گا..... گلابو نے اچھل کر کہا۔

تو جھوٹ بول رہی ہے..... اس وقت کیا سونا..... دقت ہی نہیں ہے سونے کا۔ رمل

کہتے ہوئے اندر چلی گئی۔

جہیں گھرانی کرنا ہوگی..... شیواجی نے آہستہ سے کہا۔

جی..... گھرانی..... گلابو نے حیرت سے ناک کھینچی۔

ہاں گھرانی..... یعنی کہ اس کے ساتھ ساتھ ہی رہتا ہے..... کوئی باہر سے فون نہ کرے..... یا گھر میں کوئی بات نہ کرے..... یہ تو بیچاری ایسی نہیں ہے شیواجی کل کر بولے۔

ہاں میں سمجھ گئی شیواجی..... اس عمر میں جوان جتنی بھی عذاب ہے جی..... اور پھر آپ کی جتنی..... رام..... رام قسم..... گلابو نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... میں زیادہ عمر رسیدہ ہوں..... شیواجی کا کلیجہ دھک سے رو گیا۔

عمر رسیدہ تو نہیں آپ..... ٹھیک ہی ہیں..... گلابو نے بغور دیکھ کر شیواجی کو تسلی دلائی۔

شیواجی نے تسلی کی سنہری ڈوری کھولی..... اور ورق میں لپٹی پان کی گھوری منہ میں بائیں داڑھ میں دلائی۔

شیوا سرکار..... ہم آپ سے معیار پر پورے اتریں گے..... گلابو نے شیواجی کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا..... وہ اپنی نو جوان بیوی اور اس کے کافر حسن سے خائف تھا کہ کوئی اس پر چاہت کی نظر ڈال کر اس کی جتنی کو اس سے جدا نہ کر دے۔ دراصل وہ سٹیل سے بھی پریشان تھا۔

ٹھیک ہے..... جہیں رہنے کو گھر دیں گے..... شیواجی نے کہا۔

ہمیں ایک کمرہ چاہیے..... گھر کیا کریں گے ہم..... گلابو نے دور سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

چند لمبے شیواجی خاموش رہے..... اچانک وہ چونکے.....

گلابو..... جی شیوا سرکار..... بندی حاضر ہے..... گلابو نے جھک کر ادب سے کہا۔

کچھ دنوں بعد..... میرا نو جوان بیٹا سٹیل امریکہ سے آ رہا ہے۔ شیواجی خاٹے پریشان

لگ رہے تھے۔

اوئی رام..... شیوا سرکار..... بڑی مشکل ہو جائے گی۔

اسی وجہ سے میں پریشان ہوں..... رتی کی طرف سے مجھے کوئی پریشانی نہیں..... شیوا

کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی تھی.....

چائے ملاؤں آپ کے لئے..... گلابو کو جیسے ترس آگیا۔

شمارو..... میں نے کچھ نہیں کھانا اور نہ پینا..... تو دفع ہو جا..... وہ پلٹ کر لیت گئی..... گلابو مسکرا کر باہر نکل گئی۔

کئی دن ایسی طرح گزار گئے..... گلابو تو رتی کی جان کو آگئی..... شیوا جی بڑے خوش تھے کہ گلابو ان کی عدم موجودگی میں بڑی اچھی ڈیوٹی سرانجام دے رہی ہے..... اس وقت ڈرائیگ روم میں سب ہی براہِ جان تھے..... ڈرائیگ روم کے ایک کونے میں گلابو بھی ناگ بے ناگ رکھے گلابی ساڑی زیب تن کئے بیٹھی تھی..... دوسری طرف شیوا جی..... راکھی اور ان کی بڑی کول بیٹھی تھیں..... کول کے ساتھ رتن بھی بیٹھی تھی۔

گلابو..... راکھی نے آواز دی۔

فرمائیے..... بیگم صاحبہ..... گلابو کھڑی ہو گئی۔

خانساں سے چائے ہو..... اور تم ذرا باہر ہی رہنا..... بہتر دیدی بیگم..... گلابو لنگ لنگ کر چلتی باہر نکل گئی۔

بالکل صحیح نام ہے اس کا گلابو..... کول نے قہقہہ لگایا۔

ساڑھی جو گلابی پہنتی ہے..... رتل نے ہنس کر کہا..... لیکن رتن خاموش رہی۔

شیوا جی..... یہ کیا روگ لگا دیا ہم سب کو..... راکھی اونچی آواز میں بولی۔

کو نسا روک..... شیوا جی چونک گئے۔

یہ گلابو کا..... کہ اب وہ رتن کو ہم سے بھی نہیں ملے دیتی..... راکھی نے کہا۔

کیا..... جھوٹ ہے..... جنہیں ملنے سے کون روکتا ہے..... شیوا جی بولے۔

جھوٹ ہے تو..... پوچھ لیجئے بالکر..... باتوں میں پوری اترا جائیگی..... راکھی بولی۔

پرسوں بیتا کی ہندی پر مہمانی کو اس نے نہیں جانے دیا..... رتل نے دکھائی کہا۔

اچھا کیا..... میری اجازت نہیں تھی..... شیوا جی نے رتن کو خاموش دیکھ کر کہا۔

کس چیز کی اجازت ہے..... یہ آج بتا دیجئے..... رتی کا بیانا لبریز ہو گیا۔

کھانے پینے کی..... جو مرضی لباس زیب تن کرو..... صبح میر کرو..... ہنسو کھیلو..... شیوا جی کے اندر خالیت ٹپک رہی تھی۔

تم..... پاگل کرو گے رتی کو..... اتنی پابندی میں تو وہ حواس کھو دے گی..... راکھی

اور گلابو فوراً لپک کر اندر داخل ہوئی۔

رتل بی بی..... آپ رتی بی بی سے میری اجازت کے بغیر نہیں مل سکتی ہاں..... گلابو روٹھنے کے انداز میں بولی۔

چال چل بڑی آئی..... چوکیدار..... ہمیں ملنے کے لئے تیری اجازت لینا پڑے گی..... رتل غصیلے انداز میں رتی کے پاس بیٹھ گئی۔

کیا کروں..... یہ ایک نئی مصیبت میرے لئے پیدا کر دی ہے..... میں تو اب آزادی سے سانس بھی نہیں لے سکتی..... رتن نے خشکین لگائیں گلابو پر ڈالیں..... جو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی آج ماموں سے میں بات کروں گی..... رتل نے دونوں ہاتھوں کو پلنگ پر زور سے مارا۔

کہہ دیجئے گا..... یہ سب کچھ میری نوکری میں شامل ہے..... گلابو نے اپنی دراز چوٹیاں ہلاتے زور سے سر کو جھٹکا۔

آج..... شام کو مہندی کی رسم ہے..... بھانجی کی بھانجی ہے نا..... وہ رک گئی۔

کون..... ارے وہی..... چند دن ہوئے بیٹھا آئی تھی نا..... اس کی شادی ہے نا چلو..... باتانی نہ کہا ہے..... رتن بھی چلے..... بڑا مزہ آئے گا..... رتل نے کہا۔

نہ..... نہ..... رتل بی بی..... شیوا جی کی اجازت کے بغیر رتی بی بی نہیں جاسکتیں..... آپ خود چلی جائیں۔

رتل..... تم چلی جاؤ..... اور دیدی سے معذرت کر لینا..... کہ یہ گلابو نہیں جانے دے گی..... ویسے بھی شیوا جی براستائے ہیں..... رتن دکھے دل کے ساتھ لیت گئی۔

رتل ست روی سے باہر نکل گئی۔

رتی بی بی..... آپ آرام کیجئے..... گلابو نے کھڑے ہو کر کہا۔

تو یہاں سے چلی جا..... ورنہ تیرا سر پھاڑوں گی میں..... قریب کے چھوٹے سے میز سے گل دان اٹھا کر رتن نے مارنے کے لئے اٹھایا۔

غصہ نہ کرو رتی بی بی..... خون میں اشتباہ بڑھ جاتا ہے..... گلابو نے قریب جا کر رتن کے ہاتھ سے گھدانا پکڑ کر میز پر رکھ دیا۔

وہی انداز..... وہی الفاظ.....

گلابو..... وہ سوچتے ہوئے گلابو کی طرف دیکھنے لگی..... لیکن وہاں صرف میک اپ

تمہیں اچھے نہیں لگتے..... کبھی وہ بھی یہی کہتا تھا..... جس نے پوچھا نہیں مجھے۔ وہ خیالی میں کہہ گئی۔

کون؟..... کون تھا جلی..... بتائیے مجھ کو..... گلابو..... آنکھیں پھیلا کر بولی۔

وہ ہی وہ جس کو ہر دور میں ہم سے محبت رہی ہے..... وہ بولی۔

اور اب..... گلابو نے چہرا اپنے آئینے سے صاف کیا۔

اب بھی وہ محبت کرتا ہے..... زمانے سے شاید مجبور ہو گیا ہے..... رتن نے گلابو کے لیدہ چہرے کو بونور دیکھا۔

محبت کرنے والے زمانے سے مجبور نہیں ہوتے..... گلابو نے کہا..... وہ خاموش رہی۔

رتنی..... رتنی..... یہ کس نے پکارا..... وہ ہی آواز..... وہ ہی انداز..... رتن نے اپ کر کر کے چاروں جانب بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر تلاش کرنے کی کوشش کی..... اس کی متلاشی نگاہوں کی پیاس بڑھتی جا رہی تھی..... اس آواز..... اس پکار نے اس کی دل کو جھنجھاکر رکھ دیا تھا۔ پریشان ہو گئی ہو..... گلابو نے رتن کو اپنے ساتھ لپٹا لینا چاہا۔ کیا کرتی ہو..... اپنے حواسوں میں رہو۔ رتن نے گلابو کو پرے ہٹاتے ہوئے حیرت سے دیکھا۔

پھر اور اس کس لئے ہیں..... گلابو نے تجس بڑھایا۔

یہ آواز..... یہ پکار..... میری روح میں اتر گئی ہے..... اب کون مجھے اس قدر محبت و یار سے پکارے..... رتن کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

ہم جو ہیں..... آؤ گے جاؤ ہمارے سینے سے..... بڑے رمانی انداز میں گلابو بولی۔

بکواس مت کرو..... وہ ہی ہے..... جو میری ساری کائنات کا.....

کون ہے وہ..... گلابو بڑے دلچسپ انداز میں سامنے قالین پر بیٹھ گئی۔

تمہیں کیا بتاؤں..... تم تو میری سانسیں گن گن کر ٹیٹھاہمی کو بتا دیتی ہو۔ رتن کو افسوس ہوا۔

دعہ کیا ہوا ہے رتنی بی بی..... نوکری ہے..... گلابو نے اٹھا کر بال سنوارا۔

تو جاؤ چلی جاؤ..... میرا کہ سننے کیوں بیٹھ گئی ہو جاؤ..... چلی جاؤ..... رتن نے ہاتھ کے اشارے سے گلابو کو جانے کے لئے کہا اور خود اس کی جانب سے رخ پھیر لیا۔

کھڑے ہو کر غصے سے بولی۔

نہیں..... یہ وہم ہے تمہارا..... اس گھر میں ہر چیز کی سہولت ہے۔ میں صرف کسی ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا..... جو اس کو مجھ سے چھین لے..... رتن کو میں اپنے لئے رکھنا چاہتا ہوں..... یہ میری ہی رہے..... وہ تیزی سے بولے

کوئی چھین کے نہیں لے جا رہا ہے..... تمہاری ہی ہے..... رکھی بالکل ان کے ہم وزن انداز میں بولی۔

کوئل اور رمل محفل کو بوجھل دیکھ کر باہر نکل گئیں۔

کچھ دنوں کے بعد سنیل آجائے گا..... پھر کیا کرو گے..... رکھی نے کہا۔

آج ہی تو کوئل اور سنیل کی شادی کر دوں گا..... زیادہ انتظار نہیں ہونے دوں گا..... مجھے ویسے بھی بے تکلفی پسند نہیں ہے۔ کچھ دن تو لگیں گے۔

گلابو نے تا..... اچھی نگرانی کرتی ہے.....

ہند..... زہر لگتی ہے گلابو..... رتن کے تن بدن میں جیسے چنگاری پھونکنے لگی..... وہ اٹھ کر باہر چل دی۔

دوسرے دن رکھی اور لڑکیاں شادی میں شرکت کے لئے گئی ہوئی تھیں..... شیواجی مجبوراً پہنچے ہوئے تھے..... گلابو..... میری طرح رتن کی نگرانی میں بیٹھ دیا تھا تھا۔ جب حوٹلی کو خالی پایا تو رتن نے درپن کو کون کرنا چاہا..... لیکن گلابو کی موجودگی میں ایسا ہونا ناممکن تھا۔

گلابو..... رتن آہستہ سے بولی۔

گلابو قربان رتنی بی بی..... کیا بات ہے۔ گلابو محبت سے بولی۔

ایک فون کر لینے دو..... تمہیں بیگوان کا واسطہ..... رتن سرگوشی کے عالم میں بولی..... لیکن انداز میں اتنا تھی۔

کس کو فون کرنا ہے رتنی بی بی..... ضرور ہے بہت۔ گلابو پاس آگئی۔

میں نے کسی اپنے کو فون کرنا ہے۔ اس کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ رتن کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

گلابو کے دل پر گھونٹ لگا..... رتن کی آنکھوں میں آنسو..... وہ بے چین ہی ہو گئی۔

دیکھو رتنی بی بی..... آپ کی آنکھوں میں آنسو..... اچھے نہیں لگتے۔ گلابو نے کہا۔

میری ڈیوٹی میں شامل ہے بیگم صاحبہ۔ گلابو ڈھانٹائی سے بولی۔
عورتیں بھی رتن کو نہیں مل سکتیں۔ راکھی جیج کر بولی۔

ضرور ملیں۔۔۔۔۔ اس کی اجازت تو ہے شیوا جی سے۔ گلابو نے ساڑھی کا آئٹل اٹھایوں
پر پلٹا۔۔۔۔۔

میں دیکھ لوں گی شیوا کو بھی۔۔۔۔۔ تمہیں بہت سر پر چڑھا لیا ہے اس نے۔۔۔۔۔ رام قسم
۔۔۔۔۔ جی چاہتا ہے۔۔۔۔۔ ایک منٹ میں تمہیں چلتا کروں۔۔۔۔۔ پر اختیار نہیں ہے۔۔۔۔۔
راکھی نے فٹس میں آکر گلابو کو باہر جانے کا راستہ دکھایا۔

رتن ہونٹوں کے اندر مسکرا دی لیکن بظاہر سنجیدہ رہی۔ ہم اپنی نوکری میں ڈنڈی ہرگز نہ
ماریں بڑی بیگم صاحبہ۔۔۔۔۔ جو ڈیوٹی اتارے سپرد کی۔۔۔۔۔ وہی کرتے ہیں۔ گلابو شریہ
لگا ہوں سے دیکھ کر دوسری طرف کھڑی ہو گئی۔

اب دفعان بھی ہو جا۔۔۔۔۔ کہ ایک ایک سانس کا حساب دے گی شیوا کو۔۔۔۔۔
راکھی کو نہ جانے گلابو سے اس قدر چڑکیوں تھی۔۔۔۔۔ اس وقت راکھی تخت غصے میں تھی

دیدی۔۔۔۔۔ غصہ نہ کریں۔۔۔۔۔ اب میں برا نہیں مناتی۔۔۔۔۔ رتن نے محبت سے راکھی
کے شانوں پر ہاتھ رکھے۔ پھر یہ جاتی کیوں نہیں۔۔۔۔۔ زہر لگتی ہے اس کی ڈیوٹی۔۔۔۔۔ راکھی
منہ ہکا بکا کر بولی۔

جاری ہوں۔۔۔۔۔ جاری ہوں۔۔۔۔۔ ناراض کا بے کو ہوئی تو بیگم جی۔۔۔۔۔ وہ دروازے
کی طرف ہلکی پھر پلٹی۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ ڈرائیگ روم میں عورتیں ہیں نا۔۔۔۔۔ تمہیں شرم
نہیں آتی۔ عورتوں کے بھیس میں مرد ہوں گے۔ راکھی اس کی طرف بڑھی۔ اور
گلابو چھلانگ لگا کر باہر نکل گئی۔ رتن کھل کھلا کر ہنس دی۔

آجائے آج شیوا۔۔۔۔۔ تمہاری چپٹی نہ کروائی تو نام نہیں۔۔۔۔۔ راکھی نے منہ پر انتقام
ہاتھ پھیرا۔ نہ۔۔۔۔۔ نہ دیدی۔ ایسا مت کرنا۔۔۔۔۔ شیوا جی ناراض ہوں گے۔ رتن کا
دل اچھل کر قلع میں اٹک گیا۔ درپن کی جدائی تو کسی حال میں منظور نہ تھی۔ وہ اداس سی
ہو گئی۔ غم نہ کرو۔۔۔۔۔ یہ نہ سہی اور سہی۔۔۔۔۔ بڑے بھڑکے ہیں دہلی میں۔۔۔۔۔ راکھی نے
ہنسنے ہوئے رتن کا بازو تھامنا اور باہر نکل گئی۔

ہائے رام میں مری۔۔۔۔۔ صدمے جاؤں۔۔۔۔۔ یہ بے رخی۔۔۔۔۔ گلابو بے چین سی ہو گئی
۔۔۔۔۔ رتن کی بڑھتی ہوئی اضطرابیت اس کے قلب و جگر کو پار پارہ کرنے لگی۔

رتی۔۔۔۔۔ میری جان۔۔۔۔۔ دیکھو ادھر۔۔۔۔۔ گلابو نے سر سے دگ اتار کر ہاتھ میں پکڑ
لی۔۔۔۔۔ بے اختیار رتن نے پلٹ کر دیکھا۔

درپن۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ یہ روپ۔۔۔۔۔ کیا بھیس بدل لیا۔۔۔۔۔ میری خاطر۔۔۔۔۔ رتن کی
چچ نکلتے نکلتے بنی۔

عشق میں سب جائز ہے۔۔۔۔۔ پھر اس ماحول میں تمہیں تنہا چھوڑنا میرے اختیار میں
تھا۔ میں مجبور ہو کر اس بھیس میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

درپن۔۔۔۔۔ رتی کی جان۔۔۔۔۔ درپن۔۔۔۔۔ ایک ہو کر سی انھی۔۔۔۔۔ سارے بندھن
تو ذکر وہ درپن سے لپٹ گئی۔ محبت کے لازوال جذبے کے تحت اس کے ہاتھوں کو
آنکھوں سے لگا لیا۔۔۔۔۔ وہ سبک انھی۔۔۔۔۔ رونا نہیں ہے۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم ہے نا۔۔۔۔۔
تمہاری آنکھوں میں آنسو ابھی نہیں نکلے۔ کسی آہٹ کا گمان ہوتے درپن نے دوبارہ دگ
پہن لی۔ روتے روتے رتن کی ہنسی نکل گئی۔

ہنسو۔۔۔۔۔ ہنسنے ہوئے انھی لگتی ہو۔۔۔۔۔ تمہیں روتا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ بال سنوار کر
قالین پر بیٹھ گیا۔

درپن۔۔۔۔۔ تم بالکل بھڑکے لگ رہے ہو۔۔۔۔۔ وہ ہونٹوں میں پھوٹنے والی ہنسی کو دبا کر
بولی۔

میری بے بسی پر ہنسو۔۔۔۔۔ ہنس لو۔۔۔۔۔ درپن نے دوسرے لمحے انگلی ہونٹوں پر رکھتے
رتن کو خبردار کیا۔۔۔۔۔ رتن سنجیدہ ہو گئی۔

قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ راکھی اندر داخل ہوئی۔۔۔۔۔
دیدی۔۔۔۔۔ رتن کھڑی ہو گئی۔

ڈرائیگ روم میں کچھ عورتیں تمہیں ملنا چاہتی ہیں۔ راکھی اس کے قریب آگئی۔
گلابو ایک دم کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ کوئی عورتیں۔۔۔۔۔ کہاں سے آئی ہیں۔۔۔۔۔ راکھی نے

قہر آلود نگاہوں سے گلابو کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔
تمہیں جہم پتری دینے سے تو رہی میں جب بھی ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں کیا۔۔۔۔۔ راکھی نے

خشمکین نگاہوں سے سر تاپا گلابو کو دیکھا۔

بس جو کچھ بھی ہے رتن تمہاری ماتا ہے..... کیوں جی..... وہ اپنے ساتھ کھڑے ایک شخص سے مخاطب ہوئے۔

کیوں نہیں..... کیوں نہیں ماما تو ہے..... وہ شخص طنزاً ہنس دیا۔

ماتا جی..... جو عمر میں مجھ سے بھی چھوٹی ہے..... ہا..... ہا..... اس نے پھر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا..... وہاں کیا..... ہمیشہ آپ نے اپنے لئے اچھی بڑھیا شے کا انتخاب کیا ہے..... انتخاب بڑا اعلیٰ ہے آپ کا..... وہ رتن کو گھورتا ہوا شیواجی کے شانے پر جھکی مار کر دوستوں کی محفل میں چل دی۔ رتن کی موہنی صورت اس کا سکون تباہ کر چکی تھی۔

اس کا یہ رویہ شیواجی کو مسلسل ذہنی اذیت میں گرفتار کر چکا تھا..... اس کے بعد جتنا بھی وقت گزرا شیواجی نے تلواری دھار پر گزارا۔

رات کچے تک جو حلی بارونق رہی..... کھانے پینے اور سونے کی سلسلہ چلتا رہا..... آہستہ آہستہ مہمان جانے لگے۔ وہ بھی بہت تھک چکا تھا..... کلاک کی چڑیا زکرت شب کے دو بجنے کا اعلان کر چکی تھی۔ لیکن اس قدر تھکاک کے باوجود نیند اس کی آنکھوں سے دور تھی۔ ہر کوٹ رتن کا سراپا اس کے تعاقب میں تھا..... رتن کی پچھائیں اس کو پوری طرح اپنے حصار میں لے ہوئے تھی.....

اتنی سندر ہے رتن..... اس عورت سے شادی..... جس کو دیکھ کر دل سینے کی دیواریں توڑ کر باہر آجاتا ہے..... دھڑکن کی آواز کے ساویر آواز نہیں سنائی دیتی۔ وہ ایک دم سے کھلی اضطرابیت میں اٹھ کر بیٹھ گیا..... میں نے بہت ملک گھومیں ہیں..... حیرس، ڈنمارک..... اور دیگر حسین ممالک..... ایسا حسن کہیں نہیں ملا..... ہندوستانی عورت بہت حسین ہے..... ایسا مہور کن حسن..... ایسی ساری..... کہیں دیکھنے میں نہیں آیا..... وہ تڑپ اٹھا..... شن من..... مندر کا گھنجدیج تھا۔ ایک بھائی لیتے وہ گہری نیند میں اتر گیا۔ تمام شب بیدار رہنے کے بعد نیند نے آیا۔ کوٹ کی اور کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

حکم چھوٹی سرکار

ملازم مراٹھی داخل ہوا۔

چائے..... سنیل نے لحاف اتارا۔ چائے..... اس وقت سرکار..... مراٹھی نے کلاک کو دیکھا۔

اس وقت کیا ہے..... بیڈنی کارواج ختم ہو گیا ہے۔ سنیل نے مراٹھی کو تاڑا۔

گائڑیاں پورج میں رکھیں حویلی کا بٹلی لان جو کشادگی میں سب سے بڑا تھا۔ مہمانوں کے لئے آراستہ کیا گیا تھا..... شہر کے بڑے بڑے رئیس راجمارا کھار مدعو کئے گئے تھے۔ اس عظیم الشان دعوت میں سنبھل اور راجمارا کھار بھی مدعو کیا تھا۔ راجمارا اور سنبھل کو تو آنا ہی تھا لیکن سنوٹس، آٹما اور اسے شیشیل نے معذوری ظاہر کر دی..... وہ تو عرصہ بیوگی رتن کو اجھوت جان کر چھوڑ چکے تھے..... اس کو رتن نے محسوس بھی نہ کیا تھا۔ اس سہاگن بن کر رتن نے کوشش ہی نہ کی کہ ان لوگوں سے میل ملاقات برصالحی جائے۔ وہ کٹکشی دیوی کی بیٹی تھی جس نے اپنی اناور غیرت کے راستے میں بڑی سے بڑی دیوار کو ریت بنا دیا تھا۔ وہ دوستوں میں کھڑا کپ شپ لڑا ہوا تھا..... چونکہ کر نظر جو اٹھی تو ادھر ہی آگیا۔ سنبھل بیٹے..... یہ رتن ہے۔ تمہاری..... شیواجی ایک دم رک گئے۔

رتن..... دیوی ہے..... روپ منی..... کامنی..... کامنی ہے کامنی..... کس قدر سندر پاپا، معلوم ہے جتنی ہے آپ کی..... سنبھل نے شیواجی کی بات کاٹ کر بڑی دلچسپی سے رتن کو دیکھا..... وہ اس وقت سیاہ ساڑھی میں ملبوس موسم کی مناسبت سے منگھڑے پہنیں..... اور اپنی دراز چوٹی کو سینے پر پھیلائے شیواجی کے پاس کھڑی تھی..... کاش..... یہ عورت میرے ساتھ..... یہ شیواجی کی جتنی رتن ہے سنبھل..... ایک اوجیز عمر شخص نے تعاری جملہ ادا کیا۔

جانتا ہوں..... اس کی اطلاع مجھے لندن میں ہی مل چکی تھی..... لیکن..... very sad..... چیخ آواز نکال کر بولا۔

ارد گرد کے کھڑے لوگ ہنوں ہی ہنوں میں متجم ہو گئے۔

شیواجی نے بوجھل نگاہ سنبھل کے چہرے پر ڈالی۔

میرا خیال تھا کہ پاپا اور اک رکھتے ہیں..... اپنی ہم عمر عورت سے شادی کریں گے وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

تم ٹھیک کہتے ہو..... سنیل نے جانے کا آخری گھونٹ یوں حلق سے اتارا جیسے زہر کا پیالہ ہو تنوں سے لگایا ہو۔ مجھے اجازت سرکار۔ مراغھی نے کہا۔

جاؤ..... ہاشمہ لگاؤ..... ہم آرہے ہیں۔

مراغھی نے اقرار میں گردن ہلائی اور لوٹ گیا۔

ڈرائیونگ روم میں داخل ہوتے سنیل ایک دم ٹھٹھا کا شہر کے بہت بڑے رکس، پنڈت یار رام شیوا جی سے جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔

خستے..... سنیل نے اندر جاتی ہی خالص ہندوستانی رواج کے مطابق کہا۔

خستے..... بیٹے..... کیسے ہو..... پنڈت یار رام نے بڑی محبت سے جواب دیا۔

یہ سنیل ہے..... حال ہی میں امریکہ سے لوٹا ہے..... میرا بیٹا ہے۔ شیوا جی نے تعارف کروایا۔

yes / yes..... معلوم ہے..... معلوم ہے..... پنڈت یار رام نے سنیل کو

ساتھ لگایا۔

بہت اچھا..... بہت اچھا..... اس کی بھی شادی کر دو..... وہ اپنے مخصوص انداز سے وہ کھل کر ہنس دیے..... اور دروازے کی طرف بڑھے۔

بیٹھے نکل.....

Thank you پھر۔ سہی۔ وہ ہنستے ہوئے باہر نکل گئے۔

پیل اپنی خوشی سے فارغ ہو گئے..... سنیل نے سوچا۔

آج کل آپ آفس نہیں جارہے۔ وہ بولا۔

چلا جاتا ہوں..... ویسے مسٹر پوریا سنیا ہال لیتے ہیں سب کچھ۔ شیوا جی مطمئن نظر آ رہے تھے۔

آپ کا تو یہ بھی میں تیار ہو گا باہر کے کام سے..... گھر میں آسانش جو ہے۔ سنیل نے مل کر کہا۔

تم بناؤ..... کیسے ہو..... دیر سے اٹھنے لگے ہو۔ شیوا جی کو سنیل کی باتوں سے وحشت ہونے لگتی تھی..... وہ جواب دینا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ بات کو ٹال گئے۔

سنیل نے جواب میں ایک طویل ٹھنڈا سانس لیا اور دونوں بازو پھیلا کر صوفے پر رکھے۔ جلدی اٹھانوار جلد سوانحیت کے لئے اچھا ہے۔ شیوا جی نے۔ گار لگایا۔

ایک سرکار..... دھوپ حویلی کی دیواروں سے اتر رہی ہے..... لوگ کام کاج پر چائے ہیں..... اور آپ بیڈ کی بات..... مراغھی حسب عادت کبھی کبھی کر کے ہنس دیا۔

چائے لاؤ..... وہ چلا آیا.....

بہتر سرکار..... مراغھی فوراً پلٹا..... اور باہر نکل گیا۔

سنیل نے ایک زوردار جھانکی..... کلاک کی طرف دیکھا..... ایک کاغذ بچ چکا تھا اور مراغھی چائے لے کر حاضر ہو گیا۔

تم کہتے بچاٹھے ہو۔ سنیل نے ایک گھونٹ حلق سے اتارتے مراغھی سے کہا۔

مجھدم سرکار..... دیر سے اٹھنے کی تو اپنی کو عادت ہی نہی..... مراغھی نے کہا۔

بس بس..... خاموش رہ..... سنیل کو مراغھی کی تقریر سے الجھن ہونے لگتی تھی۔

جاؤ سرکار..... وہ پلٹا۔

شہر وہ..... سنیل نے کہا۔

جی..... مراغھی نے کہا۔

گھر میں کون کون ہے۔ سنیل کا دل زور سے دھڑکا۔

گھر میں تو اس وقت کوئی نہیں سرکار.....

کہاں ہیں سب..... سو اسلف لینے..... وہ بولا۔

سو اسلف..... کیا کہتا ہے..... سنیل سینہ حا ہو گیا۔

اجی سرکار..... دیوالی کا میلہ جو ہے..... چاندنی کے چراغ جلیں گے۔ مراغھی نے ہاتھوں کو گول کیا۔

مٹی کے اچھے نہیں لگتے۔ سنیل بولا۔

اچھے لگتے ہیں سرکار..... یہ تو رتن بی بی کی آمد پر شیوا سرکار نے بولا ہے۔ مراغھی بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

اچھا..... پاپا کو اس قدر خوشی ہے اپنی شادی کی۔

سنیل کے من میں آگ سی لگ گئی..... جیسے شعلہ سا جڑ کا ہو۔

خوشی کیوں نہ ہو سرکار..... اتنی عمر میں ایسی بالی عمری باری سے شادی..... ایسی سندور سندور دلہن تو نصیبوں والوں کو ملتی ہے..... شیوا جی نصیبوں والے ہیں..... مراغھی کو جیسے رشک آنے لگا۔

باندھی.....
تم بھی شادی کر لو..... کون روکتا ہے..... کون سے تمہاری نسبت ٹھہر چکی ہے۔
شیواجی سنیل کی ہر بات کا جواب دینے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔
اکی واہ..... کون میرے من کو نہ بھائے..... مجھے شانتی اس وقت ملے گی جب رتن
جیسی سندھ کا مٹی عورت مجھے ملے گی..... تب کو میری شادی..... وہ رتن کے تصور
میں کھو گیا۔ شیواجی کا تھا ٹھکانا.....
کون سندھ نہیں..... اور سندھ کا مٹی رتن جیسی کہاں ملے گی۔ شیواجی کھوے گئے۔
سندھ ہے..... لیکن کا مٹی نہیں..... روپ مٹی نہیں..... وہ رام کی بیٹا نہیں ہے۔
وہ بلند آواز میں ایک سانس میں کہہ گیا..... اس کا انداز باغیانہ تھا۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو.....
شیواجی نے انگلی سے دھکیلی عینک کے فریم کو اڑھ کر کہا۔
میں ایک قبول صورت کون جیسی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔ وہ پاؤں پچھتا ہوا بار
نکل گیا۔ اپنے ساتھ سنیل کو نکرانے سے جاتے ہوئے راکھی نے خود کو بچایا لیکن وہ جا چکا
تھا۔
دیکھا تم نے..... اس کی سرکشی دکھائی..... میں اسی وقت کے لئے تمہیں منع کرتی
تھی۔ راکھی نے اندر سے کسی دوسرے ایسے سے خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔
تم..... شیواجی حراساں سے لگے گئے۔
میں نے سب کچھ سن لیا ہے..... رتن کے انوکھے حسن نے اسے ہلکا بنا دیا ہے.....
اسے دیکھ کر اس کا من لچلار ہا ہے۔ وہ زور لگا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔
من لچلار ہا ہے..... اپنی ماما کو دیکھ کر..... رتن اس کی ماما ہے۔ شیواجی نے اپنے آپ کو
اطمینان دلایا۔
یہ تمہاری اپنی باتیں ہیں..... وہ اس ٹیوگ کو نہیں مانتا..... رتن کہتا ہے راکھی نے
شیواجی کو خیر وار کیا۔ شیواجی نے بڑی اضطراب سے صوفے پر پہلو بدلا۔
اندیشے دونوں بہن بھائیوں کو ڈسنے لگے..... کافی دیر خاموشی رہی..... ماحول افسردہ
ساہو گیا تھا۔ شادی سے جتنی مسرت ہوئی تھی..... اتنی پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔
تمہیں تو رتن کی جوانی اور کم عمری کا نشہ چڑھا ہوا ہے..... تمہیں کتنا منع کیا تھا کہ سی
ایسی عورت سے شادی کرو..... جو تمہارے ساتھ بیٹھی اشتی ہے..... تم نے ایک نوجر

نظر آ رہا ہے..... آپ کی صحت میں اچھا خاصا فرق پڑا ہے۔ سنیل نے طنز کیا۔
میں..... میں تو ہمیشہ سے اسی عادت کو اپناتا ہوں..... دیر سے اچھا پند
نہیں کرتا..... اسی لئے..... میرا خیال ہے فٹ ہوں..... شیواجی نے بغور بیٹے کو
دیکھا..... جس کے چہرے پر ناگواری کے انگشت نقوش ابھر رہے تھے (وہ جانتے تھے کہ
رتن سے شادی سنیل کو شاق گذر رہی ہے)
اب تو آپ فٹ رہیں گے..... بالکل آپ کو فٹ رہنا بھی چاہئے..... ایک سندھ
چھوٹی عمر کی چھو کر سے شادی جو رہا.....
سنیل..... اپنے لیے کو درست کر دو..... میں ایسی پھر گفتگو سننے کا عادی نہیں ہوں
..... شیواجی ایک دم چلا کر کھڑے ہو گئے۔
ریلیکس پاپا..... ریلیکس..... نہیں..... وہ تھک کے اشارے سے شیواجی کو بیٹھنے کا
اشارہ کرتے ہوئے۔
Thank you..... شیواجی بیٹھنے دیکھ کر سنیل نے کہا۔
ناگوار انداز میں شیواجی کی پیشانی ٹھنک آلود تھی۔
ایک بات پوچھوں..... وہ بولا۔
کو..... شیواجی ایک دم بولے
کیا ضرورت تھی اس عمر میں شادی کرنے کی..... میری ماما..... یا اس کے بعد والی یاد
نہیں آتی۔ شادی کی کوئی عمر مقرر نہیں ہوتی..... جس عمر میں چاہے کر لو..... شیواجی
بیباک ہو چکے تھے اور دوسری بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا.....
لوگ مذاق اڑاتے ہیں..... جوق ہے جوق..... سنیل نے کہا۔
لوگوں کا کیا ہے..... وہ تو اس وقت بھی مذاق اڑاتے ہیں جب اس پر بھی کی جگہ مٹی کا
تل ڈالا جاتا ہے..... لوگ تو اس وقت بھی جوق کرتے ہیں..... جب آجوس کی بجائے
کیکر کی کٹوری رکھ دی جائے..... لوگوں کو چھوڑ دو..... کوئی اور بات کرو..... شیواجی نے
بڑی لاپرواہی سے سگار کا لہسا لیا..... اور صوفے سے ٹپک لگائی۔
میں کچھ کہنے آیا تھا۔ بات کو ختم ہوتے دیکھ کر سنیل نے بھڑبھڑا کر دیا۔
تو کوہن..... میں تمہاری ہر بات سننے کو تیار ہوں..... شیواجی بولے
آپ کو بیٹے کی شادی کی فکر کرنی چاہئے تھی..... نہ کہ اپنی..... سنیل نے تنبیہ

لا پر والوی بولی۔
اگر اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو میں اسے گولی بارودوں کا..... وہ قہقہہ اٹھا کر کہہ رہا
بندھی بارہ بور کی پھول پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

بس بس..... عورت کی وجہ سے خون خرابہ مت کرنا..... آدم کے دونوں بیٹوں نے
ایک عورت کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کیا اور آج تک تم سب بھگت رہے ہو.....
راکھی نے آنکھیں پھیل کر کہا۔

وہ بھائی تھے..... لیکن میں تو ہاں سنیل کا..... چھوڑاں گا نہیں..... شیواہی نے
راکھی کو اپنی منہمک مڑھی کا یقین دلایا۔

چل بس کرو..... بھگوان بھلی کرے..... رام رام..... بری گھڑی سے بھگوان
پہنچائیں۔

اب یہی مل ہے کہ رتن کی عمرانی سخت کر دی جائے۔ شیواہی نے کہا۔
گھر تو نہ ہوا..... جیل ہوئی جہاں اس کی عمرانی سخت کر دو گے تم۔ راکھی نے شپٹا کر کہا۔
تو پھر کیا کروں..... اس نے اچھا نہیں کہ میری عزت پر ہاتھ صاف کرے.....
شیواہی نہایت پریشان اور کچھ کھچے لگ رہے تھے۔

اے ہے..... بھگوان سے بھلی مانگو..... وہ تمہاری گلابی ہر وقت رتن کے پاس ہوتی
ہے لڑکیاں ہوتی ہیں..... تم بھی اُلٹی سوچیں سوچنے لگے..... راکھی کو شیواہی نادانی پر ہنسی
آگئی۔

وہ میرا بیٹا ہے..... میں اس کی سرشت سے واقف ہوں..... سنیل نے مسلسل ان کو
اندیشہ اور دوسو سوں کے سپرد کر دیا تھا۔

میرا خیال ہے رتن کو کچھ دنوں کے لئے اس کے بھائی کے ہاں بھیج دو..... راکھی نے
کہا۔

نہیں..... وہ عیاش عورت سنیل..... وہاں تو ممکن ہی نہیں..... شیواہی.....
راکھی بیگم..... ہم لوگ آگئے..... گلابی نے اندر آتے ہوئے کہا۔

گلابو..... خاساں سے کہہ کے گرم گرم چائے لاؤ..... بڑی ضرورت محسوس ہو رہی
ہے۔ شیواہی نے در پہنچے سے باہر دیکھا۔

سب آگئی ہیں..... رتن بی بی..... کوئل بی بی کے پاس گئی ہیں۔

چھو کر سی سے بیاہ کر کے سب کو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ راکھی اپنی کومل کے لئے پریشان
تھی۔

وہ اب کیا چاہتا ہے۔ وہ آہستہ لیجے میں بولے
وہ چاہتا ہے تم رتن کو چھوڑاؤ وہ اس سے شادی کرے..... راکھی نے ایک دم کہا۔
کیا..... ناباکار..... خبیثیت..... ایسی بچ سوچ ہے اس کی..... شیواہی شدید طیش

میں چلا کر بولے
اچھا اب آگے کی سوچو..... راکھی نے ٹیک لگائی..... جیسے تھک چکی ہو..... رتن
تمہارے ساتھ گئی تھی..... شیواہی یاد آگیا۔

ہاں..... میں تو آگئی ہوں..... کومل رتن کو اپنی ستمی کے ہاں لے گئی ہیں۔ فکر
نہ کرو..... آجائیں گی۔

راکھی نے بھائی کی پریشانی بھانپ لی۔
گلابو ساتھ سے نا..... وہ ایک دم یاد کرتے ہوئے بولے۔

وہ ساتھ ہی ہے..... پوری ڈیوٹی بھاری ہے گھوڑی..... لڑکیوں کا پیچھا بھی نہیں
چھوڑتی..... ہر بات میں دخل..... بلکہ دخل در مقولات۔ راکھی نے جھلا کر کہا۔

اچھی بات ہے..... اس سے خطرہ کوئی نہیں..... کارڈ کا کام دیتی ہے۔ شیواہی
مسکرائے۔

ٹھیک ہے..... مجھے زہر لگتی ہے..... جب گلابی ساڑھی لہرا کر رتن کو کسی سے ملے
نہیں دیتی..... راکھی ہنس دی۔

اب گلابو کی اور بھی ضرورت ہے..... میں سنیل کے بارے میں بہت محتاط ہو گیا
ہوں۔ شیواہی کے جھریوں زدہ چہرے پر دوسرے کھنڈ آئے تھے۔

او..... اب زیادہ بھی دل نہ چھوڑ..... رتن تمہاری ہے..... راکھی کو اپنے بھائی پر
رحم آنے لگا..... جو اپنی دولت سے اسے عیش و عشرت کی زندگی سے ہٹا کر رہا تھا۔ اس

کا سارا خاندان شیواہی کی دولت پر چل رہا تھا۔
راکھی..... میں سوچتا ہوں..... سنیل رتن کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ وہ راکھی کو

گہری نظر سے دیکھ کر بولے۔
باپ کی بیوی ہے..... اغواء کرنے سے تو رہا..... اور کیا نقصان پہنچائے گا۔ راکھی

نے گلابو کے چرے کی طرف دیکھا..... کتنی چالاکی دکھائی تھی۔ بڑے ہی پرسکون ماحول میں جانے کا دور ختم ہوا.....

چند دن سکون اطمینان سے گزر گئے۔ سنیل کئی روز سے دوستوں کے ساتھ شملہ گیا ہوا تھا۔ حویلی میں قدم رکھتے ہی وہ غصہ کا..... کلاک نے دن کے گیارہ بجائے تھے..... بیک کورکھتے ہی وہ باہر نکل آیا..... غلام گردش سے ہوتا ہوا رتن کے کمرے کی طرف بڑھ گیا لیکن جونہی کمرے کے باہر گلابو کو آرام کر سی پر جھولنے دیکھا تو جمل کر راکھ ہو گیا۔ جھنجھلا کر ایک ہاتھ دیوار پر مارا..... اور آگے بڑھ گیا۔

سنیل باؤ آئے آئے..... آگے شملہ سے..... میرا خیال ہے ابھی ابھی لوٹے ہیں..... گلابو اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔

رتن اندر ہے..... وہ بے تکلف بولا۔

اندری سے باہر بی..... وہ پرداسر کا در داخل ہو گیا۔ گلابو اس کے ساتھ ہی داخل ہو گئی۔

تم باہر ٹھہرو..... کس لئے آگئی ہو۔ سنیل کو اچھا نہ لگا۔

میں ڈیوٹی پر ہوں سنیل باؤ..... اگر آپ مجھ سے اجازت لینے تو اندر داخل بھی نہ ہوتے..... گلابو سنیل کے ساتھ داخل ہوتے بے پائی سے بولی۔

انہیں دیکھ کر رتن بڑا کھڑی ہو گئی۔ اس نے رسالہ ایک طرف پھینک دیا۔ سکون سے رتن لی بی..... گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے..... گلابو نے سنیل کی پشت سے آنکھ کا اشارہ کیا۔

اچھا..... ان سے ملاقات کے لئے وقت لینا پڑے گا..... سنیل نے طنز کیا۔

رتن خاموش کھینچی رہی۔ آپ سے ملنے کے لئے منع کیا گیا۔ گلابو بے تکلف بولی۔

ہم کاٹ کھا کھیں گے..... اپنے چٹائی اس سندرسی دیہن کو وہ بڑی پسندیدگی سے مدت کے سراپا کو دیکھ کر بولا..... جو اس وقت ارغوانی رنگ میں ملبوس ساڑھی میں تھی۔

کاشے کو نہ دے گا بوجی..... ہم محافظ جو بیٹھے ہیں..... گلابو بڑھ رہی تھی۔

رتن نے پرسکون انداز میں گلابو کو دیکھا..... جو خود ہی سنیل کی ہر بات کا جواب دے رہی تھی۔

آپ بھی بولتی ہیں کہ سارے اختیار آپ کے ہتی نے گلابو کو دے دیئے ہیں۔ سنیل

ہوں..... شیواجی کو اطمینان ہو گیا۔

اچھا جاؤ تم۔ راکھی گلابو کو رکتی دیکھ کر بولی۔

شیواجی خاموش کچھ سوچے جارہے تھے..... وہ اس وقت کئی سو سال پرانے بڑے نظر آرہے تھے۔ جیسے کسی پرانے ٹھنڈے لائی ہوئی لاش یا جارتہ۔

میں کہتی ہوں..... اپنے آپ کو اس قدر بڑی پریشانی میں مت الجھاؤ..... اس طرح تو جلد ملک عدم پہنچ جاؤ گے۔ راکھی کو اپنے بوڑھے بھائی پر ترس آنے لگا۔

گلابو کے ساتھ ساتھ تم بھی خیال رکھو کہ سنیل رتن کے کمرے میں ہرگز نہ جائے۔ ایسی بھی کچھ باتیں مت کرو..... آخر وہ گھر کا اہم فرد ہے..... اس کو رتن یا کسی اور

کمرے میں جانے سے کس طرح روکا جاسکتا ہے۔ راکھی نے کہا۔

اور کی بات نہیں کرتا..... میں نے گلابو کو سختی سے منع کر دیا ہے کہ اگر اپنے کمرے میں یا کہیں اور اکیلی ہو..... کسی قیمت پر بھی سنیل کو نہ جانے دو۔ شیواجی نے کھڑے ہو کر

پاؤں تائین پر مارا۔

ٹھیک ہے..... کام بھی بڑھ گیا ہے..... دفتر بھی جانا ہے..... اگر بھئی پریشانی رہی تو کاروباری امور کس طرح سنیا لوں گا۔ شیواجی فکر مند ہو گئے۔

خانماں جانے کے ساتھ داخل ہوا۔ بعد میں رتن گلابو اور رمل بھی ہنسی ہوئی داخل ہوئیں۔

لوٹی رام..... ہم سیوک محل بھی گئے تھے۔ کوئل نے کہا۔

سیوک رام..... کون تھا وہاں..... سنیل یار! بھمارہ شیواجی ایک دم بولے

کوئی بھی نہیں..... بس محل دیکھ کر لوٹ آئے..... لوٹی رام مائی کا مکروہ..... چیتہ عجب خانہ..... اتنا خوبصورت..... آراکشی..... کوئل کو تعریف کے لئے الفاظ نہ مل رہے تھے۔

کوئل دیدی..... وہ پوجاں..... کمال کی عورت ہیں..... گر لیں فل..... اتار

پر وقار رمل نے بہت چچے تلے الفاظ میں تعریف کی۔

وہاں اس کا ایک بیٹا..... درپن بھی ہو گا۔ شیواجی ایک دم بولے

وہ کہاں جی..... اس وقت تو وہ آفس جاتا ہے..... اسے فرصت کہاں گھر میں بیٹھے ک..... گھر تو اسے چھپا ہی نہیں لگتا..... گلابو نے ناگوار سی سے ناک سیڑی..... رتن

میں یہاں سے جگ آگئی ہوں..... مجھے تم کہیں لے جاؤ..... رتن نے گلابو سے کہا۔
 شیش..... گلابو نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کسی کے آنے کا احساس دلایا
 میں دیکھتی ہوں..... گلابو ہالوں کو سنوارتی ہوئی باہر نکل گئی..... ایک دو منٹ کے
 بعد واپس لوٹی..... کوئی نہیں..... ویسے گاڑی آئی ہے..... ہو سکتا ہے شیوا جی ہوں
 گلابو نے مکمل ڈیوٹی پر کھڑے ہو کر درپن سے دیکھا۔ شیوا کے ہوتے آواز ہی ممکن
 نہیں ہے۔ رتن آہستہ سے بولی۔

حاصل رکھو رتی..... میری جان..... بھگوان کوئی امید پیدا کر دیں گے..... امید کی
 کوئی کرن نظر نہیں آتی..... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی..... میرے مبر کا پینہ لبریز
 ہو چکا ہے..... وہ سسک سسک کر رودی۔

جی چاہتا ہے تیرے وجود کو اپنے سینے میں بھر لوں..... لیکن میں باہر کی خبر بھی رکھنا
 چاہتا ہوں.....

تو کیا کروں..... میں شیوا کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی..... بس تیرے ساتھ..... وہ
 جیسے مستقل فیصلہ کرتے ہوئی..... درپن مجھے کسی رسوائی کا خوف نہیں..... بابا تمہیں کتنا
 چاہتے تھے..... اگر تم اپنی باندی بنالو گے تو وہ خوش ہوں گے ان کی روح کو شادی ملے گی۔
 میں نے کہا..... کھبراؤ نہیں..... میں بہت جلد تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا.....
 بہت دیکھوں گے ساتھ میں نے مشورے کئے ہیں..... تم کھیر ڈالو..... اور شیوا.....
 رتن نے چونک کر کہا۔

شیوا سے چیز والوں کا..... قانون ہے..... شیوا تمہیں چھوڑ دے گا۔ درپن کے
 الفاظ میں بڑی مستقل مزاجی اور مضبوطی تھی۔

ہائے رام..... کاش ایسا ہو جائے..... درپن میں تیری باندی بن جاؤں گی.....
 تیری دای..... تیری پوجا کروں..... تمہیں دیوتا مانا کر..... وہ میرے من کا راجا
 جوش محبت میں وہ جھکی اور درپن کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا۔

تو یو پی ہے..... دیوی کی پرستش کرنا میرا کام ہے..... اور میں بچپن سے اب تک کر
 رہا ہوں..... تیری پوجا جانے تو مجبور کیا اس جھپٹ میں..... وہ اپنا تخلص اور حاجت سے
 رتن کو دیکھ کر بولا..... اس وقت درپن کی آنکھوں میں سارے جہان کی محبت بھر آئی تھی۔
 تیرے جیسا چاہنے والا کہاں ملے گا..... وہ ساری جان سے غار ہو گئی۔

سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور رتن نے گلابو کی طرف دیکھا۔

یہ جواب نہیں دیں گی..... آپ ہم سے ہی بھگوان ہوں۔ گلابو ساڑھی سنہال کر
 بڑی ادائے دلبریائی سے دوسری طرف صوفے پر بیٹھ گئی۔

تم جاؤ یہاں سے..... میں رتن بلی سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سینل نے جھڑک
 کر گلابو کو کہا۔

اندر باہر جو ہیں کھٹنے کی ڈیوٹی ہے سینل بابو..... ڈپٹی نہیں مارتے خالص ڈیوٹی پر
 رہتے ہیں وہ جیسے گم جی..... میں کہتا ہوں..... تم چلی جاؤ..... مجھے چند ضروری باتیں کرنی
 دو۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

ہرگز نہیں سرکار..... میرے سامنے بات کیجئے کیا بات ہے۔ گلابو نے کہا۔
 رتن نے مسکراتی آنکھوں سے گلابو کی طرف دیکھا..... جو اچھا خاصا مقابلہ کر رہی
 تھی.....

تم ایک ملازم ہو..... تمہارے سامنے کیا بات کروں..... تم باہر نکلو..... Get
 out وہ ہاتھ سے اشارہ کرتے بولا۔

میں سینل رہوں گی۔ وہ ساڑھی کے پلو کو انگلی پر مروڑتے مسکرا کر بولی۔
 ٹھیک ہے..... وہ سچا تاب کھاتا..... پردہ اچھالتا ہو باہر نکل گیا۔
 اب کیا ہوگا..... رتن نے تسلی کا گلابو کو دیکھا۔
 کچھ بھی نہیں..... گلابو پھر ہنس دی۔

اب یہاں سے جانا نہیں..... اس شخص سے مجھے خوف آنے لگا ہے۔ رتن نے لگا ہیں
 گلابو کے چہرے پر سر کوڑ کر دیں۔

جو حکم سرکار..... کسی کی مجال ہے جو یہاں سے بٹے..... گلابو نے بخور رتن کو دیکھا۔
 گلابو..... رتن نے کہا۔

اکیلے میں تو گلابو نہ کہا کرو..... درپن مسکرا کر بولا۔
 تمہارا لباس تمہارا ایک اب مجھے مجبور کرتا ہے گلابو کہنے کے لئے..... دوسری بات

کوئی سن نہ لے۔ رتن آہستہ سے بولی۔
 ہاں..... یہ بات تو ہے..... پردہ اچھا ہے۔ وہ قالین پر دوڑا نو بیٹھ گیا۔

ہاں..... کہو..... کیا کہنا چاہتی تھی..... درپن کو رتن افسردہ نظر آئی۔

کیا..... حیرت کے مارے دلپ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

سب جا بڑے..... ویسے بھی وہ فوجیر لڑکی..... اس قدر بڑے کو پسند بھی نہیں کر سکتی۔ سنیل نے کہا۔

نہیں یار..... میں اس پھڑے میں نہیں پڑنا چاہتا..... دلپ نے صاف انکار کر دیا۔

پھڑا..... کیا پھڑا..... سنیل نے کہا۔

ہی..... تمہارے عشق کا..... دلپ ہنس دیا۔

تم پاؤ کو کہو کہ رتن کو چھو دو..... سنیل اپنی ہت دھری پر قائم تھا۔

پہلے اس لڑکی سے بات کرو..... کہ تمہیں پسند بھی کرتی ہے کہ نہیں۔ دلپ بولا۔

مجھے اس کی پسند یا پسند سے کوئی سروکار نہیں..... میں رتن کے بغیر نہیں رہ سکتا..... اور پھر اسے پسند کا شعور ہوتا تو بڑے کے لئے ہاں نہ کرتی..... سنیل نے اپنا بھاری ہاتھ درمیانی میز پر مارا۔

یہ تو ہے..... Ok..... میں کروں گا شیوا جی سے بات..... کہ وہ کہاں تک بیٹے کی بات مانتے ہیں..... دلپ نے سنجیدگی سے کہا۔

تم ان کو مجبور کرو..... کہ اب اس کی جان چھوڑ دوں..... وہ دوبارہ اچھا گن بننا پسند نہیں کرے گی..... نہ جانے ہاتھی اور کتے دن جیٹیں سنیل کھل کھلا کر ہنس دیا۔

سنیل..... ایک بات تو بتاؤ۔ دلپ کو یاد آیا۔

پوچھو..... سنیل ہر تن گوش ہو گیا۔

ہو ارا کھی کے ہاں کو مل نامی لڑکی کے ساتھ تمہاری نسبت طے ہوئی ہے نا۔ دلپ نے پوری طرح بیان کیا۔

ہاں..... ہوئی ہے..... بلکہ بچپن سے ہے..... سنیل نے کوئی خاص تاثرات ظاہر نہ کئے۔

اس کے دل پر کیا بیٹے گی۔ دلپ نے بغیر سنیل کو دیکھا۔

جو مرضی بیت جائے..... تم اس بات کا خیال نہ کرو..... میرا مسئلہ حل کرو..... وہ

پوری طرح شیوا جی کو ٹھکرتے دینے پر تلا ہوا تھا۔

گاڑی کی آواز آئی..... شاید شیوا جی آگئے..... درپن نے اچک کر در سے دیکھا۔

مجھے گھن آتی ہے اس شخص سے..... نفرت ہے..... وہ برا سا منہ بنا کر دو قدم باہر آ گئی اور گلابو کرے سے باہر آ کر کرسی پر دراز ہو گئی۔

اوجھر شدید غصے کے عالم میں سنیل گاڑی میں سوار اپنے دوست دلپ کے پاس پہنچا..... وہ اچھا مشورہ دینے میں خاصا تیز تھا۔

گاڑی پورچ میں روک کر وہ سیدھا دلپ کے ڈرائیونگ روم میں چلا گیا۔

زبے نصیب..... کیسے یاد آگئی مہاری۔ دلپ نے اٹھ کر سنیل کو اپنے پاس بٹھالیا۔

تمہیں کیا..... کس مصیبت میں پھنس چکا ہوں۔ سنیل نے بے اطمینانی سے بیٹھے ہوئے کہا۔

خیرت ہے..... دولت مند بچا کے سپوت اور مصیبت میں گرفتار۔ دلپ کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

خیریت ہی نہیں ہے..... اس عورت نے میرا سکون برباد کر دیا ہے۔ سنیل نے ٹیک لگائی۔

رتن نے..... یار نام ہی ریا سے کہ جب پکارو تو منہ میں شرینی بھر جاتی ہے۔ دلپ دلچسپی سے ہنس دیا۔

اچھا..... تو تم بھی..... سنیل نے قہقہہ لگایا۔

ارے نہیں..... پر ہوا رہے ہمارا..... میرا ایسا عندیہ نہیں ہے۔ میں نے تو یوں ہی کہہ دیا ہے۔ سب تعریف کرتے ہیں میں نے بھی کہہ دیا۔ دلپ صاف گوسا کھٹنے لگا۔

اب کیا کروں..... رتن کے بچا جیون اودھو را نظر آوے۔ وہ تھنہ تھنہ سالگ رہا تھا۔

وہ دل نہیں اور لگاؤ۔ دلپ نے سنیل کے دائیں جانب جھٹکی ماری۔

یہ بکن نہیں..... ورنہ کچھ کہتا..... کو مل بھی اب اچھی نہیں لگتی۔ سنیل بھی ہنس دیا۔

دیکھو یار..... وہ لڑکی تمہارے پتا کی بیوی ہے..... تمہیں اس بارے میں سوچنا چاہیے اور کو مل سے شادی کر لو.....

کچھ نہیں سوچنا مجھے..... اور نہ کو مل سے شادی۔ سنیل لا پرواہ سا بولا۔

تو پھر کیا کر دے۔ دلپ چو لگا۔

تم کرو..... بلکہ ہاتھی کو مجبور کرو کہ اسے چھوڑ دیں۔ سنیل کمال ڈھٹائی سے بولا۔

ادھر وقت دیکھ دیکھ کر رتن کی آنکھیں پتھر اگئیں..... وہ بار بار دیوار پر آویزاں کلاک کو مستلاشی نگاہوں سے دیکھتی..... لیکن درپن نہ نظر آیا..... اور نہ اپنے کمرے میں جانی۔
 ممانی..... گلاب کا انتظار ہے۔ رتل نے وی سی آر پر دوسری فلم لگاتے ہوئے کہا۔
 اسی کا انتظار ہے..... اس کی موجودگی میں مجھے خوف نہیں آتا۔ ورنہ سنیل نے اس دن کے بعد مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ وہ سچ بولنے پر مجبور ہو گئی۔
 کوئل ایک دم چونکی۔

میں سنیل کی وجہ سے پریشان ہوں..... اس کی آنکھوں میں دہشت ہے تو میرے ہوش اڑے رہتے ہیں۔ رتن نے کہا۔
 واہ ممانی اتنی بزدل ہیں آپ۔ رتل ہنستے ہوئے بولی۔
 ممانی ٹھیک کہتی ہیں رتل..... سنیل کی آنکھوں میں عریانی اور برہنگی میں نے بھی دیکھی ہے..... یوں لگتا ہے جیسے..... کھاجانے کا گولہ سنجیدگی سے بولی۔
 ہمارا تو بیجا جی ہے۔ رتل ہنس دی۔
 اب نہیں ہے..... کوئل اطمینان سے بولی۔
 کیا؟..... رتل ایک دم اچھلی۔
 اس نے انکار کر دیا ہے..... لیکن سنیل کے کرتوت دیکھ کر پہلے میں نے انکار کیا تھا۔
 کوئل بولی۔

اچھا..... بھئی بڑی بہادر نکلی تم تو..... رتل نے کہا۔
 اچھا کیا..... ایسے مرد کو گولی مار دو جو گلی گلی بھائی بنا پھرے..... رتن نے کہا۔
 او رتن صاحبہ..... آج باڈی گاڑ کے بنا ہی براجمان ہیں۔ سنیل کے آنے پر تیوں خاموش ہو گئیں۔
 گلاب بولیں کام سے گئی ہے۔ رتن سنیل کو پاس بیٹھنے دیکھ کر رتل کے پاس بیٹھ گئی۔
 کوئل خاموش رہی..... تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے۔ سنیل نے کوئل سے کہا۔
 کیا سننا چاہتے ہیں آپ..... کوئل برجستہ بولی۔
 میرا مطلب کہ کوئی بات کرو..... میں جب سے آیا ہوں..... کوئی ہنگام ہونا پسند نہیں کرتا..... سب دور دور ہو گئے ہیں۔ سنیل نے کوئل کو دیکھ کر کہا۔
 آپ اپنے دل سے پوچھئے اس کی وجہ کیا ہے۔ کوئل نے کہا۔

اماں..... سفید ساڑھی دے دیں..... گلابی بھر کم ساڑھی سے تو بچ آگیا ہوں۔
 درپن نے ساڑھی کو چنگ پر چننا.....
 کب نکلو گے تم ان منشیہنوں سے..... اب باقی ماندہ زندگی بیکڑہ بن کر گزار دو گے۔
 پو جانے سفید ساڑھی اس کو پکڑا دے ہوئے کہا۔
 پو جانا..... سمجھنے کی کوشش کیجئے..... میں وہاں رتن کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا وہ کانٹوں کے درمیان رہ رہی ہے۔ وہ مجبور نظر آئے لگے۔
 رتن کیوں تنہا ہے..... اس کے شوہر کا گھر ہے..... اپنے بچے کے گھر میں عورت محفوظ ہوتی ہے۔
 رتن وہاں محفوظ نہیں ہے..... سنیل بھیڑیا بن کر رتن کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار پیشا ہے..... وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے..... درپن نے بتادیا۔
 اوئی رام..... اتنے بے غیرت لوگ..... اپنی عزتوں کو اس طرح پامال کرتے ہیں پو جا نے کان چھو لئے۔

اچھا..... یاد آیا..... انھونی قانون آیا تھا۔ پو جانے ایک دم سوچ کر کہا۔
 کیا کہا اس نے..... درپن چونک گیا۔
 وہ کہہ رہا تھا کہ تمام کام مکمل ہو چکے ہیں..... اب آپ فیملی کے ساتھ بے تکلف جرمین آ سکتے ہیں۔ پو جانے بھینن بتادیا۔
 Good..... وہ مسرت بھرے انداز میں بولا۔
 اب رتی کو کس کے پاس چھوڑ کر آئے ہو۔
 کوئل اور رتل کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہ کھڑے ہوتے بولا۔

جار ہے ہو..... ہاں اماں..... اب جلد ہی جاؤں گا تو اچھا ہے..... ورنہ بڑی دیر ہو جائے گی۔ وہ بیک میں ضرورت کی چیزیں ڈالے رکھنے میں سوار حویلی کی طرف چل دیا۔

میں تمہارا خون کروں گی..... نکل جاؤ کمرے سے..... رتن نے کہا۔

میں سیراب ہونا چاہتا ہوں..... تمہاری جوانی نے میرے اندر آگ لگادی ہے.....
میرا کون جیچن لیا ہے تم نے..... وہ دوان وار اس کو دبوچنے کے لئے بڑھا..... لیکن کسی
مضبوط ہاتھ نے اس کو پشت کی جانب جھکوا لیا..... کہتے..... اپنے باپ کی جتنی پرگندی نظر
ڈالتا ہے.....

اوئی رام..... گلابو تم..... کہاں سے آئی ہو..... حیرت سے رتن سن سی ہو گئی.....
لیکن گلابو بپے درپے کے رسید کر رہی تھی..... بھاگ کر رتن نے باہر والا دروازہ کھول دیا
.....

شیوا جی..... وی بی..... وہ ایک جج کے ساتھ راکھی سے لپٹ کئی.....
رتن..... رتن..... راکھی نے رتن کو تنہا جھوڑا..... لیکن وہ فرش پر دھڑام سے گر
پڑی تھی۔

اسی دن کے لئے میں پریشان تھا..... تم لوگوں سے یہ کزدر لڑکی نہیں سنہالی گئی.....
آج گلابو کو بھی سمجھ لوں گا..... شیوا جی بھگے۔

نمبر بنے..... راکھی کو مل اور رتن نے رتن کو اٹھا کر اس کے بستر پر لٹایا۔
دیکھ لوں گا..... سنیل منہ پر ہاتھ پھیر کر اپنی دانست میں سب کو چکھتا ہوا باہر کی طرف
بھاگا۔

سنیل..... خونخوار آواز میں شیوا جی نے آواز دی..... لیکن وہ بریریت اور چٹکیز خانی
انداز میں منہ اٹھا کر گاڑی پر سوار گیٹ سے نکل گیا۔
تم کہاں دفع ہو چکے تھے..... تمہیں نہیں معلوم تھا کہ..... شیوا جی نے رتن کی طرف
دیکھا۔

گلابو نے اپنی ساڑھی درست کی۔
شیوا جی..... میری ماں بیمار تھی..... خبر لینے گئی تھی..... گلابو نے ہاتھ جوڑ کر
معذرت خواہی انداز اپنایا۔

اگر کچھ ہو جاتا تو..... شیوا جی راکھی کے پاس بیٹھ گئے.....
رتن بی بی کو میں کو مل بی بی کے پاس چھوڑ گئی تھی..... وہ تو بھوکاں نے بھلا کیا..... میں
ہاتھ زد میں میک اپ درست کرنے کی تو یہ بگاڑ ہو گیا۔ کو مل اور رتن گلابو کا میک اپ

آپ نمبرے ہر طرح سے فارغ..... ہمیں تو سو کام ہیں..... گئیں ہانکنے کی کس کو
فرصت ہے۔ رتن نے آنکھ سے اشارہ کیا اور تینوں ہنسی ہوئی ڈرائیجک روم کی طرف بھاگ
گئیں اور سنیل دانت پیٹا رہ گیا۔

کیا بات ہے..... ہنسی ہوئی آ رہی ہو..... گلابو نے کچھ کہا۔
راکھی اور شیوا جی ہانسی کرتے ایک دم چوٹے..... شاید کسی خاص موضوع پر تبادلہ
خیال ہو رہا تھا۔

گلابو تو ابھی نہیں آئی۔ کو مل نے کہا۔
گلابو نہیں آئی..... نہ جاسے کہاں رہ گئی ہے۔ شیوا جی چوٹے.....
نہیں ماموں..... آج تو بڑی دیر لگادی اس نے..... رتن بولی۔

تمہیں کچھ تا کر نہیں گئی رتن..... شیوا جی نے کہا۔
اس نے کسی شادی میں جانا تھا۔ رتن نے کہا۔
پھر جلدی نہ آئی..... تم لوگوں نے ات جانے کیوں دیا۔ شیوا جی غصے میں آگئے۔ رتن

اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔
کہاں ممائی..... کمرے میں جا رہی ہوں..... سر درو ہے..... لیٹوں گی ذرا..... رتن
نے نرم لہجے میں کہا۔

آپ چلیں..... میں چائے وہیں لے کر آتی ہوں۔
Thank you رتن۔

شیوا جی بڑی رغبت سے جاتی رتن کو دیکھتے رہے۔
اندرا آتے رتن نے پردہ اور ست کیا اور اپنے بستر کی طرف بڑھی..... اس سے پہلے کہ
وہ بیٹتی..... اس کی چیز نکلتے نکلتے جی..... سنیل دروازے کو اندر سے بند کر رہا تھا۔

کھول دو دروازہ..... وہ شدید غصے میں بولی۔
ہرگز نہیں..... ایک مدت ہو گئی ہے تمہاری قربت کو ترستے..... کہیں یہ تشنگی میری
جان نہ لے لے..... میں تم سے دور نہیں رہ سکتا۔

سنیل..... وہ چلا اسی کی رگیں ابھر کر بیٹنے کو تیار تھیں..... آہستہ بولو.....
ڈرائیجک روم اور تمہارے کمرے کا فاصلہ نہ زیادہ ہے..... کوئی تمہاری مدد کو نہیں
آئے گا..... وہ بڑے مطمئن انداز میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں شیطانی تاج رہی تھی۔

دیکھ کر ہونٹوں کو پا کر ہنس دیں۔

اب درست کر دو میک اپ..... کیا صورت بنی ہوئی ہے۔ راکھی نے گلاب کی توجہ اس کے چہرے کی طرف دلائی۔

اوئی رام..... گلابو! تھو دم میں لوٹ نہ۔

رتن..... شیواجی جھک کر بولے

ٹھیک ہوں..... وہ آنکھیں کھول کر بولی۔

لو..... ممانی! دو دھ پی لو..... رمل دو دھ کا گلاس رتن کے ہونٹوں کو لگاتے بولی۔

نہیں رمل..... جی نہیں چاہتا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

ہو..... اچانک نروس ریک ڈاؤن ہو گیا ہے تمہارا..... شیواجی نے کہا۔

شیواجی کے کہنے پر رتن نے گلاس ہونٹوں کو لگایا..... اور تھوڑا سا پی کر واپس کر دیا۔

اب کیا کیا جائے..... شیواجی نے راکھی سے بولے

دیدہ..... آج گلابو فرخستہ بن کر نہ آئی تو نہ جانے کیا ہو جاتا..... رتن وحشت زدہ

سی نظر آ رہی تھی۔

رام قسم..... آج نہ جانے کیا ہو جاتا..... سنیل میاں بچ گئے میرے ہاتھ سے۔

گلابو! اپنی ساڑھی کے پلو سے چہرے پر سے پانی پونچھتے ہوئے بولی۔

یہ کیا بیٹا ہے..... جس کو اپنے باپ کی عزت کا خیال نہیں..... شیواجی انتہائی کرب سے

پہلو بدل کر بولے۔

آپ فکر مند نہ ہوں شیواجی..... یہ دور ہی ایسا ہے..... ہر چیز کا سودا ہو رہا ہے.....

دل کہتے ہیں یہاں..... یہ سنسار دکھوں کا گھر ہے۔ گلابو! ایک طرف صوفے پر بیٹھتے ہوئے

بولی۔

میں ایسے بیٹے پر لعنت بھیجتا ہوں..... میں اسے تمام جائیداد سے عاری کر دوں گا.....

نہیں ہے یہ میرا بیٹا..... میں اسے نہیں مانتا۔ وہ شدید غصے میں لرز رہے تھے.....

شیوا..... تم فوراً ٹیلیکس رہو..... اس طرح تو خود تیار پڑ جاؤ گے۔ راکھی کو شیواجی کی

حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔

میں ریلیکس نہیں رہ سکتا..... حساسیت میری طبیعت کا حصہ ہے..... چھوٹی سی بات

بھی مجھ پر بڑی اثر انداز ہو جاتی ہے..... اور یہ..... یہ تو بہت بڑی بات ہے..... ایک بیٹا

..... باپ کے مقابل کھڑا ہو رہا ہے..... اس کی بیوی پر گرسنہ نظر رکھ رہا ہے..... وہ جوش سے بول رہے تھے۔

سب خاموش کھڑے تھے..... گلابو..... جی سرکار..... گلابو! راکھی کی آواز پر چونکی۔

تم اور رمل کو مل رتن کے پاس ٹھہرو..... شیواجی نے راکھی کو دیکھا۔

آئیے شیواجی..... میرے کمرے میں..... ابھی کوئی منظم فیصلہ کرتے ہیں.....

راکھی شیواجی کو اپنے کمرے میں لے گئی۔

تو لوگوں نے کیوں آنے دیا..... شیواجی نے کوئل کو غصیلی نظر سے دیکھا۔

ماسوں..... نہیں تو پتہ ہی نہیں چلا..... وہ چاہتا کیا ہے..... شیواجی صوفے پر بیٹھتے

ہوئے بولے۔

آپ کو نہیں معلوم..... راکھی نے گہری نظر شیواجی پر ڈالی۔

ہو سکتا ہے..... مجھے نہ معلوم ہو..... شیواجی نے جیسے اپنی غفلت کا اقرار کر لیا ہو۔

وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ راکھی نے کہا۔

کیا؟..... شیواجی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا.....

جی ہاں..... یہ درست ہے!..... وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے..... راکھی.....

شیواجی ایک دم بولے.....

جی..... راکھی نے کہا۔

اور رتن..... شیواجی بولے۔

کیا مطلب..... راکھی نے کہا۔

میرا مطلب کہ رتن بھی چاہتی ہے..... شیواجی کے دل میں ہلکا سا مال آ گیا۔

او ہو..... کیوں اس معصوم پوٹر پر الزام لگا رہے ہو..... اگر وہ ایسی ہوتی تو آج یہ

ہنگامہ نہ ہوتا..... راکھی نے رتن کی پاک دامنی کا یقین دلا لیا۔

ہوں..... وہ واقعی پوٹر ہے..... شیواجی نے کہا۔

اب سوچنا پڑے گا..... کوئی مثبت حل بھی تو نظر نہیں آ رہا۔ راکھی گہری سوچ سے ابھر

کر بولی۔

اس کا کوئی حل نظر نہیں آتا..... میں خود سرخدی سرکش بیٹے کو گھر سے نہیں نکال

سکتا..... اور نہ ہی رتن کو چدا کر سکتا ہوں..... شیواجی بولے..... شدید کرب و جرنے ان

سنیل نے پھر گولی چلائی..... گلا بوا کا ہاتھ زخمی ہو گیا..... تمام لوگ اکٹھے ہو چکے تھے..... سنیل پر دھشت طاری تھی..... وہ سب کو قتل کر دینا چاہتا تھا..... خبردار کوئی آگے بڑھا..... میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا..... سنیل نے گلا بوی کی طرف گولی چلائی..... لیکن نشانہ خطا ہو گیا..... چنڑے نہ گزرے تھے کہ پولیس نے ساری حویلی کو گھیرے میں لے لیا۔

پینڈر اپ..... سنیل نے ہاتھ اوپر کر لئے۔
گلا بوا نے زخمی ہاتھ کو دوسرے میں پکڑے تکیف سے کرا رہی تھی۔
بھتہ لڑکی لگاؤں اس کو..... پولیس افسر نے سپاہی کی طرف اشارہ کیا۔
سپاہی نے سنیل کو بھتہ لڑکی لگا کر باہر کی طرف دھکیلا۔
لاش کو گاڑی میں رکھو..... پوسٹ مارٹم ہو گا..... اور شیواجی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا گیا۔

ایک شاننا..... دیوانی اور تباہی حویلی کا مندر تھا..... چٹم زون میں بات ساری دہلی میں پہنچ گئی..... راجکار اور سنیل بھی آئے تھے..... ادھر سنٹوش اٹما کے ساتھ آگیا تھا.....

کیسے نصیب ہیں تیرے بیٹی..... تو پھر بیوہ ہو گئی..... کیا سہاگ کی خوشی تیرے مقدر میں نہیں ہے..... ہندوستانی معاشرے کا یہ المیہ ہے..... ایک بوزھی عورت نے رتن کو سینے کے ساتھ لگا لیا۔

یہ سب بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... اس میں رتن کا کوئی دوش نہیں ہے..... راکھی نے رتن کو ساتھ لپٹا لیا۔

اسی بے چینی اضطراب اور کرب میں کئی روز گزر گئے..... شیواجی کی ارحتمی بڑے کردار نے اٹھائی گئی..... اور ایک ماہ کا ظلم انگیز اور دردناک وقت سسک سسک کر گزر گیا..... حالات سنبھلے تو رتن نے محسوس کیا کہ گلا بوا نہیں ہے

ویدی..... گلا بوا چلی گئی..... رتن بولی۔

ہاں..... رتن..... وہ چلی گئی..... اس کا بھائی شدیدے طلیل تھا..... ویسے بھی اسے رہنے کی کیا ضرورت تھی..... شیواجی نے تباہی مگرانی کے لئے تو رکھی تھی..... راکھی نے رتن کو ساتھ لپٹا لیا..... رودی.....

کے چہرے کو سیاہ کر دیا تھا..... چیشانی کی سلوٹس زیادہ نمایاں ہونے لگی تھیں..... آج وہ اپنے آپ کو صدمہ پر اپنا بوجھ تصور کر رہے تھے..... سنیل نے ان کو بڑے وسوسے اور اندیشے میں ڈال دیا تھا..... مینا آستین کا سانپ نکل آیا تھا..... جب تک وہ ملک سے باہر تھا..... وہی دن شیواجی نے راحت سے گزارے ہوں گے..... کاش پیدا ہوتے وہ اس کا گنا گھونٹ دیتا..... آج وہی انتشار نے ان کو روزہ روزہ کر دیا ہے..... وہ اپنے گھر میں بھی پرسکون نہیں ہیں.....

شیوا..... راکھی نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
ہوں..... کیا..... وہ بری طرح اچھلے.....
تم رتن کو لے کر ملک سے باہر پناہ دو..... راکھی نے کہا۔
باہر..... لیکن یہاں سارا کاروبار..... ٹھپ ہو کر رہ جائے گا..... شیواجی نے قلب جیراں پر ہاتھ رکھا۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... کون سنبھالے گا یہ سب کچھ..... وہ خاموش ہو گئی.....
تم جانتی ہو..... کتنی محنت شاقہ سے میں نے کاروبار کو بڑھایا ہے..... شیواجی نے کہا۔
مجھے سب علم ہے..... میں تمہیں پرسکون دیکھنا چاہتی ہوں..... اگر رتن کی وجہ سے تمہارے جیون میں خوشی آئی ہے تو یہ مسائل کیوں کھڑے ہو گئے ہیں..... باتوں باتوں میں اتنا احساس ہی نہ رہا کہ شام کے جدت کے کھانے لگے ہیں..... حویلی کی روشنیوں جگمگا اٹھی تھیں..... ملازم نے کھانے کی اطلاع دی تھی..... آہستہ آہستہ تمام ڈرائیونگ روم میں پہنچ گئے.....

سنیل نہیں آیا..... راکھی نے قریب کھڑے ملازم مراٹھی سے پوچھا۔
نہیں سرکار..... مراٹھی نے کہا۔

شیواجی نے سفید نظروں سے راکھی کی طرف دیکھا..... آج مجھے بھیجے سے لگ رہے تھے۔
کھانا کھاؤ..... آجائے گا..... راکھی نے تسلی دی۔

وہ چار تھے زہر مار کے اور شیواجی اپنے کمرے میں آگئے..... کمرے کی جی روشن کی..... لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلے..... سنیل اپنا کام کر چکا تھا..... اس کے پستول سے نکلنے والی گولی شیواجی کا بھر چیر کر نکل چکی تھی..... اور وہیں ڈھیر ہو گئے..... قاتلین خون سے لٹ پٹ ہو گیا..... سنیل..... گلا بوا نے بھاگ کر پکڑا..... دونوں مقتوم گتھا ہوئے

رتن آپ کے سامنے بیٹھی ہے..... اگر چاہا جائے تو ہم نہیں روکیں گے..... ہمارے ساتھ رہنا چاہیے تو سب کچھ اسی کا ہے۔ راکھی نے بڑے دکھ سے رتن کو دیکھ کر کہا۔ چاہت کی ایک لہر اٹھی.....

کیوں رتن..... ہم تمہیں لینے آئے ہیں..... رتیکار نے کہا۔

میں دکھاری مورکھ ناری..... جس کے نصیب میں ہی ذات و رسوائی رقم ہے..... وہ اپنی پٹلیوں کو انگلیاں پھیر کر صاف کرتے ہوئی۔

رتن..... سیوک محل تمہارا منتظر ہے..... تمہاں چلو..... سنیل نے کہا۔ پھر کسی اور سودے کی بات چل رہی ہے..... رتن نے طنز کا ہجر پور نشتر سنیل کے جگر کو پار کر دیا۔

تم ایسا تم سوچو..... جو کچھ ہوا..... اس میں تمہارا بھلا تھا۔ راجیکار نے نرم لہجے میں کہا۔

میں بیٹی باتوں کو دہرائتا نہیں جانتی..... مجھے سے کی تنخیاں گویں فراموش نہیں کر سکتی..... پھر بھی..... اب یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں..... وہ ہوئی.....

آؤ ہمارے ساتھ..... یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے بہنا..... راجیکار نے کہا۔ اتنی تھوکریں کھا چکی ہوں..... اب بھی نہ سمجھوں تو میں نادان کہلو اؤں گی..... رتن نے بڑے اور اک سے جواب دیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی..... وہ دونوں فیصلہ کرتے ہوئی۔

اور کس کے ساتھ۔ راجیکار چونکا۔
درپن مجھے لینے آئے گا..... جس نے ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دیا ہے۔ رتن نے بیباک لہجے میں کہا۔

درپن..... اس کا تمہارے ساتھ کیا واسطہ..... راجیکار کی پیشانی پر ہل پڑ گئے۔

اسی کا واسطہ تو ہمیشہ رہا ہے..... اسی کی گود میں پلی بڑھی ہوں..... میرے ہر دشوار گزار راستے کے کاٹنے اس نے اپنی آنکھوں سے پتے ہیں اسے کیا خبر کہ تم کس حال میں ہو۔ سنیل نے پلٹ کر جواب دیا۔

اسے میرے ہر حال کی خبر ہو جاتی ہے۔ معلوم ہے نا آپ کو..... رتن کا جملہ اختتام

ایک دم تینوں چونک گئیں..... ملازم داخل ہوا۔

تیکم صاحبہ..... بی بی کے بھائی اور بھادج آئے ہیں۔ ملازم نے کہا۔

میرا خیال ہے راجیکار اور سنیل بھائی ہو کی۔ رتن چونک گئی۔

لانا چاہو گی

ہاں..... کیا حرج ہے۔ آپ بھی آجائیں..... تنہا نہیں ملوں گی..... رتن نے

کہا۔

رٹل..... جی مانتی

اچھی سی چائے لے آؤ ڈرائیونگ روم میں اور ساتھ کچھ..... اچھا۔ رٹل بچن کی طرف

چل دی۔

رتن راکھی دونوں ڈرائیونگ روم کی طرف چل دیں۔

تمسکار.....

نہستے رتن اور راکھی نے ایک ساتھ کہا اور سامنے بیٹھ گئیں۔

نہستے..... سنیل اور راجیکار نے بڑی محبت کا اظہار کرتے رتن کو ساتھ لگایا۔

کیسی ہو سنیل نے کہا۔

آپ کے سامنے ہوں۔ وہ راکھی کے پاس بیٹھ گئی۔

کچھ لمحے ماحول پر سکون رہا..... کسی نے بھی بولنے کی کوشش نہ کی..... سنیل نے

راجیکار کو آگے سے اشارہ کیا۔

راجیکار نے ماحول کو مناسب جان کر قوت گویائی کی تقویت دے کر زبان کھولی۔

دیدنی..... گزارش ہے آپ سے۔ راجیکار نے کہا۔

گزارش..... آپ کھل کر بات کریں..... راکھی نے رتن کو دیکھا..... رتن کی

چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... اس کا دل دھڑک کر پیٹاں دے چکا تھا کہ ضرور لے جانے کا

پتہ ہے۔ یوں بھائی نہیں آسکتا۔

بات یہ ہے کہ اب رتن کا یہاں رہنا درست نہیں۔ سنیل ہوئی۔

کیوں نہیں..... یہ اس کا اپنا گھر ہے..... رہنا درست کیوں نہیں۔ راکھی کو اچھا نہیں

لگا۔

ہمارا مطلب کہ جس کی وجہ سے رہنا تھا..... وہ بیٹی نہ رہا تو اب کیا فائدہ۔ راجیکار بولا۔

ہمیں ان کی بات ماننی پڑے گی۔ کیوں دینا۔ درپن نے مسکرا کر دیکھی تے پوچھا
یہ تو چنانچہ سب کی فرمائش داری ہے..... اُنہیں بڑا جہنم کر ہماری باتوں کا احترام کر۔
..... رانکھی نے کہا۔

کیوں نہیں مانیں گے..... آپ ہماری بڑی ہیں۔ رانکھا نے کہا۔

راج بیٹا..... اپنے دل سے تمام غم کو نکال دو..... یہ جیون تو ذلتی چھاؤں ہے
..... اپنے من کو صاف کر لو..... درپن تمہارا بھائی ہے..... اپنے گنگے لگاؤ..... درپن
نے بھی تمہارا برا نہیں چاہا..... پوجا کی آنکھیں بھر آئیں۔

میں مانتا ہوں ماں..... درپن..... میرے بھائی..... رانکھا نے بازو پیچھا دینے۔
اور درپن نے مسکرا کر رانکھا کو ساتھ لگایا.....

یار جو کچھ بھی ہوا..... میری نادانی تھی..... رانکھا نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

کچھ نہیں ہوا..... سب ٹھیک ہے..... رانکھی نے رتن کو محبت سے پیار کیا..... رتن
کو ساتھ لگانے پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں..... جو پریشانی ان کے مقدر میں لکھی جا چکی
تھی..... اس کو کون نال سکتا تھا..... کوئل اور رمل بھی چھپ چھپ کر آنسو بہا رہی تھیں۔
سنبھل اور رانکھا راجازت لے کر محل روانہ ہو چکے تھے۔

کوئل رمل..... درپن نے پکارا۔

جی..... دونوں احتراماً پاس آئیں۔

تم سب کا ہم سے رابطہ ٹوٹنا نہیں چاہئے..... ویسے بھی تم میری بہنوں کی طرح ہو
..... بلکہ میری بہنیں ہو..... میں رانکھی کے تہوار پر آؤں گا۔ درپن نے کوئل اور رمل
دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔

آنسوؤں کی ایک لڑی نہ ٹوٹنے اور نہ رکنے کا نام لے رہی تھی..... تینوں ماں بیٹی بری
طرح رو رہی تھیں۔

اگر آپ اجازت دیں تو میں سنبھل کے کیمس کی پیروی کروں..... درپن نے رانکھی کی
افردہ صورت دیکھ کر کہا۔

تمہارے سوا کون کرے گا بیٹا..... اُنہیں طرح طرح سنبھل پھنسی سے بچ جائے۔ رانکھی نے
درپن پر ہنسر دیا۔ شاید امید کی واحد کرن: درپن ہی تھا۔ اچھا میل کریں تے..... آگے
بھگوان بھلی کریں..... درپن نے چلتے چلتے کہا۔

پذیر ہوا تو اس کے ساتھ ہی پوجا اور درپن داخل ہوئے۔ دونوں کو دیکھ کر سب بے ساختہ
کھڑے ہو گئے۔

میری بچی..... اندر آتے ہی پوجا نے رتن کو پلٹا لیا۔

سنبھل اور رانکھا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ محبت کا وہ گراں سامنے آیا تو رتن
اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکی۔ وہ بری طرح رو دی۔ وہ پوجا کی گود میں سسکیاں لیتی رہی.....
درپن نے عالم پریشانی میں رتن کی طرف دیکھا.....

بس بیٹی..... رونا نہیں..... جیڑی بیٹی تو تو بڑی بہادر ہے..... پوجا نے اپنے ساتھ
لگا کر پیار کیا۔ وہ اپنے بیٹے کے جذبات سمجھتی تھی کہ وہ رتن کے آنسوؤں سے اداس ہو جانا
ہے۔ کوئل اور رمل بھی اندر آ چکی تھیں۔

درپن..... یہ کوئل ہے..... اور یہ رمل..... رتن نے وہ دن کا قاف کر دیا۔

رمل نے بڑی گہری نظروں سے درپن کو دیکھا..... لیکن اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ
اس آدمی کو کہاں دیکھا ہے..... چہرہ جانا پہچانا تھا۔

میرا خیال ہے..... میں نے کہیں آپ کو دیکھا..... کوئل بولی۔

ایسا ہی ہے..... میں نے بھی کہیں دیکھا ہے آپ کو..... شاید بولی پر..... درپن
سب کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا..... سنبھل اور رانکھا پہلے ہی بیٹھ چکے تھے۔ دونوں
نظروں نظروں میں جان چکے تھے کہ اب رتن کان کے ساتھ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں
ہو تا اور نہ ہی رتن اب درپن کو چھوڑ سکتی ہے۔

دید کی اجازت دیجئے..... رانکھا اور سنبھل نے ایک ساتھ کہا۔

بھیا..... نہیں نا..... چائے آرہی ہے۔ رتن نے کہا۔

نہیں..... اب ہمیں بانا چاہئے۔ رانکھا اور سنبھل جانے کے لئے تیار کھڑے ہو گئے۔
نہیں یار..... تم اس طرح نہیں جا سکتے..... ایک ساتھ بیٹھیں گے۔ درپن نے بڑی
اپنائیت سے کہا۔ درپن نے اس طرح غلو سے روکا کہ سنبھل اور رانکھا انکار نہ کر سکے۔
ملازمہ لوازمت کے چائے لے آیا۔

کوئل اور رمل نے مل کر چائے پانی..... رتن نے سب کو پیش کی۔

رانکھا..... درپن بولا۔

رانکھا نے آنکھیں اٹھا نہیں..... دیدی رانکھی اور پوجا ماں ہم سب سے بڑی ہیں.....

پھر شام ڈھلتے ہی وہ اپنی کائنات سمیٹ کر پو جا کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آیا۔ چند دنوں کے بعد وہلی کی بڑی مسجد میں وہ رتن کے ساتھ عالم دین حافظ سلطان باسط کے سامنے حاضر ہوا..... جہاں رتن نے اپنی مرضی منشا کے ساتھ حافظ صاحب کے سامنے کلمہ طیب پڑھ کر قبول اسلام کر لیا۔ وہ مسلمان ہو گئی..... اور پھر چند گواہوں کی موجودگی میں دونوں کا نکاح شرعی قوانین کے مطابق طے پایا..... رتن ہمیشہ کے لئے ایک خدا، ایک نبیؐ ایک قرآن..... اور ایک ہی چاہنے والے کی ہو گئی۔

یہ بات چشم زدن میں پھیل چکی تھی کہ رتن نے اسلام قبول کر لیا ہے..... بہت لوگوں نے ان کو مسجد سے باہر نکلتے دیکھا..... لیکن کوئی ان کی گردن تک نہ پہنچ سکا..... درپن رتن اور پو جا کو لے کر ہمیشہ ہمیش کے لئے جرمین روانہ ہو چکا تھا..... جہاں ازل سے چاہنے والوں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔

(ختم شد)